دلہن نمبر

گھر کے ہر فرد کے لئے

ماہنامہ

آنچل

کراچی

پاکیزہ

جولائی 2011

نگران اعلیٰ

معراج رسول

BOOKSFREE.PK

مدیرہ اعلیٰ: عذرا رسول
مدیرہ: انجم انصار ..... معاون: آمنہ حماد

اداریہ

مجھے کچھ کہنا ہے — مدیرہ — 15

سلسلے وار ناول

اگر ملنا نہیں ہمدم — ذکیہ بلگرامی — 18
شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں — شیریں حیدر — 106
ایک تھی نینا — راحت وفا — 182
خوشبو کا سفر — عالیہ بخاری — 228

ناولٹ

وہ چاندی — میمونہ خورشید — 74
قربتوں کی دوری — رضوانہ پرنس — 142

افسانے

دل میں کوئی گمان بھی نہیں — تحسین اختر — 61
شادی کی موی — راحت راجپوت — 133
دستِ آئینہ گر — عالیہ حرا — 171
رابطہ — عطیہ عمر — 209
موسم کی دستک — سلمیٰ غزل — 217

خصوصی مضامین

سُروے — عظمیٰ آفاق سعید — 268
شادی کا ایک ایک پل — انجم انصار — 286
کون کیا کر رہا ہے — مہتاب خان — 279

پبلشر و پروپرائٹر: عذرا رسول • مقام اشاعت: C-63 فیز II ایکس ٹینشن ڈیفنس کمرشل ایریا، مین کورنگی روڈ، کراچی 75500
پرنٹر: جمیل حسن • مطبوعہ: ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

مستقل عنوانات

دین کی باتیں — ادارہ — 16
بہنوں کی محفل — مدیرہ — 251
پاکیزہ ڈائری — عظمیٰ آفاق سعید — 290
جلترنگ — انجم انصار — 295
میں اکثر گنگناتی ہوں — صغریٰ زیدی — 299
میرا انتخاب — آمنہ حماد — 301
سندیسے — پاکیزہ بہنیں — 304
خوش ذائقہ — پاکیزہ بہنیں — 306
روحانی مشورے — ادارہ — 308
شوابے میوکلینک — 310

شعبہ اشتہارات
منیجر اشتہارات محمد شہزاد خان 0333-2256789 نمائندہ کراچی محمد ضمان خان 0333-2168391
نمائندہ لاہور فراز علی نازش 0333-4214400 رانا اے حمید 0323-2895528
جلد 39 • شمارہ 04 • جولائی 2011ء • زرسالانہ 600 روپے • قیمت فی پرچا پاکستان 50 روپے •
پتا: پوسٹ بکس نمبر 662 کراچی 74200 • فون: 35895313 (021) فیکس (021) 35802551
E-mail:jdpgroup@hotmail.com

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجھے کچھ کہنا ہے.....!

شاعر نے کیا خوب کہا ہے

گفتگو کیجئے یہ فطرت انساں ہے شکیب
جالے لگ جاتے ہیں جب بند مکاں ہوتا ہے

مگر گفتگو کرنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ صرف ہم ہی بولے جائیں اور کسی دوسرے کو بولنے کا موقع نہ دیں۔

اکثر لوگ اس بات کو بڑی توقیر سمجھتے ہیں کہ لوگ سامع بن کر بیٹھے رہیں اور ان کی تقریر جاری رہے۔

بعض لوگوں کے ہاتھ میں مائک آجائے تو وہ چھوڑنے کا نام نہیں لیا کرتے چاہے سننے والے بور ہو جائیں یا سو جائیں۔

اسی طرح اکثر لوگ جن میں خواتین کے ساتھ حضرات بھی شامل ہیں..... انہیں بحث کرنے کی عادت ہوتی ہے..... اور وہ ہر حال میں بحث جیتنا چاہتے ہیں اور اپنے موقف کے حق میں دلیلیں دیتے نہیں تھکتے۔

بارہا ایسے بھی مقامات آتے ہیں کہ وہ دوران بحث یہ جان لیتے ہیں کہ ان کا موقف درست نہیں ہے لیکن وہ اس کو تسلیم نہیں کرتے۔

بحث اور مکالمہ ایک مثبت خوبی ہے لیکن اگر یہ توازن کے دائرے سے باہر نکل جائے تو اس کا بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بحث کرنے والا خود غیر یقینی پن کا شکار ہونے لگتا ہے۔

اگر آپ میں یہ خامی ہے تو خود اس کا تدارک کیجیے ورنہ یہ بے یقینی کی حالت آپ کی کامیابیوں کی راہ میں ایسا پتھر بن جائے گی جسے ہٹانا خود آپ کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے اپنی راہ میں خود روڑے اٹکانا بند کر دیں اور مثبت گفتگو کو اپنا شعار بنائیں..... کیا خیال ہے.....؟

مدیرہ
انجم انصار

مقبول عام ٹی وی سیریلز اور شاہکار ناولوں کی تخلیق کار

عمیرہ احمد

جنہوں نے میدان میں آتے ہی قارئین و ناظرین سے اپنے فن تحریر کا لوہا منوالیا

.....جو ہر نئی تحریر میں اپنے ہی بنائے ہوئے سنگ میل عبور کرتی جارہی ہیں

ایک نئی اور تازہ، سلسلے وار کہانی

عمیرہ احمد کے قلم سے نکلی ہوئی، دلوں کی گہرائیوں کو چھو لینے والی،

ماہنامہ پاکیزہ میں اگست 2011ء سے شروع ہو رہی ہے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور (ان منافقوں کا یہ حال ہے کہ) جہاں ان کے پاس امن کی یا خوف کی کوئی خبر آئے (فوراً) اس کو مشہور کر دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ اس (خبر) کو رسول تک اور مسلمانوں میں سے ذی عقل لوگوں تک پہنچا دیتے تو بے شک جو لوگ ان میں سے اس کی تحقیق کرتے ہیں وہ اس کو سمجھ لیتے اور اے مسلمانو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو) یقیناً سوا چند لوگوں کے تم (سب) شیطان کی پیروی کرنے لگتے (۸۳) پس (اے نبی ﷺ) تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو تم سوا اپنی ذات کے (اور کسی کے) ذمے دار نہیں ہو اور مسلمانوں کو (جہاد کی) ترغیب دو عنقریب اللہ کافروں کی جنگ روک دے گا (کیونکہ اللہ تمہاری طرف ہے) اور اللہ کی جنگ بہت سخت (ہوتی) ہے اور وہ عذاب دینے میں بھی بہت سخت ہے (۸۴) جو کوئی اچھی (بات میں) سفارش کرے (تو) اس کو (بھی) اس (اچھے کام کے ثواب) سے کچھ حصہ ملے گا اور جو بری (بات میں) سفارش کرے تو اس کو بھی اس (بری بات کی سزا) سے کچھ حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۸۵) اور جب تمہیں سلام (کے ذریعے) سے دعا دی جائے تو تم (بھی اس کے جواب میں) اس سے بہتر دعا دو یا وہی (کلمہ) جواب (میں) کہہ دو بے شک اللہ ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے (۸۶)

سورۂ نساء آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

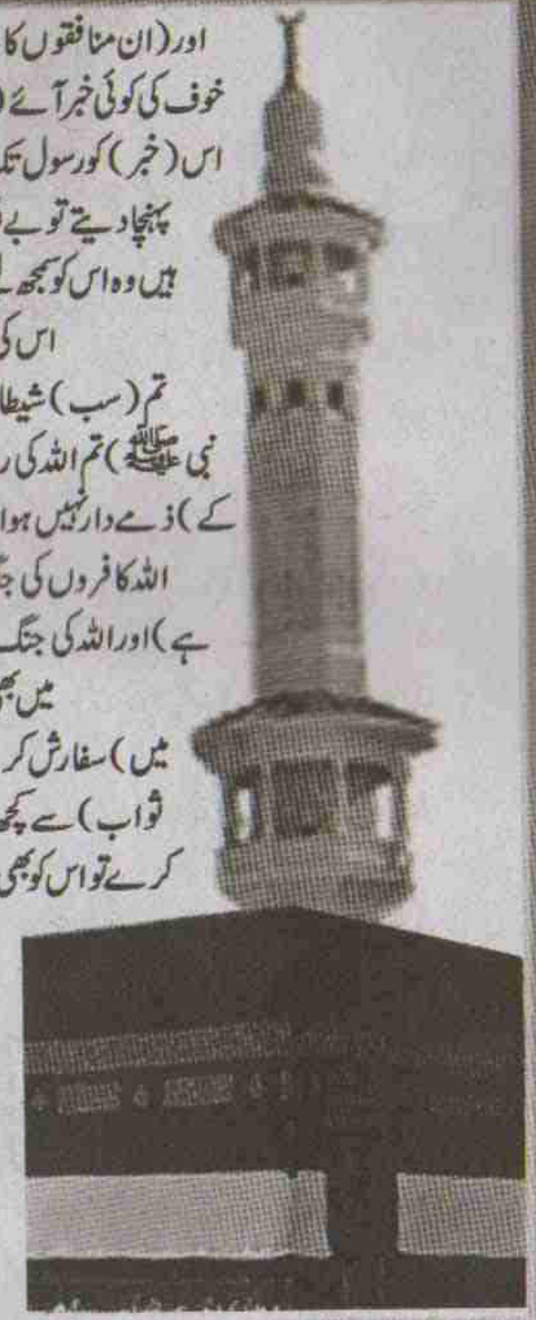

کھانے کے بعد بغیر ہاتھ دھوئے رات گزارنا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''شیطان بہت حساس اور جلد ادراک کرنے والا ہے لہٰذا اپنی جانوں کو اس سے بچا کر رکھا کرو اور جو شخص ہاتھ سے چکنائی کی بو زائل کیے بغیر سو گیا اور پھر اس کو کوئی چیز کاٹ لے تو اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

بخل کرنا

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''وہ خصلتیں کسی مومن (کامل) میں جمع نہیں ہو سکتیں ایک بخل دوسری بد خلقی۔''

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''دغاباز، مکار آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا اور بخیل اور نہ صدقہ دے کر احسان جتلانے والا جنت میں داخل ہوگا۔''

تواضع اختیار کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور جو شخص کسی کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں مزید اضافہ ہی فرما دیتے ہیں اور جس شخص نے اللہ کی خاطر تواضع اختیار کی، اللہ تعالیٰ اس کو ضرور اونچا کر دیتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مثبت سوچ ہر شخص کے لیے مشعل کی حیثیت رکھتی ہے اس کی روشنی میں وہ اپنا لائحہ عمل طے کرتا ہے مگر اکثر لوگ خیالوں، خوابوں اور ذہن میں آئے نکات خواہ وہ کتنے ہی مضر کیوں نہ ہوں۔ ان پر فوراً عمل پیرا ہوجاتے ہیں۔کاش ہم وقت گزرنے سے قبل سوچ سکیں، سمجھ سکیں لیکن ہم نہ سوچتے ہیں نہ سمجھتے ہیں..... اور جب ہم جان پاتے ہیں تب ہمیں سمجھ آتی ہے مگر جب وقت اپنی چال چل چکا ہوتا ہے ہم سوچتے رہ جاتے ہیں۔ایسا کرتے تو ایسا ہو جاتا اور ویسا کرتے تو ایسا ہوجاتا۔حضرت علیؓ نے فرمایا۔" زندگی استاد سے زیادہ سخت ہوتی ہے استاد سبق دے کر امتحان لیتا ہے اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔"

آیئے ذرا دیکھیں اس ناول میں کس نے کس کے امتحان لیے اور کس کو سبق دیے

اگر ملنا نہیں ہمدم

ذکیہ بلگرامی

آخری قسط

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جب میں آنرز کے پہلے سال میں داخل ہوئی تو رافع فائنل میں تھے، ان کے پاس وی پی کی پوسٹ تھی اور میں جی ایس سلیکٹ ہوئی تھی۔ ہم نے ایک سال تک ایک ساتھ کام کیا۔ مجھے یہ تب ہی سے پسند تھے۔"

"اس کے بعد؟"

"اس کے بعد چند ماہ انہوں نے مجھے پڑھایا بھی پھر امریکا چلے گئے اعلیٰ تعلیم کے لیے اور مجھ سے کبھی نہیں ملے۔ میں ان کے بارے میں لاعلم رہی۔ میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ تب ایک عرصے کے بعد اخباروں سے پتا چلا کہ اُن کی شادی عفت رحمانی سے ہوگئی جو کہ ایک وزیر کی بیٹی ہیں مگر ان سے رافع کی نہ بن سکی۔ شاید آپ کو بھی علم نہ ہو اُن کی ایک بیٹی ہے مونا..... اس عورت نے اپنی بیٹی کو بھی چھوڑ دیا ہے جو اپنی دادی کے پاس رہ رہی ہے۔"

"پھر تم سے رافع دوبارہ کس طرح ملے؟"

"یہ محض اتفاق تھا..... وہ اپنی بچی کا داخلہ کروانے آئے تھے میرے اسکول میں..... تب ایک طویل عرصے کے بعد ہم آپس میں ملے۔"

"اور پھر انہوں نے تمہیں پروپوز کیا ہوگا اور اپنی محبت کا یقین دلایا ہوگا اور تم ان کی محبت کے آگے ہار گئی ہوگی اور تم نے شادی کا فیصلہ کرلیا ہوگا۔"

"آپ ٹھیک سمجھیں..... دراصل میں رافع کو پسند کرتی تھی مگر ہمارے درمیان کبھی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی مگر اب مجھے پتا چلا کہ وہ بھی مجھے پسند کرتے تھے۔"

"تم رافع کو کتنا جانتی ہو؟"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"یہی کہ اُن کا ماضی کیا تھا۔ وہ کہاں کہاں رہے، کیسے وقت گزارا؟"

"وہ پڑھنے گئے تھے۔ واپس آکر شادی ہوئی جو ناکام ہوگئی۔ ابھی میں نے آپ کو بتایا تو ہے۔"

"ارسلہ تم ابھی فیصلہ کرنے میں جلدی مت کرنا۔"

"مگر کیوں؟"

"پہلے پوری معلومات کرلو۔ اُن سے پوچھو سب کچھ۔"

"میں نے رافع سے پوچھا تھا۔"

"پھر انہوں نے کیا کہا؟"

"وہی جو میں نے آپ کو بتایا ہے۔ ان کی زندگی میں صرف میں تھی اور کوئی نہیں مگر ان کی شادی ماں باپ کی مرضی سے عفت رحمانی سے ہوگئی۔ اگر یہ شادی کامیاب رہتی تو وہ مجھ تک کبھی نہیں آتے مگر اب جبکہ وہ اکیلے ہیں اور ان کی بچی بھی بن ماں کے پل رہی ہے اور قسمت نے ہم دونوں کو ایک دوسرے سے ملوادیا تو وہ بھی میرا ساتھ چاہتے ہیں۔"

"اور اگر انہوں نے تم سے جھوٹ بولا ہو پھر؟"

"یہ آپ کیوں کہہ رہی ہیں؟"

"میں صرف فرض کررہی ہوں کہ اگر انہوں نے تم سے جھوٹ بولا ہو کہ ان کی زندگی میں صرف تم تھیں تو؟"

"لیکن وہ کیوں جھوٹ بولیں گے۔ ڈاکٹر جبیں، میں آپ کو ایک بات بتاؤں..... ہمارے ڈپارٹمنٹ میں ایک لڑکی تھی نگہت آرا جسے سب نگی کہتے تھے وہ رافع کو پسند کرتی تھی اور اس نے میرے خلاف رافع سے بہت سی باتیں کی تھیں۔ میری رافع سے ناراضی ہوگئی تھی اور رافع اور نگی کا اسکینڈل مشہور ہوگیا تھا جس کو شہرت دینے میں خود نگی کا ہاتھ تھا مگر میرے دل میں ایک پھانس تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ اگر زندگی میں کبھی رافع ملے تو میں ان سے یہ سوال ضرور کروں گی کہ انہوں نے نگی سے شادی کیوں نہیں کی۔"

"پھر تم نے یہ سوال کیا ان سے؟"

"ہاں، میں نے ان سے پوچھا تھا۔"

"پھر انہوں نے تم سے کیا کہا؟"

"انہوں نے کہا میں دراصل نگی کو پسند نہیں کرتا تھا بلکہ کوئی اور لڑکی تھی جسے میں پسند کرتا تھا۔"

"پھر انہوں نے اس لڑکی کا نام بتایا؟"

"میں نے ان سے پوچھا تھا کہ وہ لڑکی کون تھی جو آپ کو پسند تھی..... اس وقت انہوں نے نہیں بتایا تھا مگر جب انہیں میرے ہارٹ اٹیک کی اطلاع ملی اور یہ کہ میں اسپتال میں ہوں تو وہ میرے پاس آئے تھے اور اس روز انہوں نے مجھ سے کہا تھا..... "سنو ارسلہ وہ لڑکی تم تھیں۔" یہ وہی دن تھا جب آپ نے ان کو اسپتال میں دیکھا تھا۔"

"ارسلہ تم مجھے سب کچھ تفصیل سے بتاؤ۔"

"بس پھر میرے اور ان کے درمیان فون پر بات ہونے لگی۔ میں جو ہمیشہ سے ان کے لیے ایک نرم گوشہ رکھتی تھی اور جب مجھے یہ پتا چلا کہ اس شخص کے دل میں، میں بستی تھی تو آپ میرے ری ایکشن کو سمجھ سکتی ہیں۔"

"تمہیں یقین ہے کہ نگی کو چھوڑ دینے کی یہی وجہ تھی کہ وہ تم سے محبت کرتے تھے؟" ارسلہ نے ڈاکٹر جبیں کے چہرے کو غور سے دیکھا جس پر فکرمندی کے آثار تھے۔

"آپ شاید کچھ کہنا چاہتی ہیں..... کچھ بتانا چاہتی ہیں۔"

"ہاں ارسلہ، میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ رافع نے تم سے جھوٹ بولا ہے۔ وہ لڑکی تم نہیں تھیں، کوئی اور تھی۔"

"کیا مطلب..... آپ کس طرح جانتی ہیں رافع کو؟"

"رافع جب امریکا گئے تو اُن کی ملاقات میری دوست ڈاکٹر ثریا سے ہوئی اور پھر رافع نے نگی کو بھلا دیا اور ثریا پر فریفتہ ہوگئے اور پھر ان کی شادی ہوگئی۔"

"کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ کیا رافع نے امریکا میں شادی کی تھی مگر پھر کیا ہوئی وہ بیوی؟"

"ثریا نے انہیں چھوڑ دیا..... دو سال وہ ساتھ رہے تھے۔ ہاں ان کی اولاد نہیں تھی۔"

"کیا آپ مجھے ڈاکٹر ثریا سے ملوا سکتی ہیں؟"

"کیوں نہیں..... جب کہو اور علیحدگی کی وجہ بھی تمہیں معلوم ہوجائے گی۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تو پھر فوراً سے بیشتر ملوا دیجیے۔ میں ان سے ملنا چاہتی ہوں۔ ان کی زبانی ان کی کہانی سننا چاہتی ہوں تاکہ رافع سے بات کرنے میں مجھے کوئی جھجک نہ ہو۔"

"تو پھر سن لو ارسلہ..... میں ہی ہوں ڈاکٹر ثریا..... میرا نام ہے ڈاکٹر ثریا جبیں..... اس روز میں نے رافع کو تمہارے کمرے سے نکلتے دیکھا تو تمہاری بیماری اور ہارٹ اٹیک کی وجہ میری سمجھ میں آ گئی۔ ہاں رافع نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ میں تمہیں پہلے سے جانتی تھی..... میں نگی سے بھی واقف تھی اور تم سے ملنے کی تمنا تھی مجھے..... پھر تم مجھے مل گئیں۔"

"اُف خدایا، یہ میں کیا سن رہی ہوں۔" ارسلہ نے اپنا سر تھام لیا۔

"تم اتنی اچھی ہو ارسلہ کہ میں ہر حال میں تمہیں بچانا چاہتی تھی۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ جس عذاب سے میں گزری ہوں تم بھی دوچار ہو۔"

"آپ نگی کو کس طرح جانتی ہیں؟"

"ہماری شادی پاکستان آ کر ہوئی تھی اور شادی کے صرف دس دن کے بعد ہم دونوں شاپنگ کرنے نکلے تھے تو نگی اچانک ہمیں مل گئی تھی اور اس کی گفتگو سے مجھے پتا چل گیا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کتنی دوستی تھی۔"

"پھر.....؟"

"رافع نے مجھے تسلی دی تھی اور کہا تھا یہ لڑکی جھوٹ بولتی ہے..... لیکن بعد میں نگی کا فون آیا تھا جو میں نے ہی ریسیو کیا تھا ظاہر ہے رافع کے گھر کا فون نمبر تو اس کے پاس تھا۔"

"پھر آپ سے کیا بات ہوئی؟"

"اس نے تمہارا بھی ذکر کیا تھا۔"

"میرے بارے میں اس نے کیا کہا تھا؟"

"اس نے کہا تھا کہ رافع کبھی میرے تھے پھر ہمارے درمیان ارسلہ آ گئی۔ رافع اور ارسلہ کا ساتھ ایک سال رہا اس کے بعد ارسلہ نے رافع سے ناتا توڑ کر سر علی سے دوستی کر لی تو پھر رافع میری طرف لوٹ آئے لیکن باہر جاتے ہی حالات تبدیل ہو گئے اور انہوں نے آپ سے شادی کر لی۔"

"بکواس کی تھی اس نے۔" ارسلہ نے کہا۔ "یہ جن سر علی کی اس نے بات کی وہ میرے خالہ زاد بھائی ہی نہیں میرے بہنوئی بھی ہیں۔ میری بہن کی محبت..... ہاں نگی کے کہنے پر رافع نے مجھے علی بھائی کا طعنہ ضرور دیا تھا جسے میں معاف نہ کر سکی اور رافع میرے دل سے نکل گئے تھے۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو ارسلہ..... رافع ایسے ہی شکی مزاج انسان ہیں۔ انہوں نے مجھ سے بھی سر جن علی کے ساتھ مل بیٹھنے پر..... الزام لگایا تھا۔"

"تو کیا آپ سے اختلافات کی یہی وجہ تھی؟"

"نہیں..... اس طرح کے اختلافات تو چلتے رہتے ہیں مگر رافع نے ایک ایسی حرکت کی کہ جو میرے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ میرے لیے کیا کوئی بھی شریف بیوی ان حالات کو قبول نہ کرتی اس لیے میں نے رافع سے الگ ہونے کا فیصلہ کر لیا۔"

"وہ کیا حالات تھے؟"

"اب مجھے کچھ ریسٹ کر لینے دو۔ پلیز ایک کپ چائے پلوا دو۔ کھانا بعد میں کھائیں گے۔ میرا دل خراب ہو رہا ہے۔ میں اب بھی ان تلخ واقعات کو سوچ کر ڈسٹرب ہو جاتی ہوں۔"

چائے پینے کے بعد ڈاکٹر ثریا نے کہا۔

"قبل اس کے کہ میں علیحدگی کی اصل وجہ بتاؤں، میں تمہیں ان دنوں کے بارے میں کچھ بتانا چاہ رہی ہوں جو بظاہر ہمارے اچھے دن تھے مگر ان دنوں میں بھی میں جس کرب سے گزر رہی تھی وہ صرف میں ہی جان سکتی ہوں۔"

"آپ بتائیں..... میرے لیے تو ہر بات ایک نیا انکشاف ہے۔"

"ارسلہ، میں وہ باتیں تمہیں شاید نہ بتا سکوں اور شاید تم سمجھ بھی نہ سکو کیونکہ تم غیر شادی شدہ لڑکی ہو بس یوں سمجھ لو کہ ہم دونوں اخلاقی طور پر ایک دوسرے کے لیے فٹ نہیں تھے۔ میں مانتی ہوں کہ رافع کو جس جنسی تسکین کی ضرورت تھی میں وہ انہیں نہیں دے سکتی تھی۔ میں ایک مختلف مزاج رکھتی تھی پھر بھی میں خاموشی سے سمجھوتا کر رہی تھی مگر میں وقتاً فوقتاً پریشان تھی کہ اپنے آپ کو بہلانے کے لیے پندرہ دن کے لیے کراچی چلی آئی۔ میں نے رافع کے بارے میں ایک حرف کسی سے نہ کہا۔ یہی ظاہر کیا کہ میں بہت خوش ہوں مگر پندرہ دنوں میں وہ کچھ ہو گیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ رافع ایک لڑکی نامی لڑکی میں انوالو ہو گئے۔ وہ کم عمر اور خوب صورت تھی اور غیر معمولی جسمانی دلکشی رکھتی تھی۔ رافع کو ایسی ہی لڑکی چاہیے تھے ارسلہ..... اسی لیے....." اتنا کہہ کر ثریا رک گئیں۔ ان کی آواز رندھ گئی۔

"جی کیسے پھر کیا ہوا؟"

"اسی لیے انہوں نے ایک رات لِلّی کے ساتھ گزاری۔"

"نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ رافع اس حد تک نہیں گر سکتے۔"

"ایسا ہی ہوا تھا۔"

"آپ کو یہ سب کیسے پتا چلا؟"

"لِلّی میرے پاس آئی تھی اور اس نے بتایا تھا۔"

"ہو سکتا ہے اس نے جھوٹ بولا ہو۔"

"میں بھی یہی سمجھ رہی تھی مگر....."

"مگر کیا؟"

"اس نے مجھے تصویروں کا ایک لفافہ لا کر دیا اور فریاد کی کہ رافع اس سے شادی کر لیں وہ ایک غریب لڑکی ہے اس کا کہیں ٹھکانا نہیں۔"

"میرے پاس وہ تصویریں موجود ہیں اگر کہو تو میں تمہیں دکھا دوں، تمہاری تسلی کی خاطر میں لے کر آئی ہوں۔"

ارسلہ ساکت بیٹھی تھی جیسے وہ کچھ نہ سن رہی ہو اور نہ سمجھ رہی ہو۔ ثریا نے لفافہ نکال کر ارسلہ کے ہاتھ میں دیا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور کہا۔

"یقین جانو ارسلہ، میں نے کبھی اس بات کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا نہ اپنے گھر میں اور نہ ہی رافع کے گھر میں..... یہی کہا کہ بس ہماری بن نہیں سکی۔ یہ فیصلہ غلط تھا مگر تمہیں ڈوبتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی اس لیے تمہیں بتانے پر مجبور ہوگئی ہوں۔"

ارسلہ نے کانپتے ہاتھوں سے لفافہ کھولا۔ منٹ بھر میں تصویریں پھسل کر بستر پر بکھر گئیں۔

"اُف خدا۔" اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔

"پلیز ان تصویروں کو ہٹالیں ثریا..... مجھے کچھ ہوجائے گا۔" اس کے بعد وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"رولو..... دل بھر کر رولو ارسلہ۔ اس طرح غبار دھل جاتا ہے۔ تمام عمر رونے سے یہی بہتر ہے کہ تم ایک بار رولو اور ہمیشہ شاد رہو۔" ارسلہ دل بھر کر روئی۔ اس کی حالت اس وقت اس بچے جیسی تھی جس کا کوئی قیمتی کھلونا ٹوٹ گیا ہو۔

"کاش..... مجھے رافع کبھی نہ ملے ہوتے یا میں اُن کے ماضی سے بے خبر رہتی۔"

"ارسلہ تم اگر ان سے شادی کرنے نہ جارہی ہوتیں تو میں کبھی تم کو کچھ نہ بتاتی۔"

"اچھا ہوا مجھے حقیقت پتا چل گئی۔"

"تم یہ سوچو ارسلہ..... انہوں نے تم سے اتنی بڑی بات چھپائی، مجھے تو نگی سے بھی ہمدردی ہے۔ وہ بھی تو آخر لڑکی تھی کسی گھر کی عزت..... اس نے بھی کچھ خواب دیکھے ہوں گے۔ رافع کو اپنا سمجھ کر..... مگر وہ اسے بھول کر میری طرف پھر لی اور اب تم۔"

"اور یہ سلسلہ دراز بھی ہوسکتا ہے۔"

"یہ میں نہیں کہہ سکتی۔ ہوسکتا ہے وہ تمہارے لیے مخلص ہوں۔"

"ہوسکتا ہے اب انہیں میں پسند آگئی ہوں لیکن وہ اب میرے دل میں نہیں بس سکتے۔"

"اب تم رافع سے کیا کہو گی؟"

"میں ان پر ان کی حقیقت واضح کردوں گی۔"

"بہرحال، میں نے پوری کہانی تمہیں بتادی ہے۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم اپنے لیے کون سا راستہ چنتی ہو۔"

"وہی راستہ جو سیدھا ہے وہی اختیار کروں گی۔ میرے بہنوئی بھی اس رشتے پر راضی نہیں تھے۔"

"انہوں نے کیا کہا تھا؟"

"یہی کہ رافع ایک بچی کے باپ ہیں اور پھر اگر وہ مجھے پسند کرتے تھے تو انہیں اب یہ خیال کیوں آیا..... پہلے انہوں نے کیوں نہیں سوچا۔"

"اس کا جواب میں تمہیں دے سکتی ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"اب انہیں اپنی بچی کے لیے ایک ایسی اسٹیپ مدر کی ضرورت ہے جو اسے بچی ماں کا پیار دے سکے اور تم

سے بہتر اور کون ہوسکتی ہے جو انہیں چاہے اور ان کی بچی کو بھی۔"

"مگر اب یہ ممکن نہیں رہا۔ یہ چیپٹر کلوز ہوگیا ہے۔" اتنے میں ننھی خالہ نے آکر کہا۔ "آؤ بچیوں کھانا لگ گیا ہے۔" وہ دونوں اٹھ گئیں۔

☆☆☆

کتنے دن ہوگئے تھے ارسلہ سے فون پر بات نہیں ہوئی تھی نہ اس نے فون کیا تھا اور اگر وہ فون کرتے تو فون آف ملتا، رافع بے حد بے چین تھے۔ ان کے ذہن پر دل پر ارسلہ کا قبضہ تھا۔

"خدا جانے ارسلہ فون کیوں نہیں کررہی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ پھر بیمار ہوگئی ہو۔" وہ پریشان ہوگئے۔

پھر ایک روز ہمت کرکے شام کو اس کے گھر جا پہنچے۔ اس سے قبل وہ اس کے گھر نہیں آئے تھے۔

"بیگم صاحبہ کوئی صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں۔" ماسی نے آکر کہا۔

"انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔ میں آرہی ہوں۔" وہ جانتی تھی کہ آنے والا شخص رافع کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا، وہ ذہنی طور پر خود کو تیار کرچکی تھی۔ اس نے اپنے دل کے دروازے بند کرلیے تھے۔ وہ سب کچھ بھول جانا چاہتی تھی۔ ایک بھیانک خواب سمجھ کر۔

"اور آج میں رافع کو سب کچھ بتادوں گی۔ آج میں ان کی زندگی سے نکل جاؤں گی ہمیشہ کے لیے۔" وہ آہستہ قدموں سے چلتے ہوئے رافع کے پاس آئی۔

"ارسلہ کیسی ہو کئی دن ہوگئے تم سے بات ہی نہیں ہوئی۔" رافع اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ بیٹھیے، میں ٹھیک ہوں۔"

"مجھے تو ٹھیک نہیں لگ رہی ہو۔ شاید بیمار رہی ہو۔"

"آپ کا خیال درست نہیں، میں ٹھیک ہوں۔"

"کیا بات ہے، ناراض ہو مجھ سے۔" رافع کو اس کا لہجہ اجنبی لگا۔

"نہیں..... میں ناراض نہیں ہوں۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"ہاں کوئی بات ہے..... جو شاید آپ سن نہ سکیں۔" رافع کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

"میں سمجھ نہیں پارہا ہوں، تم کیا کہہ رہی ہو یا کیا کہنا چاہ رہی ہو۔"

"ابھی سب کچھ سمجھ جائیں گے۔ میں پہلے وہ الفاظ جمع کرلوں، جو مجھے آپ کے سامنے بولنے ہیں۔" ارسلہ نے رافع کی طرف دیکھا۔ وہی معصوم چہرہ، پُرکشش شخصیت، کوئی انہیں دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ دُہری شخصیت کے مالک ہیں۔"

"اس طرح کیا دیکھ رہی ہو؟"

"یہ دیکھ رہی ہوں کہ کیا کوئی شخص دو چہرے رکھ سکتا ہے، ایک وہ جو سامنے نظر آرہا ہو۔ فرشتوں جیسا معصوم چہرہ اور ایک اندر کا غلیظ چہرہ..... کیا وہ شخص جس کو دل میں بسایا جائے، آنکھ بند کرکے اعتبار کیا جائے وہ بے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اعتبار ہوسکتا ہے؟ جھوٹ بول سکتا ہے؟ بتائیں رافع آپ نے ایسا کیوں کیا؟ کیوں بولا مجھ سے جھوٹ؟ آپ نے میری محبت کی توہین کی۔ میرے سچے جذبوں کا مذاق اڑایا۔ کیوں کیا ایسا؟'' نہ چاہتے ہوئے بھی آنکھ سے آنسو بہہ نکلے۔

''تم کیا کہہ رہی ہو ارسلہ..... اور کیوں کہہ رہی ہو، صاف صاف کہو۔''

''مجھے ڈاکٹر ثریا نے سب کچھ بتادیا ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے رافع کی آنکھوں میں دیکھا۔ رافع نے نظریں جھکالیں۔ ان کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ وہ خود ہی بولی۔

''ڈاکٹر ثریا میری دوست بھی ہیں اور معالج بھی۔ جس روز آپ میرے پاس اسپتال آئے تھے انہوں نے آپ کو میرے کمرے سے نکلتے دیکھ لیا تھا۔ اس دن رافع آپ نے زندگی کا سب سے بڑا جھوٹ بولا تھا۔ آپ نے کہا تھا کہ وہ لڑکی تم تھیں جسے میں پسند کرتا تھا... اور میں سچ سمجھ گئی تھی۔ رافع! مجھے پتا ہی نہ تھا جھوٹ کیسا ہوتا ہے۔ دھوکا کس طرح کھایا جاتا ہے۔ ایک لڑکی کو لوگ کس کس طرح جذباتی طور پر بلیک میل کرتے ہیں۔ رافع آپ نے نگی کو چھوڑا..... آپ امریکا گئے تو آپ کو ثریا مل گئیں، آپ نگی کو بھول گئے اور ثریا کراچی آئیں تو آپ کو للی مل گئی۔ کاش میں نے وہ تصاویر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھی ہوتیں۔ رافع آپ اگر مجھے کبھی نہ ملتے تو میں ہمیشہ آپ کی یاد کو دل سے لگا کر جی لیتی..... یا پھر وہ ایک جملہ جو آپ نے اسپتال میں مجھ سے کہا تھا وہ کہہ کر ہمیشہ کے لیے غائب ہو جاتے تو بھی میں اس جملے کی خوب صورتی کو اپنے ذہن کے دریچے میں ہمیشہ سجائے رکھتی اور تمام زندگی آپ کا انتظار کرتی۔ مگر اب سب کچھ ختم ہو گیا رافع..... آپ نے جھوٹ بولا، میرے جذبوں کا مذاق اڑایا، مجھے کھلونا سمجھا۔ صرف اپنی غرض کی خاطر..... بولیے کیوں کیا آپ نے ایسا..... کیوں کیا؟'' اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے لڑیوں کے مانند۔

''ارسلہ میں شاید اپنے دفاع میں کچھ بھی نہ کہہ سکوں۔ کیونکہ اگر کہوں گا تو تم یقین نہیں کرو گی اور میں شاید تمہیں مطمئن نہ کرسکوں..... میں ثریا کو بھی مطمئن نہ کرسکا۔ وہ تو میری بیوی تھی۔ اسی نے مجھے چھوڑ دیا تو تم کیوں میرا ساتھ دو گی۔ تم سے تو میرا کوئی دنیاوی رشتہ بھی نہیں۔''

''آپ صرف دنیاوی رشتوں کو اہمیت دیتے ہیں، ایک رشتہ اور بھی ہوتا ہے، روحانی رشتہ..... اعتبار کا رشتہ..... پیار کا رشتہ..... ہاں وہ بھی شاید ہمارے بیچ نہ تھا۔ تب ہی تو آپ نے مجھے دھوکا دیا، بے وقوف بنایا۔''

''تم یہ سمجھتی ہو کہ مجھے تم سے محبت نہیں۔''

''محبت؟'' وہ طنزیہ ہنسی۔ ''وہ کیا چیز ہوتی ہے..... اپنی غرض کو آپ محبت کا نام دے رہے ہیں اگر آپ کو مجھ سے محبت ہوتی کبھی بھی زندگی کی کسی اسٹیج پر تو آپ مجھے پا سکتے تھے مگر نہیں ایسا نہیں کیا آپ نے اور اب جبکہ آپ کی زندگی سے اتنی عورتیں نکل چکی ہیں اور آپ کو اپنی بچی مونا کے لیے ایک اسٹیپ مدر کی ضرورت ہے جو اسے ماں کا پیار دے سکے تو آپ کو میں یاد آ گئی۔ میں ہی رہ گئی تھی دھوکا دینے کے لیے، اس لیے کہ میں اکیلی ہوں، میرے ماں باپ مر چکے ہیں..... مگر نہیں میں اکیلی نہیں ہوں، میری بہن اور بہنوئی ہیں جو جلد آنے والے ہیں۔ باقر ماموں ہیں میرے سرپرست..... ڈاکٹر ثریا ہیں جنہوں نے مجھے گڑھے میں گرنے سے بچالیا۔ میری بہت سی مخلص دوستیں ہیں..... اسٹاف ہے..... بے شمار لوگ جو میری بھلائی چاہتے ہیں..... میں اپنے آپ کو کیوں اکیلا

سمجھوں اور بے سہارا..... مجھے کسی سہارے کی ضرورت نہیں..... رافع آپ جاسکتے ہیں، میں آپ کی زندگی سے نکل گئی ہوں۔ نہیں..... میں تھی ہی کب آپ کی زندگی میں جو نکلتی..... یا آپ میری زندگی سے نکل گئے۔''

رافع کی آنکھوں سے بھی آنسو نکلے جو انہوں نے آہستہ سے صاف کرلیے۔

''آپ پریشان مت ہوں رافع..... میں انکار کی وجہ کسی کو نہیں بتاؤں گی، یہ میرا آپ سے وعدہ ہے..... ڈاکٹر ثریا نے بھی آپ سے وعدہ کیا تھا انہوں نے بھی آپ کے اور اپنے گھر والوں کو علیحدگی کی وجہ نہیں بتائی تھی..... میں بھی نہیں بتاؤں گی۔''

''ارسلہ، میں چلا جاؤں گا مگر تمہیں میری ایک بات سننی پڑے گی۔''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''میں جانتا ہوں پھر بھی کہوں گا ضرور۔''

''کہیے..... اب رہ ہی کیا گیا ہے کہنے کے لیے۔''

''اس وقت میں تم سے جو کچھ کہوں گا بالکل سچ کہوں گا..... پھر ہمیشہ کے لیے تمہارے پاس سے چلا جاؤں گا۔'' وہ ذرا سی دیر کو رکے پھر کہا۔

''یونیورسٹی میں جب تم میرے ساتھ تھیں تو میں تمہیں پسند کرتا تھا عزت کرتا تھا تمہاری..... ہاں، میرے دل میں کوئی اس طرح کا جذبہ نہیں تھا جسے عرفِ عام میں محبت کہا جاتا ہے اور نگی نے خود مجھ سے دوستی کی تھی۔ میں اس کی باتوں میں آ گیا تھا۔ اس نے تمہارے خلاف باتیں کی تھیں سر علی کے حوالے سے اور تب میں نے صرف تمہیں جلانے کے لیے نگی سے دوستی کی مگر پھر خود بھی الجھ گیا تھا لیکن امریکا جانے کے بعد وہ میرے دل سے نکل گئی آہستہ آہستہ کیونکہ مجھے ڈاکٹر ثریا مل گئی۔ وہ ایک بے مثال لڑکی تھی، بہترین بیوی تھی، بے شمار خوبیوں کی مالک، میں اسے بے حد چاہتا تھا، بہت محبت کرتا تھا مگر بدنصیب تھا، میری قسمت میں پسپائی لکھی تھی۔ ثریا کی نائٹ ڈیوٹیز ہوتی تھیں اور میں ساری رات بے چین رہتا، مجھے اس کی جدائی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ میں نے رات کو فلمیں دیکھنی شروع کردیں۔ تم جانتی ہو وہاں کس طرح کی فلمیں ہوتی ہیں۔ ثریا کو یہ سب پسند نہیں تھا۔ ثریا کراچی آئی تو مجھے میرا ایک اسکول فیلو مل گیا، میں نہیں جانتا تھا وہ امریکا میں کس قسم کی زندگی گزار رہا ہے۔ بس اس نے مجھے ٹریپ کیا۔ وہ ایک امریکن لڑکی کے ساتھ رہتا تھا..... بغیر نکاح کیے ہوئے..... روزی کے ساتھ..... للی اس کی دوست تھی انہوں نے للی کو میرے پیچھے لگا دیا۔ میں بھی وقت گزاری کرنے لگا۔ وہ تصویریں آٹومیٹک کیمرے سے مجھے بلیک میل کرنے کے لیے کھینچی گئیں۔

''ارسلہ..... شاید تم یقین نہ کرو، پاکستان سے جانے والے بیشتر نوجوان اس طرح کی زندگی گزارتے ہیں اور گزار رہے ہیں جس کی اجازت ہمارا مذہب دیتا ہے اور نہ معاشرہ مگر وہاں یہ عام بات ہے جس کی گرل فرینڈ نہ ہو اسے بے وقوف سمجھا جاتا ہے، ارسلہ میں لڑکھڑا گیا تھا مگر یقین کرو گرا نہیں تھا، میں نے وہ گناہ نہیں کیا جس پر سنگسار کیا جاتا ہے مگر ثریا یقین نہ کرسکی اور شاید تم بھی یقین نہ کرو، ثریا نے مجھ سے علیحدگی کا فیصلہ کرلیا اور تب میں نے بھی سب کچھ چھوڑ دیا۔ امریکا بھی چھوڑ دیا، میں کینیڈا آ گیا اور دوبارہ اپنی تعلیم کا سلسلہ جوڑا..... پی ایچ ڈی کرکے کراچی چلا آیا۔ اس کے بعد کے واقعات تم جانتی ہو۔ اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑا گناہ معاف کردیتا ہے مگر

Scan & PDF IFTIKHAR AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بندہ چھوٹا گناہ بھی معاف نہیں کرتا۔ اور پھر وہ لوگ جن کے گناہوں پر پردہ پڑا رہتا ہے خواہ وہ کتنے ہی عرصے گناہ آلود زندگی گزاریں انہیں کوئی برا نہیں سمجھتا، انہیں سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے۔ میں وہ بدنصیب انسان ہوں جس کا ایک چھوٹا سا گناہ منظرِ عام پر آ گیا اور میں سنگسار کر دیا گیا بے موت مر گیا۔ ارسلہ میں نے تم سے جھوٹ نہیں بولا، میں تمہیں چاہتا ہوں، محبت کرتا ہوں تم سے..... ہاں پہلے نہیں کرتا تھا مگر اب کرتا ہوں..... اس لیے نہیں کہ تم مونا کو پالو پوسو پرورش کرو بلکہ اس لیے کہ تم میری زندگی ہو۔ اب میں جا رہا ہوں، ہاں اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔" پھر وہ رکے نہیں فوراً چلے گئے اور وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی۔

☆☆☆

ڈاکٹر ثریا نے جب رافع کا ماضی اس کے سامنے رکھا تھا تو وہ دل بھر کر روئی تھی۔ اس قدر روئی کہ اس کے آنسوؤں کا ذخیرہ لگتا تھا ختم ہو گیا ہے۔ پھر تین دن گزر گئے تھے اور اس نے رافع سے بات نہیں کی تھی مگر آج تین دن بعد جب رافع سے بات ہوئی اور وہ چلے گئے تو اسے لگا وہ خالی ہاتھ رہ گئی ہے۔ اس کی زندگی اس سے چھن گئی۔ وہ شخص جو پوری دنیا میں اسے سب سے زیادہ پیارا تھا وہ اب اس سے کبھی نہیں ملے گی۔ اس کی زندگی سے وہ نکل گیا تھا۔ یہ بات اس نے رافع سے کہی تھی مگر اسے لگا جیسے اس نے جھوٹ بولا ہے۔ اس سے بھی اور اپنے آپ سے بھی۔

"کیا رافع کبھی میری زندگی سے نکل سکیں گے میں نے زندگی کے اٹھارہ برس ان کی یاد کو دل میں بسا کر زندگی کی سیڑھیاں ایک ایک کر کے طے کیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ میرے نہیں تھے۔ انہوں نے کبھی بھی اپنی پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ نہ کوئی وعدہ..... نہ کوئی دلاسہ..... کوئی فون نہ خط..... کچھ بھی تو نہیں تھا مگر پھر بھی وہ میرے دل میں بستے تھے۔ وہ ایسے ہی تھے، انہیں چھپا لینے کو جی چاہتا تھا، ان کے لیے کچھ کر گزرنے کی دل تمنا کرتا تھا۔ میں نے رافع سے سچی محبت کی تھی۔ بے غرض محبت..... وہ محبت جو خراج نہیں مانگتی۔ وہ جیسے بھی تھے مجھے پیارے تھے۔ میرے من میں بستے تھے مگر آج میں یوں اچانک ان کی دنیا سے نکل آئی جیسے یہ کوئی بہت آسان بات ہو۔ محبت بے غرض ہوتی ہے۔ جن سے سچی محبت کی جاتی ہے ان کی تمام کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ معاف کر دیا جاتا ہے۔ ٹوٹے ہوئے انسان کو تھام لیا جاتا ہے۔" اس کے اندر سے کہیں سے آواز آئی تھی۔

"ارسلہ یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ اس بار وہ سچ بول رہے تھے۔ انہوں نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر ثریا کی تعریف کی تھی۔ اپنی کوتاہیوں کو تسلیم کیا تھا اور پھر کہا تھا میں پہلے نہیں کرتا تھا مگر اب تم سے محبت کرتا ہوں..... اس لیے نہیں کہ تم مونا کی پرورش کرو بلکہ اس لیے کہ تم میری زندگی ہو۔" آنسو ایک بار پھر اس کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔ بہتے ہی رہے۔

"ڈاکٹر رافع میں آپ سے محبت کرتی تھی کرتی ہوں کرتی رہوں گی مگر آپ سے شادی نہیں کر سکتی۔"

"تم میری زندگی ہو۔" رافع کی آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

"تم میری زندگی ہو۔"

"آہ، یہ انہوں نے کیا کہہ دیا۔ کیا اپنی زندگی کو کوئی اس طرح دھوکا دیتا ہے۔ یوں اندھیرے میں بھٹکنے کے

لیے چھوڑ دیتا ہے۔" اس کے اندر شور اٹھ رہا تھا۔ رافع کی ٹوٹی ہوئی آواز اسے سنائی دے رہی تھی۔

"جن لوگوں کے گناہوں پر پردہ پڑا رہے خواہ وہ کتنا ہی عرصے گناہ آلود زندگی گزاریں انہیں کوئی برا نہیں سمجھتا، انہیں سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے، میں بدنصیب انسان ہوں جس کا ایک چھوٹا سا گناہ منظرِ عام پر آ گیا اور میں سنگسار کر دیا گیا۔"

"کاش ثریا نے مجھے کچھ نہ بتایا ہوتا..... میں ان کا ہاتھ تھام لیتی۔ ان کی بن جاتی۔ اپنی زندگی کی ہر خوشی ان کے نام کر دیتی۔ مگر اب سب کچھ ختم ہو گیا۔ میں ان کا ہاتھ نہیں تھام سکتی تھی۔ ہو سکتا ہے کبھی بعد میں پچھتاووں کے ناگ مجھے ڈستے، میں تو نگی کو برداشت نہیں کر پائی تھی اتنی بڑی بڑی باتوں کو کیسے سمیٹ پاتی۔" اس کا ذہن ماؤف تھا۔ وہ متضاد باتیں سوچ رہی تھی، اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ روتے روتے وہ بے حال ہو گئی تھی اور تب ننھی خالہ اس کے پاس چلی آئی تھیں۔

"کیا ہوا، کیوں رو رہی ہو اور کب سے رو رہی ہو؟" وہ پریشان سی ہو گئی تھیں۔

"ننھی خالہ مجھے امی یاد آ رہی ہیں، ابو یاد آ رہے ہیں، میں اکیلی ہوں خالہ بالکل اکیلی....." ننھی خالہ نے

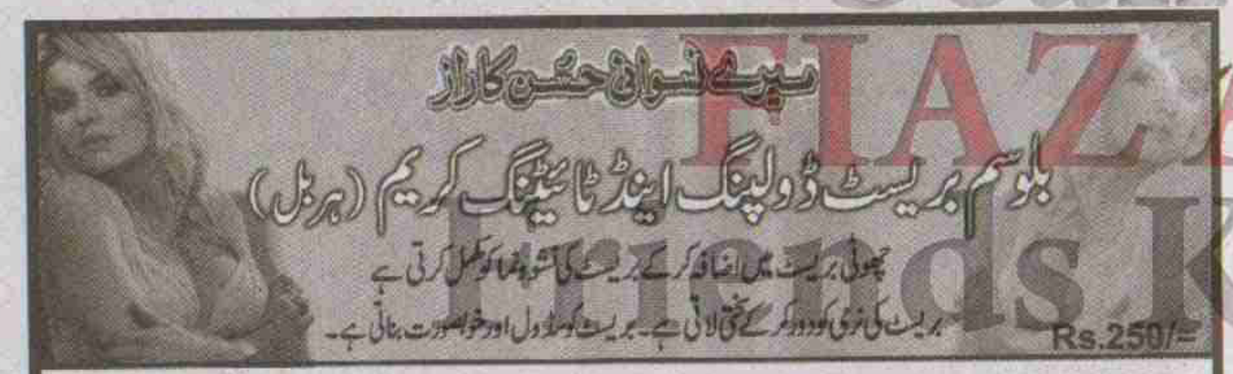
میرے نسوانی حسن کا راز
بلوسم بریسٹ ڈولپنگ اینڈ ٹائیٹنگ کریم (ہربل)
چھوٹی بریسٹ میں اضافہ کر کے بریسٹ کی آشوبدھا کو مکمل کرتی ہے
بریسٹ کی نرمی کو دور کر کے سختی لاتی ہے۔ بریسٹ کو سڈول اور خوبصورت بناتی ہے۔
Rs.250/=

چہرے کے فاضل بالوں کو ہمیشہ کیلئے ختم کرتی ہے۔ قیمت =/125

یونانی کریم
گلیسی

قیمتی جڑی بوٹیوں کے اجزاء اور عرقیات سے تیار کردہ۔ بدنما داغ دھبوں، مہاسوں کو بھی صاف کر کے رنگ گورا کرتی ہے۔

- خواجہ اسٹور ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی
- صدر میڈیکل اسٹور ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی
- مسلم جنرل اسٹور لیاقت مارکیٹ ملیر کراچی
- ابراہیم بن لیاقت مارکیٹ ملیر کراچی
- وقاص میڈیکل اسٹور الآصف اسکوائر 22 کراچی
- قمری اسٹار جنرل اسٹور مدینہ چوک ریتھم بازار حیدرآباد
- نور علی دواخانہ کوئٹہ ریذیڈنسی
- زیلان ہومیو اسٹور پیپٹ بازار فیصل آباد
- ملت دواخانہ گھنٹہ گھر پشاور
- نوید صحت دواخانہ 89 صدر پشاور
- خالد دواخانہ مصرانہ بازار ایبٹ آباد
- ایس نبی بخش اینڈ سنز مسلم بازار گجرات
- قدیمی چینوٹی دواخانہ کچہری بازار روڈ گودھا
- جرمن ہومیو اسٹور اردو بازار گجرانوالہ
- شاہی طبی دواخانہ پیپٹ بازار فیصل آباد
- طاہر شاپنگ سینٹر ریل بازار اوکاڑہ
- ہمدرد دواخانہ مین بازار جہلم
- ہمدرد دواخانہ قائداعظم چوک مہر پور
- سلیم پنساری گوجرانوالہ روڈ حافظ آباد
- المراد ہومیو فرنیچر بازار نزد ٹکسالی سانگلہ ہل
- شافی دواخانہ عدن فرید گیٹ شاہی بازار بہاولپور
- علی ہومیو کچہری روڈ ملتان
- ابن سینا اسٹور گھنٹہ گھر بازار ایبٹ آباد
- پاکستان جنرل اسٹور کچہری بازار گول چوک گوجرانوالہ
- یو پی پنسارا اسٹور ہری کشن روڈ کوئٹہ
- اپنا دواخانہ عقب ریل بازار صادق آباد
- محمد علی دواخانہ اسلام آباد 2278463
- نیا الشفا ہومیو اسٹور بخاری مارکیٹ گھنٹہ گھر ملتان
- علی ہومیو اسٹور مرکز گجرات
- ایس ایس انکلیو 22 علامہ اقبال روڈ لاہور
- حق النعیم جنرل اسٹور مہتاب روڈ بہاولپور
- یوسف پنسارا اسٹور صدر بازار منڈی بہاؤالدین
- عظیم ہومیو سینٹر مدینہ مارکیٹ متیانہ روڈ فیصل آباد

ایجنسی پیپر بادشاہ دی ہٹی بوہڑ بازار راولپنڈی 051-7116666-5533528 ☐ کراچی میں ہوم ڈلیوری کے لئے 0321-2022028

☐ مقیم الدین برادرز کچی گلی نمبر 1، ڈینسو ہال کراچی۔ فون 2433682 ریاض محمد 69 نو عالمگیر مارکیٹ شاہ عالم لاہور۔ فون 042-7666264

پورے پاکستان میں گھر پر منگوانے کے لیے اور بریسٹ میں کمی یا اضافہ کے بارے میں مفت طبی مشورے کے لیے حکیم صاحب سے تمام امراض کے مشورے کی سہولت بریسٹ ڈولپر آلہ کے بارے میں معلومات اس نمبر پر حاصل کریں۔

Cell: 0333-5203553, Website: wwwdevapk.com

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسے کلیجے سے لگالیا۔

"نہیں، تم اکیلی کہاں ہو، بہت لوگ ہیں تمہارے..... میں بھی ہوں، ماموں ہیں، بہن بہنوئی سب ہیں تو سہی۔ اب تو کچھ دنوں میں آنے والے ہیں۔"

"اس کے باوجود میں اکیلی ہوں خالہ..... بالکل اکیلی۔ ننھی خالہ مجھے نیند کی گولی دے دیں۔ میں سونا چاہتی ہوں۔"

"ارے بھئی کھانا تو کھالو، خالی پیٹ میں نیند کی گولی لوگی۔"

"خالہ مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"میں الماس کو بلاتی ہوں۔"

"نہیں خالہ مت بلائیں، میں ٹھیک ہوں۔"

"کھانا وہ بھی تو کھائے گی۔"

"آپ اور الماس کھانا کھالیں، میں کچھ نہیں کھاؤں گی۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے، میں کھانا نکال رہی ہوں، ہم سب کھانا کھائیں گے۔" یہ کہہ کر ننھی خالہ اس کے پاس سے اٹھ گئیں۔ خالہ کی زبردستی سے اور الماس کے زور دینے پر وہ کھانے کی میز پر بیٹھ گئی۔ تھوڑا بہت کھانا کھا کر اس نے نیند کی گولی لی اور بتی بجھا کر سونے کے لیے لیٹ گئی۔ نیند کی گولی کھانے کے باوجود وہ سو نہ سکی، اسے ایک پل قرار نہ تھا۔ اسے ہر جانب رافع کی شبیہہ نظر آرہی تھی۔

بولتے ہوئے رافع..... افسردہ رافع، مجبور اور بے بس رافع، محبت کا اقرار کرتے ہوئے رافع اور پھر ٹوٹے ہوئے قدموں سے واپس جاتے ہوئے رافع۔ وہ قلم کاغذ سنبھال کر بیٹھ گئی۔ اب اس کا قلم آپ ہی آپ کاغذ پر پھیلنے لگا۔ وہ نظم لکھ رہی تھی، جس کا عنوان تھا سچائی۔

"میں نے تم سے پیار کیا تھا
ناسمجھی میں
نادانی میں
پھر اس پیار کو دل میں چھپایا
من کو جلایا
نادانی میں
میرے من کے کورے کاغذ پر
نام لکھا تھا تیرا ساجن
کوئی نہ سمجھا کوئی نہ جانا
پر تم نے سب کچھ جان لیا تھا
میرے پیار کی خوشبو کو
پہچان لیا تھا

☆ رمنا عباس..... امریکا
میک اپ لائٹ بھی ہو تو دلہن پر اچھا لگتا ہے کہ چہرے کی سرشار مسکراہٹ خوب صورتی میں اضافہ بھی کرتی ہے

☆ انیلا عظیم..... کراچی
چوڑیاں سے بھرے ہاتھ..... دلہن کی دلکشی میں اضافہ کرتے ہیں

☆ سحر علیم..... کراچی
ذرا غور سے دیکھیے..... یہ ٹیکے کا بالکل نیا ڈیزائن ہے مگر یہ کشادہ پیشانی پر ہی اچھا لگتا ہے

تب ہی تم نے اڑنا سیکھا
اونچا، اونچا سب سے اونچا
اونچائی پر اڑنے والے
تم کیا جانو پیار کے معنی
پیار کی حرمت
پیار کی عزت
پیار کی شدت
پیار کی حدت
پیار کے معنی سچائی ہیں، پسپائی ہیں
تم پیار کے قابل بن نہ سکے
میں سچ تم کو سمجھا نہ سکی
میری ذات کی سچائی کو
جس پیمانے سے تم ناپو
وہ پیمانہ میں لا نہ سکی
اور تم کو اپنا نہ سکی
ہم اور تم دو راستوں کے مسافر تھے، یہ سچ ہے
لیکن پھر بھی بچھڑے ساجن
میں نے تم سے پیار کیا تھا، یہ بھی سچ ہے۔"

اس کی شاعری احساسات کی شاعری تھی۔ سچے جذبوں کی شاعری، لفظ بولتے تھے، وہ اپنا آپ ان لفظوں

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں سمو دیتی تھی۔ پھر اس کی خوب صورت آواز ان لفظوں کو زندہ کر دیتی تھی۔ ان دنوں وہ جو کچھ لکھتی فوراً چھپ جاتا، لوگ اس کی شاعری کو سراہتے، اپنے اپنے انداز سے اظہارِ خیال کرتے اس کے نام سے ہر ایک واقف تھا۔ اس کی ذات اکثر محافل میں موضوع بنتی۔

وہ ڈراما جس کا ٹائٹل سانگ ''اگر ملنا نہیں ہمدم'' اس نے خود گایا تھا اور ڈرامے کا نام بھی یہی رکھا گیا تھا، اسے ایوارڈ مل رہا تھا۔ اس سال کا بہترین ڈراما قرار پایا تھا اور کچھ دوسرے ایوارڈ بھی تھے۔ بہترین ایکٹریس، ایکٹر وغیرہ کے... اور ارسلہ کے لیے خصوصی ایوارڈ کا اعلان کیا گیا تھا۔ کیونکہ ڈراما ہٹ ہونے کا سارا کریڈٹ اس ٹائٹل سانگ کو جا رہا تھا جس کے بول بھی ارسلہ نے لکھے تھے اور آواز بھی اس کی تھی۔

ابھی چند دنوں بعد اس پروگرام کی تقریب منعقد ہونی تھی اور اسے دعوت نامہ موصول ہو چکا تھا۔

''کاش رافع میرے ہم سفر ہوتے اور میں ان کے ساتھ جا کر یہ ایوارڈ وصول کرتی۔ مگر اب یہ بات ختم ہو چکی ہے۔'' نہ جانے کتنی باتیں ذہن میں آتیں اور نکل جاتیں۔ وہ رافع کو سوچنا نہیں چاہتی تھی مگر پھر بھی وہ آ جاتے تھے اس کے خیالوں میں..... اس کی نظروں کے سامنے..... وہ کیا کرتی۔ اس کا اندرونی اضطراب بڑھ رہا تھا اور تب اس نے سعدیہ کو بلا بھیجا۔

''پلیز سعدیہ آ جاؤ، میں بہت ڈسٹرب ہوں۔'' اور سعدیہ آ گئی تھی۔ وہ تو اس کی پرانی دوست تھی۔ ہر بات سے واقف..... اگر ارسلہ نہ بھی بتائے تو بھی وہ بہت سی باتوں کو سمجھتی تھی۔

''ارے کیا ہوا تمہیں، اتنی بیمار لگ رہی ہو؟''

''ہاں، میں ڈسٹرب رہی ہوں اور روتی بھی رہی ہوں۔''

''تو مجھے پہلے کیوں نہ بتایا..... میں آ جاتی مگر بات کیا ہوئی؟''

''بس امی یاد آ رہی ہیں، ابو بھی یاد آ رہے ہیں حالانکہ ابو کو گئے تو برسوں بیت گئے۔ امی بھی چلی گئیں، اکیلے پن کا احساس شدت اختیار کر گیا ہے۔''

''تو اس کا سیدھا سا حل تو ہم سب کرنا چاہتے ہیں، ارسلہ تم سمجھ ہی نہیں رہی ہو، تمہیں ایک ساتھی کی ضرورت ہے۔ زندگی کے ساتھی کی جو ہر وقت ہر لمحہ تمہارے ساتھ رہے۔ تمہارے دکھ درد، خوشی میں شریک..... اور اب تو سر علی آ جائیں گے پھر تمہارا فیصلہ ہو ہی جائے گا ویسے اب تک تم نے کوئی نہ کوئی فیصلہ تو کر لیا ہوگا۔''

''ہاں سعدیہ، میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔''

''واقعی ؟ کیا فیصلہ کیا ہے، جلدی سے بتاؤ؟''

''میں نے سر رافع کو منع کر دیا ہے۔''

''اور اسی لیے ڈسٹرب ہو؟''

''ہاں یہی بات ہے، میں نے رافع کو منع کر دیا۔ اب وہ میری زندگی میں شامل نہیں ہو سکتے۔''

''کوئی خاص بات ہوئی ہے؟''

''نہیں کوئی خاص بات نہیں، عابد بھائی سے بات ہوئی تھی، ان کا خیال ہے زندگی کے فیصلے جذبات میں آ کر نہیں کیے جاتے۔''

''وہ ٹھیک کہتے ہیں۔''

''اس لیے میں شہاب کے حق میں فیصلہ کرنے کے لیے خود کو تیار کر رہی ہوں۔''

''یہ بہت اچھی سوچ ہے، ارسلہ! شہاب ایک بہترین انسان ہے۔ ہر لحاظ سے اور پھر سوچو اس نے اپنی سوچ اور پسند آج تک تبدیل نہیں کی۔ وہ آج بھی تمہارا منتظر ہے۔ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اب اگر تم اسے دیکھو تو وہ تمہیں بہت مختلف لگے گا۔ اب وہ دبلا پتلا سا کم عمر لڑکا نہیں، ایک ہینڈسم مرد ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ، اعلیٰ عہدے پر فائز..... ارسلہ تم خوش نصیب ہو ایسے رشتے نصیب والوں کو ملتے ہیں۔''

''تم ٹھیک کہتی ہو۔ ایسے رشتے نصیب والوں کو ملتے ہیں۔ میں عابد بھائی اور باجی کو بتا دوں گی، سعدیہ یہ سب کہتے ہوئے میرا دل خوش کیوں نہیں ہو رہا۔ میرے دل کے تار خاموش کیوں ہیں؟ کیا خوش نصیب لوگ اسی طرح غم کے سمندر میں غوطے لگاتے ہیں؟ کیا آنسو ان کا مقدر ہوتے ہیں؟''

''ایسا مت کہو ارسلہ، یہ سب وقتی غم ہے، رافع سے الگ ہو جانے کا غم، میں جانتی ہوں تم رافع کو پسند کرتی تھیں۔ اب بھی کرتی ہو مگر وہ اپنی زندگی مختلف انداز میں گزار چکے ہیں۔ کچھ سامنے ہے کچھ نہیں بھی ہے جبکہ شہاب ایک کھلی کتاب کی طرح سب کے سامنے ہے۔ رافع ایک بچی کے باپ بھی ہیں اور شہاب نے تمہاری خاطر شادی ہی نہیں کی۔ میں تم سے ایک بات کہوں ارسلہ.....

شادی ہمیشہ اس شخص سے کرنی چاہیے جو تم سے کرنا چاہتا ہے نہیں اس شخص سے جس سے تم کرنا چاہتی ہو۔ زندگی کی کامیابی کا یہی راز ہے۔''

''آج میں بہت مطمئن ہوں۔''

''تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے اور ہاں اب اپنی شاعری کا فلسفہ بھی تھوڑا سا بدل ڈالو، اب جدائی، یاد اور ایسے ہی غم انگیز نغمے نہ لکھنا..... کوئی ملن کا گیت لکھ ڈالو، جلدی سے۔'' سعدیہ نے ہنس کر کہا تو وہ بھی مسکرا دی، بس یونہی..... بے مقصد..... سعدیہ کچھ دیر بیٹھ کر چلی گئی تھی مگر ارسلہ کو ذہنی سکون نہ مل سکا۔

اسی روز عابد بھائی کا فون آ گیا۔

''ارسلہ، ہم پندرہ دن بعد پہنچ رہے ہیں انشاء اللہ، ہماری سیٹ بک ہو چکی ہے۔''

''یہ اچھی خبر ہے، آپ لوگ آ جائیں گے تو مجھے سکون مل جائے گا۔''

''تم بے سکون کیوں ہو ارسلہ..... حالانکہ تم نے کہا تھا کہ تم فیصلہ کر چکی ہو۔''

''عابد بھائی میں نے اپنا فیصلہ بدل لیا ہے۔''

''یعنی.....''

''میں نے سر رافع سے معذرت کر لی ہے۔ منع کر دیا ہے انہیں۔''

''یہ ایک اچھا فیصلہ ہے..... شہاب کی والدہ کا بھی فون آیا تھا۔ سلمیٰ کی بھی یہی رائے ہے جو میری ہے۔ جب ہم آئیں گے تو تم سے تفصیلی بات ہوگی۔''

''میں نے شہاب کے لیے کچھ نہیں سوچا ہے عابد بھائی..... میرے دل میں اس کے لیے کچھ نہیں..... نہ اچھا نہ برا۔''

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا..... شادیاں اسی طرح ہوتی ہیں، دوانجانے لوگوں میں بھی ہوجاتی ہیں اور وہ خوش رہتے ہیں یہاں تو دو میں سے ایک کی پسند اور خواہش بھی شامل ہے۔ شہاب کو میں جانتا ہوں، میں اس کے چچا سے ملا ہوں، وہ بھی ہمارے گھر آئے تھے۔ بہت ہی ڈیسنٹ لوگ ہیں۔ شہاب ان میرڈ ہے..... اس کے مقابلے میں رافع کا رشتہ کسی طور تمہارے لیے مناسب نہیں تھا۔"

"شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

"کیا تم شہاب سے ملتی ہو؟"

"نہیں۔"

"اگر مناسب سمجھو تو مل لو۔"

"پہلے میں اپنے دل کو تو راضی کرلوں عابد بھائی۔"

"اچھا ٹھیک ہے..... اب بالکل پریشان نہ ہونا نہ کوئی غم کرنا، ہم سب آرہے ہیں۔" اس کے بعد کچھ دیر سلمٰی سے بات کی پھر فون رکھ دیا گیا۔

☆☆☆

وہ آج اپنی شیلف کی صفائی کر رہی تھی۔ پرانی کتابیں نکال کر ڈسٹر سے صاف کر کے رکھنا اور فنائل کی گولیاں ڈالنا ضروری ہوگیا تھا۔ ایسا وہ اکثر کرتی تھی ورنہ کتابوں میں باریک کیڑے آجاتے ہیں جو نظر نہیں آتے اور ہاتھوں میں کھجلی پیدا ہوجاتی ہے۔ پرانی کتابیں نکالتے ہوئے اچانک بائیولوجی کی کتاب ہاتھ میں آئی اور ورق کھل گیا۔ خوب صورت گلاب کا پھول جو برسا برس پہلے اسے شہاب نے دیا تھا وہ پریس کیا ہوا موجود تھا۔ اسے اچانک سب کچھ یاد آگیا۔ اس نے اسی کتاب میں تو پریس کر دیا تھا۔ اور پھر بھول گئی تھی۔ اس نے آہستہ سے پھول اٹھایا اسے سونگھ کر دیکھا، اس میں بہت ہلکی سی خوشبو آج بھی موجود تھی۔ اسے اپنا شعر یاد آگیا۔

ایک لمحہ خوشی کا آہٹ کا
جب کتابوں میں پھول ملتے ہیں

اسے عجیب طرح کی خوشی کا احساس ہوا..... پچھلا زمانہ یاد آگیا۔ جب اس نے جی ایس کی پوسٹ پر کامیابی حاصل کی تھی اور پارٹی دی تھی۔ تب سب کی فرمائش پر اپنی نظم سنائی تھی۔

"زندگی کی اداس شاموں میں
تیری یادوں کے پھول کھلتے ہیں"

اور جب سب چلے گئے تھے تب شہاب نے اسے یہ گلاب کا پھول گفٹ کیا تھا۔

"یہ لے لیجیے پلیز..... پھول ہی تو ہے کسی کتاب میں رکھ لیجیے گا۔ آپ کا یہ شعر مجھے بہت پسند آیا۔

ایک لمحہ خوشی کا آہٹ کا
جب کتابوں میں پھول ملتے ہیں"

اور اس نے اسے پریس کرلیا تھا۔

آج اتنے برسوں بعد وہی گلاب اسے یادوں کی وادی میں دھکیل رہا تھا۔ اس نے پھر پھول کو سونگھا۔ بہت

ہلکی سی خوشبو تھی مگر اس میں صرف گلاب ہی کی نہیں کسی کے خلوص کی مہک بھی شامل تھی۔ اس نے سوچا وہ اس پھول کو سفید شیٹ پر لگا کر فریم کرلے گی، اس کے پاس کئی فریم رکھے ہوئے تھے۔ ایک چھوٹی سفید شیٹ پر اس نے پھول کر رکھ کر ٹہنی پر اسکواش ٹیپ کی مدد سے چپکا دیا اور فریم کے اندر رکھ دیا۔ یہ ایک خوب صورت ڈیکوریشن پیس بن گیا تھا۔ اس نے اپنے بیڈروم کی سائڈ پر رکھ دیا۔

ابھی وہ اس کام سے فارغ ہوئی تھی کہ باقر ماموں آگئے۔

"ارے باقر ماموں آپ....." وہ خوش بھی ہوئی اور متعجب بھی کیونکہ باقر ماموں اس کے گھر نہیں آتے تھے۔ اسکول ہی میں ملاقات ہوجاتی تھی۔

"تمہارے لیے ایک زبردست خبر ہے۔" باقر ماموں خوش تھے۔

"بتائیے ماموں..... کیا بات ہے آپ خاصے خوش نظر آرہے ہیں؟"

"بیٹی میں تمہاری وجہ سے خوش ہوں، میں تمہیں لینے آیا ہوں چلو میرے گھر..... دیکھو بھلا کون آیا ہے۔"

"ماموں کون آیا ہے کچھ تو بتائیں؟"

"تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔ سنو گی تو خوش ہوجاؤ گی۔"

"بھئی تمہارے تایا عبدالباری صاحب آئے ہیں امریکا سے..... میرے گھر پر ہیں۔"

ایک طویل عرصے کے بعد اس نے تایا ابو کا نام سنا تو اسے عجیب سا لگا اس کے اندر ہلچل سی مچ گئی۔

"تایا ابو آئے ہیں اور کون کون آیا ہے؟"

"وہ اکیلے آئے ہیں اب چلو گھر چل کر باتیں کرنا۔" اس نے مزید سوالات نہیں کیے۔ جلدی جلدی تیار ہوئی سامان سمیٹ کر رکھا اور بولی۔

"چلیے ماموں..... میں تیار ہوں۔" وہ دونوں ڈیفنس سوسائٹی پہنچے۔

تایا ابو کو دیکھے ایک زمانہ بیت گیا تھا۔ اس نے بچپن میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ کبھی آئے ہی نہیں..... ابو کی موت پر بھی نہیں آسکے تھے۔

اور جب سے ان لوگوں نے ان کی مدد کی پیشکش کو ٹھکرایا تھا تائی امی ناراض ہوگئی تھیں اور پھر فون کا سلسلہ بھی بند ہوگیا تھا۔ اس کے بعد امی ختم ہوگئیں، گھر بک گیا، زندگی میں بے شمار تبدیلیاں آئیں..... تایا ابو کو کون اطلاع دیتا..... نہ ان کے گھر کی کچھ خبر تھی نہ اس گھر کی ان کو خبر تھی۔

اب ایک طویل عرصے بعد تایا ابو آئے تھے۔ کسی عزیز کے ذریعے پتا چل گیا تھا کہ باقر ماموں کے ساتھ ارسلہ رہتی ہے۔ وہ کسی نہ کسی طرح باقر ماموں کے گھر ڈیفنس پہنچ گئے تھے جبکہ ارسلہ گلشن کے اسکول ناظمہ میموریل اسکول کے اوپر رہتی تھی اور اس وقت باقر ماموں اسے لینے آئے تھے۔ ڈرائیور نے گاڑی روکی، گیٹ کھولا۔ ارسلہ جلدی سے گاڑی سے اتر گئی اور بھاگ کر اندر پہنچی۔ سامنے لاؤنج میں تایا ابو بیٹھے تھے..... بالکل ابو کی شکل کے..... ایسا لگتا تھا ابو زندہ ہوگئے ہیں۔ کتنی مشابہت تھی دونوں میں..... ابو نے زیادہ عمر نہیں پائی اگر زندہ ہوتے تو ایسے ہی ہوتے۔ ارسلہ کے پیچھے باقر ماموں بھی داخل ہوئے۔

"یہ ارسلہ ہے باری میاں۔" تایا ابو اٹھے اور بازو پھیلا دیے۔ ارسلہ بھاگ کر تایا ابو کی بانہوں میں سما گئی

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Komen.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور پھر آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ اسے پتا ہی نہیں تھا وہ تایا ابو سے کتنی محبت کرتی ہے اور اسے یہ بھی پتا نہیں تھا تایا ابو اسے کتنا چاہتے ہیں، تایا ابو بھی رو رہے تھے۔

"بس کرو بیٹی مت رو، خشک کرلو یہ آنسو میں خود کو مجرم سمجھتا ہوں۔ تم سب میرے بچے ہو، سلمیٰ بھی اور تم بھی..... باقی میاں ختم ہوئے، بھاوج بھی ختم ہوئیں۔ مجھے بھاوج کی اطلاع بھی نہ ملی لیکن مل بھی جاتی تو کیا تھا، میں بھائی کے مرنے پر نہ آسکا تو....." اتنا کہہ کر وہ پھر رونے لگے۔

"تایا ابو مت روئیں پلیز..... بھول جائیں سب کچھ..... آپ بتایئے آپ سب کیسے ہیں، تائی امی، روما اور نیہا سب کیسی ہیں۔ وہ کیوں نہیں آئیں؟"

"سب بتاؤں گا، پہلے اپنی بیٹی کو دل بھر کر دیکھ تو لوں۔" وہ مسکرائے۔

ارسلہ بھی آنسو خشک کر کے مسکرادی۔

"بیٹی مجھے پتا چلا کہ سلمیٰ کی شادی اس کے خالہ زاد سے ہوگئی تھی اور وہ لوگ انگلینڈ میں رہتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ خالدہ بھی ختم ہوگئیں۔ گھر بک گیا اور تم اب تک اکیلی ہو..... باقر کے ساتھ ہو..... میں نے کئی بار پرانے نمبر پر ٹرائی کیا مگر مل نہ سکا۔ پھر مجھے ایسے ایک جاننے والے کے ذریعے بہت سے حالات معلوم ہوئے جو یہاں سے گئے تھے اور تم لوگوں کو بھی جانتے تھے لیکن میرے اپنے حالات ٹھیک نہ تھے اس وجہ سے آنہ سکا۔ بیٹی مجھے معاف کردینا۔"

"تایا ابو آپ کیوں شرمندہ کررہے ہیں، یہ بتایئے کہ آپ کے کیا حالات تھے؟"

"بیٹی، تمہاری تائی امی کا انتقال ہوگیا۔"

"ارے نہیں..... یہ کب ہوا؟"

"تین سال ہوگئے۔"

"افسوس..... ہمیں تو کچھ پتا نہ چلا اگر معلوم ہوتا تو میں آپ کو فون ہی کرلیتی۔"

"بس ان فاصلوں نے دلوں میں بھی فاصلے کردیے تھے مگر اب میں نے زندگی کا ایک بڑا فیصلہ کیا ہے۔"

"وہ کیا تایا ابو؟"

"کراچی میں مستقل رہنے کا فیصلہ..... تم میرے پاس رہوگی، میری بیٹی بن کر۔"

"تایا ابو آپ نے روما اور نیہا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"ان ہی کا غم تو لے ڈوبا ہم دونوں کو..... تمہاری تائی اماں برداشت نہ کرسکیں، جان سے چلی گئیں، میں برداشت کرگیا۔"

"تایا ابو بتائیں کیا بات ہوئی مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔"

ایسی کوئی خاص بات نہیں، روما اور نیہا دونوں اچھی لڑکیاں ہیں۔ بہت پڑھی لکھی ہیں، دولت میں کھیل رہی ہیں مگر دونوں نے امریکا کے رواج کے مطابق امریکن لڑکوں سے کورٹ میرج کی اور اپنی زندگی میں خوش ہیں۔ ہم لوگوں نے بہت سمجھایا کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ غیر مسلم سے نکاح جائز نہیں مگر وہ وہاں پر پلی بڑھی تھیں، ہمارے دلائل انہیں قائل نہ کرسکے اور انہوں نے اپنی من مانی کی، ہم مجبور ہوگئے۔ تمہاری تائی امی کو بہت دکھ تھا

انہیں ایک بار ہارٹ اٹیک ہوا تو سنبھل گئیں مگر دوسرا اٹیک جان لیوا ثابت ہوا۔ میں خود بھی بیمار تھا۔ تم لوگوں کا پتا چلایا تو کچھ پتا نہیں چلتا تھا بہرحال اب معلوم ہوا تو آگیا ہوں۔"

"بہت افسوس ہوا آپ کے حالات سن کر۔" ارسلہ نے کہا۔ "کیا آپ مستقل آگئے ہیں؟"

"ابھی میں واپس جاؤں گا۔ اس کے بعد پراپرٹی فروخت کر کے کراچی آؤں گا تاکہ یہاں گھر خرید سکوں۔"

"ابھی فوراً تو واپس نہیں جائیں گے۔"

"نہیں ابھی تو آیا ہوں۔"

"میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ باجی اور عابد بھائی بچوں سمیت آرہے ہیں۔ دو ہفتے بعد۔"

"یہ تو بہت اچھا ہوگا، سلمیٰ مجھے بہت چاہتی ہے، وہ بڑی خوش ہوگی مجھے دیکھ کر۔"

"تایا ابو کیا میں آپ کو نہیں چاہتی؟"

"کیوں نہیں، تم دونوں میری آنکھوں کا تارہ ہو۔"

"آپ اچھے وقت پر آئے ہیں باری صاحب، سلمیٰ آجائے تو ارسلہ کی شادی کا فیصلہ ہونا ہے۔ آپ کے سامنے ہی ہوجائے گی۔" تایا ابو اچانک خوش ہوگئے۔

"واقعی، کیا ارسلہ بیٹی کے لیے کوئی اچھا رشتہ آیا ہوا ہے؟"

"جی ہاں، اللہ کے حکم سے ایک بے حد معقول رشتہ آیا ہوا ہے۔ سلمیٰ سے میری بات ہوئی ہے اس نے بتایا ہے مجھے۔"

"یا الٰہی تیرا شکر ہے۔" تایا ابو نے ہاتھ اوپر اٹھادیے۔ "مجھے بہت فکر تھی ارسلہ کی۔ اللہ سے دعا کرتا تھا روز گڑگڑا کر۔ اللہ نے سن لی مجھ گناہ گار کی۔" تایا ابو نے ایک بار پھر ارسلہ کو گلے لگایا اور کہا۔

"بیٹی اب میں آگیا ہوں، تم کوئی فکر نہ کرنا..... یہ نہ سمجھنا کہ تمہارا باپ زندہ نہیں ہے۔ میں ہوں تمہارا باپ اور تایا سب کچھ۔"

"تایا ابو، باقر ماموں نے ہم لوگوں کے ساتھ بہت کیا اگر ان کا ساتھ نہ ہوتا تو میں کب کی ختم ہوچکی ہوتی۔"

"یہ بات میں جانتا ہوں اور مانتا بھی ہوں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ میں باقر صاحب کی ذات کی نفی کررہا ہوں۔ قطعی نہیں میں تو صرف ایک احساس کی بات کررہا ہوں۔ اب ماموں کے ساتھ تایا بھی ہوں گے تمہارے ساتھ۔"

"باری میاں ٹھیک کہہ رہے ہیں ارسلہ۔" باقر ماموں نے کہا۔ "تایا باپ کی جگہ ہوتا ہے، کسی پر اثر پڑے نہ پڑے غیروں پر ان باتوں کا بہت اثر پڑتا ہے۔ میری مراد ہمسایوں سے ہے۔ وہ کسی طرح ہمیں اپنے سے کم نہ سمجھیں۔"

"اچھا اب باقی باتیں بعد میں..... چائے پی لی جائے کیا خیال ہے؟" باقر ماموں نے کہا تو سب اٹھ کر کھانے کی میز پر چلے گئے جہاں چائے کے ساتھ بہت سی کھانے پینے اشیا سجی ہوئی تھیں۔ ملازم نے کافی اہتمام

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کردیا تھا جو کہ یقیناً باقر ماموں کے کہنے پر ہی کیا گیا تھا۔
"بیٹی آج تم یہیں رک جانا۔" باقر ماموں نے کہا۔
"ٹھیک ہے ماموں، میں تنھی خالہ کو فون کردوں گی۔"
"یہ تنھی خالہ کون ہیں؟" تایا ابو نے پوچھا۔
"ہماری بہت پرانی پڑوسن ہیں، امی کی غم گسار اور دوست ان کے شوہر اور بیٹا..... ایک مسجد کے اندر ہونے والے خودکش حملے میں ختم ہوگئے تھے۔ تب سے یہ ہمارے ساتھ ہیں۔"
"دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو طرح طرح کے غموں سے دوچار ہیں۔ جب دوسروں کے دکھ سنو تو اپنی خوش قسمتی کا اندازہ ہوتا ہے۔" تایا ابو نے کہا۔
"تایا ابو ان کا بیٹا حافظ قرآن تھا۔ پورے محلے کے کام آتا تھا۔ ان کے شوہر غوری صاحب نے ہر موقع پر ہم لوگوں کی مدد کی۔ ابو کے کفن دفن کا انتظام کرنے والے وہی تھے۔"
"اللہ انہیں جنت نصیب کرے۔ تم بھی ان کا خیال رکھتی ہوگی۔"
"جی ہاں تایا، اب وہ میرے لیے امی کی جگہ ہیں۔"
تایا ابو کے آجانے سے ارسلہ کو اتنی خوشی تھی کہ وہ سنبھال ہی نہیں پا رہی تھی۔ کتنے عرصے سے خوشی کی کوئی کرن پاس نہیں آئی تھی۔ باقر ماموں نے بہت ساتھ دیا تھا مگر تایا کی بات ہی دوسری ہوتی ہے۔ وہ تایا ابو کی خوشی میں اپنے ذاتی دکھ بھول گئی تھی۔ اس نے فوراً ہی باجی کو فون کیا اور مختصر طور پر تایا ابو کی آمد اور حالات کے بارے میں بتایا۔ یہ خبر ان لوگوں کے لیے بھی بے حد خوش کن تھی۔
"ارسلہ تایا ابو کو ابھی جانے نہ دینا۔ ہم لوگ آنے والے ہیں۔"
"ابھی وہ دو ماہ رہیں گے اس کے بعد واپس جا کر دوبارہ آئیں گے مستقل طور پر۔"
"تم میری تایا ابو سے بات کراؤ۔" ارسلہ نے فون لا کر تایا ابو کو تھما دیا۔ سلمیٰ نے تایا ابو سے دیر تک باتیں کیں۔
"تایا ابو آپ کو پتا ہے ارسلہ کی شادی ہونے والی ہے۔"
"ہاں، مجھے پتا چلا ہے باقر صاحب نے بتایا ہے۔"
"ابھی بات طے نہیں ہوئی ہے تایا ابو..... کیونکہ ارسلہ کچھ گول مول جواب دے رہی ہیں لیکن آپ کے آجانے سے مجھے تقویت ملی ہے اب سب معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ کے حکم کے سامنے اس کی مجال نہیں کہ کچھ بول سکے۔"
"ٹھیک ہے جب تم لوگ آؤ گے تب بات ہوگی تفصیل سے۔" اس کے بعد فون رکھ دیا گیا۔

☆☆☆

رافع عارضی طور پر امی کے گھر شفٹ ہوگئے تھے۔ گھر کو تالا لگا دیا تھا۔ پہلے تو خیال تھا کہ جلد ہی ارسلہ سے شادی کر کے گھر لے آئیں گے اور گھر آباد ہو جائے گا۔ مونا بھی یہیں آجائے گی مگر ارسلہ کے انکار نے انہیں حد درجہ ڈسٹرب کر دیا تھا۔ ابھی تک انہوں نے یہ بات اپنے گھر میں نہیں بتائی تھی۔ سب یہی سمجھ رہے تھے کہ ارسلہ

کے بہن بہنوئی کے آنے پر رشتہ طے ہوگا۔
کئی دنوں سے وہ چاہ رہے تھے کہ سیما سے بات کریں مگر منہ سے الفاظ نہیں نکلتے تھے۔ آج سیما نے خود ہی کہا۔
"بھائی، آپ نے مجھے ارسلہ سے نہیں ملوایا۔ اگر میں مل لوں تو کیا حرج ہے؟"
"سیما میں تم سے خود ہی بات کرنے والا تھا۔ دراصل اب وہ معاملہ ختم ہوگیا ہے۔"
"کیا مطلب؟"
"یہی کہ ارسلہ نے اس شادی سے انکار کر دیا ہے۔"
"مگر اس کی وجہ کیا ہوئی؟"
"دراصل ڈاکٹر ثریا اس کی دوست ہے، جب وہ اسپتال میں داخل تھی تو انہی کے زیر علاج تھی۔ دوستی ہوگئی اور جب ثریا کو پتا چلا کہ ارسلہ مجھ سے شادی کرنے جا رہی ہے تو اس نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ یہ صدمہ ارسلہ برداشت نہ کر سکی۔"
"بھائی یہ تو بہت برا ہوا، میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ خود ہی سب کچھ اسے بتا دیں مگر آپ نے میری بات نہیں مانی۔"
"تم ٹھیک کہتی ہو اگر میں پہلے ہی اپنی غلطیاں بتا دیتا تو شاید حالات مختلف ہوتے۔"
"پھر اب کیا سوچا ہے آپ نے؟"
"دو ماہ پہلے آسٹریلیا سے ایک جاب کی آفر ملی تھی، اس وقت میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا مگر اب سوچ رہا ہوں کہ آفر قبول کر لوں۔ میں آسٹریلیا چلا جاؤں گا پاکستان میں رہنے کو اب میرا دل نہیں مانتا۔"
"اور مونا..... وہ آپ کے بغیر کس طرح رہے گی؟"
"رہ لے گی..... امی ہیں نا..... یعنی میری امی..... وہ دادی سے بہت اٹیچڈ ہے۔"
"لیکن آپ نے تو ارسلہ کے بہنوئی سے بات بھی کر لی تھی؟"
"ہاں، میں نے علی سے بات کر لی تھی مگر ارسلہ کی رضامندی کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں۔"

Be-Belle INNERWEAR
Lace کے حسین رنگ

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"امی ابو تو بڑے مطمئن تھے کہ آپ کا گھر بس جائے گا، بچی آپ کے پاس رہے گی۔"

"ہاں مگر تقدیر میں کچھ اور لکھا تھا۔"

"ارسلہ بہت ہی اچھی ہے۔"

"اس میں کیا شک ہے، میں ہی اس کے لائق نہیں تھا۔"

"بھائی میں کسی اچھی سی لڑکی سے آپ کی شادی کروادوں گی، آپ غم نہ کریں۔"

"نہیں سیما..... میرا اب شادی کا کوئی ارادہ نہیں، میں صرف ارسلہ کی وجہ سے راضی ہوا تھا کیونکہ وہ مجھے پسند تھی..... لیکن میں بار بار اب یہ تماشا دُہرانا نہیں چاہتا..... میری مونا کچھ بڑی ہو جائے تو اسے اپنے پاس بلالوں گا۔"

امی ابو کو بھی پتا چل گیا تھا کہ ارسلہ نے انکار کر دیا ہے۔ ابو تو خاموش رہے مگر امی نے کہا۔

"تو لڑکیوں کی کمی تو نہیں دنیا میں، کوئی اور مل جائے گی مگر ابھی جلدی مت کرو..... سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا۔"

"امی میں اب شادی نہیں کروں گا، یہ میرا فیصلہ ہے اور میں آسٹریلیا جا رہا ہوں۔"

"اس سے کیا ہوگا؟ مونا تمہیں یاد کرے گی پھر بوڑھے ماں باپ بھی ہیں، ان کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔"

"حسیب ہے نا یہاں اور پھر میں بھی آتا جاتا رہوں گا۔ دنیا بہت سمٹ گئی ہے امی..... فاصلے اب کوئی اہمیت نہیں رکھتے جو لوگ کراچی شہر میں رہتے ہیں ان سے برسوں ملاقات نہیں ہوتی، باہر رہنے والے تو سال میں ایک بار آ ہی جاتے ہیں۔"

"اب میں کیا کہوں، تم اپنی مرضی کے مختار ہو۔"

"امی آپ غلط کہہ رہی ہیں، میں نے اپنی مرضی کبھی نہیں چلائی، ثریا کے ساتھ شادی دونوں گھرانوں کی مرضی سے ہوئی تھی، یہ اور بات کہ وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ پھر میں نے کئی سال کے بعد دوسری شادی کی وہ بھی آپ لوگوں کی مرضی سے..... اور اس کا جو انجام ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔ ہاں اب میں اپنی مرضی اور خوشی سے شادی کرنا چاہتا تھا، ارسلہ بہت اچھی لڑکی ہے مگر اس نے انکار کر دیا تو یہ میری تقدیر کا لکھا ہے، میں اسے بھی قبول کر لوں گا مگر مزید شادی نہیں کروں گا..... امی پلیز آئندہ آپ شادی کی بات مت کیجیے گا اور نہ ہی کوئی لڑکی تجویز کیجیے گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی..... مجھے تو مونا کی فکر ہے، نہ ماں کی ممتا ملی نہ باپ کی محبت..... کم از کم تمہیں دیکھ تو لیتی تھی۔"

"امی میں مونا کو بہت چاہتا ہوں اور اب اسی کے ساتھ زندگی کے باقی دن پورے کروں گا۔ بس تھوڑی بڑی ہو جائے تو میں اسے اپنے ساتھ ہی رکھوں گا۔"

"میرے قویٰ بھی اب کمزور پڑ چکے ہیں، کیسے سنبھالوں گی بچی کو۔"

"امی یہاں بہت سی آسانیاں ہیں، سیما بھی ہے، مجھے اطمینان رہے گا۔ پلیز مجھے جانے سے نہ روکیں، میں نے ملازمت کی آفر قبول کر لی ہے۔"

"کب تک روانگی ہے؟"

"ابھی تاریخ طے نہیں ہوئی، جلدی چلا جاؤں گا۔"

"بھائی آپ کو پتا ہے "اگر ملنا نہیں ہمدم" پر ارسلہ کو اسپیشل ایوارڈ مل رہا ہے، یہ تقریب کچھ دنوں کے لیے ملتوی ہو گئی ہے۔ ایک ماہ بعد ہوگی اب۔ ٹی وی پر دکھائیں گے سب کچھ۔"

"اب مجھے کچھ نہ بتاؤ سیما۔ میرا دل ویسے ہی پریشان ہے۔" یہ کہہ کر رافع اس جگہ سے اٹھ گئے۔

☆☆☆

تایا ابو کے آنے کی اطلاع سعدیہ کو ہو گئی تھی۔ اس نے یہ بات شہاب کو بتادی تھی۔ شہاب کے گھر والے بے حد خوش تھے۔

"سعدیہ آپ کسی طرح تایا ابو سے میری ملاقات کا انتظام کریں، میں چاہتا ہوں سر علی کے آنے سے پہلے میں ان سے مل لوں۔" شہاب نے کہا۔

"آپ کی تجویز معقول ہے، میں خود ارسلہ کے تایا ابو سے بات کروں گی۔"

"اگر وہ اجازت دیں تو ہم باقاعدہ رشتہ لے کر آنے کو تیار ہیں۔" شہاب کی امی نے کہا۔

"ابھی رک جائیں، پہلے میں ان لوگوں سے بات کرلوں، باقاعدہ رشتے کی بات سر علی کے آنے کے بعد ہی رکھے گا، دراصل یہ سب تو فارمیلیٹیز ہوتی ہیں ورنہ سب کچھ پہلے ہی طے ہو چکا ہوتا ہے۔ یہاں معاملہ ہے کہ ابھی کچھ بھی طے نہیں ہے۔"

"سعدیہ ٹھیک کہہ رہی ہیں امی..... ابھی تو کچھ بھی طے نہیں..... ہمیں یہ تک معلوم نہیں کہ ارسلہ کی کیا مرضی ہے۔"

"میرے خیال میں اب آپ کو ارسلہ سے مل لینا چاہیے۔" سعدیہ نے کہا۔

"ہو سکتا ہے وہ اس بات کو مناسب نہیں سمجھیں؟" شہاب نے آہستہ سے کہا۔

"اچھا میں ارسلہ سے بات کر کے آپ کو بتاؤں گی۔ ویسے آپ لوگ اطمینان رکھیں، اس نے منع نہیں کیا ہے۔" سعدیہ نے ارسلہ کو فون کیا۔

Be-Belle INNERWEAR
Lace کے حسین رنگ
ایک اسٹائلش Bra کے سنگ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

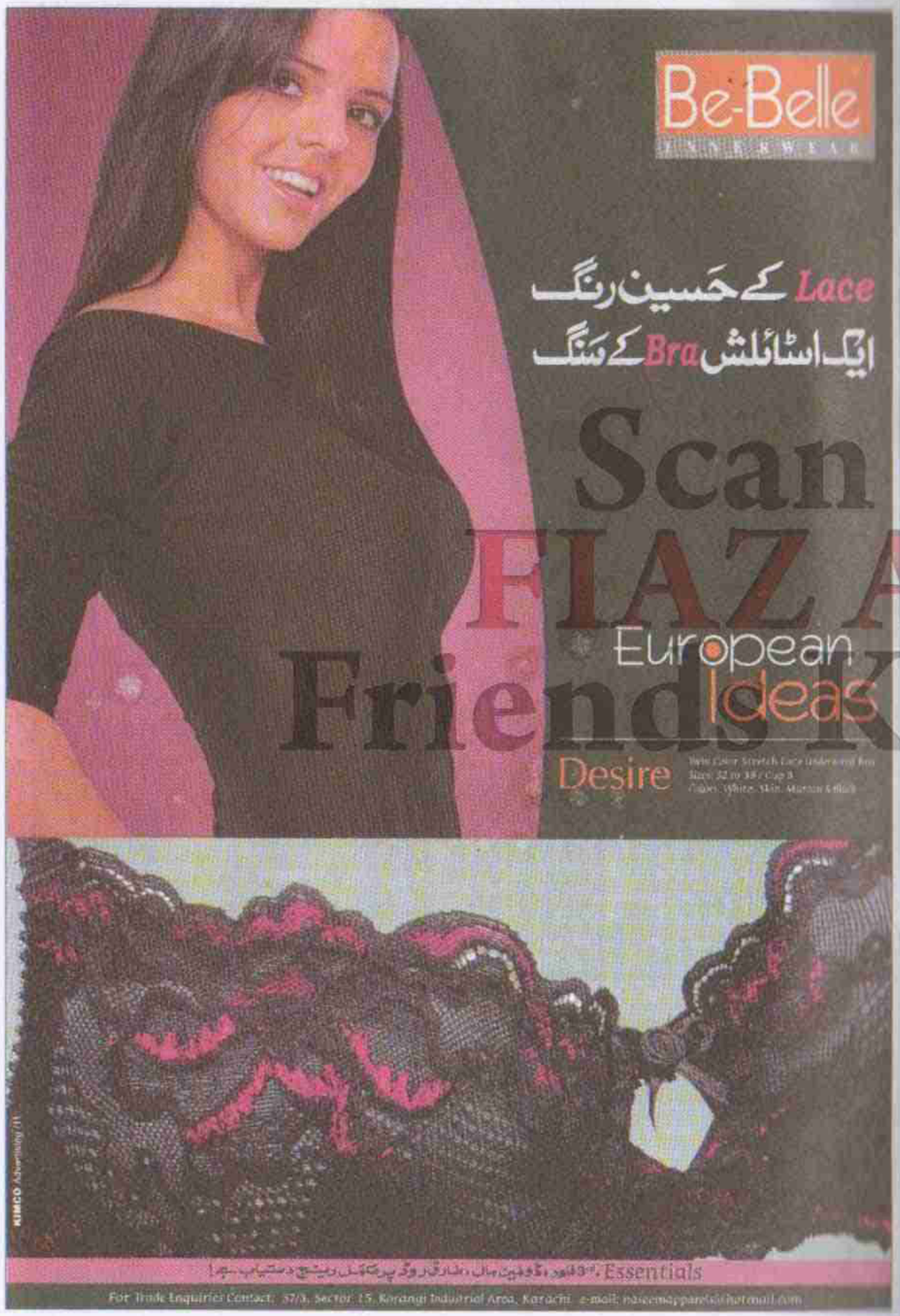

''ارسلہ مجھے اپنے تایا ابو سے کب ملوا رہی ہو؟''

''جب تم کہو..... میں تمہیں آج ہی لے چلوں گی۔''

''کب چلو گی؟''

''تم تیار رہنا میں شام پانچ بجے نکلوں گی تمہیں پک کرتی ہوئی ڈیفنس چلی جاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے، میں تیار رہوں گی۔'' شام کو ارسلہ نے سعدیہ کو لیا اور تایا ابو کے گھر آ گئی۔ تایا ابو سعدیہ سے غائبانہ طور پر واقف تھے۔

''تایا ابو میں آپ کے پاس ایک خاص کام سے آئی ہوں۔''

''ہاں ہاں کہو.....''

''آپ کو پتا ہے ارسلہ کے سلسلے میں شہاب کے گھر والوں نے مجھے ہی درمیان میں ڈالا ہے تو اب ان کی خواہش ہے کہ وہ لوگ آپ سے مل لیں۔''

''میں خود بھی شہاب سے ملنا چاہتا ہوں، یہ بہت ضروری ہے۔''

''کل اتوار ہے کل بلا لیں آپ ان لوگوں کو..... ویسے ان کے گھر میں ہے کون ... شہاب کی والدہ ہیں اور دو وعدد بچیاں جو شہاب کی بھانجیاں ہیں۔''

''بہت مناسب رہے گا ٹھہرو میں باقر صاحب سے مشورہ کر لوں۔'' باقر صاحب بھی آ کر پاس بیٹھ گئے اور پروگرام طے ہو گیا۔ اسی وقت شہاب کے گھر فون کیا گیا اور ان سب کو تایا ابو کے گھر یعنی باقر ماموں کے گھر رات کے کھانے پر انوائٹ کر لیا گیا۔

ارسلہ سب کچھ سن رہی تھی مگر خاموش تھی۔

اب سعدیہ اور ارسلہ دوسری جگہ جا کر بیٹھ گئیں۔

''ارسلہ تم بھی کل دعوت میں آنا۔''

''یہ مشکل ہے سعدیہ..... میں تو اس سے کبھی ملی ہی نہیں۔''

''ویسے میری ایک تجویز ہے اگر تم مان سکو۔''

''وہ کیا؟''

''تم شہاب سے بات کر لو ایک بار، یہ بے حد ضروری ہے۔'' ارسلہ کچھ سوچنے لگی۔

''اب سوچو مت..... جو بات ہو رہی ہے اسے خوش دلی سے قبول کرو اور وسعتِ قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تم خود اسے فون کرو یقین کرو اسے زندگی مل جائے گی وہ بہت غیر مطمئن ہے کیونکہ تمہاری واضح رضامندی سامنے نہیں آئی ہے۔ ہاں تم اس کے پروپوزل پر خاموش ہو یعنی تم نے انکار نہیں کیا ہے، اتنی بات وہ جانتا ہے۔''

''میں اس سے کیا بات کروں گی؟''

''اب یہ بھی میں بتاؤں تمہیں۔''

''اچھا، میں آج رات کو اس سے بات کروں گی۔''

''اس سے بات کر چکو تو مجھے بھی ایک عدد فون کر دینا۔''

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بڑی ایکٹیو بن رہی ہو ان دنوں۔"

"ظاہر ہے شہاب کی طرف سے میں ہی تو ہوں بات کرنے والی اور ہاں ذرا رعب میں رہنا، میں نند ہوں تمہاری!"

"سب سمجھ رہی ہوں، پوری نانی اماں بن رہی ہو پتا نہیں کیا جادو کر دیا ہے شہاب نے تم پر۔"

"جادو تو تم نے کیا ہے میرے معصوم سے بھائی پر۔"

"سبحان اللہ، کیا معصومیت ہے۔"

"عاشق صادق کہو..... برسوں گزر گئے مگر بندہ اپنی جگہ پر ڈٹا رہا..... اس بے چارے نے تمہارا پتا چلانے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہا..... اور پھر ایک دن میں نظر آ گئی بازار میں..... سچ ہے اگر جذبہ صادق ہو تو منزل مل ہی جاتی ہے۔"

"ٹھیک کہتی ہو اگر جذبہ صادق نہ ہو کھوٹ ہو اس میں تو منزل کھو بھی جاتی ہے۔" اسے پھر رافع کا خیال آ گیا تھا۔ جنہوں نے اس سے زندگی کا سب سے بڑا جھوٹ بولا تھا اور جنہیں معاف کرنے کو وہ تیار نہ تھی۔

"اب تم پھر پٹڑی سے اتر رہی ہو، خبردار اب اس شخص کے بارے میں سوچا جو کبھی تمہارا تھا ہی نہیں۔"

"یہی میں بھی سوچتی ہوں وہ کبھی بھی میرے تھے ہی نہیں نہ جانے کیوں انہیں اپنے دل میں جگہ دے بیٹھی تھی۔"

"وہ ایک خود غرض انسان تھا، میں تو یہی کہوں گی۔"

"اچھا چھوڑو سعدیہ..... آئندہ رافع کا کوئی ذکر نہیں کرنا۔"

"میں کیوں کروں گی ذکر، تم ہی پٹڑی سے اترنے لگتی ہو تو ٹوکنا پڑ جاتا ہے۔"

"نہیں، میں نے اب اپنا مائنڈ بنا لیا ہے۔"

"تو پھر آج رات تم شہاب کو فون کر رہی ہو یاد رہے اور اب مجھے دیر ہو رہی ہے اگر ممکن ہو تو مجھے میرے گھر ڈراپ کروا دو۔"

"میں بھی چلوں گی، میں باقر ماموں اور تایا ابو سے کہہ دوں۔" ارسلہ نے اجازت مانگی۔

کل کی دعوت کے لیے سعدیہ، قاسم کو بھی بلا لیا گیا تھا اور ارسلہ کو تو آنا ہی تھا، وہ یہ بات جانتی تھی اس لیے آج رات شہاب سے فون پر بات کرنے کی اس نے حامی بھر لی تھی۔

ڈیفنس سے گلشن کا راستہ لمبا تھا اوپر سے ٹریفک کا ازدہام واپس ہوتے ہوئے خاصی دیر ہو گئی۔ اندھیرا ہو رہا تھا، ارسلہ نے سعدیہ کو اس کے گھر ڈراپ کیا اور خود اپنے گھر آ گئی۔

☆☆☆

شہاب کا موبائل نمبر اس کے پاس تھا جو سعدیہ نے دیا تھا۔ اس نے آخر کار نمبر ڈائل کر ہی لیا۔

"ہیلو۔"

"میں ارسلہ بات کر رہی ہوں۔"

"ارسلہ تمہیں نام بتانے کی ضرورت نہیں، یہ آواز میں ایک لاکھ آوازوں میں پہچان سکتا ہوں، کیسی ہو تم؟"

"میں ٹھیک ہوں، آپ کیسے ہیں؟"

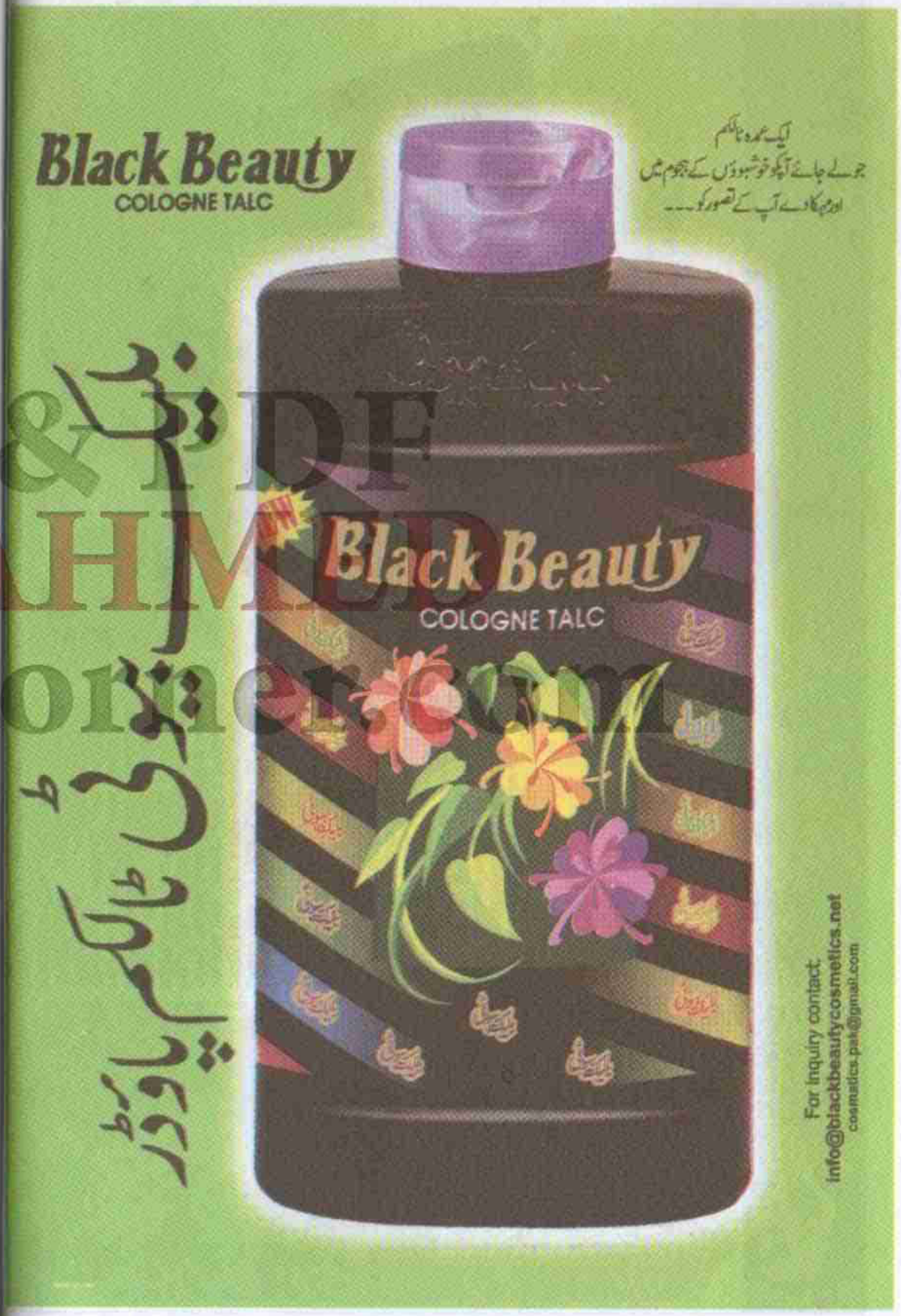

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم ملوگی تو خود ہی دیکھ لینا..... ارسلہ کیا ایسا ممکن ہے کہ تم مجھ سے ایک بار مل لو۔"
"کیوں نہیں..... بہت عرصہ ہو گیا ہمیں ملے ہوئے۔"
"واقعی ایسا لگتا ہے صدیاں گزر گئی ہیں۔" شہاب نے کہا۔
"کل رات تمہارے تایا ابو نے انوائٹ کیا ہے۔ تم تو آؤ گی نا؟"
"آنا تو ہے..... مگر....."
"مگر کیا؟"
"آپ کل دوپہر ہمارے اسکول آجائیں، میں ڈنر سے قبل ہی آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔"
"ضرور..... میں کل آفس کی چھٹی کرلوں گا، میرا خیال ہے گیارہ بجے کا وقت مناسب ہوگا۔"
"میں انتظار کروں گی۔"
"ارسلہ تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہو؟"
"یہ بات آپ نے کیوں سوچی..... آپ بہت اچھے انسان ہیں، میں نے ہمیشہ آپ کی عزت کی ہے۔"
"تھینک یو ارسلہ..... میرے دل کو سکون مل گیا ہے۔"
"آپ سعدیہ کو مت بتائیے گا کہ کل آپ مجھ سے ملنے آرہے ہیں۔"
"جو حکم سرکار کا..... مگر ٹیلی فون والی بات تو اسے معلوم ہی ہوگی۔"
"ہاں، یہ ذکر میں کردوں گی۔"
"اب تو سرعلی کے آنے میں چند دن ہی رہ گئے ہیں۔"
"ہاں صرف ایک ہفتہ باقی ہے۔"
"اتنے عرصے بعد تمہاری آواز سن رہا ہوں، یقین نہیں آرہا۔" شہاب نے کہا پھر بولا۔ "ارسلہ مجھے تمہاری غزل زبانی یاد ہے جو تم نے پہلی بار یونیورسٹی میں پڑھی تھی جس کا آخری شعر یہ تھا۔

زندگی کے سفر میں کھو کر بھی
ملنے والے ضرور ملتے ہیں

تم نے کتنا صحیح کہا تھا اور تم ہمیشہ ہی بہت صحیح لکھتی ہو۔ تمہاری وہ معروف نظم اگر ملنا نہیں ہمدم نہ جانے میں کتنی بار سن چکا ہوں، میرے پاس اس کی سی ڈی ہے ایسا لگتا ہے کہ اس میں میرے جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے۔ میں یہ سب اکثر سوچتا تھا کہ اگر ہمیں ملنا نہیں تو پھر تم میرے خوابوں میں کیوں آتی ہو، یاد بن کر کیوں کھڑی رہتی ہو ہر وقت میرے سامنے، یہ کیسی آزمائش ہے، یہ سب کیوں ہے؟ ارسلہ تم بہت اچھا لکھتی ہو۔ بے حد خوب صورت پڑھتی ہو۔ میں خوش نصیب ہوں کہ مجھے تمہارا ساتھ نصیب ہو رہا ہے۔ اب میں سوچ رہا ہوں..... میرا انتظار سود مند رہا..... میں نے تمہیں پا ہی لیا۔"
"اچھا ایک بات بتائیں شہاب؟"
"ضرور پوچھو ارسلہ۔"
"آپ کو یاد ہے آپ نے مجھے ایک گلاب کا پھول دیا تھا۔"

☆ سائرہ ثاقب..... لاہور
دل کی شکل کا نازک سا یہ ٹیکا ان دنوں فیشن میں ہے

☆ مدیحہ عالم..... کراچی
ناک کی نتھ دلہن کے چہرے کو مزید خوب صورت بنا دیتی ہے

☆ صائمہ دلشاد..... کراچی
کشادہ پیشانی پر جھومر بے حد خوب صورت لگتا ہے اور ہاں پھولوں کی پگڑیاں ہر دلہن پر اچھی لگتی ہیں

"ارے تو تمہیں یاد ہے وہ لمحہ۔"
"میں نے اسے پریس کرلیا تھا۔"
"اچھا۔"
"اور اب میں نے اسے فریم کرلیا ہے، آپ آئیں گے تو دکھاؤں گی آپ کو۔"
"مجھے حیرت ہو رہی ہے اور خوشی بھی کہ تم نے اس کی اب تک حفاظت کی۔"
"اور اس پھول میں اب تک ہلکی سی خوشبو ہے۔"
"تم کتنی عجیب سی باتیں کر رہی ہو۔"
"عجیب کیوں؟"
"اس سے قبل کبھی تم نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔"
"ضرورت ہی نہیں پڑی تھی مگر شہاب اب شاید آپس میں بات کرلینا ضروری ہو گیا تھا۔"
"تم ٹھیک کہہ رہی ہو، اب مجھے کل کا شدت سے انتظار ہے۔"
"پھر اب اجازت دیں۔"
"اللہ حافظ۔"

☆☆☆

وہ اپنے آفس میں بیٹھی تھی، گھڑی کی سوئیوں نے گیارہ بجائے اور وہ ٹھیک وقت پر آن پہنچا تھا۔
"میڈم شہاب صاحب آئے ہیں۔" چپراسی نے آکر کہا تھا۔
"انہیں اندر بھیج دو اور دیکھو میری ضروری میٹنگ ہے ابھی کسی اور کو اندر مت بھیجنا۔"
چپراسی چلا گیا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ کتنا بدل گیا تھا۔ عمر کے اس حصے میں وہ بہت ہی ہینڈسم اور باوقار... لگ رہا تھا اور وہ زیادہ عمر کا تھا بھی نہیں، ارسلہ کا کلاس فیلو اور اسی کا ہم عمر تھا۔ دونوں نے خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ارسلہ نے کہا۔

"پلیز بیٹھ جایئے۔" وہ بیٹھ گیا۔

"آپ بہت چینج ہو گئے ہیں۔" وہ بھی بیٹھ گئی۔

"اچھا مگر آپ بالکل ویسی کی ویسی ہی ہیں ذرا بھی نہیں بدلیں۔"

"لیکن حالات کتنے بدل گئے ہیں۔ میرا تو سب کچھ ہی بدل گیا، کچھ بھی باقی نہیں بچا۔"

"یہ سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے ارسلہ مگر میں تمہاری ہمت اور حوصلے کو سراہتا ہوں، تم نے بہت اچھی طرح سے اپنی زندگی کو مصروف رکھا۔"

"اگر باقر ماموں رحمت کا فرشتہ بن کر نہ آ گئے ہوئے تو نہ جانے میرا کیا حشر ہوتا۔"

"میں پھر کہوں گا یہ سب خدائی کام ہیں، اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی کو وسیلہ بنا دیتا ہے۔ دنیا اسی طرح چل رہی ہے اب دیکھو تمہارے تایا ابو بھی آئے۔"

"واقعی ان کے آنے کی تو امید بھی نہیں تھی۔"

"اب سب ہی آ رہے ہیں، تمہاری باجی اور سر علی اور ان کے والدین، اس کے علاوہ میرے چچا کی فیملی بھی آئے گی۔"

"خالہ جان سے ملے بھی بہت عرصہ ہو گیا۔"

"دیکھو ہمارے گھروں میں رونقیں اترنے والی ہیں۔"

"آپ بتائیں کیا کرتے رہے اتنے دنوں۔"

"تمہیں ڈھونڈتا رہا تھا اور تمہیں یاد کرتا رہا تھا، یہ شاعری نہیں ہے۔ یہ سچ ہے ارسلہ... کوئی دن کوئی لمحہ ایسا نہیں تھا جب میں نے تمہارے لیے سوچا نہ ہو اور میری اس خواہش کو شروع ہی سے میری ماں بھی جانتی تھیں اور میری مرحومہ بہن بھی۔"

"اور اگر میں آپ کو نہ ملتی تو.....؟"

"میں یہ بات کیوں سوچوں، میں صرف اچھی بات سوچتا ہوں، مجھے اتفاق سے سعدیہ بازار میں مل گئی تھیں تو میں نے ان کا فون نمبر لیا اور اس طرح تم تک رسائی ہو گئی ورنہ میں اب کوئی اور ترکیب آزماتا۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً، ٹی وی والوں سے رابطہ کر کے تمہارا پتا معلوم کرتا۔"

"اس سے پہلے کیوں ایسا نہیں کیا؟"

"میں نے ایک رسالے سے رابطہ کیا تھا مگر انہوں نے نمبر بتانے سے انکار کر دیا تھا کہ ہم خواتین کے فون نمبر کسی کو نہیں دیتے۔"

"ہاں، تو قانون ہے اگر کوئی جان پہچان والا مانگے تو دے دیتے ہیں۔"

"بس کوشش میں لگا ہوا تھا بہر حال اللہ تعالیٰ نے میری سن لی۔"

"اللہ میاں سے بہت قریبی تعلقات ہیں آپ کے۔"

"بہت قریبی..... ارسلہ ہم سب حج کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اور پتا ہے میں نے خانہ کعبہ کے سامنے اور مسجد نبوی میں بیٹھ کر تمہارے لیے دعا کی تھی پھر دعا کیوں نہ قبول ہوتی۔"

"آپ کتنے خوش نصیب ہیں وہ سب کچھ دیکھ چکے ہیں جس کو دیکھنے کے لیے میری آنکھیں ترستی ہیں۔"

"میں تمہیں لے کر جاؤں گا..... ارسلہ میں پہلی فرصت میں تمہیں حج کراؤں گا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔"

"آپ اوپر چلیں میرے گھر، میں آپ کو ایک چیز دکھاؤں گی۔"

"تم اوپر رہتی ہو۔"

"جی ہاں، باقاعدہ اچھا سا گھر ہے۔ کچھ اضافی کمرے بھی ہیں۔"

پھر اس نے گھنٹی بجائی۔ چپراسی آ گیا۔

"تم صاحب کو اوپر لے جاؤ میرے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ میں آ رہی ہوں۔" چپراسی شہاب کو اپنے ساتھ لے گیا۔

تھوڑی دیر میں ارسلہ بھی اوپر آ گئی۔ پہلے وہ بیڈ روم میں گئی اور شہاب کا دیا ہوا گلاب کا پھول جو اس نے فریم کرا لیا تھا، اٹھایا پھر ڈرائنگ روم میں آ گئی۔

"یہ دیکھیے..... وہی پھول ہے جو اٹھارہ برس پہلے آپ نے مجھے دیا تھا۔"

"واقعی..... کتنا خوب صورت لگ رہا ہے، خشک ہونے کے باوجود اس کی دلکشی قائم ہے۔"

"آپ کو وہ شعر بھی یاد ہو گا۔"

"کیوں نہیں..... تم نے لکھا تھا۔

ایک لمحہ خوشی کا آہٹ کا
جب کتابوں میں پھول ملتے ہیں"

"آپ کا حافظہ اچھا ہے۔"

"اپنے انٹرسٹ کی بات یاد رہتی ہے۔" پھر دونوں خاموش ہو گئے جیسے کرنے کے لیے کوئی بات نہ ہو۔

"ارسلہ تم بتاؤ تمہیں کون سا نگینہ پسند ہے؟"

"مجھے روبی پسند ہے۔"

"میں تمہارے لیے انگوٹھی بناؤں گا تو روبی لگواؤں گا۔" اتنے میں ٹرالی آ گئی۔ چائے کے ساتھ کچھ کھانے پینے کا سامان بھی تھا۔

"ارے اتنا تکلف ارسلہ، میں اس وقت صرف ایک کپ چائے لوں گا۔"

"مگر یہ چھولے کھا کر دیکھیں..... میں نے خود بنائے ہیں۔" شہاب نے ارسلہ کی خاطر تھوڑی بہت چیزیں کھائیں اور چائے کا کپ لے کر بیٹھ گیا۔

"ارسلہ تمہیں نگی یاد ہے؟"

"ہاں، کیوں نہیں وہ بھی کوئی بھولنے کی چیز ہیں، خاصی پرومینٹ شخصیت تھی نگی کی ہمارے ڈپارٹمنٹ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں۔"

"سر رافع کے ساتھ کچھ افیئر تھا ان کا؟"

"وہ خود ایسا کہا کرتی تھی مگر ہوا تو کچھ بھی نہیں، آپ سب کچھ جانتے ہوں گے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں، ان کی شادی بیوروکریٹ گھرانے میں ہوئی تھی جو کہ ناکام ہوگئی اور ان کی ایک بچی بھی ہے۔"

"نگی کی بھی شادی ہوگئی تھی اچھی جگہ..... مجھے ایک بار ملی تھی۔"

"کہاں؟"

"ایک شادی میں..... سعدیہ بھی تھی میرے ساتھ وہاں نگی بھی آئی ہوئی تھی اپنے شوہر کے ساتھ ایک بچہ تھا گود میں..... خاصی پرانی بات ہے۔"

"ہاں بھئی، سب ہی ہوگئے اپنے اپنے گھر کے بس ایک ہم ہی بچ گئے تھے، کیوں ارسلہ؟"

"ہم بیکار لوگ ہیں اسی لیے بچ گئے۔"

"ایسا نہ کہو ارسلہ، ہم ایک دوسرے کے لیے بنے تھے اسی لیے بچے ہوئے ہیں ابھی تک۔"

تھوڑی دیر بیٹھ کر شہاب نے اجازت چاہی اور ارسلہ کے گھر سے چلا گیا۔

شہاب سے مل لینے کے بعد وہ کافی حد تک خود کو مطمئن محسوس کر رہی تھی۔ اس سے مل لینا بے حد ضروری تھا۔ اب جبکہ پورا خاندان یہی چاہتا تھا اور شہاب کے گھر والے بھی اس کے متمنی تھے تو پھر اسے بھی ذہنی طور پر تیار ہو جانا چاہیے تھا۔

☆☆☆

رات کو ڈنر میں کافی لوگ موجود تھے۔ ننھی خالہ کو بطورِ خاص شامل کیا گیا تھا۔ جب انہیں پتا چلا کہ ارسلہ بیٹی کے رشتے کی بات ہو رہی ہے تو وہ بے حد خوش ہوئیں۔

شہاب کی والدہ اور ان کی نواسیاں آئی تھیں۔ سعدیہ، قاسم اور سعدیہ کی والدہ بھی تھیں۔ باقر ماموں نے اپنے دو دوستوں کو بھی بلا لیا تھا۔ سب ہی لوگوں نے شہاب کو بے حد پسند کیا۔

ارسلہ الگ ہی رہی، کھانے کے وقت ساتھ ہوگئی تھی۔ شہاب کی امی ارسلہ سے ملیں اور اسے لپٹا کر ڈھیروں دعائیں دیں۔

"بہت پیاری ہے میری بیٹی۔" وہ بے حد خوش تھیں۔

آج یہ بات طے ہوگئی تھی کہ سلمٰی کے آنے کے بعد باقاعدہ رشتہ آئے گا اور تاریخ رکھ دی جائے گی۔

ارسلہ نے ڈاکٹر ثریا کو فون کیا تھا۔

"ارے ارسلہ، میں تو تمہیں یاد ہی کر رہی تھی کیسی ہو تم؟"

"میں ٹھیک ہوں، آپ پھر آئی ہی نہیں، نہ ہی فون کیا۔"

"واقعی میں مصروف رہی مگر تمہیں بھولی نہیں ہوں۔"

"آپ کو ایک خبر سنانی تھی۔"

"ہاں بھئی، سناؤ الو جلدی سے۔"

"میرے تایا ابو امریکا سے آئے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ میری بہن اور بہنوئی لندن سے آنے والے ہیں۔ ان کے ساتھ خالہ جان اور خالو جان بھی آئیں گے اور ان سب کی موجودگی سے فائدہ اٹھا کر میرے گھر کے بزرگ مجھے رخصت کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔"

"ارے واہ..... یہ تو بہت ہی زبردست خبر ہے، کب ہو رہی ہے شادی؟"

"ابھی تاریخ رکھی تو نہیں گئی مگر جنوری میں ہوگی۔ ابھی دسمبر ہے اور باجی آنے والی ہیں۔"

"کس سے ہو رہی ہے شادی۔"

"بڑی دیر بعد یہ سوال پوچھا آپ نے؟ ایک لڑکا ہے۔" ثریا ہنسنے لگیں۔

"یہ کیا بات ہوئی، کون ہے کیا کرتا ہے، نام کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔"

"شہاب احمد نام ہے، میرا کلاس فیلو رہ چکا ہے مگر اس نے بی اے کی ڈگری نکلوائی تھی اور ایم اے کے لیے انگلینڈ چلا گیا تھا۔ اب کراچی میں ایک فرم کا ایم ڈی ہے..... اس کے ساتھ اس کی ماں ہیں، باقی رشتے دار انگلینڈ میں ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے تم اسے جانتی ہوگی؟"

"جی ہاں..... میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں، بہت اچھا لڑکا ہوا کرتا تھا۔ پوزیشن لینے والا لیکن اس کے بعد میں اس سے کبھی نہیں ملی۔ اب ملی ہوں جب اس نے رشتے کی بات کی۔"

"بہت خوشی ہو رہی ہے، میں آؤں گی تمہارے پاس۔"

فون کر کے آئیے گا کیونکہ ان دنوں کبھی میں اس گھر میں ہوتی ہوں اور کبھی ڈیفنس میں باقر ماموں کے گھر..... تایا ابو بھی وہیں رہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے فون کر کے ہی آؤں گی اور رافع سے بات ہوئی تھی تمہاری؟"

"جی ہاں ہوگئی تھی۔ میں نے منع کر دیا تھا۔"

"پھر انہوں نے کیا کہا؟"

"چھوڑیں اس بات کو ڈاکٹر ثریا..... میں ہر بات بھلا چکی ہوں۔ انہوں نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا اور میں اپنی زندگی میں کسی جھوٹ کو شامل نہیں کر سکتی۔"

"میں تمہاری اچھی زندگی کے لیے ہمیشہ دعا گو رہوں گی۔"

"جس دن بات طے کرنے سب آئیں گے میں آپ کو بھی بلا لوں گی۔"

"اچھا پھر خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔"

☆☆☆

باقر ماموں کا گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ سلمٰی عابد ان کے بچے اور عابد کے ماں باپ بھی آ چکے تھے۔ ارسلہ کی شادی طے ہو چکی تھی۔ شادی کا پورا خرچ تایا ابا نے اپنے ذمے لے رکھا تھا۔ یہ ان کی خوشی تھی۔ تمام عمر کی

Scan & PDF FIAZ AHMED
FriendsKorner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لاتعلقی کا ازالہ تھا اور ارمان بھی کہ ان کی اپنی بیٹیوں کی شادیاں اس طرح نہیں ہو سکی تھیں..... انہوں نے خود ہی... کورٹ میرج کر لی تھی۔ امریکن داماد وں سے ان کا کوئی رابطہ نہیں تھا۔ بہر حال اب وہ اپنی زندگی کی پہلی خوشی دیکھ رہے تھے۔ برات کا انتظام ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں کیا تھا۔ سلمٰی، تایا ابا سے مل کر اس قدر خوش تھی جیسے اسے پورے جہان کی دولت مل گئی ہو۔ ابو کی موت کے بعد اب وہی تو تھے اس گھر کے بزرگ اور اب تو امی بھی زندہ نہیں تھیں انہوں نے بڑی جلدی دنیا چھوڑ دی تھی۔ سب کو ان ہی کا خیال آ رہا تھا۔

''آج اگر خالدہ زندہ ہوتیں تو کتنا خوش ہوتیں؟'' باقر ماموں نے کہا۔

''واقعی، امی کو ارسلہ کی بے حد فکر تھی، کتنا ارمان تھا ارسلہ کی شادی کا مگر یہ مانتی ہی نہیں تھی وہ حسرت لیے چلی گئیں اس دنیا سے۔'' سلمٰی نے کہا۔

''آج خالدہ کی روح خوش ہوگی، اس کی بیٹی بیاہی جا رہی ہے۔'' باقر ماموں افسردگی سے کہہ رہے تھے۔ بہت سی پرانی باتیں ذہن میں آ رہی تھیں جنہیں صرف وہ ہی سمجھ سکتے تھے۔

اگرچہ سب کچھ جلدی میں طے ہوا تھا مگر پھر بھی دونوں جانب سے بھرپور تیاری کی گئی تھی۔ آج لڑکے والے مہندی لے کر آ رہے تھے۔ کل برات تھی۔ آج ارسلہ کی کئی سہیلیاں بھی آئی ہوئی تھیں اور ڈاکٹر ثریا بھی موجود تھیں۔ ارسلہ نے پیلا جوڑا پہن رکھا تھا۔ وہ بہت پیاری مگر سوگوار لگ رہی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں مہندی رچا دی گئی تھی۔ شہاب کے نام کی مہندی..... آج آخری دن ہے کل سے وہ پرائی ہو جائے گی۔ شام ڈھلے لڑکے والے آ گئے۔

ارسلہ کی بری بہت عمدہ آئی تھی، جس نے بھی دیکھی تعریف کی ڈھولک گیت گائے جا رہے تھے۔

دستور کے مطابق تمام رسمیں ہوئیں اس کے بعد رات کا کھانا ہوا..... تقریباً گیارہ بجے رات کو مہمان رخصت ہوئے۔ ارسلہ بہت تھک گئی تھی۔

سعدیہ بھی اپنے گھر جا چکی تھی۔ گھر میں صرف رشتے دار ہی تھے۔ سلمٰی نے ارسلہ سے کہا۔

''ارسلہ تم اب اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ..... کل بہت تھکو گی، بیوٹی پارلر والے کئی گھنٹے پہلے سے بلا لیتے ہیں۔''

''ہاں باجی..... اب میں لیٹنا چاہ رہی ہوں، میرا دل بہت خراب ہو رہا ہے۔''

''پگلی، دل کیوں خراب ہو رہا ہے؟''

''امی یاد آ رہی ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ رو دی۔

''اب کچھ مت سوچو، جس کو جانا ہوتا ہے وہ چلا جاتا ہے۔ زندگی کے سب کام جاری رہتے ہیں..... امی ہوتیں تو بہت خوش ہوتیں..... لیکن وہ اب بھی خوش ہوں گی کیونکہ انسان کا جسم مر جاتا ہے روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے..... امی کی روح آج کے دن یقیناً خوش اور مطمئن ہوگی۔''

''بس باجی میرا ذہن کنفیوز سا ہو رہا ہے۔''

''سب ٹھیک ہو جائے گا اب آرام کرو۔'' سلمٰی نے ارسلہ کو اس کے کمرے میں پہنچایا۔

''اب تم کپڑے چینج کرو اور سو جاؤ..... دروازہ بند کر لو میں بھی جا رہی ہوں۔ بچے عابد کو تنگ کر رہے

ہیں۔'' ارسلہ نے دروازہ بند کر لیا۔ آئینے میں خود کو دیکھا۔ وہ کتنی مختلف لگ رہی تھی۔ پیلا جوڑا..... مہندی لگے ہاتھ اور سرخ چوڑیاں..... اس نے آہستہ آہستہ چوڑیاں اتاریں۔ پیلا دوپٹا اتار کر کرسی پر ڈالا۔ اس کے کپڑے کاٹن کے تھے اور یہ کپڑے اسے چینج نہیں کرنے تھے۔ اس لیے وہ بتی بجھا کر سونے لیٹ گئی۔ نائٹ بلب جل رہا تھا، ہلکے نیلے رنگ کی روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ رات کے ساڑھے گیارہ کا عمل تھا، سردیوں کے دن تھے اسی لیے رات جلدی ہو جاتی تھی۔ اس نے کیلینڈر کی طرف دیکھا۔ آج جنوری کی چھ تاریخ تھی اور کل سات جنوری کو اس کا نکاح تھا۔ انسان لاکھ پیچھا چھڑائے، نہ سوچنا چاہے مگر ماضی کو دہراتا ضرور ہے۔ ارسلہ کا بھی کچھ یہی حال تھا۔ اس کا ماضی ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح اس کے سامنے تھا۔ تب ہی اس کا موبائل بج اٹھا۔ اس نے موبائل کان سے لگا لیا۔

''ہیلو۔''

''ارسلہ، میں رافع بول رہا ہوں، پلیز فون بند مت کرنا۔ میری بات سن لینا۔'' ارسلہ کچھ نہ بولی۔

''ارسلہ تم سن رہی ہو نا؟''

''جی کہیے۔''

''ارسلہ میں کل جا رہا ہوں، آسٹریلیا..... پاکستان سے چلے جانا ہی میرے لیے بہتر تھا..... کل رات کی فلائٹ ہے میں نے سوچا آج تم سے بات کر لوں، خدا حافظ کر لوں، دن میں فون اس لیے نہیں کیا کہ ہو سکتا ہے تمہارے پاس وقت نہ ہو تم بات نہ کر سکو۔''

''ارسلہ تم خاموش کیوں ہو پلیز بات کرو کچھ..... کاش میں تم سے مل سکتا۔ ایک بار ہی سہی..... اگر تم کل امیگریشن رپورٹ..... حالانکہ ایسا ممکن تو نہیں پھر بھی.....''

''رافع صاحب آپ کے فون کرنے کا شکریہ..... میری سمجھ میں نہیں آ رہا میں آپ سے کیا بات کروں؟''

''کوئی بھی بات کرو..... یقین کرو ارسلہ اس کے بعد میں تم... کو فون نہیں کروں گا، یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔''

''آپ کو پتا ہے کل میری شادی ہے۔''

''تمہاری شادی کل ہے اور اس وقت تم کیا کر رہی تھیں؟'' ان کے لہجے میں بے تابی تھی۔

''اس وقت میں نے پیلا جوڑا پہن رکھا ہے اور میرے ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی ہے۔ سارے مہمان رخصت ہو چکے ہیں، میں اپنے کمرے میں ہوں اور آپ سے بات کر رہی ہوں۔''

''کاش میں تم... کو دیکھ سکتا۔ مہندی لگے ہاتھوں کو تھام سکتا۔ مگر نہیں..... مجھے ایسا سوچنا بھی نہیں چاہیے۔ یہ مقدس ہاتھ ہیں، کسی کی امانت..... وہ بہت نصیب والا شخص ہوگا جس کی تم شریکِ سفر بننے جا رہی ہیں، میرے نصیب میں محرومیاں لکھی تھیں، وہی سمیٹ کر جا رہا ہوں، اس ملک سے جہاں تم رہتی ہو..... ارسلہ مجھے معاف کر دینا۔'' رافع کی آواز میں سارے جہاں کا درد تھا۔ لہجہ ٹوٹا ہوا تھا اور ارسلہ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

''بولو ارسلہ، تم نے مجھے معاف کر دیا نا؟''

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آپ کس بات کی معافی مانگ رہے ہیں؟"

"ارے تم رو رہی ہو، میں تمہاری آواز سے سمجھ سکتا ہوں۔ ارسلہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا اگر دل چاہے تو یقین کر لینا میری بات پر..... مجھے وہ تمام لمحات ہمیشہ یاد رہیں گے جو میں نے پچھلے دنوں تم سے باتیں کر کے گزارے۔ جب روزانہ رات کو ٹیلی فون پر بات ہوتی تھی، جب تم اپنا گیت سناتی تھیں۔ جب تمہاری خوب صورت آواز میرے کانوں میں رس گھولتی تھی، ارسلہ میں تمہارا گیت روز سنتا ہوں۔ بار بار سنتا ہوں میرے پاس سی ڈی ہے، ہاں تمہیں اس گیت پر ایوارڈ بھی مل رہا ہے بہت بہت مبارک ہو۔"

"شکریہ رافع..... آپ میرے لیے دعا کیجیے گا۔"

"ضرور..... خدا کرے تم ہمیشہ خوش رہو، شاد آباد رہو..... کل میں جا رہا ہوں گا تو تم کسی کی ہو رہی ہو گی۔ اب زندگی میں شاید ہی کبھی تم سے ملاقات ہو۔ اچھا اب اجازت دو، آرام کرو، خدا حافظ۔"

"رافع آپ پرانی باتوں کو بھول جائیے گا اور میرا نام کبھی اپنی زبان پر نہ لائیے گا۔"

"ایسا ہی ہو گا ارسلہ، مجھے تمہاری عزت دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پیاری ہے..... تم اطمینان رکھو، میری زبان پر تمہارا نام نہیں آئے گا مگر دل ہمیشہ اس نام کے ساتھ دھڑکے گا، ہر وہ لمحہ جو تمہارے حوالے سے گزرا اس کی یاد میرا سرمایہ ہے اور اسی سرمائے کے سہارے میں باقی زندگی گزار دوں گا۔"

"خدا حافظ رافع۔"

"خدا حافظ۔" اور پھر فون بند ہو گیا۔ وہ موبائل کو دیکھتی رہی۔ ابھی رافع کی آواز اس کے پاس تھی۔ اب یہ آواز چلی گئی۔ وہ بھی جا رہا ہے۔ اس ملک سے اس کی زندگی سے نکل کر..... اب وہ کبھی نہیں ملے گا۔ اب وہ اس شخص کو کبھی نہیں دیکھ سکے گی جس کے لیے اس نے ہمیشہ سوچا..... ہمیشہ یاد کیا اور پھر خود ہی اس سے ناتا توڑ لیا۔ یہ وہ فیصلہ تھا جو اس کے تمام گھر والوں دوستوں بہی خواہوں نے اس کے لیے کیا تھا اور پھر شہاب کی محبت بھی اس کے سامنے تھی اس کی قربانی..... اس کا انتظار..... اس نے شادی نہیں کی تھی، صرف اس کے لیے اسے ڈھونڈ لیا، پا لیا۔

"سب خوش ہیں..... سب کی خوشی پوری ہو رہی ہے، شاید میں بھی خوش ہوں..... مجھے خوش ہونا ہی چاہیے..... سب کہتے ہیں ایسے رشتے نصیب والوں کو ملتے ہیں۔ میں بھی نصیب والی ہوں۔ پھر آنکھیں اشک کیوں برساتی ہیں۔ یہ رم جھم کیوں ہو رہی ہے۔ دل چپکے چپکے کیوں سہا جا رہا ہے۔ کوئی نوکیلی شے ہے جو دل کو چھید رہی ہے۔ کوئی چبھن ہے، کوئی یاد، کوئی آواز۔ یہ کیسا شور ہے جو میرے اندر اٹھ رہا ہے۔ الٰہی یہ کیسی آواز ہے جو مجھے کھینچ رہی ہے بلا رہی ہے۔ میں اب کچھ سننا نہیں چاہتی تھی، کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی پھر اس نے مجھے آواز کیوں دی، کیوں یاد دلایا وہ سب کچھ جو میں نے مٹا ڈالا تھا اب جبکہ وہ جا ہی رہا تھا تو مجھے جدائی کی نوید سنانے کیوں فون کر بیٹھا۔ یہ اس نے اچھا نہیں کیا۔" اس کا جی چاہا وہ ننگے پاؤں نکل بھاگے، دوڑ کر پکڑ لے اس کو اتنی مضبوطی سے اسے پکڑے کہ وہ خود کو چھڑا نہ سکے۔ اس کے پاؤں کی زنجیر بن جائے۔ یہ دنیا والے، یہ رسم و رواج، اچھائی برائی کے خود ساختہ اصول اور بے نام سی مسرتیں..... ان سب کو مٹا ڈالے اور کوئی معجزہ ہو جائے کوئی انہونی ہو جائے، زندگی میں صرف وہ ہو اور اس کا محبوب، وہ تمام زندگی لکھتی رہے، گاتی رہے، صرف اس

کے لیے، محبت کے گیت، ملن کے گیت، سجی لگن کے گیت، پوری دنیا کو ٹھوکر مارے اور اسی کی ہو جائے مگر یہ سب خوابوں کی باتیں تھیں، خیالوں کی باتیں..... وہ تمام رات سو نہ سکی..... روتے روتے صبح ہو گئی۔ آج وہ پرائی ہو جائے گی۔ آج کے بعد وہ کبھی رافع کو یاد نہیں کرے گی۔ اس نے تھک کر آنکھیں موند لیں۔ باجی اس کے کمرے میں آ گئی تھیں۔

"ارے تمہاری آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں کیا روتی رہی ہو ساری رات؟"

"مجھے نیند نہیں آ رہی تھی باجی۔"

"مگر بات کیا ہوئی؟"

"کوئی بات نہیں ہوئی۔" وہ پھر رو دی۔

"سچ بتاؤ ارسلہ، ورنہ میں پریشان ہو جاؤں گی۔"

"باجی رات کو رافع کا فون آیا تھا۔"

"رافع کا فون؟ اسے کس نے بتایا کہ تمہاری شادی ہو رہی ہے۔"

"اسے کسی نے نہیں بتایا..... وہ تو اپنے جانے کی اطلاع دے رہا تھا مجھ سے آخری بار بات کر رہا تھا۔ باجی وہ آج رات چلا جائے گا پاکستان سے، آسٹریلیا جا رہا ہے، باجی اب میں اسے کبھی نہیں دیکھ سکوں گی، کبھی بھی نہیں۔" سلمیٰ نے ارسلہ کو گلے لگا لیا۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو ارسلہ..... یہ وقت ان باتوں کا نہیں اگر وہ جا رہا ہے تو اسے جانے دو..... یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے اس کی اپنی زندگی ہے۔ جیسے چاہے گزارے، تم اپنی زندگی گزارو، تمہیں اس سے کیا لینا۔"

"ہاں باجی یہی تو رونا ہے کہ مجھے اس سے کیا لینا..... میں نے خود ہی اسے کھو دیا۔"

"ارسلہ اسے بھول جاؤ..... وہ کبھی بھی تمہارا نہیں تھا اگر وہ تمہارے لیے مخلص ہوتا تو تم سے شادی کرتا..... اپنی شادیاں نہ کرتا بار بار..... سنو ارسلہ میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا کہ تم افسردہ نہ ہو عابد جانتے ہیں کہ رافع نے امریکا میں بھی شادی کی تھی۔ بیوی بہت اچھی تھی مگر اس کی بن نہ سکی۔ علیحدگی ہو گئی پھر کراچی آ کر وزیر کی بیٹی سے شادی کی..... اس سے بھی علیحدگی ہو گئی اور ایک بچی بھی تمغے میں مل گئی..... ایسے آدمی کا کیا بھروسا۔ ارسلہ..... ذرا خود سوچو..... ہم سب تو پریشان تھے جب تم نے رافع کے حق میں فیصلہ کیا تھا۔"

"آپ لوگوں کی خاطر تو میں نے فیصلہ تبدیل کیا۔"

"اور تمہیں اس بات کا تعجب نہیں ہوا کہ وہ امریکا میں بھی شادی کر چکا تھا۔"

"یہ بات مجھے معلوم ہے باجی۔"

"ارے تم جانتی ہو؟"

"ہاں باجی..... میں جانتی ہوں۔"

"پھر بھی اس کے لیے رو رہی ہو؟"

"بات تو اپنے دل کی ہوتی ہے باجی..... یہ دل کسی کے لیے کبھی راضی ہوا ہی نہیں..... کسی کا نام سن کر دھڑکا ہی نہیں، میں نے کہیں پڑھا تھا..... ہر انسان کے جسم سے لہریں نکلتی ہیں اور جب دو انسانوں کے جسم سے نکلنے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

والی لہروں کی فریکوئینسی مل جاتی ہے تو ان کے درمیان محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک خاص قسم کی کشش پیدا ہوتی ہے جو کسی اور کے ساتھ پیدا نہیں ہو پاتی۔ باجی شہاب کے لیے میرے دل میں کوئی ہلچل نہیں..... میری اور اس کی فریکوئینسی نہیں ملتی اور رافع کے ساتھ بھی یہی ہوا ہوگا۔ اس کی فریکوئینسی نہ پہلی بیوی سے ملی نہ دوسری سے۔ صرف مجھ سے ملتی تھی، صرف مجھ سے..... یہ ایک سچ ہے۔ مجھے کہہ لینے دیجیے..... کیونکہ آج کے بعد میں کچھ نہیں کہوں گی۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا فلسفہ درست ہو مگر میری بہن میری ایک بات غور سے سنو..... دنیا کا کوئی شوہر خواہ وہ اپنی بیوی کو کتنا ہی چاہتا ہو یہ بات برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی کی زندگی میں کوئی اور بھی ہے..... تم کبھی شہاب کے سامنے رافع کا نام مت لینا..... کوئی ذکر نہ کرنا..... کوئی خوبی بھی بیان مت کرنا..... میری بات گرہ سے باندھ لو۔"

"میں جانتی ہوں..... اس کا نام اب میری زبان پر کبھی نہیں آئے گا مگر میری نظموں میں میرے گیتوں میں انہی کی شبیہہ ہوگی، انہی کا سایہ ہوگا..... میرے گیت اب زیادہ مقبول ہوں گے کیونکہ جدائی کا کرب اس میں شامل ہوگا۔"

"ارسلہ تم غلطی پر ہو..... ایک وقت ایسا ضرور آئے جب تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ اب تم بچی نہیں ہو نہ ٹین ایجر ہو۔ اپنا اندازِ فکر تبدیل کر لو۔"

"باجی میں نے یہ باتیں صرف آپ سے کی ہیں، کبھی سعدیہ سے بھی کچھ نہیں کہا اور آپ عابد بھائی کے سامنے کچھ نہ کہیے گا۔"

"ظاہر ہے میں تمہاری بے عزتی کس طرح کر سکتی ہوں..... اب جاؤ ہاتھ منہ دھو لو بلکہ نہا کر فریش ہو جاؤ..... ناشتا تیار ہو رہا ہے۔"

☆☆☆

ارسلہ کی برات بہت شان سے آئی..... ارسلہ دلہن بن کر بے حد خوب صورت لگ رہی تھی۔ اس سے قبل اس نے کبھی میک اپ نہیں کیا تھا اور نہ ہی وہ زیورات پہننے کی عادی تھی مگر آج تمام زندگی کی کسر پوری ہو گئی تھی۔ شہاب دولھا بن کر بہت اچھا لگ رہا تھا۔ سفید پھولوں کا موٹا ہار گلے میں ڈالا گیا تھا۔

دونوں جانب سے بہت اچھے معزز مہمان تھے۔ ناظمہ میموریل اسکول کا پورا اسٹاف بھی مدعو تھا۔ تایا ابو نے شادی کا انتظام فائیو اسٹار ہوٹل میں کیا تھا۔

مہمانوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی مگر سب نے وقت کی پابندی کی اور تمام کام وقت پر ہو گیا..... کھانا کھانے کے بعد رخصتی کا وقت آیا۔

تایا ابو، باقر ماموں، خالہ جان اور خاندان کے سب ہی بزرگ موجود تھے۔ عابد بھائی اور سلمیٰ بھی تھیں، عابد کی چھوٹی بہن عرشیہ بھی فیملی کے ساتھ موجود تھی۔ بزرگوں کی دعاؤں اور قرآن حکیم کے سائے میں ارسلہ کو رخصت کیا گیا۔

وقتِ رخصت ارسلہ اپنے آنسو نہ روک سکی۔ سب ہی کی آنکھیں اشک بار تھیں، یہ قدرتی عمل تھا۔ ایسے وقت آنسو آ ہی جاتے ہیں۔ ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔

شہاب کے چچا چچی بھی آئے تھے اور چچازاد بھائی جو کہ مرحومہ بہن کے شوہر تھے وہ بھی موجود تھے اور ان کی بیوی آسیہ بھی تھی جو کہ مزاجاً بہت ہی اچھی لڑکی تھی۔ آسیہ نے شہاب کی بہن بن کر اُدھر کا سب کام سنبھال لیا تھا۔ شہاب کے گھر جا کر حسبِ پروگرام رسمیں شروع ہو گئیں..... لڑکی کے گھر والے ساتھ گئے تھے۔ بالآخر رات کے بارہ بجے سب اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے اور آسیہ نے ارسلہ کو حجلۂ عروسی میں پہنچا دیا۔

ارسلہ اس وقت کمرے میں تنہا تھی اس نے ایک طائرانہ نگاہ کمرے پر ڈالی، کمرے کو بے حد خوب صورتی سے سجایا گیا تھا پھولوں کی بہتات تھی، گلاب کی کلیوں سے پوری دیواریں سجا دی گئی تھیں۔ کمرے کی فضا پرفیوم سے معطر کر دی گئی تھی اور تب ہی کمرے کا دروازہ کھلا اور شہاب اندر داخل ہوا اس نے دروازہ بند کر دیا۔

ارسلہ کا دل دھڑک اٹھا۔ ہاتھ پاؤں میں سنسنی سی ہونے لگی۔

"یا اللہ یہ مجھے کیا ہو رہا تھا۔ اس سے قبل تو شہاب کے لیے میں نے کبھی کوئی جذبہ محسوس ہی نہ کیا۔ مگر آج....." جیسے سب کچھ بدل گیا تھا۔ نکاح کے بول وہ جادو رکھتے ہیں جو دو اجنبیوں کو بھی ایک دوسرے کا گرویدہ کر دیتے ہیں اور یہاں تو اجنبیت تھی بھی نہیں..... وہ شہاب کی محبت تھی؟ اس کی آرزو..... اور وہ خود..... اس شادی میں اس کی رضامندی شامل تھی۔

شہاب نے اس کا حنائی ہاتھ تھام لیا اور روبی جڑی انگوٹھی اسی کی نازک سی انگلی میں پہنا دی۔ "ارسلہ تم بہت اچھی لگ رہی ہو..... بے حد پیاری..... بلکہ تم تو ہو ہی اچھی..... کتنا لمبا انتظار کروایا تم نے..... پہلے ہی بات مان لی ہوتی تو....."

"جو وقت گزر گیا سو گزر گیا..... اب اس کا ذکر کیا؟" اس نے آہستہ سے کہا۔

"واقعی..... ہمیں ان لمحات کو امر بنا لینا چاہیے..... ارسلہ ہم کبھی کوئی پرانی بات نہیں دُہرائیں گے، ہم ہمیشہ خوش رہیں گے۔ ایک دوسرے کے لیے..... دوست بن کر..... تم خوش ہو نا ارسلہ؟"

"جی ہاں، میں خوش ہوں اور مطمئن بھی۔"

"پھر فیصلہ کرنے میں اتنی دیر کیوں کر رہی تھیں؟"

"میں چاہتی تھی اس فیصلے میں بڑوں کی مرضی شامل ہو۔"

"یہ تو ٹھیک بات کی تم نے۔"

"اس کے علاوہ بھی ایک بات تھی۔"

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ اچانک اتنے عرصے بعد شادی کرنا کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔"

"یہ بات تمہاری بالکل ٹھیک نہیں ہے..... ابھی کہاں دیر ہوئی، ابھی تو بچھڑے تھے ہم اور ابھی مل گئے..... اچھا تم چینج کر لو..... میں وضو کرنے جا رہا ہوں..... میں نے ابھی تک عشا کی نماز نہیں پڑھی اور پھر شکرانے کی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner .com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نفلیں بھی تو پڑھتی ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ واش روم چلا گیا۔۔اور ارسلہ آہستہ آہستہ زیورات اتارنے لگی۔

☆☆☆

ارسلہ کے سسرال اور میکے کے سارے لوگ ٹیلی وژن کے سامنے بیٹھے تھے۔آج ارسلہ کے ایوارڈ کا پروگرام آنا تھا۔یہ لائیو پروگرام تھا۔ارسلہ شہاب کے ساتھ گئی تھی۔

اگر ملنا نہیں ہمدم کے حوالے سے ایوارڈ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔بہترین ڈراما نویس، ایکٹر، ایکٹریس، ڈائیریکٹر سب ہی کو ایوارڈ دیے گئے اور اب ارسلہ کی باری تھی۔اسے اسپیشل ایوارڈ دیا جارہا تھا۔

ڈرامے کی کامیابی کا سہرا اس ٹائٹل سانگ پر تھا جو ارسلہ کی آواز میں ریکارڈ کیا گیا تھا اور لکھا تو تھا ہی اس نے،اس سے پہلے بھی اس کے ٹائٹل سانگ چلتے رہے تھے اور پسند کیے جارہے تھے۔وہ ایک شاعرہ کی حیثیت سے بھی پاپولر تھی۔اس کے بے شمار انٹرویوز لیے جاچکے تھے اور پھر ارسلہ باقی عثمانی کا نام پکارا گیا۔آج اس نے نیلے ستاروں والی جارجٹ کی ساڑی پہنی تھی اور کانوں میں آویزے بھی تھے۔

اس کی شادی کو صرف ایک ہفتہ ہی ہوا تھا اس کے ہاتھوں کی مہندی بھی ابھی ٹھیک سے نہیں چھوٹی تھی۔ ہلکے میک اپ اور ہلکی جیولری کے ساتھ وہ بے حد خوب صورت لگ رہی تھی۔وہ اسٹیج پر گئی تو ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔کمپیئر نے اس سے چند باتیں کیں۔

''آپ کو کیسا محسوس ہورہا ہے آج؟''

''میں بہت خوش ہوں..... مجھے یہاں آنا اچھا لگ رہا ہے لیکن میں ایک بات کی وضاحت کردوں کہ اب میں ارسلہ شہاب کے نام سے لکھا کروں گی۔میری شادی ہوگئی ہے۔'' ایک بار پھر تالیاں گونج اٹھیں۔

''کب ہوئی آپ کی شادی؟''

''ایک ہفتہ قبل۔''

''آپ کے شوہر ساتھ آئے ہیں؟''

''جی ہاں..... وہ موجود ہیں۔''

پھر شہاب احمد کو اسٹیج پر بلایا گیا۔وہ باوقار چال چلتا ہوا اسٹیج پر ارسلہ کے برابر کھڑا ہوگیا۔

''آپ دونوں کو شادی بہت بہت مبارک ہو۔''

''شکریہ۔'' شہاب نے کہا۔

''آپ لوگ اپنی جگہ پر تشریف رکھیں..... بہت شکریہ آپ کی آمد کا۔'' وہ دونوں واپس اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ارسلہ باقی عثمانی اب ارسلہ شہاب کے نام سے لکھتی ہے اور اس کے گیت ڈراموں کی کامیابی کی ضمانت سمجھے جاتے ہیں۔

☆☆☆

ختم شد

کوئی گمان بھی نہیں

تحسین اختر

زندگی خوب صورت تھی اور حسن کی ہمراہی نے اسے مزید خوب صورت بنادیا تھا جب وہ دلہن بن کر حسن کے ساتھ اس کے گھر گئی تھی تو اس کے ملنے والوں نے بہت سی باتیں بنائی تھیں۔

''دلہن خوب صورت نہیں ہے۔''

''حسن اور اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔'' اڑتی اڑتی یہ باتیں اس کی سماعتوں سے بھی ٹکرائی تھیں، وہ پتھر کا بت بنی بیٹھی رہی تھی۔اسے دنیا والوں سے کوئی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سروکار نہ تھا اسے تو بس ایک ہی شخص سے غرض تھی۔ ایک ہی شخص کی فکر تھی کہ وہ اس کے بارے میں کیا کہتا ہے اور شادی کی پہلی رات یہ تمام اندیشے ہوا میں تحلیل ہوگئے تھے جب حسن نے اس کا ہاتھ تھام کر اس سے عہد کیا تھا کہ اگر اس نے اسے اپنی زندگی میں شامل کیا ہے تو اپنی خوشی سے کیا ہے اور وہ اس بندھن کو تمام عمر نبھائے گا۔ رات کے اندھیرے میں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ کم فہم اور زبان دراز لوگوں کی باتوں پر اونچے اونچے قہقہے لگائے اور دل کھول کر ان کا مذاق اڑائے کہ سہاگن وہی ہوتی ہے جو پیا من بھاتی ہے۔

دلھنا پے کے کچھ دنوں تک تو حسن کی بھابیوں نے اس کے ناز اٹھائے تھے مگر جب دلھنا پے کے دن تمام ہوئے اور زندگی اپنی روٹین پر آگئی تو انہوں نے عقیلہ کے ذمے کاموں کی ایک لمبی فہرست لگادی تھی۔ وہ گھبرا کر حسن کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔ ان کے گھر میں تو دو ہی بندے تھے وہ اور اماں اور دو بندوں کا کام ہی کتنا ہوتا ہے اور یہاں حسن کے پانچ بھائی اور پانچ بھابیوں اور ڈھیروں ڈھیر بچوں کے لامحدود کام کون کرتا۔

شادی کے دو ہفتے بعد وہ اور حسن اماں کے پاس آگئے تھے۔ اماں نے تا دیر دونوں کو اپنے سینے سے لگائے رکھا تھا۔ پچھلے دو ہفتے تنہائی میں انہوں نے جس طرح کاٹے تھے، وہی جانتی تھیں۔

''عقیلہ تو تو بہت بدل گئی ہے۔'' وہ جو کچن کا منہ نہیں دیکھتی تھی اب کافی دیر سے گرمی میں لگی ہوئی تھی۔ نغمہ بیگم اس کو بڑے غور.... اور انہماک سے دیکھ رہی تھیں کہ جو اماں کے ہزار کہنے پر بھی باورچی خانے کا منہ نہیں دیکھتی تھی اور اگر کبھی مارے باندھے جانا پڑ جاتا تو پھر اس کی صورت کے زاویے دیکھنے والے ہوتے تھے اور آج اتنا کام اس نے اکیلے کیا تھا مگر اس کے ماتھے پر ایک شکن بھی نہ آئی تھی۔

''اچھا مگر وہ کیسے؟'' اس نے سلاد بناتے ہوئے ایک پل کے لیے رک کر نغمہ بیگم کو دیکھا۔

''بس تم بدل گئی ہو نا!'' نغمہ نے کہا تھا اور وہ نغمہ بیگم کا اشارہ سمجھ کر ہنس دی تھی۔

''کسی کے لیے خود کو بدلنا پڑتا ہے اور جو مزہ اس تبدیلی میں ہوتا ہے وہ تم کیا جانو اماں۔'' وہ اک جذب کے عالم میں بولی...

''حسن بھائی تمہارے ساتھ خوش تو ہیں نا؟'' یہ سوال محلے کی کئی عورتوں کے دلوں میں اور زبانوں پر تھا۔ نغمہ بیگم نے اس سے پوچھ لیا تھا جانے کیوں ان سب کی تسلی نہیں ہوتی تھی۔

''خوش، بہت خوش ہوں۔'' عقیلہ اک اور ہی سحر میں بولی.... اور اس وقت اس کے چہرے پر جو رنگ اترے تھے، وہ اس کی بات کی تصدیق بھی کرتے تھے۔

''یہ محلے والی عورتیں اتنا کیوں آتی ہیں ہمارے گھر۔'' ایک دن حسن گھر آیا تو محلے کی دو عورتیں اماں کے پاس بیٹھی تھیں، کچھ دیر بعد وہ چلی گئیں تو حسن نے عقیلہ سے کہا تھا۔

''اماں کا دل بہلانے کو گھڑی دو گھڑی آجاتی ہیں۔'' عقیلہ دھلے ہوئے کپڑے تار پر سے اتارتے ہوئے بولی...

''اماں کے دل کو کیا ہوا ہے جو وہ بہلانے آجاتی ہیں۔ مجھے یوں پرائی عورتوں کا ہر وقت گھر میں جمگھٹا لگا کر بیٹھنا پسند نہیں اور نہ ہی میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تم اور اماں بلاضرورت محلے میں آؤ جاؤ، مجھے ایسی عادتیں اچھی نہیں لگتیں۔''

''مگر حسن، وہ کوئی غیر تو نہیں ہیں، انہی لوگوں

کی وجہ سے آج میں اور اماں یہاں سکون سے بیٹھے ہیں، انہوں نے ہمارا بہت ساتھ دیا ہے۔ پھر ہم ان کے دکھ سکھ میں شریک نہیں ہوں گے تو اچھا نہیں لگتا نا۔''

''بس مجھے زیادہ دلیلیں مت دو، میں نے جو کہا ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو اور ہاں اماں کو بھی سمجھا دینا۔'' وہ سختی سے کہہ کر واش روم میں گھس گیا۔

''اماں حسن نے ایسا کیوں کہا۔'' شام کو جب حسن گھر میں نہیں تھا تو اس نے نغمہ بیگم کو ساری بات بتادی...

''ارے، کیوں پریشان ہوتی ہے، مرد کے موڈ کا پتا تھوڑی چلتا ہے، پل میں تولہ پل میں ماشہ۔''

مگر نغمہ بیگم کی یہ خام خیالی تھی۔ حسن وہ نہیں تھا جو اب تک ان کے سامنے بن کر آیا تھا حسن تو اصل میں وہ تھا جو اپنا نقاب اتار کر اب دونوں بے سہارا عورتوں کے سامنے آرہا تھا۔ اس نے عقیلہ سے دلی جذبات سے مغلوب ہو کر شادی نہیں کی تھی، نہ ہی وہ اس کی عام سی سلونی صورت پر ریجھ گیا تھا اور نہ ہی اسے خالہ کی محبت نے کھینچا تھا۔ اس نے تو عقیلہ سے شادی خاص منصوبے کے تحت کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ان دونوں کے پاس جائداد کے نام پر کافی کچھ ہے۔ اگر نہیں ہے کچھ تو وہ کسی مرد کا کسی مضبوط سہارے کا ساتھ نہیں تھا۔ گھر میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے ماں نے بے حد لاڈ میں بگاڑ دیا تھا۔ ماں خود تو گزر گئی اور جو نقصان حسن کے حصے میں آیا، وہ اسے ان دونوں سے پورا کرنا چاہتا تھا۔ جاب کوئی مستقل وہ کرتا نہیں تھا۔ کام اور محنت سے اس کی جان جاتی تھی۔ ہڈ حرامی اس کی رگ رگ میں اتری ہوئی تھی۔ بھائیوں نے کچھ عرصے تو اس کے ناز اٹھائے تھے مگر آخر کب تک، ہر کسی کی اپنی گھریلو ذمے داریاں اور بے شمار اخراجات تھے اب جبکہ وہ حسن کو بیکار بٹھا کر نہیں کھلا سکتے تھے تو حسن نے عقیلہ کو قابو کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ خالہ کے گھر وہ کافی وقت سے نہیں گیا تھا مگر عقیلہ سے اچھی طرح واقف تھا۔ پھر بھی وہ اچھی امید لے کر خالہ کے گھر گیا تھا کہ شاید گزرتے وقت نے عقیلہ کو بھی قبول صورت بنا دیا ہو مگر عقیلہ کو جب اس نے کڑی دھوپ میں برتن مانجھتے دیکھا جب اس کی سانولی رنگت سورج کی تیز روشنی میں اور دمک رہی تھی، اس کا دل چاہا... کہ اپنے فیصلے پر لعنت بھیجے اور یہاں سے بھاگ جائے۔ وہ بہت حسن پرست تھا اور عقیلہ تو اس کے کسی بھی معیار پر پورا نہیں اتری تھی مگر کبھی کبھی دل کے فیصلے پر دماغ کو فوقیت دینا پڑتی ہے۔ وہ ابھی اتنا پاگل نہیں ہوا تھا کہ اس گھر سے بھاگ کر اپنے مقدر پر ٹھوکر مار لیتا اور پھر پیٹ کا دوزخ بھرنے اور زندگی کی باقی ماندہ ضروریات پوری کرنے کے لیے در در کی خاک چھانتا۔

خالہ سے مل کر اور ان سے باتیں کرنے کے بعد اس نے جانا تھا کہ یہ تو مفت کا مال ہے، خالہ اس کی امی کی باتیں سنا سنا کر اس پر واری صدقے ہو رہی تھیں اور وہ اس وقت بیٹھا سوچ رہا تھا کہ... اتنے بڑے گھر کی مالیت کیا ہوگی۔

عقیلہ سے شادی کرنا اس کی سوچوں سے بھی زیادہ سہل ثابت ہوا تھا۔ شادی کے بعد کچھ دنوں تک تو اس نے عقیلہ کی رفاقتوں کے جی بھر کر مزے لوٹے تھے آخر اسے ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھی تو بھرنا تھا پھر جوں جوں دن گزرنے لگے، اس نے خالہ اور عقیلہ کو اپنا آپ دکھانا شروع کر دیا...

☆☆☆

''عقیلہ زمین کے ٹھیکے اور دکان کے کرایوں کا

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جو بھی حساب کتاب ہے مجھے بتادو، آج سے میں خود کرایہ وصول کیا کروں گا۔''

''سارا کچھ آپ کا ہی تو ہے۔'' عقیلہ نے ابھی حسن کا مکمل روپ نہیں دیکھا تھا... اس لیے بڑے پیار سے بولی... اور سارا کھاتہ اس کے حوالے کردیا۔

''اور ہاں، تم گھر میں رہ رہ کر اکتاتی نہیں ہو۔ تین بندوں کا کام ہی کتنا ہوتا ہے ایک گھنٹے میں ہی سب کچھ ہوجاتا ہے۔ باقی کا سارا وقت ادھر ادھر بیٹھ کر ضائع کرتی ہونا..... یہاں قریب ہی میرے ایک جاننے والے نے ایک پرائیویٹ اسکول کھولا ہے اسے ٹیچر کی ضرورت ہے۔ میں تمہارے لیے بات کروں؟'' حسن نے عقیلہ سے کہا تھا۔

''اسکول میں نوکری.....'' عقیلہ کا تو برسوں پرانا خواب پورا ہونے جارہا تھا وہ بھلا کیسے انکار کرتی۔ ابا کے بعد اس نے اماں کی بہت منتیں کی تھیں کہ اسے کسی اسکول میں نوکری کرنے دیں مگر اماں نہیں مانتی تھیں، وہ کہا کرتی تھیں۔ ''جوان جہاں لڑکی کو گھر میں دیکھ کر ہی میں ہولتی رہتی ہوں۔ باہر نکلوگی تو میں تمہاری حفاظت کیسے کروں گی۔ نہ تمہارا کوئی بھائی ہے اور نہ باپ سر پر۔ سارے زمانے کو خبر ہے کہ ان کے سر پر کسی مرد کا ہاتھ نہیں اس لیے عزت اور خاموشی سے چار دیواری کے اندر ہی بیٹھی رہو۔'' اور اب حسن اس سے خود پوچھ رہا تھا۔ اس کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا۔

''میں اماں سے پوچھ لوں؟'' اس نے اپنی عادت کے مطابق کہا۔

''کیوں..... میں تمہارا سرپرست ہوں، جب میں تمہیں نوکری کے لیے اپنی خوشی سے بھیج رہا ہوں پھر اماں کی اجازت کس لیے...''

''میں تو ویسے ہی کہہ رہی تھی۔'' حسن کے دوٹوک انداز پر وہ کھسیانی سی ہوگئی...

''اماں، حسن کہہ رہا ہے کہ اسکول میں نوکری کرلو۔ اماں میں نے ان سے کہا کہ آپ سے پوچھ لوں تو ناراض ہونے لگے کہ اب میں تمہارا سرپرست ہوں، تمہیں میری اجازت درکار ہونی چاہیے اماں کی نہیں، اماں آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔''

اگلے دن جب حسن گھر میں نہیں تھا تو اس نے چپکے سے اماں سے پوچھا... حسن کی سرپرستی میں تو وہ اب آئی تھی۔ بچپن سے اب تک اماں سے پوچھ پوچھ کر ہی ہر قدم اٹھاتی رہی تھی اس لیے یہ پرانی عادت اب بھی اپنا رنگ دکھاتی تھی۔

''بھلی نہ ہوتو، مجھے کیا اعتراض ہونا ہے جب تمہارے سرکا سائیں تمہیں اجازت دے رہا ہے۔ یہ روک ٹوک تو میں اس وقت کرتی تھی جب ہمارے سر پر کوئی نہیں تھا۔ لیکن ایک بات کی سمجھ مجھے نہیں آرہی... کہ حسن کو تجھے نوکری کروانے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے پاس اتنا ہے کہ آرام سے گزر بسر ہورہی ہے۔''

''اماں پیسے کی بات نہیں ہے شاید ان کے دل میں ہو کہ میں سارا دن فارغ رہتی ہوں چلو کسی اچھے کام میں لگ جاؤں گی اور پھر میری تعلیم بھی کسی کے کام آجائے گی۔''

''یہ تو اچھی بات ہے.....'' اماں نے اوپرے دل سے کہا... اصل میں انہیں حسن کا عقیلہ کو نوکری کروانا اچھا نہیں لگا تھا لیکن انہوں نے عقیلہ کا دل رکھنے کے لیے اسے مطمئن کردیا...

''حسن کب جائیں گے اسکول میں۔'' عقیلہ کے خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ اس نے دو دن بڑی مشکل سے انتظار کیا تھا اور تیسرے دن حسن سے

پوچھنے لگی تھی۔

''کل ہی چلے جائیں گے، تم تیار رہنا۔'' حسن کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کی بات اتنی آسانی سے مان جائے گی۔ وہ تو سمجھ رہا تھا کہ وہ شاید نوکری کرنے کے لیے تیار نہ ہو لیکن اس کی سوچ کے برعکس ہوا سب۔

پھر وہ اسے اگلے دن اسکول لے گیا... چونکہ پرنسپل صاحب کے شوہر حسن کے دوست تھے اس لیے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا... اور نہایت مختصر سے انٹرویو کے بعد اسے رکھ لیا گیا...

گھر سے باہر کی ایک اپنی دنیا تھی۔ صبح اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہن کر تیار ہو کر اسکول جا کر کرسی پر بیٹھ جانا اور پھر بچوں کے درمیان سارا دن رہنا۔ ساتھ ساتھ ساتھی ٹیچرز سے ملنا جلنا اور ان کے ساتھ ایک اچھا اور بھرپور دن گزار کر جب وہ گھر واپس آتی تھی تو تھکی ہونے کے باوجود وہ بہت فریش نظر آرہی ہوتی اور پھر رات گئے تک حسن اور اماں سے وہ اسکول کے بچوں کی ٹیچرز کی چھوٹی چھوٹی باتیں کرتی رہتی۔ وہ مصروف ہوگئی تھی مگر یہ مصروفیت اسے اچھی لگتی تھی۔ مہینے کا اختتام ہونے والا تھا اور اسٹاف روم میں ساری ٹیچرز بیٹھی منصوبے بنارہی تھیں کہ اس ماہ کی تنخواہ کہاں خرچ کرنی ہے جو شادی شدہ تھیں انہیں اپنے گھر کے لیے کچھ خریدنا تھا یا پھر بچوں کے لیے شاپنگ کرنا تھی اور جو غیر شادی شدہ تھیں وہ نئے فیشن کے جوتوں اور کپڑوں کی شاپنگ کا پروگرام بنارہی تھیں۔

''میں اپنی تنخواہ کے پیسے کہاں خرچ کروں گی؟'' اسکول سے واپسی پر وہ راستہ بھر یہی سوچتی آئی تھی گو کہ اس نے کبھی تنگی نہیں دیکھی تھی، اسے ضرورت کی ہر چیز مل جاتی تھی مگر جو خوشی ان پیسوں کی ہورہی تھی جو پورے تیس دن بعد اپنی محنت کے معاوضے کے طور پر ملے تھے ان پیسوں کا انتظار اور خوشی دیدنی تھی۔

''تمہاری تنخواہ کہاں ہے؟'' وہ اسکول سے آکر کچھ دیر کمر سیدھی کرنے کو لیٹی ہی تھی کہ حسن نے کمرے میں آتے ہی پوچھا۔

''میرے پاس، میرے بیگ میں۔'' اس نے لیٹے لیٹے جواب دیا۔

''مجھے دو وہ سارے پیسے۔''

''کیوں خیریت، کیا ضرورت پڑگئی آپ کو؟'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی...

''تم پیسے لا کر دو، زیادہ سوال جواب مت کرو۔ جب گھر کا سربراہ میں ہوں، ساری ضرورتیں میں پوری کرتا ہوں تو پھر آئندہ سے تم ہر مہینے ساری تنخواہ مجھے لا کر دیا کروگی۔ ہاں جب تمہیں پیسے چاہیے ہوں مجھ سے لے سکتی ہوں۔''

''مگر حسن!'' اس نے کچھ کہنا چاہا۔

''تو اگر مگر، بس جو کہا ہے اس پر عمل کرو۔'' حسن نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے منع کردیا... اور سائڈ ٹیبل سے اس کا بیگ اٹھا کر اس کے آگے رکھ دیا ... جس کا مطلب تھا کہ وہ بیگ میں سے پیسے نکال کر اس کو دے دے کچھ دیر تو وہ حیرت کا بت بنی اس کو دیکھتی رہی اور پھر پیسے نکال کر اس کو پکڑا دیے اور خود دوبارہ لیٹ کر آنکھیں موندلیں ... اسے حسن سے ایسی توقع نہیں تھی اس لیے اس کے رویے نے عقیلہ کو بہت دکھی کردیا تھا۔

اگلی صبح وہ اسکول کے لیے تیار ہورہی تھی جب اماں نے اس کی سرخ آنکھیں اور متورم چہرہ دیکھ کر اسے اپنے پاس بلایا۔

''طبیعت تو ٹھیک ہے نا تیری؟''

Scan & PDF FIAZ AHMED
FriendsKorner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ہاں اماں، ٹھیک ہوں۔''

''پھر شکل کیوں اتری ہوئی ہے۔ حسن سے لڑائی وڑائی تو نہیں ہوئی۔'' وہ ماں تھیں، اس کا اداس چہرہ دیکھ کر ان کا دل ہول رہا تھا۔

''نہیں، لڑائی کیوں ہوگی، اچھا اماں میں چلتی ہوں۔ دیر ہو رہی ہے۔'' وہ چادر اوڑھ کر باہر نکل آئی .... حالانکہ دل تو چاہ رہا تھا کہ ماں کے سینے پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دے مگر وہ ضبط کر گئی تھی۔ وہ اپنی ماں کو بھی تکلیف میں کہاں دیکھ سکتی تھی۔

وہ اسکول جاتی تھی۔ سارا دن محنت کرتی تھی اور مہینے کے آخر میں حسن ساری تنخواہ اس سے لے لیتا تھا۔ اور اس پر وہ عقیلہ کا کوئی احسان نہیں مانتا تھا بلکہ ہر وقت اس پر احسان جتاتا رہتا تھا کہ جیسی شکل صورت کی وہ مالک ہے ایسے میں کون اس کا ساتھ قبول کرتا اسے اور اس کی اماں کو تو حسن کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہیں سہارا بھی مل گیا اور عقیلہ کو زندگی کا ساتھی بھی۔

عقیلہ اب بے دلی کے ساتھ اسکول جاتی تھی اس نے ایک دو بار اسکول چھوڑنے کی بات کی تھی جس پر حسن بہت چراغ پا ہو.... اور عقیلہ کو سارا دن طعنے مارتا رہا کہ ...کہ میرا بزنس ڈاؤن جا رہا ہے، تم شوہر کا اتنا ساتھ نہیں دے سکتیں جبکہ حقیقت یہ تھی کہ اس کا کوئی بزنس وزنس نہیں تھا جیسا کہ اس نے شادی سے پہلے بتایا تھا وہ کوئی کام نہیں کرتا تھا بس فارغ رہتا تھا۔ عقیلہ سے شادی بھی اسی بیکاری کا شاخسانہ تھی۔ عقیلہ تو پھنس گئی تھی۔ اسے اب گھر بیٹھے حسن کو ہر حال میں کما کر کھلانا تھا۔

☆☆☆

''حسن اماں کی دوائیاں ختم ہوگئی ہیں، آج لا دیں یا پھر مجھے کچھ پیسے دے دیں، اسکول سے واپسی پر میں خود لے آؤں گی۔'' اس نے دونوں ماں بیٹیوں کو اس طرح بے بس کر دیا تھا کہ انہیں اپنی ذرا... ذرا سی ضرورت کی خاطر حسن کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑتا تھا یعنی کہ پیسے بھی انہیں کے اور فقیروں کی طرح مانگنے بھی انہیں ہی پڑتے تھے۔

''کون سی دوائیاں.....؟'' اس نے ماتھے پر بل ڈال کر پوچھا۔

''وہی بلڈ پریشر اور شوگر کی۔''

''اماں سے کہو پرہیز کیا کریں، جو چیز ہاتھ آتی ہے ندیدوں کی طرح کھا جاتی ہیں پھر دوائیاں مانگتی ہیں ابھی میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔ جب ٹائم ملے گا تو لا دوں گا۔'' وہ بے حسی سے بولا... عقیلہ نے اٹھ کر کمرے کا دروازہ بند کیا کہ اس کی ایسی باتیں اماں نہ سن لیں انہیں یہ باتیں سن کر کتنا دکھ ہوگا۔ وہ حسن کو ہیرا سمجھ بیٹھی تھیں مگر وہ تو پتھر تھا پتھر۔

''حسن وہ تو پہلے ہی بہت پرہیز کرتی ہیں، اب جینے کے لیے سوکھی روٹی تو کھانا پڑتی ہے، کیا وہ بھی چھوڑ دیں۔'' اسے یاد تھا کہ ابا روز کیسے سیروں کے حساب سے پھل لاتے تھے اور کتنا اصرار کر کے اماں کو کھلاتے تھے اور آج اپنے ہی گھر میں یہ حال تھا کہ یہ شخص روٹی کا بھی حساب کر رہا تھا۔

''بکواس بند کرو، مجھے سبق مت پڑھاؤ، ان کے لیے تو میرا اتنا ہی احسان بہت ہے کہ انہیں میں نے اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے ورنہ آج کسی لاوارث کی طرح باہر دھکے کھا رہی ہوتیں۔ اس لیے زیادہ چونچلے نہ کریں جتنا مل رہا ہے اسے ہی بہت جانیں۔''

''حسن کچھ خدا کا خوف کریں، آپ کی ماں کے برابر ہیں، آپ کیا کچھ کہہ رہے ہیں ان کے لیے۔''

''ہونہہ، ماں کے برابر۔'' وہ منہ ہی منہ میں بڑ بڑا رہا تھا۔

''آپ کے لیے کس چیز کی کمی چھوڑی ہے انہوں نے اپنا سارا کچھ تو آپ کے حوالے کر دیا ہے آپ پھر بھی خوش نہیں ہیں۔''

''تو کیا میرے اوپر کوئی احسان کیا ہے۔ میں بھی دن رات مرتا ہوں، کبھی زمین کے ٹھیکدار کے پیچھے بھاگ رہا ہوں کبھی کرایہ داروں کی طرف جا رہا ہوں، گھر کا سارا انتظام دیکھتا ہوں..... میں نے بھی تو تم دونوں کو سنبھال رکھا ہے کیا میرا یہ احسان کم ہے۔'' وہ بکتا جھکتا باہر نکل گیا... اور وہ کمرے میں بیٹھی روتی رہی.... سچ کہا ہے کسی نے بیٹیوں کے مقدر کس نے دیکھے ہیں۔

زندہ رہیں تو کیا ہے جو مر جائیں ہم تو کیا
دنیا سے خامشی سے گزر جائیں ہم تو کیا
ہستی ہی اپنی کیا ہے زمانے کے سامنے
اک خواب ہیں جہاں میں بکھر جائیں ہم تو کیا
اب کون منتظر ہے ہمارے لیے وہاں
شام آ گئی ہے لوٹ کے گھر جائیں ہم تو کیا
دل کی خلش تو ساتھ رہے گی تمام عمر
دریائے غم کے پار اتر جائیں ہم تو کیا

☆☆☆

''مس عقیلہ خیریت تو ہے نا، آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا.....؟'' وہ اسکول میں بہت گم صم اور اداس تھی۔ حسن کی باتوں اور رویے نے اس کے دل میں چھید ڈال دیے تھے وہ بریک ٹائم میں الگ تھلگ بیٹھی سوچ رہی تھی جب مس ماہین نے اس کے قریب آ کر پوچھا...

''ہاں مس ماہین، میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' اس نے زبردستی چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کی تھی۔ اب جو کچھ اس کے ساتھ ہو رہا تھا دنیا والوں کو کیا بتاتی۔

''لگ تو نہیں رہا کہ آپ ٹھیک ہیں کوئی مسئلہ ہے تو پلیز مجھے بتائیں، ہم یہاں ایک دوسرے کے لیے غیر تو نہیں اپنوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔'' ماہین نے اپنائیت سے کہا۔

''نہیں مس ماہین، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس سر میں ہلکا سا درد تھا اس لیے یہاں آ کر بیٹھ گئی اور تو کوئی بات نہیں۔'' اس کا دل تو چاہ رہا تھا کہ ماہین کے سامنے چیخ چیخ کر روئے اور اپنا سارا دکھ اس کے کندھے سے لگ کر بہا دے مگر ایسا کرنے سے اس کے دل کا بوجھ تو ہلکا ہو جاتا لیکن جو تماشا لگتا وہ کیسے برداشت کرتی، کیسے لوگوں کو اپنی ساری کہانی سناتی۔ اس لیے اس نے بڑی خوب صورتی سے سر درد کا بہانہ بنا لیا تھا۔

''اوکے..... میں چائے اور پین کلر بھجواتی ہوں۔'' ماہین اٹھ کر اسٹاف روم کی طرف چلی گئی۔

''میرے کچھ مہمان آ رہے ہیں، کھانا کھا کر جائیں گے اچھا سا انتظام کر لو۔'' وہ اسکول سے آ کر لیٹی ہی تھی کہ حسن نے کمرے میں آ کر اسے حکم دیا تھا۔

''کب تک آئیں گے؟''

''بس ایک دو گھنٹے تک آ جائیں گے۔ میں سامان لینے جا رہا ہوں تم اٹھ کر کھانے کی تیاری کرو۔'' جانے حسن اتنا کٹھور اور سنگ دل کیسے تھا اس کے دل میں عقیلہ کے لیے ذرا بھی رواداری اور محبت نہیں تھی۔ وہ ابھی اسکول سے تھک ہار کے آئی تھی اور اس نے آتے ہی حکم سنا دیا تھا، وہ آرام وغیرہ بھول کر اٹھ کھڑی ہوئی... اور جتنا کچھ بنانے کے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیے حسن بتا گیا تھا اسے سن کر عقیلہ جان گئی تھی کہ اب رات تک اسے بس کام اور کام ہی کرنا ہے۔

''لاؤ مجھے دو، چھیلنے کاٹنے کا کام میں کر دیتی ہوں۔'' اماں کے دل کو کچھ ہو رہا تھا کہ وہ اسکول سے تھکی ہاری آئی ہے اور آتے ہی کچن میں لگ گئی ہے۔

''نہیں اماں، میں کر لیتی ہوں۔'' وقت نے اور حسن کے رویے نے اس کے سارے کس بل نکال دیے تھے، سارے نخرے اور ساری شوخی تو جیسے وہ کہیں رکھ کر بھول گئی تھی۔ اب تو اس نے بس اپنی قسمت کے ساتھ سمجھوتا کر لیا تھا۔ وہی سمجھوتا جو ہر عورت کو اپنی زندگی میں ایک بار تو کرنا پڑتا ہے۔ بے شک وہ کسی بھی شکل میں کیوں نہ ہو اس نے بھی وہ سمجھوتا کر لیا تھا اس کی اتری شکل دیکھ کر اور اتنا ٹوٹا لہجہ سن کر اماں کے دل کو جیسے کسی نے ہاتھوں میں لے مسلا تھا پھر عقیلہ کے نہ نہ کرنے کے باوجود انہوں نے اس کے ساتھ آدھا کام کروایا تھا۔

''کھانا اچھا بنا تھا نا..... مہمان کافی تعریف کر رہے تھے؟'' رات کو جب وہ سارے کاموں سے فارغ ہو کر کمرے میں آئی تو حسن نیم دراز ٹی وی دیکھ رہا تھا وہ اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے بولی تھی۔

''ہوں.....'' اس نے ہنکارا بھرا تھا اور ذرا سی نظر اٹھا کر عقیلہ کو دیکھا... اور پھر ٹی وی دیکھنے لگا... جیسے اس سے زیادہ ضروری کام اس وقت کوئی اور نہ ہو اور عقیلہ کے کان منتظر ہی رہے کہ.... ستائش کا کوئی ایک لفظ پزیرائی کا کوئی ایک جملہ اس کے منہ سے نکلے اور اس کی دن بھر کی تھکن کو سمیٹ لے مگر انتظار کرنے کے بعد آنسو بہاتے ہوئے وہ سو گئی اور وہ ٹی وی پر نظریں جمائے لیٹا رہا۔

☆☆☆

''اماں حسن نے تو کہا تھا نا کہ وہ مجھے پسند کرتا ہے، مجھ سے محبت کرتا ہے، آپ سے محبت کرتا ہے اس کو آپ کے وجود سے اپنی ماں کی خوشبو آتی ہے۔ وہ ہم لوگوں کے لیے اپنی زندگی وقف کر دینا چاہتا ہے نا اماں..... جب حسن رشتے کی بات کرنے آیا تھا تب اس نے یہی سب کچھ کہا تھا نا.....'' حسن آج گھر پر نہیں تھا اور ایسا موقع بہت کم آتا تھا کہ وہ ان دونوں کو تنہا چھوڑ دے ورنہ وہ تو ہر وقت گھر میں ہی ان کے سر پر سوار رہتا تھا، وہ اسکول سے آ کر ماں کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی تھی۔

''ہاں بچے یہی سب کچھ کہا تھا۔ انہی باتوں نے تو میری آنکھوں پر پٹی باندھی دی تھی..... مجھے ایک دو لوگوں نے کہا بھی تھا کہ آپا یہ بے جوڑ جوڑی ہے۔ تم یہ رشتہ مت کرو مگر میں نے حسن کی اتنی تعریفیں کیں کہ سب کے منہ بند کر دیے.... اور آج سوچتی ہوں بے چارے لوگ ہمارے ہمدرد تھے اور سچ ہی کہتے تھے دیکھ لو اس نے ہمارا کیا حال کر دیا ہے۔ تمام رشتے دار اور ملنے جلنے والے چھڑوا دیے۔ محلے داروں تک کو ہمارے گھر آنے کی اجازت نہیں اور نہ ہی ہم دونوں کو کسی سے ملنے دیتا ہے، ہمارے پیسے پر خود عیش کر رہا ہے اور ہمیں چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے ترسنا پڑ رہا ہے اور پھر اس کا جو سلوک تمہارے ساتھ ہے میرے سامنے ہے۔ سب باتوں کے باوجود اگر وہ تمہارے ساتھ خوش اور ٹھیک ہوتا تو میں سب کچھ برداشت کر لیتی، بہت دفعہ دل میں آئی کہ اسے سمجھاؤں مگر بچے وہ تو جب بولتا ہے آگے پیچھے کچھ نہیں دیکھتا اس لیے اپنی عزت لے کر خاموش بیٹھی رہتی ہوں۔''

''اماں وہ سب کچھ لے لے مگر ہمارے ساتھ

from Nature for Health
آنکھوں کی بہترین نگہداشت کا آغاز
سینئر یریا ماریٹیما شوابے کے ساتھ
آنکھوں میں خارش اور جلن، کثرت سے کمپیوٹر کا استعمال، مطالعہ کرنے، ٹی وی دیکھنے، فضائی آلودگی کے باعث آنکھوں کی تھکاوٹ اور کھچاؤ کا سکون بخش علاج۔
شوابے جرمنی کی سینئر یریا ماریٹیما
بینائی کی حفاظت کے ساتھ آنکھوں کو رکھے صاف، روشن اور چمکدار۔
Cineraria Maritima Schwabe® Eye drops
Dr.Hamid General Homoeo (Pvt.) Ltd.
Arambagh Road, Karachi Tel: 021-32211895
Nicholson Road, Lahore. Tel: 042-36304657
www.drhamid-schwabe.com
Dr. Willmar Schwabe GmbH & Co. KG, Germany
SCHWABE
REPCOM

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سلوک تو اچھا کرے ہم تو ایک اسی بات کو روتے ہیں، اماں وہ ہمارے ساتھ ایسے کیوں کرتا ہے؟'' وہ ماں کے سامنے سوالیہ نشان بنی بیٹھی تھی۔

''تو بھی جھلی رہے گی ہمیشہ..... جب وہ ہمارا کھاتا ہے، ہمارے گھر میں رہتا ہے اور ہم پر رعب بھی جماتا ہے ہمیں دبا کر بھی رکھتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ہمارے کسی احسان تلے نہیں آنا چاہتا بلکہ الٹا ہمیں اپنے احسان تلے رکھنا چاہتا ہے تاکہ ہم اس کے سامنے سر نہ اٹھا سکیں اور.....'' بات ابھی ماں کے منہ میں تھی کہ بیرونی دروازے پر دستک ہوئی... یہ حسن کا مخصوص دستک دینے کا انداز تھا۔

''اماں حسن آ گئے۔'' عقیلہ دروازہ کھولنے بھاگی... اور ماں نے پلٹ کر دوسری طرف منہ کر لیا تھا اس کے سامنے تو وہ ماں بیٹی دکھ سکھ بھی نہیں کر سکتی تھیں اسے بلاوجہ ہی غصہ آ جاتا تھا۔

''کیا ہو رہا تھا، ہونا کیا ہے تم دونوں میری برائیاں کرنے میں لگی ہوں گی نہ سلام نہ دعا۔'' وہ آتے ہی شروع ہو گیا۔

''کیوں، ہمیں کوئی اور کام نہیں ہے کیا؟'' عقیلہ پانی کا گلاس لیے اس کے پاس چلی آئی... اگر وہ اس طرح کے چھوٹے موٹے کام کرنے میں ذرا بھی سستی دکھاتی تو اسے حسن کی طرف سے پھوہڑ، بدسلیقہ اور جانے کیسے کیسے خطابات ملتے تھے۔

''اچھا میں تو سمجھا بس یہی ایک کام ہے۔'' وہ طنز سے مسکرایا... اور ساتھ ہی پاؤں آگے کر دیے تھے جو اس بات کا اشارہ تھا کہ اب عقیلہ اس کے جوتے اتارے۔ وہ گلاس ایک طرف رکھ کر چپ چاپ اس کے جوتے اتارنے لگی۔

☆☆☆

وقت کچھ اور آگے سرکا تو انہی شب و روز کی روٹین کے ساتھ الشبہ اور معیز نام کے دو پھول عقیلہ اور حسن کے آنگن میں کھلے تھے۔ وہ جو پہلے اکثر سوچا کرتی تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکا حسن سے علیحدگی اختیار کر لے گی اب بچوں کی وجہ سے یہ بھی ممکن نہیں رہا تھا۔ معیز اور الشبہ اس کے قدموں کی زنجیر بن کر اس دنیا میں آئے تھے۔ دو چھوٹے بچوں کی بے پناہ مصروفیات کے ساتھ بھی حسن نے اسے اسکول کی جاب نہیں چھوڑنے دی تھی۔

''حسن میں اپنے لیے نہیں اپنے بچوں کے لیے جاب چھوڑنا چاہتی ہوں میرے بچوں کو میری ضرورت ہے۔''

''یہ جو ہزاروں عورتیں نوکریاں کرتی ہیں، ان کے بھی بچے ہوتے ہیں، وہ بھی انہیں پالتی ہیں اور ساتھ نوکریاں بھی کرتی ہیں عقیلہ بیگم تمہارے تو سارے کام ہی انوکھے ہیں اور پھر اماں ہیں نا بچے سنبھالنے کے لیے تمہیں تو کوئی فکر نہیں ہونی چاہیے۔''

''ابھی تو اماں ہیں، اگر ماں نہ ہوتیں آپ تب بھی مجھے نوکری نہ چھوڑنے دیتے۔''

''تب کی تب دیکھی جاتی۔ ابھی تو وہ ہیں نا۔'' وہ طنز سے بولا... اور عقیلہ کا دل جل کر خون ہو گیا....

عقیلہ اب صحیح معنوں میں گھر اور اسکول کے درمیان گھن چکر بن کر رہ گئی تھی۔ اسکول میں مغز کھپانے کے بعد گھر آ کر بھی اسے ایک پل بیٹھنا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ دو چھوٹے بچوں کو سنبھالنا اور پھر گھر داری کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا اس کی کوشش ہوتی تھی کہ گھر آ کر اپنے بچے وہ خود سنبھالے کیونکہ سارا دن اماں انہیں سنبھالتی تھیں اور اس عمر میں جلدی تھک جاتی تھیں، گھر بچوں اور اسکول کی مشکل ترین روٹین کو متوازن کرتے کرتے

اس کا اپنا حال برا ہو گیا تھا، گھر میں نہ تو اسے کپڑے تبدیل کرنے کا وقت ملتا اور نہ ہی کنگھی کرنے کا۔ حسن اس کو ملگجے کپڑوں اور بکھرے بالوں کے ساتھ دیکھ دیکھ کر ناک منہ چڑھاتا رہتا۔

''کیا صابن ختم ہو گیا ہے یا پھر گھر میں کوئی کنگھی نہیں ہے۔'' وہ کوئی چیز لینے کمرے میں آئی تھی جب حسن نے لطیف سی چوٹ کی تھی۔

''کیا مطلب؟'' وہ رک کر پوچھنے لگی۔

''مجھ سے کیا پوچھ رہی ہو سامنے آئینے میں خود اک نظر دیکھ لو۔ مطلب سمجھ میں آ جائے گا۔'' وہ حسن کی بات پر سر جھٹکتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

''ہونہہ، ہر وقت چونچلے سوجھتے رہتے ہیں۔'' معیز نے کپڑے خراب کر لیے تھے وہ اس کے کپڑے بدلتے ہوئے بڑبڑائی تھی۔

☆☆☆

''کیا ہوا؟'' وہ اسکول سے واپس آئی تو خلافِ معمول حسن معیز کو گود میں لیے تھپک رہا تھا اور معیز کے ماتھے پر بینڈیج دیکھ کر اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا، وہ پرس اور چادر ایک طرف اچھال کر اس کی طرف بھاگی تھی۔

''میں ان کے لیے فیڈر لینے کچن میں گئی تھی کہ معیز بیڈ پر سے نیچے گر گیا۔'' جواب حسن کے بجائے اماں نے دیا تھا اور اماں کا چہرہ دیکھ کر عقیلہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ معیز کے چوٹ لگنے پر وہ کتنی دکھی ہیں اور شرمندہ بھی۔

''کوئی بات نہیں..... شیروں کو ایسی چوٹیں لگا ہی کرتی ہیں۔'' وہ حسن کی گود سے معیز کو لیتے ہوئے بولی تھی تاکہ اماں کی شرمندگی کچھ کم تو ہو۔

''دیکھ لو اپنی ماں کا حال..... اگر میرے بچے کو کہیں زیادہ چوٹ لگ جاتی تو میں ان کو کبھی معاف نہ کرتا۔'' اماں کمرے سے باہر چلی گئی تھیں حسن نے غراتے ہوئے عقیلہ کو کہا۔

''اماں نے کون سا جان بوجھ کر چوٹ لگائی ہے حسن..... ان کو بھی اتنا ہی دکھ ہے جتنا مجھے یا آپ کو ہے۔''

''جب بچے تم ان کے حوالے کر کے جاتی ہو تو ان کا فرض ہے کہ بچوں کا خیال رکھیں، آئندہ میں اس قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کروں گا۔'' حسن کا غصہ کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

''حسن وہ بھی بچوں کی کچھ لگتی ہیں، آپ ان کے لیے کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ بچوں پر ان کا بھی کچھ حق ہے کہ نہیں۔ آپ نے میری ماں کو بالکل نوکرانی سمجھ لیا ہے۔'' عقیلہ دکھ کی انتہا پر جا کر بولی تھی۔ باہر دروازے کے پیچھے کھڑی اماں نے برستی آنکھوں کے ساتھ اپنے کانوں سے سب کچھ سنا تھا اور حسن کی باتوں نے ان کے دل میں سو چھید کر ڈالے تھے۔ اگر عقیلہ ان کی اکلوتی اولاد نہ ہوتی ان کا کوئی اور بیٹا یا بیٹی ہوتے یا پھر کوئی اور ٹھکانا ہوتا تو وہ حسن کے ساتھ ایک پل نہ رہتیں حالانکہ یہ گھر حسن کا کب تھا ان کے خاوند کی کمائی سے بنا تھا ان کا اپنا گھر تھا مگر اب یہ حسن کے قبضے میں تھا اور اسی کا ہی کہلاتا تھا۔

☆☆☆

عقیلہ اسکول سے واپسی پر وین کے انتظار میں کھڑی تھی کہ حسن بائیک پر اس کے سامنے سے گزرا تھا اس کے پیچھے ایک نہایت حسین لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جو نہ صرف ہوا کے دوش پر لہراتے اپنے بال سمیٹ رہی تھی بلکہ ساتھ ساتھ حسن سے ہنس ہنس کر باتیں بھی کر رہی تھی۔ چونکہ وہ رش میں کھڑی تھی اس لیے حسن تو اس کو نہ دیکھ سکا... مگر وہ اچھی طرح حسن کو

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیکھ چکی تھی۔

یہ آنکھیں خواب دکھاتی ہیں اس بشر کے مجھے
جو دیکھتا بھی نہیں ہے نگاہ بھر کے مجھے
میں ساری عمر محبت کی آرزو نہ کروں
اگر سمٹنا سکھا دے کوئی بکھر کے مجھے
میری وفائیں زمانے کے کام آئیں گی
ثمر عطا نہیں ہوں گے مرے شجر کے مجھے

''جانے تمہارے ترکش میں اور کتنے تیر باقی ہیں حسن، جن سے تم نے مجھے ابھی اور کتنا زخمی کرنا ہے۔'' راستے بھر وہ یہی سوچتی رہی تھی اور گھر آ گیا تھا۔

اس کے آنے کے تقریباً دو گھنٹے بعد حسن بھی گھر آ گیا تھا۔ وہ بڑے خوشگوار موڈ میں گنگناتے ہوئے گھر میں داخل ہوا تھا۔ کئی روز سے گھر آتے ہوئے اس کا موڈ ایسا ہی ہوتا تھا مگر عقیلہ نے کبھی نوٹس نہیں کیا تھا وہ تو اس نہج پر کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ حسن اس حد تک بھی جا سکتا ہے آج اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئی تھی تو ماننا پڑا تھا۔

''کہاں گئے تھے آپ؟'' ایسے سوال و جواب اس نے کبھی نہیں کیے تھے مگر آج دل میں آگ لگی ہوئی تھی اس لیے حسن کو دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔

''کیوں، تم کیوں پوچھ رہی ہو؟'' اس نے بھی حیرت سے عقیلہ کو دیکھا۔

''ویسے ہی..... کیا میں نہیں پوچھ سکتی ہوں۔''

''نہیں.....'' ادھر سے فوراً جواب آیا تھا۔

''پوچھ سکتی ہوں، بیوی ہوں آخر آپ کی۔'' وہ پور پور جل رہی تھی اس لیے بھڑکتے ہوئے کہنے لگی۔

''بیوی ہو تو بیوی ہی رہو۔ تھانیداری بننے کی کوشش نہ کرو۔''

''حسن آپ آخر کس بات کی سزا دے رہے ہیں مجھے۔ کیا بگاڑا ہے میں نے آپ کا۔ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟'' وہ رو پڑی۔

''کیا کر رہا ہوں میں، کیا کیا ہے میں نے۔ منحوس عورت جب بھی گھر آؤ کوئی نہ کوئی تماشا کھڑا کر دیتی ہو۔'' عقیلہ نے اس کا اتنا اچھا موڈ خراب کر دیا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ عقیلہ کو اس گھر سے اس منظر سے ہی غائب کر دے۔ عمیرہ کی اتنی خوب صورت رفاقت کے بعد عقیلہ کا وجود کہیں نہیں جچ رہا تھا نہ نظروں میں اور نہ ہی گھر میں۔

''اتنا کچھ کر کے بھی پوچھ رہے ہیں کہ کیا کیا ہے آپ نے۔ آج موٹر سائیکل پر کون تھی آپ کے ساتھ جس کے ساتھ سیر سپاٹے ہو رہے تھے۔'' دل کا ابال دل میں نہ رہ سکا تھا باہر نکل ہی آیا تھا۔

''اوہ..... اچھا تو یہ بات ہے۔ وہ عمیرہ ہے، عمیرہ خلیل۔'' وہ دھڑلے سے بولا۔

''وہ جو کوئی بھی ہے..... مگر آپ کے ساتھ کیوں تھی؟''

''اس لیے کہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ مجھے تمہاری اجڑی صورت، گندے کپڑوں اور کھچڑی بالوں سے چڑ ہونے لگی ہے۔ تمہیں شوہر کی ضروریات کا احساس نہیں تو کیا ہوا۔ مجھے تو اپنا خیال ہے۔''

''میں آپ کا گھر سنبھالوں، بچے پالوں یا نوکری کروں، دن رات جانوروں کی طرح خدمت میں جتی رہوں گی تو اپنا خیال کب رکھوں گی؟''

''سب عورتیں یہ کام کرتی ہیں تم کوئی انوکھا کام.....''

''سب عورتیں، سب عورتیں ایسے نہیں کرتی

ہیں، ان کے شوہر قدم قدم پر ان کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، نہ بھی کچھ کریں تو حوصلہ افزائی کرتے ہیں، قدم قدم پر دل شکنی نہیں کرتے۔ آپ کی طرح ہر وقت ٹھوکروں کی زد میں نہیں رکھتے۔'' وہ بھی چیخ پڑی تھی۔

''آہستہ بولو، تمہاری آواز اس گھر کی دیواروں سے اونچی نہیں ہونی چاہیے ورنہ یہ آواز دبا دوں گا۔ بڑی آئی مجھے سمجھانے والی۔'' وہ بولتا ہوا گھر سے باہر نکل گیا... اور وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو دی تھی۔

''چپ کرو، پونچھ لو یہ آنسو..... یہ آنسو میرا دل پھاڑ دیں گے عقیلہ۔'' نغمہ بیگم صحن میں بیٹھی سب سن رہی تھیں حسن کے جانے کے بعد اس کے کمرے میں آ گئیں۔

''اماں کیسے چپ کروں، کس کس بات پر صبر کروں، کتنا سمجھوتا کروں۔''

''بیٹی یہی زندگی ہے اس معاشرے کی عورت کی۔ اسے ہر بات پر صبر کرنا پڑتا ہے۔ خون کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں، تم اگر صبر نہیں کرو گی تو کیا کرو گی، تم یا میں اس شخص کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تمہارے ایسا کرنے سے وہ تمہیں چھوڑ کر چلا جائے گا پھر کیا کرو گی۔''

''جاتا ہے تو جائے، مجھے اب پروا نہیں ہے۔''

''نہ بچے ایسے مت کہو..... وہ جیسا بھی ہے تمہارا مرد ہے۔ تم اگر آج سر اٹھا کر باہر نکلتی ہو اور نوکری کر رہی ہو تو اس کی وجہ سے۔ اس معاشرے میں اکیلی عورت کچھ نہیں ہے۔ ایک مرد خواہ مٹی کا بت ہی کیوں نہ ہو اس کی ضرورت ہے۔''

''اماں ہم پہلے بھی تو اکیلے رہ رہے تھے، اب بھی رہ لیں گے۔''

''پہلے کی بات اور تھی اب کی اور ہے..... اور پھر ان بچوں کی طرف دیکھو کل کو وہی تم سے پوچھیں گے کہ ان کا باپ کہاں ہے پھر کیا جواب دو گی۔''

''اماں ایسی قید سے تو اچھا ہے کہ آپ اپنے ہاتھوں سے ہی مجھے مار دیں کم از کم اس روز روز کے مرنے سے تو جان چھوٹے۔''

''نہ بچے ایسے مت کہو۔ اپنے آپ کو سنبھالو..... اس گھر سے باہر نکل کر دیکھو گی تو تمہیں اندازہ ہو گا کہ باہر عورتوں کے ساتھ کیسے کیسے ظلم ہو رہے ہیں اور وہ برداشت کرتی ہیں۔ بچے ہم عورتوں کی قسمت میں یہ سب کچھ ہے..... اٹھو منہ ہاتھ دھو کر کھانا گرم کرو، وہ باہر سے آئے تو اسے بھی کھلاؤ اور خود بھی کھاؤ۔ وہ تو پہلے ہی اڑنے کے لیے پر تول رہا ہے اس کے لیے پنجرے کا دروازہ مت کھولو۔''

''اماں وہ اڑے گا نہیں اسی پنجرے میں رہے گا اور ہمیں ذلیل کرتا رہے گا۔''

''چلو یہی سوچ لو کہ ہمارے ساتھ تو ہے۔ اک جھوٹا سا ہی سہی دنیا کے سامنے بھرم تو قائم ہے۔ کمزور ہی سہی سر پر چھت تو ہے۔ اٹھو شاباش۔'' اماں نے اسے حوصلہ دیا... اور خود کمرے میں آ کر نم آنکھیں صاف کرنے لگیں.... اپنی اکلوتی بیٹی کی ایسی قسمت پر ان کا دل بھی ماتم زدہ تھا مگر انہوں نے عقیلہ سے جو بھی کہا تھا اپنے زخموں کو بھلا کر کہا تھا کہ مائیں بیٹیوں کو اپنے گھر میں بسنے کی ترغیب دیا کرتی ہیں ان کے گھر اجاڑا نہیں کرتیں۔ بے شک وہ گھر پانی پر ہی کیوں نہ بنے ہوں۔

Scan & Pdf FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناولٹ

میں چاندنی

میمونہ خورشید

پانچواں حصہ

"مجھے سمجھ نہیں آتا مریم آپی میں کیا کروں، تھک گیا ہوں میں..... ایک سال کے عرصے میں مجھے اتنی خوشیاں نہیں ملیں جتنی ارسہ نے اذیتیں دی ہیں۔ کتنی بڑی بات تھی یہ جسے کہنے کے بعد اسے افسوس تک نہیں ہے۔ بتائیں پھر میرے لیے دل میں اس کے لیے کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔"

"مجھے تو خود سمجھ نہیں آتا سالار..... کہ وہ ایسی حرکتیں کیوں کرتی ہے۔ آخر اسے اس گھر میں رہنا

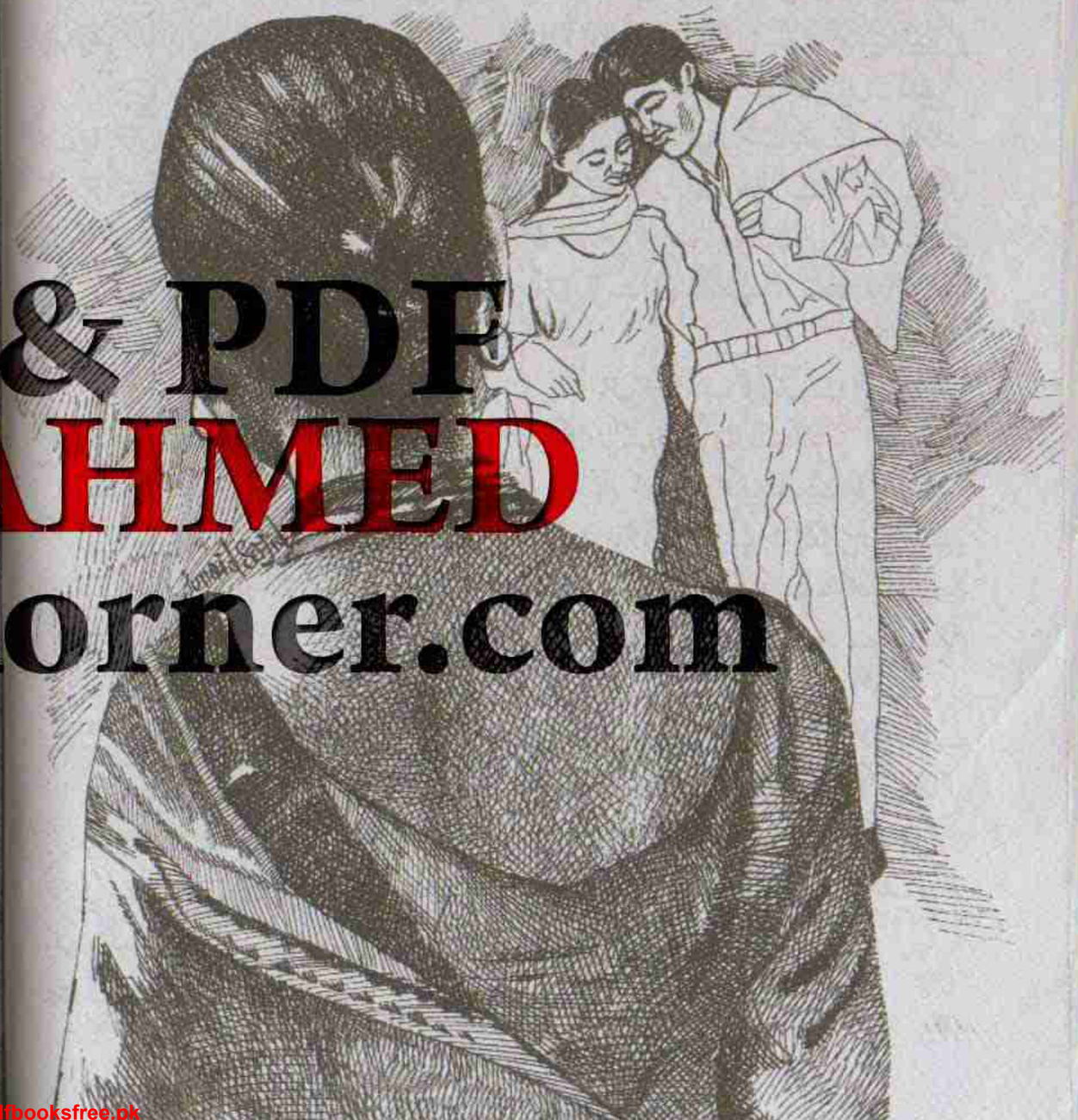

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔کیا یہ بسنے والے کام ہیں۔'' مریم کو خود افسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس بات کے بیچ میں تھی اور ارسہ نے اس بات کا لحاظ ہی نہ کیا اور منہ پھاڑ کر جھوٹ بول دیا۔

''اور امی صحیح کہہ رہی ہیں، وقت زیادہ گزرا تو وہ اس بات کو سب جگہ پھیلا دے گی۔''

''کیا کروں میں..... آپ ہی بتائیں.....'' وہ سخت پریشان تھا۔

''دیکھو..... سالار تم میرے سب سے چھوٹے بھائی ہو..... میرے لیے بہت پیارے ہو..... میری بات کا ہرگز برا نہیں منانا۔ میاں بیوی کے درمیان اعتماد اور بھروسا ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ مجھے لگتا ہے اپنی کمزوری کا پتا لگ جانے کے باوجود بھی ارسہ سمجھتی ہے کہ تمہیں بھی ڈاکٹر سے مل لینا چاہیے۔ اس لیے اگلی بار تم اسے ساتھ لے جانا تاکہ یہ معاملہ ہی ختم ہو جائے۔''

''ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔'' پھر اس نے اپنی ماں کی بات بتائی۔ مریم سوچ میں پڑ گئی۔

''تو تم ایسا کرو..... اپنے طور پر کسی ڈاکٹر سے مل لو۔ دیکھو..... میری بات کا غلط مطلب مت سمجھنا..... میں تو صرف یہ چاہتی ہوں، وہ منہ پھٹ اور بدزبان لڑکی ہے۔ اس سے قبل وہ اس بات کو مزید ہوا دے تم..... اس کا فوراً ہی سدِباب کر دو۔ ٹیسٹ کرا کر..... اسے دے دو۔'' سالار کا چہرہ رنج و غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

''دیکھو..... سالار..... اس بات کا صرف یہی حل ہے اور ہاں اس بات کا فیملی میں کسی کو پتا نہ چلے۔ جس طرح امی نے کہا ہے ایسے ہی جذبات تمہارے بڑے بھائیوں کے بھی ہو سکتے ہیں۔ گھر اجڑ جاتے ہیں ان باتوں پر۔ صرف تم اس کی تسلی کے لیے ایسا کر دو۔''

''میں اس پہ کتنا بھروسا کرتا ہوں..... یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کی فیملی کی کیا کیا کمزوریاں ہیں اسے کبھی طعنہ نہیں دیتا..... اس کے باوجود اس نے چند دن مجھ پر اعتبار نہ کیا۔'' وہ رو دینے کو تھا۔

''کیوں کی تھی آپ لوگوں نے میری ایسی لڑکی سے شادی..... جس نے مجھے اور میری محبت کو سمجھا ہی نہیں۔'' اس نے اپنا سرخ چہرہ اپنی ہتھیلیوں میں چھپا لیا۔ مریم کو اس کی معصومیت اور بے بسی پر بے حد ترس آیا۔ دل تو اس کا بھی دکھا تھا۔ ارسہ کے رویے سے وہ بہت ڈس ہارٹ ہوا تھا۔ مریم نے اپنے تئیں ارسہ کو جھنجوڑا تھا لیکن وہ اطمینان سے کہہ چکی تھی۔

''مریم آپی مجھے سمجھ نہیں آتا کہ سالار اس بات کو انا کا مسئلہ کیوں بنا رہے ہیں۔ کیا اولاد نہ ہونا عورت کی ہی کمزوری کی بنا پر ہوتا ہے۔''

''مگر تم تو اپنا علاج کرا لو ارسہ..... تبھی سالار کے بارے میں کچھ کہنا..... کیوں وقت سے پہلے منہ سے بات نکال کر اپنی گرہستی خراب کر رہی ہو۔''

''ہاں..... تو کر رہی ہوں اپنا علاج..... کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں ہے مجھے..... اگر لیڈی ڈاکٹر نے انہیں بھی بلایا ہے تو انہیں بھی جانا چاہیے۔'' اس بات پر مریم چکرا کر رہ گئی..... ارسہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم تھی، ادھر عشرت بیگم فیصلہ کر چکی تھیں اب تیسری صورت یہی تھی۔ خاموشی سے وہی کام کر لیا جائے جس کی مریم نے سالار کو تجویز دی تھی۔

☆☆☆

سالار نے اپنی ٹیسٹ رپورٹ ارسہ کے سامنے رکھ دی تھی۔ ارسہ شرمندگی کی وجہ سے سر بھی اٹھانے کے قابل نہیں تھی۔ پھر وہ رو دی اور سالار

سے معافیاں مانگنے لگی۔ سالار کو فی الحال اس سے کوئی ہمدردی نہیں ہوئی۔ صرف اس نے اتنا کہا۔

''بڑا احسان ہوگا مجھ پر جو تم اس رپورٹ کے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤ گی۔''

''آپ کا بہت بڑا دل ہے سالار..... آپ میری بڑی سے بڑی کوتاہی کو معاف کر دیتے ہیں۔ آپ بہت عظیم ہیں، میں وعدہ کرتی ہوں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گی۔ اگر ہمارے اولاد نہ بھی ہوئی تب بھی زندگی بھر آپ کے ساتھ رہوں گی۔ بس آپ مجھے معاف کر دیں۔'' وہ اپنے تئیں..... اپنے شوہر کی دلجوئی کر رہی تھی۔

☆☆☆

''مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت ہے ارسہ..... اگر تم..... انتظام کر دو تو..... میں جلد ہی لوٹا دوں گا۔''

''نہیں بھائی جان..... میں..... آپ سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتی، میرے گھریلو حالات تو پہلے ہی پریشان کن ہیں۔ جب سے میں نے سالار سے اس کی ٹیسٹ رپورٹ مانگی تھی، اس کا رویہ کھنچا ہوا ہے میرے ساتھ..... اگر وہ میری طرف مائل بھی ہونے کی کوشش کرتا ہے تو ماں کے پیٹ میں مروڑ اٹھنے لگتے ہیں۔''

''تو کیا ابھی تک تمہارے معاملات معمول پر نہیں آئے کتنی... پرانی بات ہو گئی ہے وہ۔ کیا ابھی تک یاد رکھ رکھی ہے ان لوگوں نے۔'' دلاور علی ہر ایک بات سے آگاہ تھا۔

''آپ کو پتا تو ہے جس بات کو انا کا مسئلہ بنا لیں چھوڑتے ہی کہاں ہیں۔'' ارسہ چڑ چڑے انداز میں بتا رہی تھی۔ دلاور علی بے بس سا دکھائی دینے لگا۔

''بہت ہی کمزور اور دبو لڑکی نکلیں تم بھی۔ تمہاری جگہ اگر رابعہ ہوتی تو نہ صرف سالار کو کنٹرول کر لیتی بلکہ پورے گھر کو انگلیوں پر نچا رہی ہوتی اور اس بات کا ثبوت تمہارے سامنے ہے۔ تمہارے بعد شادی ہوئی تھی اس کی مگر کتنی جلدی اس گھر سے علیحدہ ہو گئی اور اپنی خوش حال زندگی گزار رہی ہے اور تم ہو کہ اس سسٹم میں دبی پڑی ہو۔''

''صاحبِ اولاد ہو گئی رابعہ..... اس وجہ سے اس نے شاہد کو کنٹرول میں کر لیا۔ یہ کس بل بوتے پر اپنا طمطراق دکھائے۔'' نعیمہ بیگم نے بیٹی کی کمزوری کو سامنے کیا تو ارسہ افسردگی سے منہ لٹکا کر بیٹھی رہی۔

''اولاد ہونا ایک علیحدہ مسئلہ ہے اور شوہر کے دل میں جگہ بنانا ایک علیحدہ۔ کیا جن عورتوں کے بچے نہیں ہوتے' ان عورتوں کے شوہر ان سے محبت نہیں کرتے اور پھر عرصہ ہی کتنا ہوا ہے تمہاری شادی کو۔ آج نہیں تو کل تمہارے اولاد ہو ہی جائے گی۔ اتنا مایوس کیوں ہو رہی ہو تم؟'' ارسہ ایسے ہی منہ لٹکائے بیٹھی رہی۔

''پریشانی کی تو بات ہے ناں..... دوسرا سال لگ گیا ہے اور اس کے اولاد ہی نہیں ہوئی۔'' نعیمہ بیگم نے رنجیدگی سے کہا۔ دلاور علی کو اس وقت پیسوں کی ضرورت تھی اور ارسہ نے اس معاملے سے انکار کر دیا تھا سو دلاور علی کو اس وقت ارسہ کی ذات میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ پھر وہ تھوڑی ہی دیر میں وہاں سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ نعیمہ بیگم بیٹی کی دلجوئی کرنے لگیں۔

''تم فکر نہ کرو..... اپنا علاج باقاعدگی سے جاری رکھو..... دیکھنا جلد تمہیں خوش خبری ملے گی..... تب پھر تم ان لوگوں سے اپنی ساری

scan & pdf FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

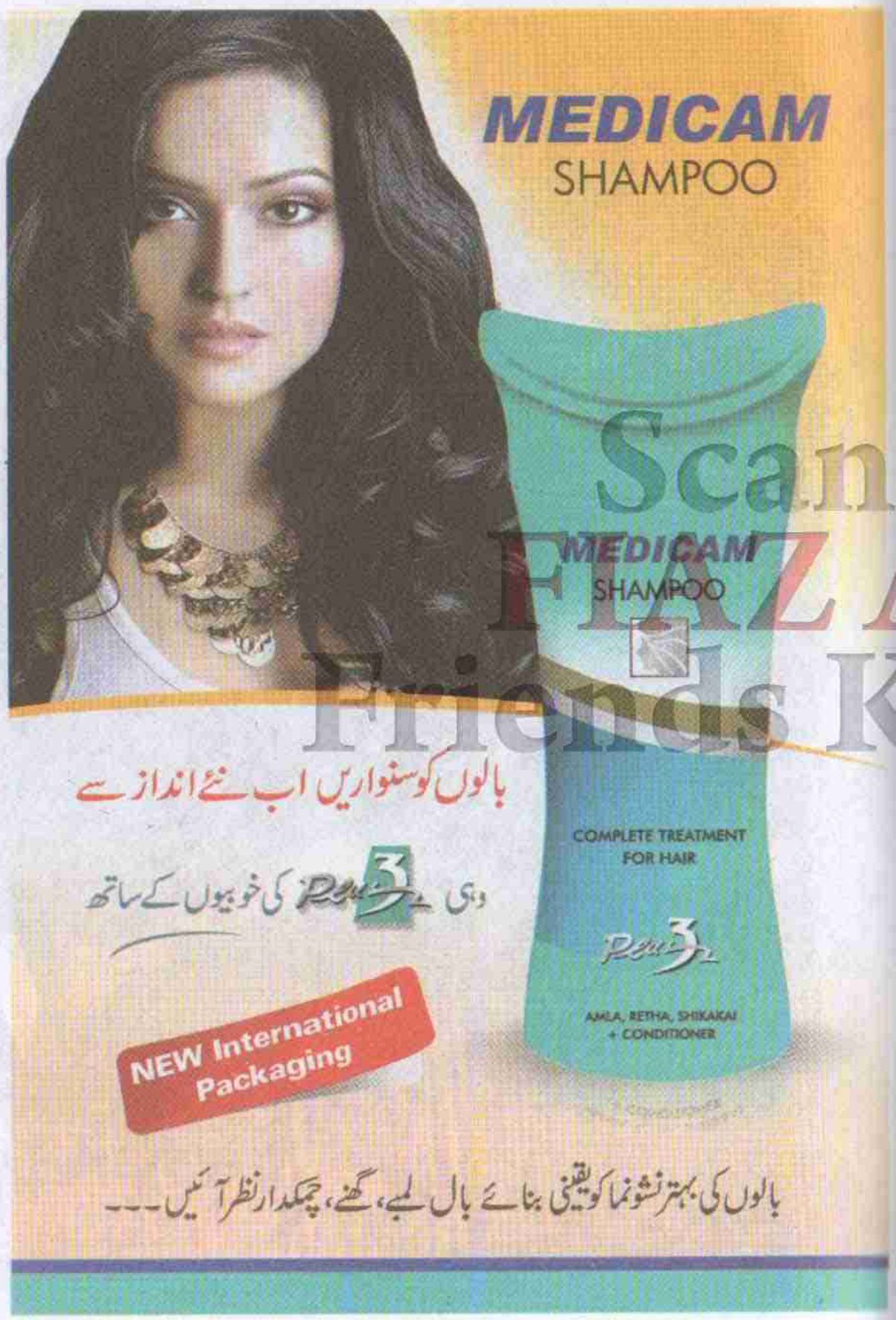

زیادتیوں کا بدلہ لے لینا..... بس ایک بار تمہارے وہاں قدم جم جائیں پھر تم سالار کو بلیک میل بھی کرسکتی ہو اور جس طرح چاہے اس سے اپنی بات منوا سکتی ہو۔'' نعیمہ بیگم بیٹی کو محبت سے اپنے قریب لگا کر سمجھا رہی تھیں۔

''بس تم ایک بار صاحبِ اولاد ہو جاؤ۔''

☆☆☆

''مجھے تمہارا روز روز میکے آنا جانا بالکل اچھا نہیں لگتا۔ یہ بات میں کتنی بار کہہ چکا ہوں..... پھر تم آئے دن جانے کا ذکر لے بیٹھتی ہو۔'' سالار کا لہجہ اتنا سخت تھا کہ ارسہ دوسری بات ہی نہ کرسکی۔

زندگی اسی کشاکش میں گزر رہی تھی..... بے رونق اور بے کیف..... ہزار جتن کے بعد بھی وہ سالار کا موڈ پہلے جیسا کرنے میں کامیاب نہ ہوسکی۔ نندیں آتی تھیں، وہ بھی کچھ کھنچی کھنچی رہتیں۔ اماں جی نے تو پہلے دن سے ہی اسے قبول نہیں کیا تھا۔ البتہ اس کی ساس کا بھی اب رویہ تبدیل ہوگیا تھا۔ اب پہلے کی طرح وہ اس کی طرف داری نہیں کرتی تھیں۔ بلکہ خود بھی اس کے ہر عمل کو نیگیٹو لینے لگی تھیں۔ اس صورتِ حال میں ارسہ کا دل کرتا تھا کہ اس گھر کو چھوڑ کر کہیں بھاگ جائے لیکن ایسا کرنا ناممکن تھا، میکے کے گھریلو معاشی مسائل اس کے سامنے تھے۔ دلاور بھائی نے امی کی ضروریاتِ زندگی کو خاصا محدود کردیا تھا۔ چھوٹے بھائی خرچ نہیں دیتے تھے۔ عجیب افراتفری اور بے سکونی سی تھی گھر میں..... ایسے میں اس کا میکے جانا ماں کے لیے ہی پھر وہ آسائشیں جن کی اسے یہاں عادت پڑ گئی تھی، میکے میں کہاں تھیں۔ گرمی میں اے سی سردی میں ہیٹر، گرم پانی، اپنا سونا اپنا جاگنا، اچھا کھانا اچھا پہننا کسی بھی چیز کی تنگی نہیں تھی یہاں۔ ہاں البتہ..... رویے سرد ہوتے جارہے تھے۔ وہ اپنے ہی گھر میں خود کو اجنبی تصور کرنے لگی تھی۔ یہ دن اس کی زندگی کے سب سے منحوس ترین دن تھے۔ ایسے میں موبائل فون اس کے لیے کسی آکسیجن کی حیثیت رکھتا تھا، کبھی سالار نے اس کے موبائل پر بات کرنے پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ کبھی اسے بیلنس کی تنگی نہیں دی تھی۔ دن بھر وہ مختلف پیکج سے ایس ایم ایس میں لگی رہتی۔ فرحان اسے اس کے میسج کا جواب دیتا تو اس کی دن بھر کی کثافت اور تھکن اتر جاتی۔ اس نے فون ڈائری میں فرحان کے نام کو فری لکھا ہوا تھا۔ کبھی بھانجے بھانجی کو ایس ایم ایس بھیج رہی ہے تو کبھی سہیلیوں کو تو کبھی رابعہ کو..... دن ایسی ہی اوٹ پٹانگ سی مصروفیت میں گزر جاتا اور رات..... سالار کی بے توجہی کا مظہر بن کر آتی۔ ایسے میں اس نے سحرش اور نازیہ کو خود سے خاصا قریب کرلیا تھا اور کچھ نہیں تو وہ جیٹھانیوں سے شوہر کی ہی برائیاں کرلیا کرتی۔ یونہی دن رات کے ہیر پھیر میں اسے اپنے اندر تبدیلی کا احساس ہونے لگا۔ کچھ طبیعت گری گری سی محسوس ہونے لگی۔ ایک روز صبح ہی صبح قے کرتے ہوئے اسے چکر آئے تو وہ نڈھال سی ہوگئی۔ سالار اس کی حالت کو دیکھ رہا تھا۔ سالار کے دل میں یکدم ننھی جوت جھلملائی تو اس نے در پردہ بہن سے بات کی کہ وہ کچھ دن سے ارسہ میں کچھ غیر معمولی باتیں محسوس کررہا ہے۔ مریم کو کچھ امید بندھی، اگلے ہی روز وہ دوڑی چلی آئی اور ارسہ کو ڈاکٹر کے پاس لے گئی۔ ڈاکٹر نے اچھی خبر دی۔ ارسہ کا ٹیسٹ پازیٹو آیا تھا گھر بھر میں چھایا سکوت جیسے ٹوٹ گیا۔ خوشی کی لہر پورے گھر میں دوڑ گئی۔ سالار کے خوشی کے مارے زمین پر پاؤں ہی نہ ٹکتے تھے۔ وہ ان خوشی کے لمحات میں ارسہ کی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساری زیادتیوں کو بھول گیا تھا۔ بس اسے یاد تھا تو یہ کہ ارسہ کی بہت کیئر کرنی ہے۔ اس کا کیس خاصا حساس ہے۔ وہ ارسہ کا خیال رکھ رہا تھا..... ارسہ ماں بن کر خود پر ناز کر رہی تھی۔ اس کے ماں بننے کی خبر پورے میکے میں بھی پھیل چکی تھی۔ سب کے مبارک باد کے فون آ رہے تھے۔ نعیمہ بیگم بہت خوش تھیں۔

''اب تمہارے پاؤں جم گئے ہیں۔ بچہ گود میں آجائے پھر تم اپنی زندگی اپنی من مانی سے گزار سکتی ہو۔ بس چند مہینوں کی تکلیف ہے پھر راحتیں ہی راحتیں۔'' ارسہ کو ماں کی باتوں سے بے تحاشا تقویت کا احساس ہوتا تھا۔

☆☆☆

باسط اسی دن کے تو انتظار میں تھا کہ ارسہ، سالار کے دل میں..... ہی نہیں گھر میں بھی جگہ بنالے پھر وہ سالار کو وہ وڈیو دکھلائے گا جس میں وہ فرحان کے ساتھ ڈانس کر رہی ہے۔ اس وڈیو فلم کو تو اس نے بہت سنبھال کر رکھا تھا۔ رابعہ کی مہندی پر وہ نہیں گیا تھا تو کیا اس نے اپنے تینوں بیٹوں کو تو بھیجا تھا اور خوب اچھی طرح سے سمجھا کر بہلا پھسلا کر کہ وہ ضرور فنکشن کی وڈیو بنائیں اور ان لڑکوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ اگر وہ ہامی نہ بھرتے تو باسط انہیں جانے ہی کہاں دیتا۔ جب سے ساجدہ نے اسے ارسہ کے ماں بننے کی نوید سنائی تھی، باسط کے دل میں عجیب احساس کروٹیں لے رہا تھا۔ کوئی موقع بنے اور وہ سالار کو چاروں خانے چت کرے اور پھر جلدی ہی وہ موقع بن گیا۔ نعیمہ بیگم نے ارسہ کے ماں بننے کی خوشی میں اپنے سب بیٹی داماد کو مع بچوں سمیت کھانے پر مدعو کیا تھا۔ ایسی دعوتیں اس گھر میں عام تھیں۔ کبھی حلیم کی دعوت ہو رہی ہے تو کبھی پائے کی دعوت ہو رہی ہے تو کبھی سیخ کباب اڑائے جانے کا اہتمام ہو رہا ہے۔ ان دعوتوں میں اظہر اور باسط کا بھی پیسہ بے دریغ خرچ ہوتا تھا۔ جب تک رابعہ اور ارسہ کی شادیاں نہیں ہوئی تھیں، ایسے چونچلے کرتے ہوئے اظہر اور باسط کا بھی دل نہیں دکھتا تھا لیکن ان کی شادیوں کے بعد تو جیسے اس گھر میں الو بولنے لگے تھے۔ بہت عرصے کے بعد بیٹھے بٹھائے کسی دعوت کا اہتمام ہو رہا تھا۔ جب نعیمہ بیگم نے ارسہ کو اپنا ارادہ بتایا تو ارسہ متذبذب سی ہوگئی۔

''مجھے لگتا ہے سالار نہیں مانے گا۔ شاید وہ برا بھی منالے کہ میرے ماں بننے کی خوشی میں آپ کے گھر دعوت کیوں ہو رہی ہے۔''

''تمہارا تو دماغ خراب ہے جو ایسی الٹی سیدھی باتیں سوچ رہی ہو۔ میں ماں ہوں تمہاری..... ہمارا بھی حق ہے تمہارے اوپر تمہارے آنے والے بچے پر۔ اتنے عرصے بعد تو یہ خوشی مل رہی ہے، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تمہاری ساس دعوت کا اہتمام کرتی، قرآن خوانی مگر مجھے تو لگتا ہے انہیں خوشی تک نہیں ہوئی جو اتنی بڑی بات سن کر ایسے دبک گئے جیسے معمولی بات ہو۔''

''سچ پوچھیں ناں امی..... ایسا تو مجھے بھی فیل ہوا تھا لیکن میں اپنے منہ سے کہتی کیا اچھی لگتی..... جب ان لوگوں نے اس بات کو خود ہی اہمیت نہیں دی۔''

''تو فکر نہ کر میری بچی..... دیکھ تیرے دل میں ارمان تھا ناں وہ میں پورا کروں گی۔ بس تو دو تین روز کے لیے آجا۔''

''دو تین روز کے لیے..... کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ..... سالار آنے دے گا مجھے اب تو اور بھی بہانہ مل گیا ہے اسے کہ اس حالت میں سفر

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں کرنا۔''

''حالت کو کیا ہوا ہے تمہاری۔'' نعیمہ بیگم کو غصہ آگیا۔ ''چار پانچ ماہ تو پتا بھی نہیں چلتا اور وہ تمہارا ڈراما بنا رہا ہے خیر تمہیں اس کے منہ لگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہاری ساس سے فون پر خود بات کروں گی کہ وہ تمہیں دو تین دن کے لیے بھیج دیں۔ کتنے ...دن ہوگئے ہیں تم نے میکے میں آکر جھانکا تک نہیں..... تمہارا بڑا بھائی بھی تمہاری خوش خبری سن کر بڑا ہی خوش ہے۔'' ارسہ ماں اور بہن بھائیوں کی محبت پر نثار ہو رہی تھی۔

☆☆☆

نعیمہ بیگم نے عشرت بیگم کو فون کیا پھر دعا سلام کے بعد بڑے ہی والہانہ انداز میں سمدھن کو ارسہ کے ماں بننے کی خوشی میں مبارک باد دی۔ جسے عشرت بیگم نے خوش دلی سے قبول کیا۔

''آپ کو بھی مبارک ہو نعیمہ بہن.....'' انہوں نے رسماً کہا تو نعیمہ بیگم چہک کر بولیں۔

''ہم نے مبارک باد دی تو آپ نے بھی رسماً کہہ دیا، یہ نا ہوا کہ خود سے ہی بتا دیتیں آخر کوئی معمولی خوشی تو نہیں تھی یہ..... آپ تو دبک کر ہی بیٹھ گئیں..... کہیں ننھیال والے مٹھائی نہ کھانے آجائیں۔'' یہ کہہ کر نعیمہ بیگم نے خود ہی قہقہہ لگایا تو عشرت بیگم کو عجیب سا لگا پھر بھی وہ بڑے پن سے بولیں۔

''ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں نعیمہ بہن..... یہی ہفتہ دو ہفتہ..... میری ساس تو کہا کرتی ہیں چار پانچ ماہ تک تو پہلوٹھی کا حمل چھپانا چاہیے۔ ستواسے کی بہر حال ہمارے ہاں خوب دھوم سے رسم ہوتی ہے۔''

''تو گویا سات ماہ کے بعد آپ لوگ اس خوشی کا اہتمام کرتے ہیں؟''

''ایسا ہی سمجھ لیں۔'' عشرت بیگم نے روکھا سا جواب دیا۔

''خیر یہ باتیں تو سب پرانے وقتوں کی ہیں..... آپ سات ماہ کے بعد ختم دلوا لیجیے گا، میں نے تو آج ہی اپنے سب بچوں کی دعوت کر دی ہے ارسہ کے ماں بننے کی خوشی میں۔'' عشرت بیگم کو اچنبھا ہوا لیکن انہوں نے منہ سے کچھ نہ کہا۔

''بس میں نے تو اس لیے فون کیا تھا کہ ارسہ کو دو تین روز کے لیے میری طرف بھیج دیں۔ بہن بھائیوں میں ذرا خوش ہو جائے گی اور ہاں آج رات سالار ہماری طرف کھانا کھائے گا۔ اچھا تو پھر آپ کی طرف سے اجازت ہے ناں۔ میں معیز کو بھیج رہی ہوں۔ ارسہ کو کہہ دیں کہ تیار ہو جائے۔''

اس کے بعد نعیمہ بیگم نے فون بند کر دیا۔

☆☆☆

ارسہ اپنے گھر چلی گئی تھی۔ عشرت بیگم نے بیٹے کو فون کر کے اس کے سسرال کا پیغام دے دیا تھا جو کہ اس کے پاس ڈائریکٹ بھی چلا گیا تھا مگر اس نے ماں کے سامنے اظہار نہ کیا کہ اسے یہ دعوت پہلے سے ہی مل چکی ہے۔

''تو کیا ان لوگوں نے تمہیں فون نہیں کیا؟'' عشرت بیگم نے تنک کر پوچھا سالار نے ہامی نہ بھری۔ ''ویسے تو وہ لوگ ہر معاملے میں ڈائریکٹ تم سے رابطہ کرتے ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آیا کہ آج انہیں سمدھن کیسے یاد آگئی۔''

''چھوڑیں بھی امی..... کیسی باتیں لے کر بیٹھ گئیں آپ بھی..... ارسہ نے ماں کو کہا ہوگا کہ اگر وہ مجھ سے رہنے کی اجازت مانگیں گی تو میں ہرگز نہیں رکنے دوں گا، اسی لیے آنٹی نے آپ سے کہا ہوگا۔

دو روز کے لیے ویسے بھی میں شہر سے باہر جا رہا ہوں، رک جائے گی ارسہ۔'' سالار نے ماں کی بات کو غیر ضروری سمجھ کر ٹال دیا مگر عشرت بیگم کو تو غصہ آرہا تھا۔

''عجیب لوگ ہیں، انوکھی ماں تو نہیں بن رہی ہے وہ جو اس کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ ماں تو ایسے باولی ہو رہی تھی جیسے بیس سال کے بعد بیٹی کو حمل ٹھہرا ہو۔ لاحول ولا..... کوئی حیا نہیں رہی۔ چار دن چڑھتے ہیں اور لڑکیاں ڈھنڈورا پیٹ دیتی ہیں۔ کیسے وقت تھے ہمارے۔ ایسے حالات میں چھپتی پھرتی تھیں جانے کچھ چرا لیا ہو۔ یہاں نہ بیٹی کو شرم نہ ماں کو..... مہینہ بھی پورا نہیں ہوا اور پورے شہر میں اعلان کر دیا۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے ساس کے پاس چلی گئیں۔

☆☆☆

''آج کتنے دنوں کے بعد میرے سب بچے اکٹھے ہوئے ہیں نعیمہ بیگم نے کہا۔

''یہ کیا..... اتنا سناٹا..... ارے کوئی میوزک..... وغیرہ چلاؤ..... تاکہ پتا چلے کہ ہمارے گھر میں کوئی فنکشن ہو رہا ہے۔'' باسط نے جان بوجھ کر کہا تو معیز نے ڈیک آن کر دیا۔ ارسہ تیار ہو کر اونچی ہیل میں یہاں وہاں خوشی سے پھر رہی تھی اس کی چال سے ہی لگتا تھا کہ اس کے پاؤں زمین پر ٹک ہی نہیں رہے۔

''یہ تم نے اتنی اونچی ہیل پہن لی..... لڑکی کچھ تو خیال کرو۔''

اظہر نے اسے ٹوکا..... تو سالار..... شرم سے پانی پانی ہو گیا۔

''اتارو اس ہیل کو اور سادہ سی چپل پہنو۔'' پھر اظہر، سالار سے مخاطب ہو کر بولا۔

''یار ان چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے بہت بڑے بڑے نقصان ہو جاتے ہیں۔ ناسمجھ ہے وہ تم تو خیال رکھو۔''

''یہ کام خواتین کے ہیں۔'' اس نے ٹالا تو اظہر ہنس دیا۔

''خواتین کو تو صرف اپنے فیشن کی فکر رہتی ہے۔ کہاں رکھتی ہیں وہ ان باتوں کا خیال..... اب اس رابعہ کی بچی کو ہی دیکھ لو..... ایسے وقت ایسے کھلے کپڑے پہننے چاہئیں اور وہی تنگ لباس پہن رکھا ہے۔ دوپٹا اوپر پھیلا لینے سے سامنے سے تو ڈھک جائے گا مگر بچے کی تو آکسیجن کم ہو جاتی ہے تنگ کپڑے پہننے سے۔'' سالار شرمندگی سے رابعہ سے نظریں چرا گیا۔ جو اسے دیکھ کر سلام کرنے آرہی تھی۔ پھر وہ اپنے شوہر کے ساتھ تصویریں کھنچوانے میں مگن ہو گئی۔ اس کے ہم زلف اس سے کیسی باتیں کر رہے تھے۔ ایسی باتیں تو اس نے اپنے گھر میں خواتین سے بھی نہیں سنی تھیں۔ اس کی بہنوں کے اور بھابیوں کے بچے ہوتے رہے ہیں کبھی مردوں نے ان پر اس طرح تبصرہ نہیں کیا جیسا یہاں ہو رہا تھا۔

''توبہ ہے ارسہ تم آہستہ نہیں چل سکتیں..... اور یہ وزن مت اٹھاؤ..... اس طرح مت جھکو۔'' ہر ایک کی گویا ارسہ پہ نگاہیں تھیں اور اسے ہی سب نصیحتیں کر رہے تھے، ان باتوں پر ارسہ کو بالکل بھی کوفت نہیں ہو رہی تھی بلکہ وہ مسرور تھی کہ سب اس کا کس قدر خیال رکھ رہے ہیں جبکہ سالار کا کوفت سے برا حال تھا۔ باسط سوچ رہا تھا اس سے زیادہ سنہری موقع پھر نہیں آسکتا کسی طرح سے بھی وہ وڈیو فلم سالار کو دکھائی جائے۔ تبھی اس نے سالار کو اکیلا بیٹھا دیکھ کر اپنے بڑے بیٹے کو ایک طرف لے جا کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سمجھایا۔

''سالار لگتا ہے اداس بیٹھا ہے۔تم انہیں ارسہ کی یہ وڈیو فلم دکھاؤ نا جا کر..... ان کا دل لگ جائے گا ویسے بھی بے چارہ ہماری محفلوں میں کم ہی گھلتا ملتا ہے۔'' باسط کا بڑا بیٹا لاابالی پن میں موبائل لے کر پاس بیٹھ گیا پھر وڈیو کھول کر دیکھنے لگا پھر سالار کو متوجہ کر کے بولا۔

''انکل دیکھیں..... ارسہ آنٹی کتنی پیاری لگ رہی ہیں۔'' سالار کی توجہ ہوئی تو ارسہ..... کسی لڑکے ساتھ ناچ رہی تھی اور پھر سالار کی اس وڈیو پر سے نگاہیں ہی نہ ہٹیں۔اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ ارسہ ہوگی۔اس کی ارسہ..... جسے اس نے برقع دلوادیا تھا۔کسی غیر مرد کی بانہوں میں جھول رہی ہوگی۔کبھی اس لڑکے ہاتھ ارسہ کی کمر میں تھے تو کبھی دونوں پشت سے پشت ملا کر کھڑے ہیں۔ ناچتے ہوئے کبھی وہ اس کے سینے سے لگ رہا ہے کبھی وہ اسے گلے سے لگا رہی ہے۔سالار کا دماغ گھوم گیا۔باسط بڑے دھیان سے سالار کے سارے تاثرات نوٹ کر رہا تھا اور دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

''اگر میں خود تمہیں یہ سب کچھ دکھاتا تو تم یہی سمجھتے کہ میں تمہارا گھر اجاڑنے کا پروپیگنڈا کر رہا ہوں۔ضرور تمہارا اس طرف دھیان جاتا لیکن اب ..... اب تم ایسا نہیں سوچ سکتے۔''

''کون سا فنکشن ہے یہ؟'' سالار کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

''رت جگے کا فنکشن ہے آپ نہیں آئے تھے۔ ابو بھی نہیں آئے تھے لیکن ہم سب نے بہت انجوائے کیا تھا۔''

''کیا..... کیا..... تمہارے ابو بھی نہیں آئے تھے۔'' سالار کا دماغ گھوم رہا تھا۔ارسہ نے کہا تھا کہ باسط وہیں تھا اور ان کے گھر میں جھگڑا ہو رہا تھا اس لیے وہ دیر سے گھر آئی تھی۔وہ ارسہ کے کہے گئے جھوٹے لفظوں کو ذہن میں دہرانے لگا۔باسط دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔

''میں یہ کام تو بہت پہلے ہی کر دیتا..... سالار صاحب..... لیکن تب اتنا مزہ نہ آتا..... اب زیادہ مزہ آئے گا۔ دہری تکلیف ہوگی تمہیں..... دہری.....''

''یہ بیوقوف سالار سے کیا باتیں کر رہا ہے۔'' یکدم باسط نے بیٹے پر غور کیا تو اسے آواز دے لی۔

''میں ابو کی بات سن کر ابھی آتا ہوں۔آپ یہ موبائل رکھیں کسی کو مت دیجیے گا۔ابو کا ہے، ناراض ہوں گے۔'' سالار نے موبائل غم و غصے سے مٹھی میں دبوچ لیا۔

''کھانا لگ گیا ہے سب لوگ کھانے کے لیے آجائیں۔'' دلاور نے آکر سب سے کہا تو سب کھانے کے لیے اٹھ کر اندر چلے گئے البتہ سالار وہیں بیٹھا رہا۔تھوڑی دیر میں ہی ارسہ باہر آئی اور سالار کو بیٹھا دیکھ کر بولی۔

''سالار آپ اندر نہیں آرہے؟'' سالار کے اندر اس وقت آندھیاں چل رہی تھیں۔نہ جانے اس نے خود کو کیسے کنٹرول میں رکھا ہوا تھا۔

''سالار.....!'' ارسہ اسے گم صم پا کر اس کے نزدیک آگئی۔''کیا بات ہے تم اس طرح کیوں بیٹھے ہو۔'' سالار نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔ البتہ وڈیو آن کر کے اس کے سامنے کر دی۔ارسہ نے ایک جھلک ہی دیکھی اور اس کا دم خشک ہو گیا۔

''یہ تمہیں کس نے دی ہے، باسط بھائی نے۔'' وہ ہکلاتے ہوئے گھبراہٹ میں بولی۔

''وہ تو اس روز آیا ہی نہیں تھا اور یہ تمہارے بھانجے نے مجھے اطلاع دینے کے لیے نہیں تفریح فراہم کرنے کے لیے دکھائی تھی۔'' ارسہ کے پاس کوئی لفظ نہیں تھے۔اسے ساجدہ کے بیٹے پر سخت غصہ آرہا تھا۔کیا ضرورت تھی اسے یہ بیوقوفی کرنے کی۔وہ جز بز ہوئی۔مگر اس کے قدموں کی جان نکل چکی تھی۔اتنی سی دیر میں اسے ماں آتی دکھائی دی۔

''یہ تم دونوں میاں بیوی یہاں کیوں بیٹھے ہو۔کھانا نہیں کھاؤ گے کیا؟'' نعیمہ نے غور کیا ارسہ کے رنگ اڑ رہے تھے اور سالار کے چہرے پر سخت تاثرات تھے۔

''یہ تمہارے منہ پر ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں ارسہ..... تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا..... کیا ہوا؟ سالار طبیعت تو ٹھیک ہے اس کی اور یہ تمہیں کیا ہوا ہے؟'' سالار یکدم کھڑا ہو گیا۔

''میں ارسہ کو لے کر یہاں سے جا رہا ہوں۔''

''کیوں.....؟'' نعیمہ بیگم کے تیور بگڑے۔

''اس کیوں کا جواب اگر آپ نے مجھ سے مانگا تو بات بہت بڑھ جائے گی۔بہتر یہی ہے کہ آپ لوگ ارسہ کو اور ارسہ آپ لوگوں کو بھول جائے۔'' نعیمہ بیگم نے بیٹی کی طرف دیکھا جس کا چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔

''اتنے دنوں کے بعد تو وہ یہاں آئی ہے۔ پھر تم نے جھگڑے کا کوئی نہ کوئی جواز پیدا کر لیا۔ کیوں تم ہمیشہ..... میرے گھر میں آکر بدمزگی پیدا کرتے ہو۔''

''شکر ادا کریں کہ میں یہاں سے چپ چاپ جا رہا ہوں ورنہ یہاں وہ تماشا لگتا کہ آپ کی بیٹی ہی نہیں آپ بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتیں۔''

''منہ سنبھال کر بات کرو سالار تم کہہ کیا رہے ہو..... عزت دار خاندانی لوگ ہیں ہم.....'' نعیمہ بیگم کو جلال آگیا۔

''عزت دار خاندانی لوگوں کے یہ کام ہوتے ہیں!'' اس نے وڈیو آن کر کے نعیمہ بیگم کے سامنے کی ایک لمحے کو تو نعیمہ بیگم سٹپٹائیں پھر فوراً ہی سنبھل کر بولیں۔

''اس میں ایسی کون سی بات ہے جس پر تم اتنی بڑی بات کہہ رہے ہو۔''

''یہ کوئی بڑی بات ہی نہیں؟'' سالار کی آواز غم و غصے سے پھٹ رہی تھی۔''کیسی ماں ہیں آپ..... جسے اپنی بیٹی کو دوسرے مرد کی بانہوں میں ناچتا دیکھ کر ذرا سی بھی شرمندگی نہیں ہوئی اور نہ اب ہو رہی ہے۔''

''دیکھو سالار.....'' نعیمہ بیگم نے پینترا بدلا۔''یہ آج کل کا ماحول ہے۔ہمارا ماحول ایسا ہی ہے۔شادی بیاہ میں بچے بچیاں ہلڑ بازی کرتے ہی ہیں۔اس میں تم نے اتنا واویلا کیوں مچا رکھا ہے۔ جو وقت گزر گیا، ٹھیک ہے، اب آئندہ یہ احتیاط کرے گی۔'' نعیمہ بیگم کے پاس فی الفور مطمئن کر دینے والا کوئی جواب نہیں تھا۔

''وقت گزر گیا..... لیکن اپنے ان مٹ نشان چھوڑ گیا۔یہ وڈیو..... صرف ایک ہی شخص کے پاس نہیں ہوگی، ہر اس شخص کے پاس ہوگی جو اس فنکشن میں موجود تھا۔میری عزت کا خوب تماشا لگوایا ہے آپ نے۔یہ کام کرنے کے لیے تو آپ کو روپوں سے بھی عورت مل جاتی..... میری ہی بیوی کو کیوں نچایا آپ نے؟'' سالار کی آواز اتنی تیز تھی کہ کھانا کھاتے ہوئے سب کے ہاتھ رک گئے۔

''بتائیں..... جواب دیں.....'' اس کی آنکھوں میں خون اُتر رہا تھا۔

Scan & PDF HIAZ AHMED
Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم حد سے بڑھ رہے ہو سالار....." نعیمہ بیگم طمطراق سے بولیں۔

"نہیں..... ابھی میں حد سے نہیں بڑھا..... حد سے بڑھتا تو....." اس نے زہریلی نگاہوں سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ نعیمہ بیگم اس کی نگاہوں سے فوراً بھانپ گئیں..... اپنی ہونے والی اولاد کی وجہ سے وہ ارسہ کی اس غلطی کو بھی معاف کردے گا۔

"دیکھو سالار جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ..... بہن بھائیوں کی شادیوں میں بچیاں ایسا کچھ کر لیتی ہیں۔" سالار نے نفرت سے ساس کی طرف دیکھا اور پھنکار کر بولا۔

"نہیں..... آپ کو محسوس ہی نہیں ہوگا..... کیونکہ غیرت وحمیت کس چیز کا نام ہے، یہ آپ لوگوں کو چھو کر بھی نہیں گزری کیونکہ آپ نے تو بیٹیوں کے سر پر یہاں اڈا کھول رکھا ہے۔"

"بکواس بند کروائیں....." اس سے قبل دلاور علی کا سالار پر ہاتھ اٹھتا..... باسط بیچ میں آ گیا۔

"کیا کر رہے ہو دلاور..... بہنوئی ہے وہ تمہارا..... ارسہ کا گھر اجڑ جائے گا۔" باسط نے ساس اور سالے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"اجڑ جائے ارسہ کا گھر۔" دلاور چلایا۔ "مگر یہ اپنے پیروں پر نہیں جائے گا۔"

"جذباتی مت بنو۔" باقی بہنوئی بھی آ گئے۔

"ارسہ کا گھر نہیں اجڑے گا... البتہ وہ اس گندگی میں اب زندگی بھر قدم نہیں رکھے گی۔" یہ کہہ کر سالار نے ارسہ کی طرف دیکھا۔

"میرے ساتھ چل رہی ہو یا....." اور ایک پل میں ارسہ کے دماغ نے گھنٹی بجائی اگر اس وقت سالار اسے اپنے ساتھ لے گیا تو میکے سے بھی تڑوا دے گا اور عمر بھر اس کے کرتوتوں کے طعنے علیحدہ دے گا۔ دوسرے ہی پل ارسہ لڑکھڑائی اور زمین پر ڈھیر ہوگئی۔

"ہائے میری بچی..... ارسہ..... ارسہ....." اس کی بہنیں اور ماں چیل کوؤں کی طرح ارسہ پر جھک گئیں۔

☆☆☆

"اگر میں بے ہوش ہونے کا ناٹک نہیں کرتی تو سالار مجھے اپنے ساتھ لے جاتا اور مجھے پتا ہے پھر وہ میرے ساتھ کیسا سلوک کرتا۔ میں نہیں رہ سکتی اس گھٹن زدہ ماحول میں..... اسی لیے میں نے بے ہوش ہونے کا ناٹک کیا۔" وہ اپنی ماں اور بہن بھائیوں کو بتا رہی تھی۔

"بہت اچھا کیا تم نے یہ کام کر کے۔" دلاور علی غصے سے پھنکارا۔ "اگر وہ تمہیں لے جاتا تو ہماری بے عزتی کا بدلہ..... ہرگز پورا نہ ہوتا۔ اس نے بہت بے عزتی کی ہے ہماری..... محفل کا بھی خیال نہیں کیا..... ایسی کون سی قیامت تھی اس وڈیو میں جو وہ اس قدر چلا رہا تھا۔ کل رات وہ چلا تو گیا ہے لیکن دیکھنا..... وہ تمہیں لینے کے لیے ناک کے بل... آئے گا۔" ارسہ نے گھبراہٹ سے بھائی کی طرف دیکھا۔

"اگر وہ نہ آیا تو.....؟"

"وہ آئے گا ضرور آئے گا کیونکہ اب تم صرف اس کی بیوی ہی نہیں ہو اس کے بچے کی ماں بھی بننے والی ہو۔ اس کے لیے خاص ہو..... وہ تمہارے لیے نہ سہی بچے کے لیے ہی سہی وہ ضرور آئے گا۔ بس تم اپنا فون بند رکھنا۔ جب تک اسے اپنے کیے کی شرمندگی نہیں ہوگی۔ وہ تمہیں تکلیف پہنچانے سے باز نہیں آئے گا اور کیے کی شرمندگی اسے جب ہی

ہوگی جب تم اس کی دسترس..... اس کے رابطے سے دور ہوگی۔"

☆☆☆

"پانچ دن ہوگئے ہیں تم ابھی تک ارسہ کو لے کر نہیں آئے۔" سالار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ کھانا کھاتا رہا۔

"ضرور میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہوا ہوگا۔ دیکھ نہیں رہی ہو پانچ دن سے منہ سوجائے پھر رہا ہے۔" سالار کے بجائے اماں جی نے جواب دیا۔ سالار چپ چاپ کھانا کھاتا رہا۔

"بھئی میں تو سچ کہوں گی..... چاہے کسی کو برا لگے..... جب وہ اپنے میکے جاتی ہے نئے نئے سبق لے کر آتی ہے اور وہیں جا کر حاوی ہوتی ہے اس پر..... تمہاری اور تمہارے بیٹے کی کمزوری بھی ہے جو اس کا میکے میں آنا جانا بند نہیں کرتے..... مسلسل یہاں رہے تو سب اچھل کود بھول کر تیر کی طرح سیدھی ہو جائے..... پر ہماری سنتا کون ہے۔ پرانے زمانے کی ہوں..... پرانے خیالات ہیں اور تم لوگ ہو نئے زمانے کی پیداوار۔" سالار کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا اور باہر نکل گیا۔

"لو اسے کیا ہوا..... ہک ہا..... بیوی سے اتنی محبت ہوگئی ہے کہ ماں اور دادی کی باتیں بھی کلیجے میں لگتی ہیں اس کے..... پر پچھتائے گا جتنا اسے سر پر چڑھا رہا ہے ناں..... اتنا ہی پچھتائے گا ایک دن دیکھ لینا....." سالار کچن سے نکل کر پانی پی رہا تھا پھر پانی پی کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

پانچ دن اس نے بڑی اذیت میں گزارے تھے اگر وہ اس کے بچے کی ماں نہ بننے والی ہوتی تو وہ اسے وہیں مزہ چکھا دیتا..... اس واقعہ کا اس نے گھر میں کسی کو نہیں بتایا تھا۔ کس طرح بتاتا سب کو..... کیا عزت رہ جاتی اس کی سب کی نظروں میں اتنی گندی ہے ارسہ..... اسے ذرا بھی اپنی یا اپنے شوہر کی عزت وحمیت کا احساس نہیں..... ناچتی ہوئی ارسہ اس کے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح بج رہی تھی۔ کئی دفعہ اس کے دل نے کہا تھا کہ ریوالور اٹھائے اور اسے شوٹ کر دے۔ پھر وہی خیال کہ پورے جگ میں ارسہ کی ہی نہیں اس کی بھی رسوائی ہوگی۔ خاندان کی عزت اور حمیت کا سوال تھا۔ کوئی حل سجھائی نہیں دیتا تھا۔ بالآخر چھٹے روز اس نے ارسہ کے موبائل پر کال کی۔ جو کہ بند تھا۔ دن بھر وہ ٹرائی کرتا رہا اور اس کا رابطہ نہ ہو سکا۔ رات تک وہ زچ ہو چکا تھا۔ آج وہ اس سے فون پر دوٹوک بات کرے گا..... اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آیا وہ اس کے ساتھ بسنا چاہتی ہے یا نہیں اور بس۔ اس نے باسط کے بیٹے عرفان کے پاس فون کیا اور اس سے کہا کہ اپنی آنٹی سے کہے کہ اپنا فون او کے کریں۔ وہ اس سے بات کرنا چاہتا ہے۔ عرفان موٹر سائیکل پہ نانی کے گھر گیا اور ارسہ کو پیغام پہنچایا..... دلاور علی اور نعیمہ بیگم نے مشورہ دیا کہ وہ فون پر بات کرے لیکن سالار کو اس کی غلطی کا احساس دلائے اور بالکل نہ دبے..... کیونکہ اگر اس نے کچھ کرنا ہوتا تو اسی روز کر کے جاتا اس وقت وہ خاموشی سے جا سکتا ہے تو اب تو اس کا غصہ کافی کم ہوگیا ہوگا۔ اب موقع ہے وہ اپنی بات منوا سکتی ہے۔ اس نے فون آن کر لیا۔ عرفان نے سالار کو فون کر کے پیغام دے دیا۔ دوسرے ہی پل سالار کا فون آ گیا۔

"تم ابھی تک وہاں بیٹھی ہو۔ گھر کیوں نہیں آئیں؟" سالار کا لہجہ خشک اور نروٹھا تھا۔ ارسہ نے خشک لبوں پر زبان پھیری پھر مظلومیت سے بولی۔

"میری طبیعت اس قدر خراب ہوگئی تھی کہ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہاں سب پریشان ہوگئے اور آپ نے اتنی سنگدلی کا ثبوت دیا کہ مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔''

''وہاں تھے نا تمہارے میزبان..... تمہاری دیکھ بھال کرنے والے۔ میری کیا ضرورت تھی ایسے میں..... مجھ سے زیادہ چاہتے ہیں یہ لوگ تمہیں۔''

''کیا ہوگیا ہے سالار آپ کو..... آپ نے مجھے بولنے کا موقع بھی نہیں دیا اور خود ہی سب کچھ کہہ کر چلے گئے۔''

''میں نے تمہاری یہ بکواس سننے کے لیے فون نہیں کیا ہے..... پہلے یہ بتاؤ تم نے اتنے دن سے فون کیوں بند کر رکھا تھا۔''

''میں نے بتایا ناں میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔''

''میں نے تمہاری طبیعت پوچھنے کے لیے فون نہیں کیا ہے مجھے آج صاف صاف یہ بتاؤ کہ تمہیں میرے ساتھ زندگی گزارنی ہے یا نہیں.....؟''

''کیسی باتیں کر رہے ہو تم سالار..... ظاہر ہے۔ مجھے تمہارے ساتھ ہی زندگی گزارنی ہے۔''

''تو پھر ٹھیک ہے فوراً گھر آجاؤ۔''

''مگر میں ایسے کیسے گھر آسکتی ہوں، تمہارے دل میں تو میرے لیے ذرا بھی گنجائش نہیں ہے۔''

''دیکھو..... تم مجھ سے اس وقت بحث نہ کرو اگر تم اپنا گھر بسا دیکھنا چاہتی ہو تو فوراً گھر آجاؤ ورنہ.....''

''ورنہ کیا.....؟'' ارسہ نے ترش انداز میں کہا پھر فوراً ہی سنبھل کر بولی۔ ''اس میں اتنا ناراض ہونے والی کون سی بات ہے تم مجھے لینے آجاؤ..... میں گھر آجاؤں گی۔''

''کیا کہا؟ کیا تم نے..... میں تمہیں لینے آؤں گا یہ بھول ہے تمہاری کہ میں اب اس گھر کی دہلیز پر قدم رکھوں گا سمجھیں تم..... یہ غنیمت جانو کہ اتنا سب کچھ ہوجانے کے باوجود بھی..... میں تمہیں ساتھ رکھ رہا ہوں..... وگرنہ.....'' اس کی دھمکی پر ارسہ کو غصہ آگیا۔

''یہ تم مجھے کیا بار بار دھمکیاں دے رہے ہو..... ایسا کیا جرم کر دیا میں نے جو تم مجھے ذلیل ہی کیے جا رہے ہو۔''

''تو گویا تمہیں ابھی تک احساس ہی نہیں ہوا۔'' سالار کو بھی غصہ آگیا۔

''یعنی ابھی بھی مجھے ہی احساس ہوگا۔ کیا سمجھا ہے تم نے مجھے سالار..... ہمیشہ میری اور میرے گھر والوں کی بے عزتی کرتے رہو گے اور میں سر جھکا کر بیٹھی رہوں گی۔ کان کھول کر سن لو تم بھی جب تک تم مجھے لینے نہیں آؤ گے، میں بھی نہیں آؤں گی نہ صرف تم مجھے لینے آؤ گے بلکہ میری ماں سے معافی بھی مانگو گے..... جس قدر تم نے ان کی بے عزتی کی ہے۔ جب تک تم ان سے معافی نہیں مانگو گے میں تمہارا گھر نہیں بساؤں گی۔'' اس کی ہٹ دھرمی پر سالار کا دماغ گھوم گیا۔

''تو ٹھیک ہے پھر کان کھول کر سن لو..... یا تو تم شام تک..... میرے گھر آجاؤ..... بہ صورت دیگر میں تمہیں طلاق دے دوں گا سنا تم نے۔ میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔''

''ہاں..... تم مجھے یہی دھمکی دے سکتے تھے تو ٹھیک ہے، دے دو طلاق۔'' ارسہ نے اسی ہٹ دھرمی سے کہا اور فون بند کر دیا۔ سالار کے دماغ کی رگیں پھٹ رہی تھیں۔ کوئی نہیں تھا ایسا جس سے وہ مشورہ کر سکے۔ جو کچھ کرنا تھا اسے خود ہی کرنا تھا۔

''سن لی آپ نے اس کی ہٹ دھرمی وہ مجھے

طلاق کی دھمکیاں دے رہا ہے..... آپ تو کہہ رہی تھیں کہ وہ ناک کے بل آئے گا۔ اسے تو کسی بھی چیز کی پروا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اپنی اولاد کی بھی نہیں..... آپ تو کہہ رہی تھیں وہ آئے گا اسے آنا پڑے گا۔ اس نے آپ کو بہت بڑی گالی دی ہے، آپ نے کہا تھا ناں صرف وہ آئے گا پیروں میں پڑ کر معافی بھی مانگے گا۔ یہی گمان تھا ناں آپ سب کا..... مگر اس نے تو آنے سے صاف انکار کر دیا۔'' نعیمہ بیگم جو ساری بات سن رہی تھیں، بہت دیر بعد بولیں۔

''وہ تمہیں طلاق کی دھمکیاں نہیں دے رہا..... تمہیں طلاق دے چکا ہے۔'' ارسہ نے چونک کر ماں کی طرف دیکھا۔

''ہاں وہ تمہیں تین بار طلاق دے چکا ہے۔ ٹیلی فون پر..... اور اس بات کی میں گواہ ہوں۔ سنا تم نے۔'' نعیمہ بیگم یکدم ہیجانی انداز میں چلائیں۔

''وہ مجھے گالی دے کر گیا تھا ناں..... اب میں اسے اس گالی کا جواب لوٹاؤں گی۔ نہ صرف اس کے خاندان کو بدنام کروں گی بلکہ اسے بھی کہیں کا نہیں چھوڑوں گی۔ اسے ایسا مزہ چکھاؤں گی کہ وہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔ بس بہت ہوگیا۔ سمجھو تم بیاہی ہی نہیں گئی تھیں۔ وہ تم سے تعلق ختم کر چکا ہے۔'' ارسہ ہق دق رہ گئی تھی۔ پھر کچھ ہی دیر میں سنبھل گئی۔

''تو کیا میرے اس طرح کہنے سے طلاق واقع ہوجائے گی؟''

''نہیں ہوگی تو اسے دینا پڑے گی۔ کورٹ کے ذریعے ہی سہی، وہ تمہیں طلاق دے گا۔'' ارسہ سوچ میں پڑ گئی۔

☆☆☆

کیا..... کیا..... کہا تم نے سالار، ارسہ کو طلاق دے چکا ہے۔ تم سے کس نے کہا یہ سب کچھ..... سالار تو گھر میں اپنے کمرے میں ہے۔'' عشرت بیگم نے کلیجا تھام لیا۔ اماں جی نے تو واویلا ہی مچا دیا۔

''ضرور تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی محراب.....''

''آخر تمہیں کہا کس نے ہے یہ سب کچھ..... سالار ایسا کر ہی نہیں سکتا۔''

''وہ ایسا کر چکا ہے۔ ان کے خاندان کے نمبردار نے مجھ تک یہ اطلاع پہنچائی ہے، اس نے بتایا ہے کہ آج صبح سالار نے ارسہ کو فون کیا تھا اور اسے گھر آنے کے لیے کہا۔ جس پر ارسہ نے اس سے کہا کہ وہ اسے لینے آجائے۔ سالار نے انکار کر دیا اور بات اتنی بڑھی کہ سالار نے غصے میں آکر ارسہ کو پہلے طلاق کی دھمکیاں دیں اور پھر تین بار طلاق دے دی۔''

''نہیں..... میرا بیٹا ایسا نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے خاندان پہ اتنا بڑا داغ نہیں لگا سکتا۔ ضرور ارسہ کو ہی کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی۔''

''آپ کا بیٹا غصے میں پاگل ہوجاتا ہے، یہ تو پتا ہے ناں آپ کو۔ کیا خبر غصے میں کس لمحے اس نے یہ بکواس کی ہے..... آپ یا میں کیسے اس چیز کی گارنٹی دے سکتے ہیں کہ سالار نے ایسا نہیں کیا۔'' محراب علی غصے میں آکر بولے تو عشرت بیگم کو چپ لگ گئی۔ پر ان کی آنکھ سے آنسو رواں تھے۔

''خود ہی مفروضے بناتے رہو گے۔ اس بدبخت سے بھی تو پوچھو آخر ہوا کیا ہے؟'' اماں جی نے چلا کر کہا اور دو ہتھڑ سینے پر مار کر رونے لگیں۔

☆☆☆

سالار سر جھکائے بیٹھا تھا۔ گھر کے سارے

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوگ ڈرائنگ روم میں جمع تھے۔ جو کچھ سالار نے کہا تھا سب نے خاموشی سے سنا تھا۔

''میں نے اسے طلاق نہیں دی۔ ہاں البتہ ..... اسے دھمکی ضرور دی تھی کہ اگر وہ شام تک گھر نہ آئی تو میں اسے طلاق دے دوں گا۔ اس کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔'' سالار کے جواب کے بعد ہر ایک کے منہ سے طرح طرح کے سوال ابھر رہے تھے۔

''آخر یہ دھمکی دینے کی نوبت ہی کیوں آئی تمہیں..... اگر وہ نہیں آ رہی تھی تو کچھ دن اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے۔ گھر میں کوئی بڑا چھوٹا تھا اس سے مشورہ کر لیتے۔ تم نہیں لے کر آنا چاہتے تھے تو نہ لاتے۔ گھر کا کوئی بھی مرد اسے لے آتا۔ آخر اس اتنی سی بات کو اتنی بڑی انا کا مسئلہ کس لیے بنا لیا گیا۔ کیوں استعمال کیے تم نے طلاق کے الفاظ.....'' سالار کے پاس ان سب باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ الباب کی باتوں پر سر جھکائے بیٹھا رہا۔

''کیوں..... بولتی بند ہوگئی تمہاری..... بتاتے کیوں نہیں کہ سچ کیا ہے؟'' الباب نے چھوٹے بھائی کا گریبان پکڑ لیا۔

''میں نے اسے طلاق نہیں دی۔ جھوٹ بول رہی ہے وہ..... اگر میں اسے طلاق دیتا تو اسی روز دے کر آتا۔ جس روز..... میں نے اسے غیر مرد کے ساتھ دیکھا تھا۔''

''غیر مرد کے ساتھ..... کیا..... کر رہی تھی وہ غیر مرد کے ساتھ؟'' بیک وقت کئی آوازیں ابھریں۔ سالار نے جذبات کو کنٹرول کرنے کے لیے اپنے دانت بھینچ لیے۔ وہ نہیں بتانا چاہتا تھا گھر والوں کو کہ اس نے ارسہ کو کس حالت میں دیکھا ہے۔ کل کو ارسہ اس گھر میں آ کر بسے گی تو کیا عزت رہ جائے گی اس کی سب کی نظروں میں۔

''ہم کچھ پوچھ رہے ہیں تم سے؟'' محراب علی نے غصے سے کہا۔

''ان کے گھر میں غیر مردوں کا بے دریغ آنا جانا ہے۔ بھائیوں کے یار، دوست، احباب بہنوئی سب یونہی منہ اٹھائے چلے آتے ہیں۔ وہ لوگ کسی سے پردہ نہیں کرتیں۔ میں ارسہ کو پردے کا پابند کر رہا تھا لیکن وہ یہاں سے تو برقع میں جاتی تھی اور وہاں جا کر غیر مردوں کے ساتھ ہنسی ٹھٹھول کرتی تھی۔ جو مجھے بالکل پسند نہیں تھا اور جب میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو میں اسے کیسے وہاں چھوڑ سکتا تھا۔ اسی وجہ سے اسے گھر بلانے پر مصر تھا لیکن اسے اپنی گرہستی سے زیادہ آزادی عزیز تھی۔ وہ وہاں سے نہیں آنا چاہتی تھی۔ بالآخر زچ ہو کر میں نے اسے طلاق کی دھمکی دے ڈالی اور اس نے مجھ پر الٹا بہتان ہی لگا دیا۔''

''تم چھوڑ کر ہی کیوں آئے تھے اسے..... ساتھ لے کر کیوں نہیں آئے؟'' الباب نے نقطہ پکڑا..... سالار بے بسی سے بولا۔

''ہاں، یہی میری سب سے بڑی غلطی ہے کہ میں اسے وہاں چھوڑ آیا تھا اور میں اسے لے بھی آتا لیکن..... لیکن بیچ محفل میں اسی بحث و کشاکش میں اس کی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ جس کی وجہ سے میں اسے نہ لا سکا۔''

''اس کی طبیعت خراب ہوگئی تھی؟'' یہ انکشاف بھی سب کے لیے انوکھا تھا۔

''میرا خیال ہے ہمیں یہاں بیٹھ کر بحث کرنے کے بجائے ارسہ کے گھر والوں سے ملنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے آمنے سامنے بیٹھیں تو معاملہ سمٹ

جائے۔ ویسے بھی بیچ کے لوگ کہاں صحیح بات کرتے ہیں۔'' مریم نے اپنے تئیں تجویز نکالی تو الباب بھڑک کر بولا۔

''اس کے گھر والوں نے ہمیں اس قابل نہیں سمجھا کہ فون کر کے ارسہ اور سالار کے مابین کشیدگی کے متعلق بتاتے یا اگر طلاق کا ہی معاملہ تھا تو ہمیں اطلاع کرتے۔ سلجھانے کا تو ارادہ ہی نہیں دکھائی دیتا ان لوگوں کا۔ اپنی بیٹی کے حرفوں کا یقین کر لیا ان لوگوں نے دوسرے فریق سے تصدیق ہی نہیں کی۔ ہم لوگ یہاں بے خبر بیٹھے ہیں..... ان کے پورے خاندان میں یہ بات آگ کی طرح پھیل چکی ہے اور ان کا نمبردار ہمیں بتانے ان کے کہنے پر نہیں آیا تھا اپنے طور آیا تھا۔ ایسی صورتِ حال میں تم کہتی ہو کہ ہم منہ اٹھا کر ان کے گھر جائیں۔''

''تو پھر..... یہ معاملہ کس طرح سلجھے گا۔ انہوں نے تو اپنی جگہ پر طے کر لیا ہے کہ ارسہ کو طلاق ہوگئی ہے مگر سالار کو بھی تو صفائی کا موقع ملنا چاہیے۔ کبھی طلاق بھی اس طرح ہوتی ہے اور کون جانے یہ بات ارسہ کہہ رہی ہے یا اس کے گھر والے کہلوا رہے ہیں۔ ہمیں ارسہ کو اور سالار کو آمنے سامنے بٹھا کر بات کرنا ہوگی۔'' عشرت بیگم کی بات پر سب..... اسی نکتے پر سوچنے پر مجبور ہوگئے۔

''آپ دلاور علی سے فون پر بات کریں۔ اس سے حقائق جانیں، اپنا موقف بتائیں انہیں۔'' مریم نے پھر قائل کیا۔

''میں دلاور علی کو فون نہیں کروں گا۔ صدر و دین کو جو انہی کا نمبردار ہے اسے یہاں بلاتا ہوں اور اسی کے ذریعے بات ان تک پہنچائی جائے گی اگر وہ آمنے سامنے بیٹھ کر بات کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔'' سب اپنی

دلہن

(آصف خان کے نام)

میرا ایمان ہے
زندگی ایک ہی بار ملتی ہے
مگر
جنم جنم کی بات بھی جانے کیوں
دل مسکرا اٹھتا ہے
یہ سوچ کر من میں کلی سی کھلتی ہے
میری آرزو کی ہر کلی مہکتی ہے
کہ میں
ہر جنم میں تیری دلہن بنوں

شاعرہ: فصیحہ آصف خان، ملتان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنی رائے دے رہے تھے۔ محراب علی نے سالار کی طرف دیکھا جو بالکل خاموش بیٹھا تھا۔

"تم کیا کہتے ہو سالار..... اس بارے میں کیا ہم تم پر اعتماد کر سکتے ہیں کہ ارسہ جو کچھ کہہ رہی ہے غلط ہے اور تم سچ کہہ رہے ہو؟" سالار نے بھائی کی طرف دیکھا۔ سالار کی شرمندگی اور غصے کی وجہ سے حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اس نے خود کو سنبھالا۔

"وہ مجھ پر بہتان لگا رہی ہے بھائی..... وہ ایسا کیوں کر رہی ہے، میں نہیں جانتا..... پتا نہیں وہ اپنا گھر بسانا بھی چاہتی ہے یا نہیں۔" اس کی آواز گلے میں پھنس رہی تھی۔

"ہاں..... تو وہ منہ سے طلاق مانگ لیتی..... اگر اسے تم سے یا گھر والوں سے کوئی تکلیف تھی تو..... یہ کیا تہمت لگا کر وہ پارسا ہو جائے گی۔" اماں جی نے کڑک دار آواز میں کہا..... پھر کہنے لگیں۔ "وہ تمہاری دھمکیوں میں کبھی نہیں آئی۔ نہ جانے تمہیں کون سا مغالطہ تھا۔"

"فی الحال اس بحث کو یہیں بند کر دیجیے۔ باقی بات چیت صدرودین کے پیغام کے بعد ہوگی۔"

"ٹھیک ہے تم بات چلا لو..... لیکن..... محراب میں اس لڑکی کے اس عمل اور لفظوں سے اتنی بددل ہو چکی ہوں کہ میں نہیں چاہتی کہ وہ اب دوبارہ میرے گھر میں آئے۔" عشرت بیگم یہ کہہ کر رو دیں۔

"کیا کہنا چاہتی ہیں امی آپ..... ایک طرف تو آپ سب لوگوں کو خاندان پہ گھر کے وقار پر داغ لگنے کا قلق ہے دوسری طرف آپ کی یہ نیت..... تو پھر ٹھیک ہے..... کس لیے کریں ہم جدوجہد جو ہو رہا ہے ٹھیک ہے۔ جان چھوٹ رہی ہے اس سے ہماری۔"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا محراب علی..... میں تو صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ اب وہ اس گھر میں نہیں آئے گی۔ سالار کے لیے علیحدہ گھر کا انتظام کرنا ہوگا تمہیں۔"

"یہ سب باتیں امی بعد کی ہیں۔ فی الحال آپ مجھے بات تو کرنے دیجیے۔"

☆☆☆

صدرالدین کے سامنے محراب علی نے ساری حقیقت رکھ دی تھی پھر اس کے ہمراہ اپنے بھی خاندان کے نمبردار کو ساتھ بھیجا تھا۔

نعیمہ بیگم نے رو رو کر واویلا مچا دیا تھا کہ سالار، ارسہ کو طلاق ثلاثہ دے چکا ہے۔ اس کی ساری بہنیں، بہنوئی تایا چچازاد بیٹیوں کے سسرال سبھی کا نعیمہ بیگم کے گھر افسوس کے لیے اکٹھے ہو رہے تھے۔

جب یہ بات باسط تک پہنچی تو اسے گہرا دھچکا لگا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سالار ایسا قدم بھی اٹھا جائے گا۔

"لیکن خیر..... جو ہوا ٹھیک ہی ہوا..... اگر وہ زیادہ دن اس فیملی میں رہتا تو ہم لوگوں کی تو حیثیت کیڑے مکوڑے سے زیادہ نہیں رہتی۔" اب وہ ارسہ سے ہمدردی کرنے کے لیے سب سے پہلے اس کے گھر پہنچا ہوا تھا۔

نعیمہ بیگم نے یہ بات سب سے پہلے دلاور علی کو بتائی تھی۔ دلاور سن کر ہق دق رہ گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ سالار ایسا نہیں کرے گا لیکن اتنی جلدی اتنا کچھ ہو جائے گا اس کے گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ تو سالار کو ذلیل و خوار کرنا چاہتا تھا۔ اپنی شرائط پر بہن کو بسانا چاہتا تھا لیکن یہ تو سارا گیم ہی الٹ گیا تھا۔ معیز اور سعد سخت غصے میں تھے، ان کا بس چلتا تو سالار کو گولی مار دیتے لیکن..... سالار کوئی معمولی

گھرانے کا نہیں تھا جس پر وہ حملہ کر سکتے۔ بہنیں علیحدہ اشتعال میں تھیں..... کہ اچانک صدرودین کا پیغام ان تک پہنچا کہ وہ لوگ مصالحت کرنا چاہتے ہیں۔

"مصالحت..... مصالحت کیسے ہو سکتی ہے۔ صدرودین بھائی..... آپ خود ہی بتائیں ایک شخص طلاق دے کر انکاری ہو رہا ہے۔ ہم ارسہ کو کیسے گناہ کا مرتکب کر سکتے ہیں۔"

"آپ کیسے یقین کر سکتے ہیں کہ آپ کی بہن جو کچھ کہہ رہی ہے سچ ہے۔" محراب علی کے خاندان کے نمبردار نے کہا تو دلاور علی سخت اشتعال میں آ گیا۔

"کون سی عورت ہے ایسی جو خود پر ایسا گھٹیا بدنامی کا کلنک لگانا چاہتی ہے۔"

"دیکھیں، یہ ایک شرعی معاملہ ہے۔ جب تک علما کرام سے اس معاملے کی جانچ پڑتال نہیں ہوگی نہ تو آپ لوگ حتمی رائے دے سکتے ہیں اور نہ ہی وہ لوگ۔"

"تو پھر آپ لوگ علما کے پاس جائیں..... ہمارے پاس کیا لینے آئے ہیں۔" دلاور علی اسی انداز میں بولا۔

"دیکھو دلاور علی..... ہم یہاں لڑائی جھگڑا نہیں کرنا چاہتے۔ ایک بار ہمیں لڑکی سے تصدیق کر لینے دو۔ آیا کہ یہ بات درست ہے یا نہیں..... ہو سکتا ہے لڑکی کو کوئی مبالغہ ہو گیا ہو..... ہم لڑکی کے منہ سے سچ سننے آئے ہیں۔" صدرودین نے کہا تو نعیمہ بیگم بھڑک کر بولیں۔

"ہمیں نہیں پتا تھا کہ ہماری ہی بیٹی کو زخم لگے گا اور ہماری ہی بیٹی سے تصدیق کرنے کے لیے لوگ آئیں گے۔"

کون کہتا ہے کہ؟
اولاد نہیں ہو سکتی
آج بھی لاکھوں گھرانے اولاد کی نعمت سے محروم سخت پریشان ہیں۔ مایوسی گناہ ہے۔ اِنشاء اللہ اولاد ہوگی۔ خاتون میں کوئی اندرونی پرابلم ہو یا مردانہ جراثیم کا مسئلہ۔ ہم نے دیسی طبی یونانی قدرتی جڑی بوٹیوں سے ایک خاص قسم کا بے اولادی کورس تیار کیا ہے۔ جو آپ کے آنگن میں بھی خوشیوں کے پھول کھلا سکتا ہے۔ آپکے گھر میں بھی خوبصورت بیٹا پیدا ہو سکتا ہے۔ آج ہی گھر بیٹھے فون پر تمام حالات سے آگاہ کر کے بذریعہ ڈاک وی پی VP بے اولادی کورس منگوائیں۔
المُسلم دارالحکمت رجسٹرڈ (دواخانہ)
ضلع و شہر حافظ آباد۔ پاکستان
0300-6526061
0547-521787
فون اوقات
صبح 9 بجے سے رات 11 بجے تک
آپ ہمیں صرف فون کریں
دوائی آپ تک ہم پہنچائیں گے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نعیمہ بہن ہم نے لڑکے سے بھی تصدیق کرلی ہے، وہ اپنے لفظوں پر قائم ہے۔"

"تو کیا ہماری بیٹی جھوٹی ہے۔ خود پر یونہی بہتان لگا رہی ہے وہ..... کیا ملے گا اسے یہ سب کچھ کر کے۔" نعیمہ بیگم نے واویلا مچادیا..... ناچار دلاور علی کو بولنا پڑا۔

"امی آپ صبر کریں..... ان لوگوں کو تسلی کرنے دیجیے۔ جس طرح چاہیں یہ ارسہ سے تصدیق کرسکتے ہیں۔ ہمیں بھلا کیا اعتراض ہوگا۔" نعیمہ بیگم چپ ہوگئیں۔

"ٹھیک ہے پھر آپ بچی کو بلادیں۔ ہم اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" نعیمہ بیگم اندر چلی گئیں۔

"کیا پوچھنے کے لیے آئے ہیں یہ لوگ مجھ سے؟" ارسہ پریشان تھی۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم ان لوگوں کے سامنے نہیں جاؤ گی۔ کہہ دو تم عدت میں بیٹھی ہو۔ غیر محرم کے سامنے نہیں آسکتیں..... یہیں سے دروازے کے پیچھے کھڑے ہوکر انہیں اپنا موقف بتادو۔"

"بات سنیں دلاور بھائی..... معاملہ شرعی اور حساس ہے۔ بات نہ سلجھی تو علما کرام حلف پر فیصلہ کریں گے۔ اس لیے بہتر ہے کہ ہم اپنی تسلی کرلیں۔" وہ لوگ آپس میں باتیں کررہے تھے۔

"یہ لوگ کیا باتیں کررہے ہیں؟" ارسہ کے قدم لڑکھڑائے اور وہ بیچ کے دروازے سے مڑ کر واپس اندر آگئی۔ "میں حلف کیسے اٹھاسکتی ہوں۔" وہ دل ہی دل میں لرزی..... نعیمہ بیگم کو بھی گھبراہٹ سی ہوئی۔

"ابھی اس کی نوبت تو نہیں آئی ناں..... جب آئے گی تب دیکھ لیں گے۔"

"تو کیا جب میں جھوٹا قرآن اٹھاؤں گی۔" ارسہ کے رونگٹے کھڑے ہوئے۔ نعیمہ بیگم کو بیٹی پر غصہ آگیا۔

"اپنی کمزوریوں کی وجہ سے آج تم اس جگہ پر کھڑی ہو۔ نہ تمہارے پاس عقل ہے اور نہ حوصلہ۔" نعیمہ بیگم نے بیٹی کو بری طرح سے جھڑک دیا۔ ارسہ نے سر اٹھا کر گہری سانس خارج کی جیسے حوصلے کے لیے آکسیجن لے رہی ہو پھر یکدم اس کی نگاہ سامنے الماری پر پڑی۔ جہاں بے شمار دنیاوی کتابیں رکھی تھیں۔ کچھ موٹی کچھ پتلی، کچھ اتنی ضخیم اور بڑی کہ اگر ان پر قرآن پاک کا جزدان چڑھادیا جاتا تو وہ سامنے سے قرآن ہی لگتیں۔ اچانک شیطان نے ارسہ کے دماغ میں کیسی تجویز ڈالی تھی۔ یہ دلیل تو ایسی تھی کہ پھر کوئی بھی اس کی چوکھٹ پر آہی نہیں سکتا تھا۔

"جب تک میں حلف نہیں دوں گی یہ لوگ میری جان نہیں چھوڑیں گے۔ علما کرام کے پاس لے جائیں گے اور مجھے سچا حلف اٹھانے پر مجبور کریں گے۔ اس سے بہتر نہیں کہ میں اس سلسلے کو یہیں بند کردوں..... امی کی تجویز بھی اچھی ہے۔ کیا ضرورت ہے مجھے ان لوگوں کے سامنے جانے کی..... میں یہیں پردے کے پیچھے سے انہیں بیان دوں گی۔"

"ہاں تو بیٹی بتاؤ..... کیا بات ہوئی تھی؟" نمبردار انعام الٰہی جو کہ سالار کی طرف سے آیا تھا اس نے ارسہ سے سوال کیا۔ ارسہ بتانے لگی۔

"بیس ستمبر جمعرات کی رات کو سالار یہاں ہمارے گھر فنکشن میں آیا تھا۔ امی نے اپنے سب بیٹی داماد کی دعوت کررکھی تھی۔ ہمیں بھی بلایا تھا۔

دعوت کے دوران میں نہ جانے اسے کس بات پر غصہ آیا اور وہ مجھ سے بلاوجہ ہی اکھڑا، اکھڑا بولنے لگا اس کی ہمیشہ سے یہی عادت تھی۔ ہمارے یہاں جب بھی آتا تھا ایسے ہی غصے میں رہتا تھا۔ امی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو اس نے امی کو بھی برا بھلا کہا۔ بات اتنی بڑھی کہ وہ فنکشن ادھورا چھوڑ کر یہاں سے چلا گیا اسی دوران میری طبیعت خراب ہوگئی اور سب میری دیکھ بھال میں لگ گئے۔ پچیس ستمبر کو سالار کا فون میرے موبائل پر آیا۔ اس نے مجھے برا بھلا کہا پھر کہنے لگا کہ میں ابھی تک کیوں نہیں آئی۔ شام سے پہلے میں گھر آجاؤں وگرنہ میرے ساتھ اچھا نہیں ہوگا۔ میں نے اسے بتایا کہ میری طبیعت صحیح نہیں ہے..... اس نے اس بات کی پروا ہی نہیں کی اور اپنی بات پر مصر رہا کہ میں گھر آجاؤں، میں نے اسے کہا کہ وہ مجھے لینے آجائے..... میں اس کے ساتھ آجاؤں گی۔ وہ مجھے اور میرے گھر والوں کو پھر برا بھلا کہنے لگا۔ پھر اس نے مجھے کہا کہ میں اپنے کسی بھائی کے ساتھ آجاؤں۔ میں نے کہا میں اپنے کسی بھائی کے ساتھ نہیں آسکتی..... پہلے ہی وہ لوگ اس بات پر غم وغصے میں ہیں کہ تم نے امی کو برا بھلا کہا تھا۔ میری اس بات کو اس نے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی اور بری طرح سے اکھڑ گیا اور کہنے لگا کہ تم نہیں آنا چاہتی تو نہ آؤ..... پر کان کھول کر سن لو..... شام تک تم گھر نہ آئیں تو میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔ مجھے اس کی اس ہٹ دھرمی پر غصہ آگیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم بات بات پر مجھے چھوڑ دینے کی دھمکیاں کیوں دے رہے ہو تو وہ غصے سے بولا۔ میں دھمکی نہیں دے رہا..... ایسا کر بھی سکتا ہوں..... اس پر میں نے کہا ٹھیک ہے جو میری قسمت میں ہوگا..... ہوجائے گا۔ اس پر اس نے مجھے یہ کہا کہ میں نے تمہیں طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی..... کیا..... میرے منہ سے ایک دم نکلا اور اس نے فون بند کردیا۔ جب اس نے ایسا کہا تو نہ پیروں کے نیچے زمین رہی اور نہ سر پر آسمان....." یہ کہہ کر ارسہ نے رونا شروع کردیا۔ پھر وہ پردے کی اوٹ سے ذرا سا باہر آگئی اس کے ہاتھ میں کلام پاک تھا۔

"میں اس قرآن پاک کی قسم کھا کر کہہ رہی ہوں کہ وہ مجھے طلاق دے چکا ہے اور بالکل اسی طرح جیسے میں نے آپ کو بتایا ہے۔ اگر پھر بھی آپ لوگوں کو یقین نہیں آتا..... تو..... میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" اس کے بعد ارسہ نے پھر رونا شروع کردیا۔ دونوں نمبردار ہی کیا نعیمہ بیگم کی آنکھیں بھی پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ البتہ..... دلاور علی سے ضبط نہ ہوسکا اور وہ ہمدردی کے لیے بہن کے پاس آگیا اور اسے سینے سے لگالیا پھر اسے دوسرے کمرے میں لے گیا۔

☆☆☆

"ابھی طلاق ثابت نہیں ہوئی اور اس نے عدت کا ڈراما بھی رچالیا۔ عدت میں ہی صرف اسے پردے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس سے قبل تو اس نے محرم نامحرم کا کبھی خیال نہیں رکھا۔ وہ سامنے کیوں نہیں آئی آپ لوگوں کے..... ان کے ہاں تو پردے کا دستور ہی نہیں ہے۔ پھر یہ پردے کا ڈراما کیا تھا۔" الباب سخت جز بز ہورہا تھا۔ انعام الٰہی ادھیڑ عمر شخص تھا..... محراب علی کو بتانے لگا۔

"لڑکی نے جو بیان دیا ہے..... وہ اس بیان سے قطعی مختلف ہے جو لڑکے نے دیا ہے اور پھر سب سے بڑھ کر اس نے قرآن پاک ہی اٹھالیا اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوگی۔" انعام الٰہی کے اس

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انکشاف پر محراب علی اور الباب کنگ رہ گئے۔

''کیا..... ارسہ نے قرآن پاک اٹھالیا؟''

''ہاں..... اس نے قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم اٹھائی ہے کہ سالار اسے طلاق دے چکا ہے۔ اس کے بعد تو کسی سوال کی گنجائش نہیں رہتی۔ آپ لوگ سالار سے پھر بھی تصدیق کرلیں۔ بالفرض اس نے ایسا کردیا ہے تو اسے گھبراہٹ کس چیز کی ہے۔ مرد ہی طلاق دیتے ہیں۔ غصے میں بھی یہ الفاظ نکل جاتے ہیں..... سالار ایسا کرچکا ہے تو اسے انکار نہیں کرنا چاہیے..... ورنہ وہ دہرے گناہ کا مرتکب ہوگا۔'' اب محراب علی اور الباب کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

☆☆☆

''کیا.....؟ ارسہ نے قرآن پاک کو ہاتھ میں اٹھا کر قسم کھائی ہے کہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں۔'' اس کے جھوٹے حلف پر سالار کے سر پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ارسہ اس قدر گری ہوئی لڑکی ہے۔ کیسے اس نے ڈیڑھ برس اسے اپنی رفاقت کے قابل سمجھا۔ اور اس کی ہر جائز ناجائز کو برداشت بھی کیا..... کیوں؟ اس کی خاموشی سب کے لیے معما تھی..... گھر کا ہر فرد خاموشی سے مشکوک انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''آپ لوگوں کو شاید میرے اوپر یقین نہیں آرہا..... ٹھیک ہے، میں بھی قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانے کو تیار ہوں۔ اللہ کے گھر میں جا کر حلف دینے کو تیار ہوں کہ جو کچھ اس نے کہا ہے وہ مجھ پر سراسر بہتان لگا رہی ہے۔ جھوٹ بول رہی ہے وہ..... میں نے اسے دھمکی ضرور دی ہے..... طلاق نہیں دی..... آپ لوگ کیوں میرے اوپر یقین نہیں کررہے.....'' بے بسی سے سالار نے اپنا سر دونوں ہاتھوں پر گرالیا۔

☆☆☆

''مفتی عبدالحئی صاحب ہم آپ کو لڑکے اور لڑکی دونوں کے بیانات بتاچکے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں شرع کیا کہتی ہے؟'' مفتی عبدالحئی صاحب اسی سالہ معزز صاحبِ علم، عالم دین ہستی تھے انہوں نے بغور ساری بات کو سنا پھر کہنے لگے۔

''یہ شرعی مسئلہ ہے۔ جس طرح آپ لڑکے کو یہاں لے کر آئے ہیں۔ اسی طرح لڑکی کو بھی ہمارے سامنے لے کر آئیں۔ دونوں لڑکا لڑکی اپنے اپنے بیان تحریری قلمبند کرکے ہمیں دیں گے۔ تبھی میں آپ کو اطمینان بخش جواب دے سکتا ہوں۔'' مفتی صاحب کے جواب پر محراب علی اور الباب دونوں ہی بے چین ہوگئے۔

''مگر یہ تو ناممکن ہے مفتی صاحب۔''

''کیسے ناممکن ہے؟'' مفتی صاحب جلال میں بولے۔

''اس لیے کہ وہ لوگ ہٹ دھرمی پہ اترے ہوئے ہیں۔ وہ لڑکی کو آپ کے سامنے نہیں آنے دیں گے۔ لڑکی کہتی ہے کہ وہ عدت میں بیٹھی ہے۔''

''طلاق ثابت نہیں ہوئی اور وہ عدت میں بھی بیٹھ گئی۔'' مفتی صاحب طنزاً مسکرائے۔ الباب اور محراب نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا اور جھجکتے ہوئے مفتی صاحب کو بتایا۔

''مفتی صاحب..... لڑکی قرآن پاک پہ حلف دے چکی ہے کہ اسے طلاق ہوگئی ہے اور دوسری طرف لڑکا بھی حلف اٹھانے پر تیار ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا۔ ایسی صورتِ حال میں ہم کسے سچا

سمجھیں۔'' اس بات پر مفتی صاحب کے چہرے پر تفکر اور جلال مزید بڑھ گیا۔ پھر وہ ناگواری سے بولے

''لڑکی سے حلف اٹھوانے کی تو ضرورت ہی نہیں تھی۔ آپ لوگوں نے جب جلد بازی کر ہی لی تو پھر میرے پاس کیا لینے آئے ہیں؟''

''مفتی صاحب..... ہم لوگوں نے لڑکی سے قرآن نہیں اٹھوایا..... اس کے گھر والوں نے اور لڑکی نے اپنی مرضی سے اٹھایا ہے۔ ابھی تو ہم معاملے کی چھان بین میں ہی تھے کہ اس نے فوراً ہی حلف اٹھالیا۔''

''آپ ایسا کرسکتے ہیں کہ لڑکی کا بیان قلمبند کرا کر مجھ تک پہنچادیں اور اپنی طرف سے آپ لڑکے کا بیان تحریری لکھ دیں اور ممکن ہو تو لڑکی کی طرف سے ایک شخص یہاں آجائے..... ہم آپ کو..... شریعت کی رو سے فتویٰ دے دیں گے۔''

☆☆☆

''ہم لوگ اطمینان کرچکے ہیں اور فتویٰ بھی لے چکے ہیں۔ جس سے طلاق ثابت ہوچکی ہے۔ اس لیے ہمیں کسی اور عالم دین کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ سب مولوی اپنی اپنی کرتے ہیں۔ شریعت کو مذاق بنا رکھا ہے ان لوگوں نے..... ارسہ کا کوئی بیان کسی مولوی کے پاس نہیں جائے گا۔'' دلاور علی نے سختی سے کہا تو باسط کہنے لگا۔

''دلاور بھائی ذرا..... ٹھنڈا دماغ کرکے سوچیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں..... ٹھیک ہے کہ وہ ارسہ کو طلاق دے چکا ہے اور پھر وہ انکار بھی کررہا ہے..... ارسہ کا مستقبل التوا میں پڑ گیا ناں..... جب تک واضح طلاق ثابت نہیں ہوگی ارسہ کا دوسرا نکاح ممکن نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ہمیں شرعی معاملات کو واضح انداز میں نمٹالینا چاہیے۔ ان کے مفتی صاحبان ارسہ کا بیان ہی تو مانگ رہے ہیں۔ بیان ارسہ ہی تو دے گی جو اس پر گزری ہے دیکھ لیتے ہیں۔ ان کے مفتی صاحبان کیا کہتے ہیں۔'' باسط کی بات دوررس تھی۔ دلاور علی سوچنے لگا۔

☆☆☆

''فقہ حنفیہ کے تحت..... فتویٰ کا جواب یوں ہے۔ ایسی صورتِ حال میں جب عورت یہ کہے کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی ہے تو عورت گواہ پیش کرے اگر اس نے گواہ پیش کردیے ہیں تو طلاق ثابت ہوگئی۔ اگر عورت ثبوت یا گواہ پیش نہیں کرسکتی تو مرد پہ لازم ہے کہ قسم اٹھائے۔ عورت حلف نہیں اٹھائے گی (کیونکہ عورت مرد پر الزام لگا رہی ہے، مرد عورت پر الزام نہیں لگا رہا، اس لیے مرد حلف اٹھائے گا) اگر مرد حلف اٹھالیتا ہے تو مرد کی بات کا یقین کرتے ہوئے عورت کی بات غلط اور جھوٹی ثابت ہوگی اور اس طرح طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ اس لیے عورت اسی مرد کے ساتھ اپنا گھر بسائے گی پھر بھی عورت کو اگر اس بات کا یقین ہے کہ اس کا شوہر اسے طلاق دے چکا ہے اور وہ گواہ بھی پیش نہیں کرسکتی نہ ہی کوئی ثبوت دے سکتی ہے تو وہ مرد سے دور رہے اور ازدواجی تعلق نہ اپنائے۔ مگر اسے طلاق بھی نہ سمجھے اور جس طرح بھی ممکن ہو شوہر سے طلاق مانگ لے اور باقاعدہ علیحدگی اختیار کرلے۔ مرد اگر جھوٹی قسم کھاتا ہے اور عورت کو مجبور کرکے واپس بسالیتا ہے تو وہ زنا کا مرتکب ہوگا اور سخت گناہ گار ہے اور دونوں جہانوں میں عذاب کا مستحق ہے۔'' ارسہ کی طرف سے باسط آیا

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا اور سالار کی طرف سے الباب۔

"مولانا صاحب ایک بات تو آپ نے واضح ہی نہیں کی۔ عورت حاملہ ہو تو کیا طلاق ہو جاتی ہے کیونکہ ہم جس لڑکی کا معاملہ آپ کے پاس لے کر آئے ہیں وہ حاملہ ہے..... اور سنا ہے حاملہ عورت کو طلاق نہیں ہوتی۔" الباب نے اپنی طرف سے آخری کوشش کی...

"ایسی صورتِ حال میں بھی طلاق ہو جاتی ہے لیکن اس کی نوعیت کچھ یوں ہے۔ فقہ حنفیہ کے تحت عورت اگر حمل سے ہے خواہ اسے ایک ماہ کا حمل ہے یا نو مہینے کا جب تک اس کے بطن میں اس مرد کا بچہ ہے، مرد پر لازم ہے عورت کو نان نفقہ دیتا رہے گا اور جس طرح بھی ممکن ہو تو اسے اس حال میں اپنے گھر میں ہی رکھے۔ اگرچہ مرد اور عورت ایک دوسرے پر حرام ہو گئے ہیں۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد یہ تعلق بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اب عورت کی مرضی ہے بچے کو رکھے پالے پرورش کرے یا مرد کو دے دے اگر عورت اپنی پرورش میں بچے کو رکھتی ہے تو مرد بچے کی کفالت کے لیے اخراجات برداشت کرے گا۔ بہ صورتِ دیگر عورت پر کوئی ذمے داری نہیں ..... لیکن عدت کی مدت حاملہ عورت کی تبھی مکمل ہوگی جب عورت حمل سے فارغ ہو جائے گی خواہ وہ ایک دن کے بعد بچہ پیدا کرے، خواہ نو ماہ کے بعد۔" الباب خاموش ہو گیا ساری صورتِ حال واضح ہو چکی تھی۔

"اچھا کیا الباب بھائی آپ نے آخری سوال بھی کر لیا۔ آخر کو شرع کا معاملہ ہے..... تو چلو یہ... صورتِ حال بھی واضح ہو گئی ہے کہ حمل میں بھی طلاق ہو جاتی ہے اگر طلاق ثلاثہ دی جائے تو۔" باسط نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے الباب کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو الباب نے غصیلی نگاہ باسط پر ڈالی اور خشک لہجے میں کہنے لگا۔

"شاید آپ نے فتویٰ کو اچھی طرح سمجھا نہیں ہے۔ گھر جا کر اچھی طرح سمجھ لیجیے گا..... ہو سکتا ہے آپ کے سالے آپ کو سمجھا دیں۔ جب تک ارسہ خود طلاق کا مطالبہ نہیں کرے گی اور سالار باقاعدہ طلاق نہیں دے گا طلاق واضح نہیں ہوگی۔ سالار کا کیا ہے، مرد ہے ایک تو نکاح ہو جائے گا لیکن ارسہ کا نکاح نہیں ہو سکتا جب تک سالار باقاعدہ طلاق نہیں دے گا..... بہ صورتِ دیگر ارسہ ثبوت یا گواہ پیش کرے۔" الباب نے کٹیلے انداز میں کہا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔ باسط سوچ میں پڑ گیا۔

☆☆☆

"جب میں نے ارسہ کو طلاق ہی نہیں دی تو میں ان فتووں کا کیا کروں؟" سالار پاگل ہونے کو تھا۔ "مجھے ابھی تک سمجھ نہیں آ رہا کہ وہ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہی ہے۔ آخر کیا کسر چھوڑ رکھی تھی میں نے جو اس نے یکدم طلاق کا دعویٰ کر دیا ایک بار..... ایک بار اس سے مل لینے دیجیے..... میں اس سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس نے ایسا کیوں کیا.....؟"

"پاگل ہو گئے ہو تم..... کیا حیثیت ہے تمہاری اس کی نظر میں جس نے جھوٹا قرآن ہی اٹھا لیا، وہ تمہارے سامنے سچ بولے گی، بھول ہے تمہاری..... اسے تو خدا کے قہر سے بھی ڈر نہ لگا وہ تمہاری دھمکیوں میں آئے گی؟"

"میں اسے دھمکیاں نہیں دوں گا ایک دفعہ وہ میرے سامنے اقرار کر لے..... میں اسے جان سے مار دوں گا۔" سالار کے سر پر جیسے خون سوار تھا وہ ریوالور اپنی جیب میں رکھ چکا تھا۔ الباب نے اسے

تیزی سے قابو میں کیا۔ سالار چھڑوانے کے لیے مزاحمت کرنے لگا۔ الباب کو غصہ آ گیا۔ دوسری طرف سے محراب نے اسے گریبان سے پکڑ لیا۔

"اس وقت تمہارے سر پر جو خون سوار ہے ناں..... وہ تمہیں کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔ مارنا تھا ناں اسے تو اپنے گھر میں ختم کر دیتے..... اب کس زعم میں تم اس کے گھر جا رہے ہو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے، یہ سب کچھ کیا بغیر پلاننگ کے ہو رہا ہے۔ اس کے بھائی ہی نہیں کرایے کے غنڈے تک تمہارے منتظر بیٹھے ہوں گے وہاں..... کس چیز کی خوش فہمی ہے تمہیں کہ اس نے یہ سب ڈراما تمہیں اپنے بس میں کرنے کے لیے رچایا ہے۔ بھول ہے تمہاری..... وہ تمہیں ٹھکرا رہی ہے..... پھر تم کیوں اس سے اس موضوع پر بات کرنا چاہتے ہو..... دے دو اسے طلاق..... اور جان چھڑاؤ اپنی..... " محراب علی نے حقارت سے کہا تو سالار نے باری باری سب کی طرف دیکھا..... سب کے چہرے پر ارسہ کے لیے نفرت اور حقارت تھی۔

"وہ تمہارے قابل نہیں تھی سالار....." عشرت بیگم رونے لگیں۔ "محراب اور الباب صحیح کہہ رہے ہیں۔ اس نے تم پر الزام نہیں لگایا بلکہ طلاق کا مطالبہ کیا ہے۔ اسے طلاق دے کر جان چھڑا لو۔"

"نہیں..... نہیں دوں گا میں اسے طلاق..... وہ کہہ رہی ہے ناں..... میں نے اسے طلاق دے دی ہے تو ٹھیک ہے وہ کہتی رہے..... مگر میں اپنی طرف سے طلاق نہیں دوں گا..... نہیں دوں گا۔" سالار کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور اس کے چہرے پر بے تحاشا پسینہ تھا۔

"نہیں ہے آپ میں سے کسی کو میری بات کا یقین تو نہ کریں۔ میرا اللہ تو جانتا ہے ناں....." بے بسی سے اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

☆☆☆

"فتوے کے مطابق تو ارسہ کی طلاق ثابت نہیں ہوتی۔" دلاور علی نے ماں کی طرف دیکھا۔ باسط بھی درمیان میں بیٹھا تھا۔

"کیسے ثابت نہیں ہوتی؟" باسط نے درمیان میں ہی لقمہ دیا۔

"صرف ارسہ گواہ اور ثبوت پیش نہیں کر سکتی..... وگرنہ طلاق اسے ہو چکی ہے اور یہ کیا کم ہے کہ اس نے کلام پاک کی قسم کھالی..... اگر سالار سچا تھا تو وہ بھی حلف اٹھا لیتا پہلے تو بہت بڑھ بڑھ کر بول رہے تھے کہ اسے سامنے بٹھا کر بات ہوگی..... اب فتویٰ ملتے ہی سٹی گم ہو گئی۔"

"دلاور بھائی فتوے کے دوسرے حصے پر غور کریں۔ جس میں واضح لکھا ہے اگر عورت گواہ نہیں کر سکتی اور اسے اس بات کا بھی یقین ہے کہ اس کا شوہر اسے طلاق دے چکا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو وہ شوہر سے علیحدگی اختیار کر لے اور طلاق مانگنے کی کوشش کرے تو اب ہمیں چاہیے کہ طلاق کا... باقاعدہ مطالبہ کریں تاکہ ان کا ابہام بھی ختم ہو جائے۔"

"ہاں..... باسط ٹھیک کہہ رہا ہے دلاور....." نعیمہ بیگم نے تیزی سے کہا..... "ارسہ کو طلاق ہو چکی ہے اب مصالحت کی گنجائش نہیں نکلتی..... اس لیے وقت ضائع کیے بغیر ہمیں طلاق مانگ لینی چاہیے۔ وہ لوگ تو بے شرمی پہ اترے ہوئے ہیں۔ زندگی تو ہماری بچی کی خراب ہو جائے گی اگر ہم نے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Koner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کام کو باقاعدہ قانون اور شرع کے تحت نہیں کیا۔'' نعیمہ بیگم نے زور دے کر کہا تو دلاور علی کچھ دیر سوچنے کے بعد کہنے لگا۔

''ہم منہ سے طلاق مانگ لیں گے تو ارسہ کے مہر کا معاملہ التوا میں پڑ جائے گا اور طلاق مانگنے کے بعد حق مہر کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں ارسہ کا حق اسے پورا ملے۔ اس لیے میں طلاق کے مطالبے کے حق میں نہیں ہوں اور پھر جب طلاق واقع ہو چکی ہے تو پھر ہم مطالبہ کیوں کریں۔ شرع کا انہیں بھی پتا چلا چکا ہے اور ہمیں بھی..... میں صدرو دین سے کہوں گا کہ وہ ان لوگوں سے جا کر کہے کہ وہ لوگ اس کام کو باقاعدہ خود ختم کریں اور ارسہ کا حق مہر جو کہ پانچ لاکھ باون ہزار ہے وہ ادا کریں اور ارسہ کا سارا جہیز واپس کریں۔''

''مگر یہ بھی تو ممکن ہے دلاور بھائی اور خالہ جان..... ارسہ کے حمل کو بنیاد بنا کر وہ لوگ اس معاملے کو ابھی لٹکائے رکھیں۔'' باسط کی بات نعیمہ بیگم کے سر پر ہتھوڑے کی طرح لگی۔

''ہاں، یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں..... جب تک بچہ پیدا نہیں ہو جاتا، ارسہ آزاد نہیں ہو سکتی..... پورے آٹھ ماہ پڑے ہیں ابھی اور آٹھ ماہ تک ارسہ کسی غلام لونڈی کی طرح اس کے بچے کو اپنے بطن میں پالے گی تب پھر کہیں جا کر آزاد ہو گی۔'' ماں کو گہری سوچ میں مبتلا پا کر دلاور علی جھنجلا گیا۔ وہ ماں کی سوچ کو پڑھ چکا تھا لیکن فی الوقت باسط کے سامنے اس موضوع پر کھل کر بات نہیں کر سکتا تھا۔ نہ جانے اس نے جو کچھ سوچا تھا ماں بھی ایسا سوچ رہی ہو گی اور پھر ارسہ..... ارسہ کی بھی تو کوئی رائے ہو گی۔

☆☆☆

''یار سالار کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم نے اتنے دن..... ہم سے اس بات کو چھپائے رکھا۔ یار ہم تیرے دوست تھے کوئی غیر تو نہیں جو تو نے ہمیں بتایا تک نہیں کہ تجھ پر یہ سانحہ گزر گیا۔'' یہی تو دوست تھے اس کے عظمت، عمران، اور اسلم۔ تینوں ہی سن کر سخت افسوس کر رہے تھے۔

''یار اب تم خود کس نتیجے پر پہنچے ہو۔ ہمیں تو لگتا ہے ارسہ بھابی کے سارے گھر والے اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ تبھی تو وہ اپنے جھوٹ پر مضبوطی سے قائم ہے۔''

''بڑے افسوس اور شرمندگی کی بات ہے یار..... خدانخواستہ اگر میری بہن ایسا کرتی تو میں اسے گولی مار دیتا اور امی..... یہ لفظ منہ سے نکالنے سے پہلے ہی بیٹی کو زندہ دفن کر چکی ہوتیں۔ کیسی ماں ہے یار اس کی..... کیا تم لوگوں نے پہلے نہیں دیکھا تھا یہ سب کچھ۔''

''پتا نہیں..... سب گھر والوں کی آنکھوں پر پٹی بندھ گئی تھی۔ بس نظر آ رہی تھی تو اس کی خوب صورتی۔''

''خاک خوب صورت ہوتی ہیں ایسی عورتیں..... لعنت بھیجو یار ایسی عورتوں کا کچھ اعتبار نہیں..... خدا کی قسم مجھے تو لگتا ہے اندر کوئی اور ہی کہانی ہو گی جو اتنی جلدی طلاق کی نوبت آ گئی..... یہ بتاؤ حق مہر کتنا تھا محترمہ کا.....''

''پانچ لاکھ باون ہزار۔''

''اچھی خاصی رقم ہوتی ہے ساڑھے پانچ لاکھ..... کوئی ضرورت نہیں ہے اسے حق مہر دینے کی اور جہیز کا سامان بھی توڑ پھوڑ کر دینا..... یار قسم سے ہمیں تو یقین ہی نہیں آ رہا کہ تمہارے جیسے اعلیٰ خاندان میں بھی ایسا کام ہو سکتا ہے۔ یار کلنک کا ٹیکا لگا گئی وہ تو تمہارے۔''

''میں کلنک کا ٹیکا اپنے خاندانی وقار پر لگنے نہیں دینا چاہتا اور چاہتا ہوں جو سچائی ہے سامنے آ جائے لیکن..... لیکن میرے گھر والے اس بات کو سمجھ ہی نہیں رہے، وہ سمجھ رہے ہیں کہ میں اب بھی اس کی محبت میں گرفتار ہوں وہ چاہتے ہیں کہ جلد از جلد ایک دوسرے سے جان چھڑا لیں۔ ایسے میں کوئی میرے بارے میں سوچ ہی نہیں رہا۔ وہ مجھے جھوٹا بنا رہی ہے اور میں جھوٹا ہو رہا ہوں۔ کیوں دوں میں اس کی منشا کے مطابق طلاق.....''

''سالار..... ایک بات آ گئی ہے میرے ذہن میں۔'' عظمت یکدم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

''یار، یہ تم نے کون سے فون پر اس سے بات کی تھی۔''

''اپنے موبائل پر۔'' سالار نے جواب دیا۔

''تو یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا تمہیں چاہیے تھا کہ تم فوراً اپنی گفتگو ریکارڈنگ سے نکلواتے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا۔ مولویوں کے فتوے لے جانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔''

''یہ کام ہم لوگ کر چکے ہیں سب سے پہلے ہم لوگ ان کے ہی آفس گئے تھے۔ انہوں نے کہا ہے وہ ساری کالز ریکارڈ نہیں کرتے۔ جس کال پر آبزرویشن لگتی ہے وہی ریکارڈ ہوتی ہے۔ وہ بھی اس صورت میں پہلے اس نمبر کی ایف آئی آر کٹوائی جاتی ہے معاملہ پولیس کی تحویل میں جاتا ہے پھر پولیس وہ ریکارڈنگ کراتی ہے۔ عملہ خود یہ کام نہیں کر سکتا کیونکہ یہ جرم کی زد میں آتا ہے۔ البتہ اگر کسی کا جانکار اس فیلڈ میں ہے تو کچھ کہا نہیں جا سکتا..... اگر مجھے پتا ہوتا کہ وہ میرے ساتھ ایسا کرے گی تو میں خود ہی اپنے موبائل میں ریکارڈ..... نہ کر لیتا۔'' سالار افسوس سے انہیں کہہ رہا تھا۔

ہمارا پاکستان

نہ آزماؤ ہمیں ہم ہیں آزمائے ہوئے
ہیں خاک وخون کی منزل گزر کے آئے ہوئے

ہمی نے دل کو جلایا ہے روشنی کے لیے
گھروں کو ہم نے لٹایا ہے زندگی کے لیے

محبتیں ہوں جہاں ہم نے سر جھکائے ہیں
ہوں نفرتیں تو وہاں ہم نے سر اٹھائے ہیں

ہمارا ورثہ تعصب نہیں ، محبت ہے
ہمارا فلسفہ پیار و وفا اخوت ہے

ہم اپنے ورثہ پہ نازاں ہیں افتخار بھی ہے
ہمیں وطن میں ہر اک ذی نفس سے پیار بھی ہے

مگر ہاں! پیار کی راہوں میں حد بھی آتی ہے
ربڑ کو کھینچتے جاؤ ، تو ٹوٹ جاتی ہے

یہ وقت ہے کہ ہمیں سوچ کو بدلنا ہے
قدم ملا کے ہمیں ساتھ ساتھ چلنا ہے

جہاں میں ایک ہماری فقط رہے پہچان
یہ شاد باد وطن ، یہ ہمارا پاکستان

شاعر: مشیر طالب

(مراسلہ: زیبی مشہر۔ نیویارک)

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم فکر نہیں کرو..... ہم اس معاملے میں پھر کوشش کر سکتے ہیں۔ میرے بہنوئی کا بھائی سیل فون کے ہی محکمے میں ہے، یہ مجھے معلوم نہیں کہ کون سی کمپنی میں ہے میں اس سے آج ہی بات کرتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کوئی سبیل نکل آئے۔" اس کی بات پر سالار کی آنکھیں روشن ہوگئیں اور امید کی روشنی چہرے پر پھیل گئی۔

"یار عظمت اگر تم میرا یہ کام کردو گے ناں تو مجھ پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ کم از کم میں سرخرو ہوجاؤں گا۔ اس نے جھوٹا کلامِ پاک اٹھالیا۔ کس ضمیر اور کس دل سے میں سوچتا ہوں تو مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی۔ میری بات چیت کی ریکارڈنگ اگر نکل گئی ناں تو میں اسے مزہ چکھاؤں گا کہ وہ زندگی بھر یاد رکھے گی۔ بس تم ایک بار....." ابھی اس کے لفظ منہ میں ہی تھے کہ اسلم اس کی طرف دزدیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"یار..... مزہ تم نہیں وہ رب اسے چکھائے گا جس کے قرآن پاک کا اس نے مذاق اڑایا ہے۔ اللہ نے اپنی کتاب اور اپنے گھر کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے اور وہ خود ہی بہترین انصاف کرنے والا ہے۔ تم دیکھنا وہ اسی دنیا میں بھگتے گی۔" کیسے الفاظ تھے اسلم کے..... اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے یکدم انتقام لینے کا جذبہ بھی ٹھنڈا ہوگیا اور وہ گم صم سا اپنے دوستوں کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بھائی جان!" ارسہ ..... حیران رہ گئی۔

"یہ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔ جب اس شخص نے تم سے تعلق ہی نہیں رکھنا تو تم اس سانپ کی اولاد کو کس لیے اپنی کوکھ میں پالو گی۔ کیوں ماں بننا چاہتی ہو تم اس بچے کی جس کے باپ نے تمہیں اپنے نکاح سے بے دخل کردیا ہے۔"

"مگر ایسا ابھی ہوا تو نہیں ہے۔ جب تک تحریری طور پر سالار کی طرف سے طلاق نہیں مل جاتی قانون اور شریعت تو اس بات کو نہیں مانتے۔" ارسہ بے ساختہ کہہ گئی جو کہ نعیمہ بیگم کو سخت برا لگا۔

"تم نے قرآن پاک اٹھالیا، ہمارے لیے اس سے بڑھ کر کیا گواہی ہوگی۔" دلاور علی نے کہا تو ارسہ لاجواب ہوگئی اور خفت سے اس کا سر جھک گیا۔

"پھر بھی تم اس بارے میں سوچ لو۔ زندگی برباد کردی ہے اس شخص نے تمہاری..... ابھی وقت زیادہ نہیں گزرا..... تمہارا گھر آسانی سے دوبارہ بس جائے گا۔ ہاں البتہ اگر بچہ پیدا ہوگیا تو تمہاری زندگی میں بہت سے مسائل پیدا ہوسکتے ہیں۔"

"ایسا بھی ہوسکتا ہے سالار تم سے بچہ چھین لے..... کیا ملے گا تمہیں اتنی مشقت میں پڑ کر..... ماں تو تم اس بچے کی پھر بھی نہیں کہلاؤ گی۔" دلاور علی اسے سمجھاتے ہوئے باہر چلا گیا۔ ارسہ گم صم سی بیٹھی رہی۔

"اچھی طرح سے سوچ لو..... ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں تمہارے بھلے کے لیے ہی کہہ رہے ہیں۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا..... ابھی یہ کام زیادہ آسانی سے ہوجائے گا، مزید وقت بڑھا تو تمہیں پریشانی ہوگی۔"

"مگر امی..... میں ایسا کیسے کرسکتی ہوں.....؟" ارسہ سخت روہانسی ہوکر بولی۔ "در حقیقت ماں بننے کے بعد آنے والے بچے سے اسے قبل از وقت ہی محبت ہوگئی تھی۔ جس دن سے وہ پریگننٹ ہوئی تھی مامتا کے احساس سے چور رہنے لگی تھی۔

"کیوں نہیں کرسکتی تم ایسا..... ایسا کون سا مشکل کام ہے یہ؟" نعیمہ بیگم نے ناک چڑھا کر کہا۔

"پہلے ہی میں اتنی مشکل سے اتنے مہنگے علاج کے بعد ماں بننے کے قابل ہوئی تھی۔ ایسے کیسے اس بچے کو ختم کرسکتی ہوں۔" نعیمہ بیگم نے سخت جز بز ہو کر پہلو بدلا۔

"کتنی مشکل سے ماں بنی تھیں، صرف ڈیڑھ برس ہی تو ہوا تھا تمہاری شادی کو..... کوئی دس بیس سال تو نہیں ہوگئے تھے اور پھر..... ڈاکٹر نے ہی کہا تھا ناں ایک بار ماں بن جاؤ گی تو پھر ساری رکاوٹیں ختم ہوجائیں گی۔ بالکل بے فکر رہو، اگلی بار تم جلد ماں بنو گی۔ فی الحال تم اس مصیبت سے جان چھڑواؤ..... ویسے بھی میں اور دلاور نہیں چاہتے کہ اس بچے کی وجہ سے ہی وہ تم سے تعلق رکھنے کی کوشش کرے۔ کیوں..... تم اس کے باپ بننے کی خواہش کو پورا کرنے جارہی ہو..... تمہیں تو چاہیے کہ اس سے اس طرح سے انتقام لو..... تاکہ اسے اچھی طرح سے پتا چل جائے کہ وہ یہاں مجھے اور دلاور کو کیا گالی دے کر گیا تھا۔" نعیمہ بیگم لال انگارہ ہوگئی تھیں۔

"مگر امی..... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ توقف کے بعد گھبرائے ہوئے سے انداز میں کہنے لگی تو نعیمہ بیگم نے کٹیلے..... تیوروں سے بیٹی کی طرف دیکھا پھر طنزاً مسکرا کر بولیں۔

"جب جھوٹا قرآن اٹھایا تھا تو نے جب تو تجھے ڈر نہیں لگ رہا تھا اور اب تجھے ڈر لگ رہا ہے۔" ماں کے لفظ ارسہ کے سر پر کوڑے کی طرح لگے اور اس کے پورے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی۔

"وہ صرف ایک ناٹک تھا۔" ارسہ برا مان کر بولی پھر اس نے ساری سچائی ماں کو بتادی..... ماں بیٹی کی ہوشیاری سے خاصی متاثر ہوئی اور ٹھنڈ مار کر بولیں۔

"لو تم نے تو میرے دل کا بوجھ ہی ہلکا کردیا۔ چلو یہ بھی تو نے ٹھیک ہی کیا..... ورنہ دنیا جہاں کے مولوی بلّا اس گھر میں آئے بیٹھے ہوتے اور سب سے جان چھڑوانا مشکل ہوجاتا..... اچھا کیا تو نے سب کا پتا ایک دفعہ میں ہی صاف کردیا..... پر میں یہ سوچ رہی ہوں ارسہ..... اگر اس کمبخت نے تجھے طلاق نہیں دی تو..... ہمارا تو سارا گیم ہی الٹ جائے گا۔"

"اس بارے میں آپ بے فکر رہیں کسی طرح سے بھی ہوا میں اس سے طلاق لے لوں گی۔ آپ دیکھنا وہ مجھے طلاق دینے پر مجبور ہوجائے گا۔ اب میں اس گھر میں دوبارہ نہیں جاؤں گی۔" ارسہ نے اعتماد اور نفرت سے کہا تو نعیمہ بیگم کو خوشی ہوئی۔

"پر دلاور کہہ رہا تھا اگر ہم نے منہ سے طلاق مانگی تو تمہارا حق مہر ختم ہوجائے گا ایسا کون سا راستہ اختیار کریں کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

"انہیں بدنام کریں گے، انہی کے خاندان میں انہی کے لوگوں میں تب جا کر انہیں یہ بات سمجھ آئے گی۔ خاص طور پر جہاں سالار کی بہنیں بیاہی ہیں..... ان سمدھیانوں میں تاکہ وہ لوگ جلد از جلد جان چھڑوانے کی کوشش کریں۔"

"ارے واہ..... ارسہ..... تم تو بہت ذہین ہوگئی ہو۔ میں تو سمجھتی تھی کہ تم یونہی..... یہ بات تو تم نے مجھے خوب سمجھائی ہے، اب دیکھنا ذرا تم کہ میں کیا کرتی ہوں۔"

باقی آئندہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں

شیریں حیدر

تم نا حق ٹکڑے چن چن کر
دامن میں چھپائے بیٹھے ہو
شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں
کیا آس لگائے بیٹھے ہو

اس ناول میں شیشوں سے مراد صنف نازک ہی ہے کہ جس کے ساتھ مرد نے کبھی بھی اور کسی بھی دور میں ایسا سلوک روا نہیں رکھا، جیسا کہ رکھا جانا چاہئے تھا- تخلیق کائنات سے لے کر اب تک مرد اور عورت کے مابین نت نئے رشتے قائم ہوتے رہے ہیں، یہ رشتے جو محبت اور احترام کے متقاضی بھی ہوتے ہیں، کبھی انہیں یہ محبت اور احترام میسیسر آتا ہے اور کبھی نہیں... ان دونوں کے مابین ایک ازلی رشتہ ہوس کا ہے، عورت ہمیشہ مرد کا پسندیدہ شکار رہی ہے اور رہے گی- عورت کا احترام عموماً مرد نے جن رشتوں میں کیا ہے وہ ماں، بہن یا بیٹی ہیں... بیوی کم کم ہی احترام کی حقدار ٹھہرتی ہے، وہاں بھی جہاں محبت کے بلند و بانگ دعوے کیے جاتے ہیں- بدقسمتی سے بہت سی ایسی صورتِ حال بھی آجاتی ہیں، جب عورت کا احترام بالکل ہی نہیں کیا جاتا، خواہ وہ ماں ہو، بہن یا بیٹی... مرد پر جب غصہ سوار ہو یا اس کی انا اور ضد کا معاملہ ہو تو سبھی رشتے ناتے پس پشت ڈال دیتا ہے- غصہ مرد کے دماغ پر حکمرانی کرتا ہے تو وہ عورت کو اپنی چٹکیوں میں مسل کر اپنی مردانہ حس کی تسکین کرتا ہے-

آئیں دیکھتے ہیں کہ مرد و زن کے اس تعلق میں کون کیا کھوتا ہے اور کیا پاتا ہے

قسط ۴

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ کیا ہے زرتاج؟" اس کے لہجے میں خوف تھا۔

"بچہ ہے یہ!"

وہ تو میں سمجھ گیا ہوں مگر کس کا بچہ ہے اور یوں رات کے اس وقت تم اس بچے کو لے کر میرے پاس کیوں آئی ہو؟" اس کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"مجھے اندر آنے دو تو میں تمہیں بتاتی ہوں!" اس نے تھپک تھپک کر بچی کو خاموش کروادیا تھا۔ شاکر نے ہٹ کر اسے راستہ دیا اور وہ اسی طرح بچی کو ساتھ لگائے لگائے اس کمرے میں آ گئی جو دکان کے طور پر استعمال ہوتا تھا، ایک طرف دھرے موڑھے پر بیٹھ گئی اور اس سے پانی مانگا۔

"اب بتاؤ کہ یہ کون ہے اور تم یہاں کیوں آئی ہو، کسی نے تمہیں یہاں آتے دیکھا ہوگا تو کیا سوچا ہو گا؟" شاکر نے تشویش سے کہا، اسے زرتاج کی عزت بھی پیاری تھی اور اپنی بھی۔

"مجھے نہیں معلوم میں نے کیسے یہ سب کرلیا، اس بچی کی زندگی خطرے میں تھی، میں ایسا ہوتے دیکھ نہ سکی اور اسے موت کے منہ سے بچالائی ہوں۔" اس نے مختصراً اسے بتایا۔

"مگر یہ ہے کون؟" اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"چوہدری اکبر علی کی بیٹی!" اس نے گویا دھماکا کیا تھا۔

"اس کی جان کو کس سے خطرہ تھا اور تم اسے کیوں اٹھا لائی ہو..... جانتی ہو کہ ان کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں؟" اس نے خفگی سے کہا۔

"اس کی جان کو خطرہ اس کے اپنوں سے ہی تھا اور مجھے کچھ علم نہیں کہ کس کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں..... میں نے اپنا فرض سمجھا کہ میں اس معصوم بچی کو کسی طرح بچاؤں۔ میں نے اس کے نتائج کا نہ سوچا اور نہ ہی اس کو یوں لے کر آنا میرے منصوبے کا حصہ تھا مگر جانے کس طرح ایسا ہوا ہے، مجھے کچھ علم نہیں۔ مجھے تو یہاں آ کر ہوش آیا ہے اور سمجھ میں آیا ہے کہ میں نے کیا کر دیا ہے۔" اس کا لہجہ کھویا کھویا سا تھا۔

"مجھے تو لگتا ہے کہ دیوانی ہوگئی ہو تم؟" شاکر نے اسے گھرکا۔ "اماں کہاں ہیں تمہاری؟"

"وہ ابھی تک وہیں ہیں، اس کے ساتھ پیدا ہونے والی دوسری بچی مر گئی ہے اور چوہدری اکبر علی کو سانپ نے کاٹ لیا ہے، اس لیے وہاں کی پریشانی کی وجہ سے وہ وہیں ہیں، میں بھی وہیں تھی!" اس نے وضاحت سے بتایا۔

"تو انہی قدموں پر اس بچی کو لے کر وہیں لوٹ جاؤ!" شاکر نے کہا۔

"نہیں..... نہیں! اس بچی کو میں وہاں نہیں لے کر جاؤں گی، وہ اسے مار دیں گے۔ میں نے خود سنا ہے شاکر!" اس نے التجا کی۔ "ان بچیوں کی دادی نے ان دونوں بچیوں کے قتل کا حکم صادر کر دیا تھا۔

"تو ہمیں اس سے کیا لینا دینا؟" شاکر نے بے پروائی سے کہا۔

"تو کیا ہم اتنے برے ہیں کہ ہم اس کو مرنے دیں، کیا ہمارے نبی پاک ﷺ سے قبل جو کچھ جہالت کے زمانے میں ہو رہا تھا، اسے ہم پھر ہونے دیں؟" اس کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔ "میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی بہن۔" وہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگی۔

"کیا ہوا تمہاری بہن کو؟" شاکر اس کی آنکھوں میں آنسو کب دیکھ سکتا تھا بھلا۔

"کبھی وقت ملا تو پھر بتاؤں گی۔" اس نے آنسو صاف کیے۔ "کیا میں تم سے اپنی محبت کے واسطے یہ درخواست کر سکتی ہوں کہ اس بچی کو بچالو، میرے لیے....."

"زرتاج! میری محبت کو نہ آزماؤ، تم جانتی ہو کہ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں لیکن تمہیں یہ اندازہ نہیں ہے کہ تم خود کو کس مصیبت میں ڈال رہی ہو۔"

"اب میں اسے واپس تو لے کر نہیں جا سکتی، تم صرف چند دن کے لیے اس کا خیال رکھو..... پھر ہم کچھ راستہ سوچیں گے۔" اس نے شاکر کی منت کی۔

"یہاں میں اس کو کیسے رکھ سکتا ہوں، رو رو کر یہ سارے گاؤں کو خبر کر دے گی۔" شاکر تذبذب میں تھا کہ کس نوعیت کی مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔

"تم اس کو شہر لے جاؤ شاکر، وہاں کسی کے پاس چند دن کے لیے چھوڑ آؤ، پھر ہم دونوں بھی شہر چلے جائیں گے!" اپنی دانست میں اس نے بڑی عقلمندی کی بات کی تھی۔

"شہر میں اس کو کس طرح لے کر جا سکتا ہوں اور کہاں رکھ سکتا ہوں، تم نے تو مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے!" شاکر قطعی یہ بھاری ذمے داری لینے کو تیار نہ تھا۔

"تم میرے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتے؟" اس کے انداز نے شاکر کا دل مٹھی میں لے لیا تھا۔

"تم جاؤ..... میں دیکھ لیتا ہوں، میں تمہیں بتا دوں گا کہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں!" شاکر نے بچی کو اس کے ہاتھوں سے لے لیا۔

"یہ تھوڑا سا شہد ہے اور دودھ کی ایک بوتل، یہ اس کو پلانے کے لیے ایک چادر ہے۔" اس نے سامان شاکر کے حوالے کیا، تاریکی کا فائدہ اٹھا کر باہر نکلی اور پورے ہوش و حواس سے واپس حویلی کی طرف چل پڑی۔ تیز تیز قدموں سے جب وہ واپس حویلی میں پہنچی تو ہر طرف ہلچل تھی، اسے آتا ہوا دیکھ کر کسی نے چلا کر کہا۔

"آ گئی ہے زرتاج، کوئی اس کی ماں کو خبر کر دو، وہ اس کی غیر حاضری پر بہت پریشان تھی!"

"کدھر تھی تو زرتاج، تیری ماں تو تجھے نہ پا کر بے ہوش ہونے والی ہے۔" کسی نے پوچھا تھا۔

"میں؟" اس کا ذہن کسی سوچ میں تھا اور وہ کوئی جواب ڈھونڈ رہی تھی، جس سے وہ اپنی طرف دیکھتے ہوئے کتنی ہی نظروں کو مطمئن کر سکے۔

☆☆☆

"اماں۔" اس نے ہولے سے ماں کو پکارا کہ اگر وہ سو چکی ہوں تو ان کی نیند خراب نہ ہو۔

"کیا بات ہے؟" نیند کہاں ان کی آنکھوں میں تھی، گاؤں میں ہونے والی باتوں نے ان کا سکون بھی چھین لیا تھا۔

"اماں، گاؤں کے لوگ لالہ کے بارے میں کیا باتیں کرتے ہیں؟" اس نے جرأت کر کے پوچھ لیا تھا۔

"تجھے کس نے کہا؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اماں آپ خود ہی تو مجھ سے بات کر رہی تھیں دن کو۔'' اس نے حیرت سے کہا۔

''میں نے۔'' وہ بڑبڑائیں۔ ''میں نے کیا کہا؟''

''اماں کوئی پریشانی کی بات ہے کیا؟'' اس نے اپنی کہنی کے بل اٹھ کر ان کی طرف دیکھا، چاند کی ہلکی ہلکی روشنی میں اسے ماں کے چہرے پر پریشانی نظر آ رہی تھی۔

''ہوں! پریشانی..... معلوم نہیں!'' کاش ان کے پاس کوئی تو رشتہ ہوتا کہ جس کے ساتھ وہ اپنے دل کا بوجھ بانٹ لیتیں۔

''آپ نے یہ کیوں پوچھا کہ لالہ ہمارے کھیل والے احاطے میں آتا ہے کہ نہیں؟'' اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ماں کو وہ بات بتائے جو کاجل نے اسے بتائی تھی کہ لالہ اور دیا باہر ایک دوسرے سے ملتے تھے، چوری چھپے..... اور اسے یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ یوں چوری چھپے ملنا ٹھیک نہیں ہوتا..... وہ بھی جب لڑکا مسلمانوں کا ہو اور لڑکی ہندوؤں کی..... مگر اماں اس موضوع کی طرف آ ہی نہیں رہی تھیں۔

''لو ہی پوچھ لیا تھا..... تو بات کو پکڑ کر بیٹھ جاتی ہے!'' انہوں نے اسے گھرکا۔ ''چل اب تو سو جا، صبح سویرے اٹھنے کو تیار ہی نہیں ہوتی ہے۔''

''اماں، لالہ شہر سے کب آئے گا؟'' اس نے فوراً بات بدلی، اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ماں کو وہ بات ضرور بتائے۔

''کل آنے کا کہہ گیا ہے، تو اب آیت الکرسی پڑھ اور سو جا، میرا دماغ نہ کھا!'' اماں نے اسے ڈانٹ کر کروٹ بدل کر گویا مزید گفتگو کے راستے مسدود کر دیے تھے۔

''اچھا اماں!'' اس نے بھی کروٹ لی اور منہ ہی منہ میں آیت الکرسی پڑھنے لگی۔ بار بار اس کا دھیان لالہ اور دیا کی خفیہ ملاقاتوں کی طرف چلا جاتا تھا۔ کاجل کہہ رہی تھی کہ دیا اور لالہ شادی کرنا چاہتے ہیں، تو کیا دیا اس کی بھرجائی بن جائے گی..... یہ تصور ہی کتنا حسین تھا۔ اس تصور سے وابستہ کتنے تصور تھے لالے کی شادی پر خوب صورت اور نئے چمچماتے لباسوں کے..... ہاتھوں پر مہندی رچانے کے اور اپنی سکھیوں کے ساتھ مل کر لڈی ڈالنے کے..... اور ان تصورات کے سلسلے اتنے دراز تھے کہ ان کا آخری سرا نیند کی وادی میں جا کر ختم ہوا تھا۔

☆☆☆

شادی کے بعد زندگی کتنی خوب صورت ہو گئی تھی، اس کا تصور بھی کبھی موجی نے نہیں کیا تھا۔ قائم علی اسے ہمیشہ معراج ہی کہتا تھا، موجی سے معراج تک کے سفر نے اسے کیا سے کیا بنا دیا تھا۔ اسے قائم علی سے اتنا پیار ملا تھا کہ اس کا دامن بھی تنگ پڑ گیا تھا، دونوں ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر جیتے تھے۔ قائم علی جب بھی شہر جاتا تھا تو وہ اس کے ساتھ چلی جاتی اور جتنے دن اس کا کام ہوتا تھا، اتنے دن کے لیے وہ بھی رہ آتی تھی۔ اپنے میکے بھی کبھی وہ اکیلی نہیں جاتی تھی، اس کا جی ہی نہیں لگتا تھا قائم علی کے بغیر۔

شادی کے کچھ عرصے بعد جب اس کی طبیعت گری گری رہنے لگی تو قائم نے اس سے کہا بھی کہ وہ میکے چلی جائے مگر اس نے انکار کر دیا۔ انہیں دیکھنے اور جاننے والے حیران ہوتے تھے حتیٰ کہ موجی کے والدین بھی

کہ ان کی بیٹی کس طرح ایک بالکل اجنبی ماحول میں، شہر کی سہولیات سے دور رہ کر بھی خوش تھی..... اس کی ماں کو تو اس بات کی خوشی تھی کہ ان کی بیٹی کو اپنے فیصلے پر پچھتاوا نہ تھا، شوہر کے سامنے بھی وہ سرخرو تھیں۔

قائم علی نے کاروبار کو اور بھی بڑھا لیا تھا، وہ موجی کو دنیا کی ہر خوشی دینے کے لیے تگ و دو کر رہا تھا مگر وہ شہر منتقل نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس کے کاروبار کا منبع گاؤں تھا اور گاؤں کی زمینیں اٹھا کر شہر بھی نہیں لے جائی جا سکتی تھیں۔ اگر وہ شہر منتقل ہو کر بھی کاروبار وہاں سے کرتا اور فصل کے فصل گاؤں آ کر مال خرید لیتا تو بھی ممکن تھا مگر جب اس نے موجی کے سامنے یہ صورت رکھی تو اس نے انکار کر دیا..... اسے گاؤں میں رہنا پسند آیا تھا اور وہ گاؤں میں رہ کر اپنی تعلیم سے لوگوں کو فائدہ پہنچانا چاہتی تھی۔ گاؤں کی عورتوں کے امراض کے علاج کے لیے اس نے شہر سے بنیادی دوائیں منگوالی تھیں اور چھوٹے سے پیمانے پر ایک مفت علاج کے لیے ڈسپنسری بھی بنالی تھی۔

یوں بھی ہمارے معاشرے کا عام رواج ہے کہ لڑکی بیاہ کر اپنے والدین کا گھر چھوڑتی ہے، پھر وہ کیوں قائم علی کا گھر بار چھڑواتی..... شہر میں تو ان کے رشتے دار بھی تھے، جن سے شہر میں منتقلی کی صورت بہر حال رابطہ رہتا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے خاندان کے لوگوں کو علم ہو کہ قائم علی پڑھا لکھا نہیں ہے اور اگر علم ہو بھی تو کم از کم قائم علی کے منہ پر تو کوئی بھی نہ کہے گا۔

اس نے قائم علی کے لیے بھی کچھ کتابیں خود خریدی تھیں اور اس کے نہ نہ کرتے بھی اس نے اس کی ابتدائی تعلیم کا بیڑا اٹھا لیا تھا۔ اگرچہ قائم علی کو مشکل بھی لگتا کہ اس عمر میں وہ پڑھے مگر جو کام اس نے معراج کی خوشنودی کے لیے شروع کیا تھا، اس کی افادیت اسے چھ ماہ میں ہی سمجھ آ گئی تھی۔ پڑھائی کے دوران ہنسی مذاق بھی چلتا تھا مگر ان دونوں کے علاوہ کسی کو بھی علم نہ تھا کہ قائم علی اردو کا ابتدائی قاعدہ اٹھائیس سال کی عمر میں پڑھ رہا ہے۔ وہ بھی ایسا ہی ایک دن تھا، جب قائم علی ہجے کر کر کے الفاظ بنا رہا تھا اور اپنا سبق اپنی استانی کو سنا رہا تھا۔

''ل سے لڑکا..... لام ڑے زبر لڑ..... کاف الف زبر کا..... لڑکا!'' قائم علی نے ہجے کیے۔

''لڑکی کیسے لکھتے ہیں؟'' اس نے معراج سے پوچھا۔

''جیسے لڑکا بولا ہے، اس کے آخر میں الف کے بجائے چھوٹی یے لگا کر بولیں۔'' اس نے سمجھایا۔

''لام ڑے زبر لڑ، کاف یے زیر کی..... لڑکی!'' اس نے ہجے کیے۔ ''مجھے لڑکی چاہیے!'' اس کی بات پر معراج کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''یہ بات کہنے کے لیے ہجے کرنے کی کیا ضرورت تھی؟'' اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تاکہ تم میری بات پر ہنسو۔'' قائم نے بھی ہنس کر کہا۔

''لڑکا یا لڑکی میرے اختیار میں کہاں ہے؟'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''تم دعا کیا کرو، میں نے سنا ہے کہ اس حالت میں عورت کی دعا قبول ہوتی ہے!'' اس نے معراج کا ہاتھ تھام کر کہا تھا۔

''ٹھیک ہے میں دعا کروں گی!'' اس نے قائم کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا۔

Scan & PDF HIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''تمہیں پتا ہے، میں اپنی بیٹی کا نام کیا رکھوں گا؟'' اس نے پہیلی پوچھی۔
''مجھے بھلا کیا پتا؟'' وہ ہنسی۔
''میں اس کا نام زرتاج رکھوں گا۔'' قائم نے بلا، تھیلے سے نکالی۔
''آپ تو بڑی دور کی سوچ بیٹھے ہیں۔'' اس نے حیرت سے دیکھا۔
''دور کیوں، صرف تین ماہ ہی تو رہ گئے ہیں۔'' قائم نے فوراً کہا تو وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوگئی۔

☆☆☆

جانے رات کا کون سا پہر تھا جب دروازہ دھڑ دھڑانے کی آواز سے اس کی بھی آنکھ کھل گئی، اماں تو پہلے ہی اپنی چارپائی پر اٹھ کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ ذرا خوف زدہ سی تھی، اماں بھی حیران تھیں کہ رات کے اس پہر کون دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے، انداز عباس کا بھی نہ تھا۔ انہوں نے اپنی چادر درست کر کے اوڑھی اور چپل پہن کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اس وقت دروازہ کھولنے کلثوم کو بھی نہیں بھیج سکتی تھیں۔
''تو ذرا اٹھ کر اندر کمرے میں چلی جا، میں دیکھتی ہوں کون ہے!'' انہوں نے کلثوم سے کہا۔
''مجھے ڈر لگ رہا ہے اماں!'' اس کی آواز میں لرزش تھی۔
''ڈر کس چیز سے لگ رہا ہے تجھے؟'' انہوں نے اسے گھرکا۔ ''اور جب تک میں نہ کہوں، باہر نہ آنا!'' انہوں نے اسے تاکید کی..... آہستہ قدموں سے چلتے ہوئے وہ دروازے کی طرف بڑھیں، باہر کھڑے لوگوں کو چپل کے گھسٹنے سے اندازہ ہوگیا تھا کہ کوئی دروازہ کھولنے آرہا ہے۔
''کون ہے؟'' انہوں نے دروازے کے قریب جا کر پوچھا۔
''خود ہی ہیں ہم بی بی جی! دروازہ کھولیں، آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔'' باہر سے مردانہ آواز آئی تھی۔
''کون خود ہیں آپ لوگ..... اور یہ کون سا وقت ہے ضروری بات کرنے کا؟'' ان کے لہجے میں ناراضی کو محسوس کیا جاسکتا تھا۔
''ہم ہیں جی رام لال اور دیالو۔'' باہر سے آواز آئی۔ کلثوم صاف ان آوازوں کو سن سکتی تھی اور اسے اندازہ کرنے میں دشواری نہیں ہوئی کہ وہ کاجل اور دیا کے پتا تھے، دونوں آپس میں رشتے دار بھی تھے..... مگر وہ اس وقت وہاں کیوں آئے تھے۔
''کس لیے آئے ہیں آپ اس وقت بھائی صاحب؟'' انہوں نے اپنے لہجے کو ذرا دبا کر کہا تھا۔
''آپ دروازہ کھولیں تو بات کرتے ہیں۔'' باہر سے آواز آئی۔
''گھر میں مرد نہیں ہے اس لیے رات کے اس پہر میں دروازہ نہیں کھول سکتی!'' انہوں نے سختی سے کہا۔
''کہاں ہے گھر کا مرد؟'' باہر سے اس سے بھی زیادہ درشتی سے پوچھا گیا۔
''شہر گیا ہے!'' جواب مختصر تھا۔
''ہمارا یہی اندازہ تھا۔'' باہر سے آواز آئی تو ان کا دل دھڑ دھڑانے لگا، کسی انہونی کے خیال سے وہ ہولے ہولے کانپنے لگیں۔

''آپ دروازہ کھولیں ہم اپنے گھر کی عورتوں کو بھی ساتھ لے کر آتے ہیں، ہمارا اس وقت بیٹھ کر بات کرنا بہت ضروری ہے!''
''اس وقت زحمت نہ کریں، ہم صبح بھی بات کر سکتے ہیں!'' بی بی جی نے انہیں ٹالنا چاہا، شاید وہ چاہ رہی تھیں کہ کلثوم کے سامنے کوئی ایسی ویسی بات نہ کریں۔
''ہم صبح ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے۔'' باہر سے آنے والی آواز میں غصہ تھا۔ ''آپ کی اپنی بیٹی اگر رات کو گھر میں نہ ہو تو کیا آپ رات بھر سو کر صبح ہونے کا انتظار کریں گی؟'' ان کا پورا وجود لرزنے لگا اور اندر سے کان لگا کر گفتگو سننے والی کلثوم حیران تھی کہ کیا ہو رہا ہے..... اور اگر دیا یا کاجل اپنے گھر پر نہیں ہیں تو یہ لوگ ہمارے گھر کیوں آئے ہیں لیکن دونوں میں سے کون گھر پر نہیں ہے اور کیوں..... اس سوال کا جواب اس کا ننھا ساذہن نہیں دے رہا تھا۔

☆☆☆

''کیوں پریشان ہوگئیں اماں آپ؟'' زرتاج نے ان کے ساتھ لپٹتے ہوئی کہا۔ ''میں یہیں تھیں، آپ کو بتایا تھا کہ مجھے لیٹرین جانا تھا۔''
''مگر تم وہاں بھی نہیں تھیں، فاخرہ کے کمرے کے ساتھ ہی تو۔'' ان کی ہچکیاں بیٹی کو دیکھ کر تھم گئی تھیں۔
''میں باہر چلی گئی تھی، میں نے سوچا چھوٹی چوہدرانی سو رہی ہیں، ان کی نیند نہ خراب ہو۔'' اس نے فوراً بہانہ گھڑا۔
''اس بے چاری نے کیا سونا ہے، ہم یہاں ایک کو رو رہے تھے، وہ رونے کی آوازیں سن کر ادھر ہی آگئی اور کافی دیر کے بعد جب واپس اپنے کمرے میں گئی تو بچی وہاں نہ تھی۔'' اماں نے اسے بتایا۔
''اوں۔'' اس نے تاسف سے کہا۔ ''بے چاری!'' اسے معلوم تھا کہ جب وہ اپنے کمرے سے نکلی تھی تو بچی تو اس وقت بھی کمرے میں نہ تھی مگر اسے باہر کے شور کے باعث خیال ہی نہیں رہا ہوگا اور بعد میں جب دیکھا گیا تو بچی نہ تھی۔ سب لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ بچی کو اس وقت کسی نے غائب کیا ہوگا جب فاخرہ باہر آئی تھی۔ اس نے چوہدرانی شکیلہ کی طرف دیکھا، اس کے چہرے پر غم کا شائبہ بھی نہ تھا۔ اس کے بیٹے کی خیریت کی اطلاع آچکی تھی، باقی ان بچیوں کے لیے جو احکامات وہ دے چکی تھی، وہ تو یہی سمجھے بیٹھی ہوگی کہ اس کی وفادار ملازماؤں نے اپنا کام کر دیا ہے، البتہ فاخرہ کو غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔
''اماں گھر چلیں؟'' اس نے ماں کا گھٹنا ہلایا۔
''اس بچی کی تدفین ہونے والی ہے اور چوہدری اکبر علی بھی گھر آنے والے ہیں، پھر فاخرہ کا غم بھی دیکھا نہیں جارہا، ایسے میں ہمارا اٹھ کر گھر چلے جانا معیوب سی بات لگتی ہے!'' معراج بی بی نے اسے سمجھایا۔
''میرا پیٹ خراب ہے اماں..... بتایا ہے آپ کو، کیا میں اکیلے گھر چلی جاؤں؟'' اس نے ماں سے اجازت طلب کی، جواب میں انہوں نے اسے گھوری ماری تو وہ دبک کر بیٹھ گئی۔ اس کے ذہن میں آیا تھا کہ وہ تھوڑی سی بچوں کی نیند کی دوا کسی نہ کسی طرح شاکر کو پہنچا دے تاکہ اسے اس بچی کو لے کر شہر جانا مشکل نہ ہو۔
''تو اٹھ اور چھوٹی چوہدرانی کو اس کے کمرے میں لے جا، اس کی کمر ہولے ہولے دبانا، اسے ذرا سا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سکون ملے اور اگر وہ ذرا کی ذرا سو جائے تو اچھا ہے۔'' اماں نے اسے ہدایات دیں تو وہ اپنی جگہ سے اٹھی کہ فاخرہ کو اس کے کمرے میں لے جائے۔

''میں نے کہا تھا نہ تم سے کہ ان کی دادی۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تو زرتاج کا دل بھی بھر آیا، اس کا دل چاہا کہ وہ اس کی بیٹی اس کو واپس لا دے مگر وہ جانتی تھی کہ اس میں اس کی اور اس کی ماں کی بدنامی بھی ہے اور اس بچی کی زندگی کو خطرہ بھی موجود رہے گا۔

''اللہ کرے گا تو آپ کی بیٹی جلد مل جائے گی!'' اس نے اسے تسلی دی، وہ دل میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ جوں ہی حالات ذرا موافق ہوں گے تو ان کی بیٹی ان کو واپس کر دے گی۔ وہ اپنے ذہن میں منصوبہ بندی کر رہی تھی، اسے یہ معلوم نہ تھا کہ کاتبِ تقدیر نے کیا منصوبہ بندی کر رکھی تھی اس کے لیے۔

☆☆☆

چوہدری اکبر علی کو اللہ نے بال بال بچا لیا تھا، سانپ اگرچہ بہت زہریلا نہ تھا مگر اگر زیادہ دیر گزر جاتی تو کچھ بھی ہو سکتا تھا..... ڈاکٹر نے انہیں بتایا تھا۔ وہ دل ہی دل میں شکر ادا کر رہے تھے اپنی زمین پر کام کرنے والی کسی غریب مزارعے کی بیٹی کا کہ جس نے اس خطرے کو محسوس کر کے شور مچایا تھا، اس وقت وہ کچھ ہوش میں تھے مگر اتنی بلند آواز میں چیخ کر کسی کو اطلاع نہیں دے سکتے تھے۔

انہیں کچھ کچھ یاد تھا کہ کسی لڑکی نے فوراً آ کر ان کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا تھا، آواز سے انہیں وہی لگی تھی جس نے چیخ چیخ کر لوگوں کو بلایا تھا..... مندی مندی آنکھوں سے انہیں اس کی شکل واضح نظر نہیں آئی تھی۔

وہ سوچ رہے تھے کہ جب وہ دوبارہ کھیتوں پر جائیں گے تو اس کا پتا کروائیں گے اور اس کا شکریہ ادا کریں گے، اتنا تو اس کا حق بنتا تھا چاہے وہ کسی غریب کی بیٹی تھی مگر اس نے ان کی جان بچا کر ان پر احسان کیا تھا۔

اگلے روز ہی گھر پہنچ کر انہیں اپنے گھر میں دو بیٹیوں کی ولادت، ان میں سے ایک کی وفات اور دوسری کی گمشدگی کا علم ہوا..... پہلی خبر پر وہ بجھ سے گئے تھے مگر انہیں یقین تھا کہ اس بات کو جواز بنا کر اب ان کی ماں ان کی دوسری شادی کروا ہی دیں گی۔ دوسری خبر پر انہوں نے بظاہر دکھ کا اظہار کیا تھا مگر دل ہی دل میں ٹھنڈی آہ بھری تھی، کسی صنفِ نازک کی زندگی کی ڈور ٹوٹ جانا ان کے لیے اتنا سا ہی سانحہ تھا کہ ہلکا سا تاسف کا اظہار کیا جائے، ہاں البتہ اس کی جگہ اگر لڑکا ہوتا تو اس وقت حویلی اور ان کے دل..... دونوں میں صفِ ماتم بچھی ہوتی۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ تیسری خبر پر وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے، کیسے ممکن ہے کہ ان کی حویلی کے اندر سے ایک بچی اغوا ہو جائے، وہ بھی ان کی بیٹی..... خود چاہے وہ کبھی بھی اور کسی بھی گھر سے کسی کی پلی پلائی بیٹی بھی اٹھا لائیں۔ انہوں نے اپنے خاص آدمیوں کو بلایا اور انہیں ہدایت کی کہ اگلے روز نہ صرف اپنے گاؤں بلکہ ساتھ کے کئی دیہات میں بھی تلاش کا دائرہ پھیلا کر بچی کو زندہ یا مردہ حالت میں برآمد کیا جائے۔

''لیکن اس عمر کی کئی بچیاں ہوں گی ہمارے اور ساتھ کے دیہات میں..... اور جب یہ بھی علم نہیں کہ اس بچی کو پہچانا کس طرح جائے گا تو تلاش کس نکتے سے شروع ہو گی؟'' ایک کارندے نے سوال اٹھایا تھا۔

''ہاں یہ تو ہے..... لیکن تم لوگ جس گھر میں بھی چھوٹی بچی دیکھو، اس علاقے کی دائیوں سے اس بات کی

Scan & Edit FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تصدیق کرلو کہ اس بچی کی ولادت وہاں ہوئی ہے کہ نہیں!'' انہوں نے نکتہ پیش کیا۔

''جیسا حکم سرکار..... ہم اپنی پوری کوشش کریں گے!'' انہوں نے کہا اور تعظیم سے باہر نکل گئے۔

''اکبر بیٹا! اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، بیوی تو تمہاری بے پروا ہے ہی، اکیلی بچی کو چھوڑ کر باہر نکل آئی، کیا پتا کوئی کتا یا بلی ہی اسے اٹھا کر لے گیا ہو!'' شکیلہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی، اس کے ذہن میں یہ خدشہ موجود تھا کہ کہیں اس کی ہدایات میں کام کرنے والیاں، اکبر کے بندوں کے ڈر سے کچھ اگل نہ دیں۔

''اماں وہ میری بیٹی تھی، کوئی پرندہ نہیں کہ جسے کتے بلیاں لے جائیں اور کیا وہ زمین پر پڑی تھی یا کمرے کی کھڑکی کی سلاخوں میں سے اسے نکالا جا سکتا تھا۔'' اس نے ماں کی بات پر غصے سے کہا۔

''ارے بیٹا! نوزائیدہ بچہ ہوتا ہی کتنا بڑا ہے اور پھر جب ایک کی جگہ دو ہوں تو اسے تو آدھا بچہ ہی سمجھو!'' انہوں نے بیٹے کو تسلی دی۔ ''تم زیادہ فکر نہ کرو، کیسے کمزور ہو رہے ہو، ابھی خود موت کے منہ سے بچ کر آئے ہو۔'' پیار سے انہوں نے اپنے بیٹے کو ساتھ لگا لیا۔

''ارے ہاں اماں! میں کل کسی وقت کھیتوں پر جاؤں گا اور اس لڑکی کو ڈھونڈ کر اس کا شکریہ ادا کروں گا اور آپ بھی اس کے لیے کوئی کپڑے شپڑے بھجوا دیں، اس نے میری جان بچائی ہے!'' اس نے کچھ یاد آ جانے پر ماں سے کہا۔

''کیا ضرورت ہے شکریہ ادا کرنے کی، یونہی سر چڑھ جاتے ہیں یہ لوگ، میں کسی کمین کے ہاتھ اس کے لیے کپڑوں کا ایک جوڑا بھجوا دیتی ہوں!'' شکیلہ نے بے پروائی سے کہا۔ وہ کسی کا احسان ماننے کو تیار ہوتی تھیں نہ ہی کسی کا شکریہ ادا کرنے کی متحمل۔

''فاخرہ کہاں ہے اماں؟'' اس نے یونہی بات کا موضوع بدلا۔

''بڑی فکر ہو رہی ہے تجھے اس کی؟'' انہوں نے پھکڑ پن سے کہا۔

''یونہی خیال آیا کہ وہ نظر نہیں آئی، پریشان ہو گی!'' انہوں نے شرمندہ سے لہجے میں کہا حالانکہ جس وقت سے آئے تھے سوچ رہے تھے کہ اس سے افسوس ہی کر دیں اور اس کی خیریت ہی پوچھ لیں لیکن خود ان کی خیریت پوچھنے والوں نے انہیں اب تک موقع ہی نہیں دیا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں لیٹی، اپنی قسمت پر آنسو بہا رہی تھی۔ زرتاج اسے کمرے میں لے آئی تھی اور اس کے کندھے اور کمر دبا کر، زبردستی اسے دودھ میں ہلدی ڈال کر پلایا تھا۔ دونوں ماں بیٹیاں اسے اللہ کے حوالے کر کے چلی گئیں اور وہ اپنے کمرے میں تنہا..... اب تک جاگ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ کیا بیٹیاں پیدا کرنا اس کا اتنا بڑا جرم تھا کہ اب تک اس کا شوہر بھی اس کے پاس نہیں آیا تھا، نہ اپنی شکل دکھانے، نہ اس سے دکھ کا اظہار کرنے، وہ دن بھر تڑپتی رہی تھی، جب اسے معلوم ہوا کہ اکبر علی کو سانپ نے ڈس لیا ہے، وہ اس وقت کا انتظار کر رہی کہ جب اسے اپنے شوہر کی طرف سے خیر کی خبر ملے اور وہ کب سے آیا ہوا تھا، اس نے اس کے پاس آنے کی زحمت ہی نہیں کی تھی۔

اس نے کروٹ بدلی، اپنی کہنی کے بل اٹھی اور ارادہ کیا کہ خود ہی جا کر اس کی خیریت کی خبر پوچھ لے،

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے تو بیٹیوں کو جنم دے کر شاید ایسا گناہ کر دیا تھا کہ اس کی سزا اسے عمر بھر ملنا تھی۔ آہستہ آہستہ اس نے اپنے پاؤں پلنگ سے نیچے لٹکائے اور کھڑی ہو گئی اسے چکر سے آنے لگے۔ اس نے پلنگ کی ٹیک کو سہارے کے لیے پکڑا، اگلا قدم اٹھایا تو مزید نقاہت محسوس ہونے لگی۔ اس سے قبل کہ وہ پلٹتی یا کسی اور چیز کو سہارے کے لیے پکڑتی، زور کا چکر آیا اور وہ لہرا کر گری..... جانے کب کوئی اس کمرے کی طرف آتا اور دیکھتا کہ فرش پر خون تیزی سے پھیل رہا تھا۔

☆☆☆

جہانگیر کا اپنی بیوی اور ماں کے ساتھ شہر منتقل ہونا ایسا واقعہ نہ تھا کہ شجاع کے کان نہ کھڑے ہو جاتے، اسے لگا کہ رابعہ نے جہانگیر کو سب کچھ بتا دیا ہوگا اسی لیے اس نے خاموشی سے شہر چلے جانے کا پروگرام بنا لیا..... من ہی من میں خوش بھی ہوا کہ وہ مزید آزاد ہو گیا ہے، ہر طرح سے من مانی کرنے کو..... کوئی اسے روکنے یا ٹوکنے والا نہ ہوگا مگر ساتھ ہی اسے اپنا بھائی بزدل اور بے غیرت بھی لگا کہ اپنی بے عزتی کو خاموشی سے پی گیا تھا۔ اسے تو لگا تھا کہ اس بات کو لے کر اس کا بھائی اس سے لڑ پڑے گا اور وہ اپنے بھائی سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لے سکے گا مگر وہ اتنا جی دار کہاں کہ شجاع سے پنجہ لڑائے..... شجاع خود ہی اپنے آپ پر اترا رہا تھا۔

زمینوں کے معاملات کے لیے اسے شہر سے گاؤں آنا پڑتا تھا لیکن اتفاق سے کبھی اس کا سامنا شجاع سے نہیں ہوا تھا۔ شجاع کی سرگرمیاں اسی طرح جاری تھیں، اپنے انجام سے بے نیاز وہ ذلت اور رسوائی کی حد تک برائی کی دلدل میں دھنسا ہوا تھا۔ مراد علی اس پر کڑھنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے، بارہا اسے سمجھا بھی چکے تھے اور اس کی طرف سے لوگوں سے معافیاں مانگنے کے علاوہ وہ اپنے رب سے بھی اس کی لیے ہدایت مانگتے تھے، چاہتے تھے کہ کوئی ایسی عورت اس کی زندگی میں آ جائے جو اسے سرتاپا بدل دے، ان کے خیال میں شادی اس کا علاج تھی۔ انہیں شاید یہ معلوم نہ تھا کہ دوسروں کی عزت کو دو کوڑی کا سمجھنے والے کے لیے عورت کی کوئی اہمیت نہ تھی اور اس کی اصلاح کرنا اب کسی عورت کے بس کا کام نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی کوئی ایسا جھٹکا لگے گا تو عقل آئے گی۔

شیر علی..... ان کا سب سے چھوٹا اور لاڈلا بیٹا تھا مگر انہوں نے شجاع کے رنگ ڈھنگ دیکھنے کے بعد اسے اپنی خاص نگرانی میں رکھا تھا اور چاہتے تھے کہ وہ جہانگیر جیسا ذمے دار اور شریف ہو۔ اسی لیے وہ آئندہ کے لیے یہ سوچ رہے تھے کہ اسے بھی شہر بھجوا دیں گے، ابھی تو فوری ضرورت کے پیشِ نظر ایک چھوٹا مکان کرایے پر لیا گیا تھا مگر کوئی بڑا گھر خرید لیا جائے یا کرایے پر حاصل کر لیا جائے، یہ ان کا ارادہ تھا۔

عابدہ بیگم بھی رابعہ کے ساتھ ہی شہر میں تھیں، وہ لوٹ کر آتیں تو پھر شیر علی چلا جائے، خود بھی انہیں کبھی گھر میں تنہا رہنے کی عادت نہ تھی اور شجاع کا ہونا نہ ہونا برابر تھا کہ اس کا زیادہ تر وقت تو اپنے ڈیرے پر ہی گزرتا تھا۔ کبھی کبھار وہ سوچتے تھے کہ شاید ان سے کوئی ایسی غلطی ہوئی ہو، کوئی کوتاہی یا ناانصافی..... یا پھر کسی کی حق تلفی، ورنہ ان کا بیٹا اور عادتوں میں نور علی کے بیٹوں پر جا پڑے۔

کبھی سوچتے کہ اللہ انہیں ایک بیٹی دے دیتا تو شاید شجاع کو عورت کی عزت کرنا آ جاتی..... وہ ان

سوچوں میں ہی گم تھے کہ کوئی انہیں بلانے آیا۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ہندو گھرانوں کی طرف سے پنچایت بلائی گئی ہے۔

''اچھا تم چلو، میں آتا ہوں!'' انہوں نے اپنے ملازموں کو گھوڑا تیار کرنے کو کہا اور خود اپنی تہ بند اور کُرتہ بدلنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ویسے سب خیر تو ہے؟'' انہوں نے آنے والے سے پوچھا۔

''وہ بڑے سرکار..... ہندوؤں کی کوئی لڑکی بھاگ گئی ہے شاید۔'' آنے والے نے بتایا۔

☆☆☆

''کہاں ہے آپ کا بیٹا بی بی جی؟'' دیالو نے ان سے پوچھا، وہ جا کر اپنے گھر کی عورتوں کو بھی لے کر آئے تھے تاکہ بی بی جی دروازہ کھولیں اور وہ اپنے مقصد کی بات کر سکیں۔

''وہ شہر گیا ہے۔'' بی بی جی نے دبی دبی آواز میں کہا، وہ تو چاہتی ہی نہ تھیں کہ اس وقت بات ہو کیونکہ کلثوم یہ سب کچھ سن لیتی، وہ اسے حتی الامکان اس سے بے خبر رکھنا چاہتی تھیں۔

''کیا کرنے گیا ہے شہر..... اور کس کے پاس گیا ہے؟'' اس نے جرح کی۔

''جانے کس کے پاس گیا ہے، مجھے تو صبح کہہ کر گیا تھا کہ آج شام کو گھر نہیں لوٹوں گا، شہر جانا ہے۔'' ان کی آواز میں ہکلاہٹ تھی، یہ سن کر کہ ان کا بدترین خدشہ بھی یہ نہ تھا کہ عباس کسی ہندو لڑکی کو بھگا کر لے جا سکتا ہے، وہ تو اس بات کو بھی خرافات کا پلندہ سمجھتی تھیں، جو وہ گزشتہ چند دنوں سے سن رہی تھیں کہ عباس کا کسی لڑکی کے ساتھ چکر ہے اور وہ بھی ہندو..... انہیں اپنی تربیت پر مان تھا، اپنے بیٹے پر فخر تھا، کس طرح ان بیٹا ان کا مان توڑ سکتا تھا، ان کے فخر کو ملیامیٹ کر سکتا تھا۔ جن افواہوں کو وہ چند دن سے سن کر کان لپیٹ کر پڑی تھیں، وہ آج ایک بھیانک نتیجہ لے کر ان کے سامنے تھیں۔

''ہو سکتا ہے کہ آپ کی بیٹی کہیں نہ گئی ہو، یہیں کہیں ہو، اپنی کسی سہیلی کے گھر یا اپنے کسی رشتے دار کے گھر۔'' انہوں نے ایک موہوم سی امید کا سرا پکڑانا چاہا۔

''آپ کے اپنے گھر میں بھی بیٹی ہے بی بی جی!'' دیالو نے کہا۔ ''آپ بتائیں، کیا آپ کی بیٹی جاتی ہے کسی سکھی سہیلی کے گھر رات کے اس وقت تک کے لیے..... اور پھر ہم سارے گاؤں کی خاک چھان چکے ہیں، ہم تو چوہدری شجاع اور چوہدری بابر کے ڈیروں پر بھی پتا کروا چکے ہیں۔ سارا شک آپ کے بیٹے پر جاتا ہے، اس کے بارے میں مجھے کسی نے شکایت کی تھی، میں نے اسے بلا کر سمجھایا بھی تھا اور ڈرایا بھی تھا کہ مسلمان اور ہندو اس گاؤں میں صدیوں سے اکٹھے رہ رہے ہیں، کوئی ایسی آگ نہ لگانا کہ سب کچھ جل کر تہس نہس ہو جائے۔''

''ایسا کیوں کرے گا عباس؟'' بی بی جی کی آواز کی لرزش چھپائے نہ چھپ رہی تھی۔ ''اور اگر اس نے ایسا کیا تو میں اسے اپنا دودھ بھی نہیں بخشوں گی، یہ میرا آپ سے وعدہ ہے!'' یہ کہہ کر وہ اپنا چہرہ جھکا کر رونے لگیں۔ ''ضرور کسی نے دشمنی میں میرے بیٹے کا نام لیا ہے۔''

''کاجل نے بتایا ہے کہ دیا اور عباس کے بیچ۔'' رام لال کچھ کہتے کہتے رک گیا، شاید اسے احساس ہو گیا

Scan & PDF FIAZ AHMED
FriendsKorner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا کہ کلثوم کی موجودگی میں اسے زیادہ کھل کر بات نہیں کرنی چاہیے۔

''مجھے تو یقین نہیں آتا، دیا تو میرے گھر آتی جاتی ہے، کلثوم کی سکھی ہے اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو مجھے بھی اندازہ ہو جاتا!'' بی بی جی کے لیے اب بھی یقین کرنا مشکل تھا۔

بعض باتیں ناقابلِ یقین ہوتی ہیں مگر بالآخران پر یقین کرنا ہی پڑتا ہے، عباس کا واپس نہ آنا، بی بی جی کو یہ یقین دلانے کے لیے کافی تھا کہ بات وہی تھی جس کا وہ یقین نہیں کرنا چاہ رہی تھیں۔ دیا گھر سے صبح اپنی ماں کے کچھ زیورات لے کر گئی تھی اور برگد کے احاطے سے ہی کچھ اس طرح عباس کے بلاوے پر نکلی کہ کسی کو شک بھی نہ ہوا۔ جس بچے نے جا کر دیا کو اس کی ماں کی طرف سے پیغام دیا تھا، بعد ازاں پوچھ گچھ پر اس نے بتایا کہ اسے عباس نے ہی دیا کو پیغام دینے کو کہا تھا اور اس کے معاوضے کے طور پر اسے ایک آنہ بھی دیا تھا..... یہ سب حقائق کافی تھے اور بی بی جی تو ڈھے سی گئیں، انہوں نے چند دنوں سے بچوں کو پڑھانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ دوسروں کے بچوں کو ہدایت کی شمع تھمانے کی ذمے داری پوری کرتے کرتے وہ اپنے بیٹے کے بدلتے چلن بھی نہیں دیکھ سکی تھیں۔

☆☆☆

''باجی جی تہاڈے ہتھ کتنے پیارے ہیں۔'' جینا نے خوشامدی انداز میں مریم سے کہا تو مریم نے اسے گھورا۔

''تمہیں اپنا کام ٹہلانے کے لیے بہانے چاہیے ہوتے ہیں!'' مریم نے اسے ڈانٹا۔ ''اور ہاں میں سوچ رہی ہوں کہ میں گھر کی چابی تمہارے پاس چھوڑ جاؤں گی، کبھی کبھار آ کر کھول کر صفائی کر دینا اور شام کو کوئی ایک بتی جلا دیا کرنا!''

''اتنی بڑی ذمے داری کا کام میں کس طرح کر سکتی ہوں باجی، میں کس طرح آپ کے گھر کی چابیاں رکھ لوں جی، کوئی چیز اِدھر سے اُدھر ہو گئی تو!'' اس نے لٹکا لٹکا کر بات کی۔

''میرے گھر میں ہے ہی کیا جو اِدھر سے اُدھر ہو گا۔'' مریم نے کہا۔ ''اور پھر تم اتنے سالوں سے میرے پاس آ رہی ہو، میری کبھی سوئی سلائی بھی یہاں سے وہاں نہیں ہوتی۔''

''آپ بھی تو باجی اتنا خیال رکھتی ہیں میرا، مجھے اپنی بہنوں کی طرح سمجھتی ہیں۔ سارا خاندان ہندوستان چلا گیا اور میں یہاں اکیلی رہ گئی لاوارثوں کی طرح..... آپ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا، میرا اتنا خیال رکھتی ہیں، بن مانگے آپ اتنا کچھ دے دیتی ہیں!'' جینا، مریم کی ساری خوبیوں کا اعتراف کر رہی تھی۔ ''آپ کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ میں تو گن بھی نہیں سکتی۔''

''فلمیں دیکھ دیکھ کر تم نے مکالمے یاد کر لیے ہیں!'' مریم ہنسی۔ ''اور گن تم اس لیے نہیں سکتیں کہ میرے لاکھ کہنے کے باوجود تم نے ایک لفظ پڑھ کر نہیں دیا، لوگ کیا سوچتے ہوں گے کہ دو تین گھنٹے استانی جی کے پاس رہتی ہے اور ان سے ایک لفظ پڑھنا نہیں سیکھ سکی!''

''صحیح کہتی ہیں جی آپ، پر کیا کروں جی دماغ ہی اتنا ہے، جو کسر رہ گئی تھی وہ میکل نے مار مار کر پوری کر دی ہے، لگتا ہے دماغ اپنی جگہ سے کھسک ہی گیا ہے!'' وہ اپنے دوپٹے کا پلو منہ میں ڈال کر کھی کھی کر کے ہنسی۔

''اپنی حرکتوں سے ہی مار کھاتی ہو گی تم، ورنہ مائیکل تو اچھا خاصا لڑکا تھا!'' مریم نے کہا۔ مائیکل اس کے اسکول میں چوکیدار تھا، بڑا باتمیز اور سلجھا ہوا لڑکا تھا۔ جینا نے ایک بار بھیک مانگنے کے لیے مریم کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا، یہ اس کے گھر کا نہیں بلکہ اس کی اپنی قسمت کا در تھا۔

''تم بھیک کیوں مانگ رہی ہو، اچھی خاصی صحت مند ہو، کام کر کے بھی کما سکتی ہو!'' مریم نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔

''کون کام کرنے دیتا ہے جی؟'' اس نے تڑپ کر کہا تھا۔ ''کوئی عیسائی جان کر گھر میں گھسنے نہیں دیتا تو کوئی ترنوالہ سمجھ کر سیدھے سبھاؤ عزت پر ہاتھ ڈال دیتا ہے..... درندوں کی اس دنیا میں ڈھونڈنے سے عزت نہیں ملتی!''

''کام کرنا چاہتی ہو تو میرے گھر سے ہی شروع کر دو، یہاں نہ تمہیں اس لیے گھٹیا سمجھا جائے گا کہ تم عیسائی ہو اور نہ ہی کوئی درندہ ہے میرے گھر میں تمہاری عزت پر ہاتھ ڈالنے کے لیے۔'' مریم نے مسکرا کر کہا تھا اور یوں اس نے مریم کے گھر کے ساتھ ساتھ محلے کے دیگر گھروں کا کام بھی کرنا شروع کر دیا۔ مریم نے مائیکل سے اس کی شادی بھی کروا دی، وہ بھی ایک لاوارث لڑکا تھا مگر وقت اور لوگ ہمیشہ ایک سے نہیں رہتے، ذرا سی رزق کی فراوانی آتی ہے تو انسان اور خصوصاً مرد غلط ملط عادتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں..... مائیکل بھی جانے کس طرح نشے کی عادت میں مبتلا ہو گیا تھا اور اب ضرورت پوری نہ ہونے پر پاگل ہو جاتا تھا۔

☆☆☆

''چل اٹھ میرا لال، اب جگا اپنی بہنوں کو، انہیں بتا کہ استاد صاحب آنے والے ہیں!'' وہ اپنا بھاری ہر دم وجود سمیٹ کر اٹھ گئیں، ولی اسی طرح بستر پر لیٹا تھا۔ ''بہنیں؟'' وہ بڑبڑایا۔ ''لڑکے تو کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی میری بہن نہیں..... وہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ اماں کی بیٹیاں بھی نہیں۔'' وہ سوچ رہا تھا، عمر کے ایسے مشکل دور میں تھا کہ جب لڑکے باہر کے ماحول سے اثر قبول کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

''تو پھر کون ہیں یہ بھانت بھانت کی لڑکیاں اور ان کے نام بھی کیسے عجیب ہیں، پتھروں اور نگینوں والے نام..... ان کو دیکھ کر مجھے کچھ عجیب سا لگتا ہے، اب تو وہ مجھے اپنی بہنیں بھی نہیں لگتیں۔ سب لوگ جھوٹ کیوں بولیں گے، اماں کہتی ہیں کہ لوگ ان سے جلتے ہیں کہ ان کو اللہ نے ایک نہیں سات بیٹیاں دے رکھی ہیں..... ہوں؟..... لوگ بھلا ان سے اس لیے کیوں جلیں گے کہ ان کی سات بیٹیاں ہیں، کوئی کسی کے ہاں سات بیٹوں کی پیدائش پر جلے تو جلے، بھلا کوئی بیٹیاں ہونے پر بھی جلتا ہے؟'' جتنا وہ سوچتا جا رہا تھا، اتنا ہی الجھ رہا تھا، ایک ایسی الجھی ہوئی ڈور کو تھامے ہوئے کہ جس کا سرا اسے نہیں مل رہا تھا، کچھ غلط تھا..... مگر کیا؟ طویل برآمدے کے وسط تک دھوپ آ چکی تھی اور برآمدے کے ستونوں کے سائے مغرب کی سمت لٹکے ہوئے نظر آ رہے تھے، سات ستون..... اس کی بہنوں کی طرح لگے اسے۔

''ولی پتر تو اٹھا نہیں، تجھے کہا تھا کہ جا کر بہنوں کو جگا!'' وہ پھر اس کی طرف آئی تھیں۔

''اماں خود ہی جگا لے جا کر، میرے ساتھ تو وہ چڑیلوں کی طرح لڑ پڑتی ہیں!'' اس نے لاڈ سے کہا۔

''یوں نہیں کہتے بیٹا..... بہنیں ہیں تیری!'' اماں نے کہا تو اسے لگا جیسے اس نے کوئی لطیفہ سنا ہو۔

SCAN & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''دلی مجھے تجھ سے اتنی سستی کی امید نہیں تھی۔'' بڑبڑاتے ہوئے وہ خود ہی برآمدے کے آخری سرے کی طرف چل دیں، جہاں سے سیڑھیاں اوپر کو جاتی تھیں، سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو کر انہوں نے آواز لگائی۔

''الماس، روبی، نیلم، یاقوت، زمرد، مرجان، فیروزہ۔'' اماں نے انہیں بالترتیب پکارا، اوپر سے کوئی آواز جواب میں نہ اٹھی تو ان کا پارہ گرم ہو گیا۔ ''کم بخت ماریاں..... اور ایک یہ ہے۔'' ایک ہی ہلے میں وہ سب کو رگڑ گئیں، دلی سمیت۔

''اٹھتا ہوں اماں..... اور جگاتا ہوں تیری لاڈلیوں کو بھی، ایک دن ہفتے میں ملتا ہے چھٹی کا، اس میں بھی مجھے سونے نہیں دیتی ہو۔'' وہ بیزاری سے کہتا ہوا اپنے بستر سے نکلا اور اوپر کو چلا، جہاں سات خوب صورت اور تھکے ماندے وجود گہری نیند میں تھے، اس نے بھی ان کو جگانے کا ایسا طریقہ رکھا تھا کہ وہ نہ صرف اٹھتی تھیں، بلکہ اس کے پیچھے بھاگ کر نیچے تک آتی تھیں، جہاں دلی کے لیے اس کی ماں اپنی آغوش وا کر لیتی تھی۔ اس نے اوپر جا کر نلکے سے تازہ پانی ایک لوٹے میں بھرا، اسی پانی سے اس نے گہری نیند والوں کو بیدار کرنا تھا۔

☆☆☆

معراج کے لیے تو رات کاٹنی مشکل ہو گئی تھی، اس رات وہ یادوں کے کتنے ہی سمندر عبور کر آئی تھی۔ اکبر علی کے ہاں دو بیٹیوں کی پیدائش نے اسے وہ دن یاد کروا دیا تھا، جب زرتاج تقریباً چھ ساڑھے چھ برس کی تھی اور ماہ تاج پانچ برس کی..... اس کے پھر ولادت متوقع تھی۔ پہلی بار تو اس نے دل سے دعا کی تھی کہ قائم علی کی خواہش پوری ہو مگر دوسری بار اسے بیٹے کا شوق تھا۔ ماہ تاج کی ولادت پر قائم نے اسے دلاسہ دیا۔ معراج مایوس تو ہوئی تھی لیکن اپنے رب سے کوئی گلہ نہ تھا، شکر گزار تھی کہ اس نے صحت مند اولادیں دی تھیں، یہ امید بھی تھی کہ اس کے گھر میں کوئی کمی نہیں، اسے بیٹا بھی ضرور دے گا۔

سال بھر کے بعد ہی ان کے ہاں بیٹے نے جنم لیا مگر وہ اپنے نصیب میں چند سانسیں ہی لکھوا کر لایا تھا..... اس کڑے وقت میں بھی قائم علی نے ان کو حوصلہ دیا تھا اور کہا تھا۔ ''معراج، یہ ہماری آزمائش ہے۔ ہمیں صبر کرنا چاہیے!'' وہ گھٹ گھٹ کر بہت روئی مگر جب پھر امید لگی تو اس نے اپنی عبادات کو تیز تر کر دیا، وظائف اور دعائیں..... جس در سے کوئی امید دلاتا، اُدھر ہی چل پڑتی۔

اسے وہ دن یاد آ رہا تھا، جس دن دائی صید بیگم کو بلوایا گیا تھا..... قائم علی آنگن میں ہی بیٹھا تھا، بچیاں محلے کی ایک خاتون کے ہاں بھجوا دی گئی تھیں، ایک کٹھن اور صبر آزما مرحلہ طے کر کے، معراج نے ایک بچے کو جنم دیا مگر اس کی تکلیف میں کمی نہ آئی، تب دائی نے اسے بتایا کہ اسے ابھی پھر اس مرحلے سے گزرنا تھا..... تقریباً ایک گھنٹے کے بعد اس نے ایک اور زندگی کو جنم دیا۔

''کیا ہوا ہے ماسی؟'' اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

''جو بھی ہوا ہے، اچھا ہی ہوا ہے۔'' وہ اپنی مددگار کے ساتھ مل کر اسے سنبھالنے کے بعد بچوں کو دیکھ رہی تھیں، دونوں بچوں کو نہلا کر صاف کیا اور لپیٹ کر اس کے پاس لٹا دیا۔ ''دیکھو کیا ہے.....''

''یوں مجھے کیسے پتا چلے گا؟'' اس نے بے بسی سے کہا۔

''اللہ کی رحمت ہے۔'' صید بیگم نے کہا تو وہ سسک اٹھی، اسے امید تھی کہ دو بچوں میں سے ایک تو بیٹا ہو گا

مگر ان کرا تنا دکھ ہوا کہ آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے۔

قائم علی صحن میں سر نیہوڑائے بیٹھا تھا، صید بیگم کمرے سے باہر نکلیں تو وہ بے تابی سے اٹھ کھڑا ہوا، سوال اس کے چہرے پر تحریر تھا۔

''اللہ نے اپنی رحمت بھیجی ہے تمہارے گھر!'' صید بیگم کا لہجہ دھیما سا تھا۔

''بیٹی؟'' ان کا چہرہ چمکنے لگا، دائی نے حیرت سے انہیں دیکھا تھا۔

''ایک نہیں، اکٹھی دو۔'' اس کا کہنا تھا کہ قائم علی جوش میں آ گیا۔

''واہ میرے رب، تو نے مجھے اس قابل سمجھا، تو نے مجھے چار بیٹیاں دی ہیں!'' معراج نے کمرے کے اندر لیٹے ہوئے اپنے شوہر کی آواز سنی تھی۔

''یہ لو صید بیگم!'' دس دس روپے کے دو نوٹ اپنی جیب سے نکال کر اس نے دائی کی طرف بڑھائے۔

''دو بیٹیاں ہوئی ہیں سرکار۔'' دایہ سمجھی کہ اسے سننے اور سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ اس نے تو کبھی کسی کو بیٹی کی پیدائش پر یوں خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

''اسی خوشی میں تو انعام دے رہا ہوں!'' انہوں نے اسے نوٹ تھمائے۔ اس نے تو اپنی اب تک کی زندگی میں کسی کو بیٹی کی پیدائش کو خوش خبری کہتے ہوئے نہیں سنا تھا..... اس کے ہاتھوں سے جب بھی کسی لڑکی کی ولادت ہوئی تھی تو اس کا اپنا دل بھی غم سے بھر جاتا تھا، خود اس کے شوہر نے اسے تین بیٹیوں کو پیدا کرنے کے جرم کی سزا طلاق دے کر دی تھی..... اور تو اور بڑے ملکوں کی حویلیوں میں بھی بیٹی کی ولادت کو غم کی خبر ہی سمجھا جاتا تھا اور خاندان کے قریبی لوگ باقاعدہ پرسہ دینے آتے تھے اور اسے عورت کا جرم سمجھا جاتا تھا۔

''کیا میں معراج کو دیکھنے کے لیے اندر جا سکتا ہوں؟'' وہ اندر کی طرف لپکے۔

''پہلے کیا تم نے کبھی معراج کو نہیں دیکھا۔'' اس نے جوشِ جذبات میں ٹھٹول کیا۔ ''تم خوشی سے پھولے نہیں سما رہے ہو اور وہ اندر آنسو بہا رہی ہے۔''

''وہ کیوں آنسو بہا رہی ہے؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔ ''اسے تو خوش ہونا چاہیے کہ ہمارے گھر میں اللہ کی اتنی رحمت ہو گئی ہے..... مجھے پہلے سے علم ہوتا تو میں ان کے پیارے پیارے سے نام سوچ کر رکھتا!'' صید بیگم کو لگا کہ وہ واقعی پاگل ہے..... معراج نے اپنے آنسو اپنے ہاتھ کی پشت سے صاف کیے۔

''ایک نام تم رکھو، ایک میں رکھوں گا!'' قائم علی نے معراج کے ماتھے پر بوسہ دیا، اسے معلوم تھا کہ وہ روئی تھی، اسے یہ بھی اندازہ تھا کہ ہر عورت کی طرح اس کی خواہش تھی کہ ان کے ہاں بھی اولادِ نرینہ ہو، اللہ نے ایک دے کر بھی واپس لے لیا تھا اور اس پر صبر کرنا معراج کے لیے آسان نہ تھا۔ اسی لیے وہ حرفِ تسلی کہہ رہا تھا اور اسے اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا، جسے کوئی بھی کم نہیں کر سکتا تھا۔

''میں نے تو نام سوچ لیا ہے، نین تارہ..... تم بتاؤ؟''

''دوسرا نام بھی آپ ہی رکھ لیں۔'' اس نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔

''اچھا!'' قائم علی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''دوسری کا نام حسن آرا رکھ لیں گے..... اور ہاں اب باقیوں کے نام سب کے میں نے رکھ لیے ہیں، اپنے بیٹوں کے نام خود رکھنا۔'' اس نے مسکرا کر کہا اور وہ آنسو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھری آنکھوں سے منہ پھیر کر لیٹ گئی تھی۔

''اماں چائے!'' زرتاج کی آواز نے انہیں جانے کہاں سے واپس کھینچ لیا تھا۔ ''ساتھ کچھ کھائیں گی؟''

''ہاں، مجھے ساتھ پاپے دے دو!'' اس خوب صورت وقت کی یاد سے واپس لوٹنا انہیں کتنا ناگوار لگا تھا۔ ''شکر الحمدللہ!'' انہوں نے دل کی گہرائی سے کہا، یہی ان کے مرحوم شوہر نے سکھایا تھا۔ کیسا بھرا پرا آنگن تھا، ایک غم کی آندھی آئی اور سب کچھ اڑا کر لے گئی تھی، ان کے آنگن میں چہچہانے والی چڑیاں۔

زرتاج پاپے لے کر لوٹی تو وہ ہچکیوں سے رو رہی تھیں، اس نے تھالی چارپائی پر رکھی اور ان کے پاس بیٹھ کر ان کے کندھے دبانے لگی۔ ''نہ رویا کریں اماں۔'' اسے بن کہے اپنے ماں کا غم معلوم تھا، یہی غم اس کا غم بھی تھا، اسی کو یاد کر کے کئی بار اس کے نین کٹورے بھی بھر جاتے تھے مگر اس وقت وہ خود رو کر ماں کو کمزور نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''اچھا چلیں، یہ لیں چائے پئیں اور درود شریف پڑھ کر دعا کریں سب کے لیے اور ابا کے لیے بھی!'' اس نے چائے کا مگ ان کے ہاتھ میں دیا۔ انہوں نے چائے کا گھونٹ لیا۔

''الحمدللہ!'' کہا اور آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگیں۔

''اماں، آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اس مہینے آپ مجھے لونگ لے کر دیں گی!'' اس نے بات کا رخ موڑا۔

''لے دوں گی۔'' انہوں نے آہستگی سے کہا۔ ''کسی دن لے کر چلوں گی تجھے، خود ہی پسند کر لینا!''

''میں آج عائشہ کے ساتھ جا کر لے آؤں گی اماں، آپ پیسے بعد میں دے دیں!'' اس نے اصرار کیا۔

''عائشہ کو رہنے دے، میں خود ہی تیرے ساتھ جاؤں گی!'' انہوں نے کہا۔

''میں عائشہ کے مشورے سے لینا چاہتی ہوں اماں، اس نے اگلے روز لیا تھا تو ساتھ مجھے لے کر گئی تھی!'' اس نے مزید اصرار کیا۔

''تو اسی روز اپنے لیے بھی پسند کر لیتیں!'' انہوں نے اس کی ضد سے اکتا کر کہا۔ ''جاؤ..... اور ہاں جلد لوٹ آنا!''

وہ خوشی سے اندر کی طرف بھاگی، اس کا ارادہ عائشہ کو ساتھ لے جانے کا ہرگز نہ تھا، وہ تو شاکر کو بچوں کے لیے تھوڑی سی مدہوشی کی دوا دینا چاہتی تھی تاکہ وہ جب اس بچی کو شہر لے کر جائے تو اسے وہ دوا دے دے، راستے میں اگر بچی روتی رہی تو لوگ خوامخواہ متوجہ ہو جاتے۔

چادر اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ کر وہ گھر سے نکلی، پہلے عائشہ کے گھر کی طرف گئی تاکہ اسے کوئی اس طرف جاتا دیکھ لے، اس کا ارادہ یہی تھا کہ اماں کو بتائے گی کہ عائشہ گھر پر نہ تھی، اتفاق سے اس نے دور سے ہی عائشہ کو اپنے گھر سے نکل کر مخالف سمت جاتے دیکھ لیا تھا..... اب اسے اماں سے جھوٹ نہیں بولنا پڑے گا، وہ مسکرائی۔ جا کر دروازہ کھٹکھٹا کر اس کی اماں سے پوچھ بھی لیا۔

تیز تیز قدموں سے وہ اس جانب چل پڑی، جہاں جانے کے ارادے سے وہ گھر سے نکلی تھی، دن کا وقت تھا، دکانوں والی گلی میں اور بھی لوگ تھے، وہ سیدھی شاکر کی دکان کی طرف بڑھی۔ مٹھی میں دبی پڑیا کو اور بھی مضبوطی سے ہاتھ میں دبا لیا، دکان کا دروازہ دور سے اسے لگا کہ بند ہے مگر جب نزدیک پہنچی تو دروازے پر

1987ء سے خدمت میں مصروف
LEUCODERMA-VITILIGO
سفید داغ قابلِ علاج مرض ہے
بھلائی
STEROIDS FREE MOST PROGRESSIVE TREATMENT
ایوارڈز ہولڈر
اجمل زیدی
برص ماہر
کہ دو رنگ یا کستان کا مستقل پروگرام

ASIAN EXCELLENCE PERFORMANCE AWARD

AWARD OF BEST ACHIEVEMENT

AWARD PILLAR OF LEUCODERMA
اسلام آباد
9-اپریل تا 30 مئی
9-اگست تا 30 ستمبر
9-دسمبر تا 30 جنوری
مکان نمبر 62، سٹریٹ نمبر 20، سیکٹر G-8/1
فون: 2854595 - 2255880 (051)
موبائل: 0300-8566188
فیکس: 2261636
لاہور
14-فروری تا 27 فروری
14-جون تا 27 جون
14-اکتوبر تا 27-اکتوبر
ہوٹل عامر
لوئر مال نزد سیشن کورٹ، لاہور
فون: 7115015-19 (042)
موبائل: 0300-8566188
پشاور
یکم فروری تا 11 فروری
یکم جون تا 11 جون
یکم اکتوبر تا 11-اکتوبر
ہوٹل امین
جی ٹی روڈ نزد بشیر چوک پشاور شہر
فون: 2218215-9 (091)
موبائل: 0300-8566188
ملتان
28 مارچ تا 6-اپریل
28 جولائی تا 6-اگست
28 نومبر تا 7 دسمبر
ہوٹل سلور سینڈ
ریلوے سے روڈ نزد چوک عزیز ہوٹل ملتان
فون: 4518061-62 (061)
4582803 (0300-8566188)
کراچی
13-مارچ تا 27 مارچ
13-جولائی تا 27 جولائی
13-نومبر تا 27 نومبر
لوریل سینٹر
آفس 706، 7 فلور شاہراہ فیصل
نزد اسٹاپ بلمقابل K.F.C کراچی
فون: 9-7012068-021
موبائل: 0300-8566188
www.leucodermatologist.com
E-mail: syedajmalzaidi@hotmail.com - syedajmalzaidi@yahoo.co.uk

Scan & PDF FIAZ AHMED
Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پڑا، بڑا سا کالے رنگ کا تالا اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

☆☆☆

''چل یار کنجوس کی اولاد تو تو ہے، پر خود زیادہ کنجوس نہ بن!'' سلیم نے سہیل کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا۔

''بات کنجوسی کی نہیں ہے اور تو فالتو میں میرے باپ تک نہ پہنچا کر سہیل نے غصے سے کہا تو سلیم ہنس دیا۔

''کیا بات ہے استاد تیری بھی، یہ لقب اپنے ابا کو تو نے خود ہی دیا ہے۔'' سلیم نے کہا۔ ''جیسے افضال اپنے ابا کو پستول کہتا ہے، ان کے غصے کی وجہ سے!''

''اور تو کیا کہتا ہے اپنے ابا کو؟'' سہیل نے پوچھا۔

''یار ابا کے معاملے میں میں کافی خوش قسمت ہوں کیونکہ میں نے اپنا ابا بہت سوچ سمجھ کر چنا تھا۔'' سلیم نے مزاحیہ انداز سے کہا تو ندیم کی ہنسی نکل گئی، سہیل نے منہ بھینچ کر اپنی ہنسی کو ضبط کیا۔

''اچھا..... تو کتنا بڑا تھا تو، جب تو نے اپنا ابا چنا تھا؟'' سہیل نے اس کا بدلہ اتارنے کا سوچا۔

''اب ہوئی نا بات!'' اس نے سہیل کو گلے لگا لیا۔ ''مجھے تو ٹھیک سے یاد نہیں کہ میں کتنا بڑا تھا لیکن تیرے معاملے میں ابھی بھی دیر نہیں ہوئی، تو چاہے تو ابھی بھی اپنے لیے نیا ابا چن سکتا ہے۔'' سلیم کا کہنا تھا کہ ایک فلک شگاف قہقہہ بلند ہوا۔

''کیا ہو رہا ہے بھئی، کس بات پر اتنا ہنسا جا رہا ہے؟'' افضال نے آ کر پوچھا تھا، قریب تھا کہ سلیم کوئی انکشاف کرتا کہ سہیل پر نظر پڑ گئی جو اسے اشارے سے منع کر رہا تھا۔

''کچھ نہیں یار، بس وہ کالج کی پکنک کا پروگرام بن رہا تھا، اسی سلسلے میں میں ان سے پوچھ رہا تھا کہ کون کون جا رہا ہے۔'' سلیم نے اسے بتایا۔

''مجھے تو لگتا ہے کہ قلعہ روہتاس کوئی فضول قسم کی جگہ ہوگی!'' ندیم نے کہا۔

''ہمیں اس سے کیا کہ کیسی جگہ ہے، ہم ہوں گے نا سارے سنگی بیلی، ایک دوسرے کے ساتھ اچھا وقت گزاریں گے اور پھر یہ دورہ تفریحی ہونے کے ساتھ ساتھ معلوماتی بھی تو ہے۔'' سلیم نے دلیل پیش کی۔

''تفریحی یا معلوماتی ہونے کا تو علم نہیں مگر یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کی سنگت سے لطف اندوز ہوں گے۔'' افضال نے کہا تھا۔

''ایک دوسرے کی سنگت سے تو ہم یہاں رہ کر بھی لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔'' سہیل نے بے زاری سے کہا۔

''کنویں کے مینڈک ہی بن گئے ہو تم یار۔'' افضال نے اس سے کہا۔ ''اپنے روزمرہ کے معمول سے باہر نکل کر بھی کبھی کبھار دیکھنا چاہیے۔''

''امتحانات سر پر ہیں اور تم لوگوں کو تفریحات کی سوجھ رہی ہے؟'' سہیل نے کہا۔

''سارا سال اِدھر اُدھر وقت ضائع کرتے رہو گے اپنی فضول کی سرگرمیوں میں تو امتحان کے نزدیک آ کر اسی طرح فکرمند ہو گے نا!'' افضال نے کہا۔

''اصل مسئلہ یہی ہے!'' سلیم نے کہا۔ ''وہاں اس کی ایسی ویسی سرگرمیوں کے لیے کوئی ''شے'' نہیں ہو

گی۔''

''بڑی شے ہے میرا دوست۔'' افضال نے آنکھ مار کر کہا۔ ''اپنے مطلب کی شے یہ ہر جگہ ڈھونڈ لیتا ہے، تم اسے آزما کر تو دیکھو!''

''شرم کرو تم لوگ!'' سہیل نے غصے سے کہا۔ ''تم لوگ جیسے بڑے پارسا ہو۔''

''ہم وہی ہیں جو کچھ نظر آتے ہیں، تمہاری طرح نہیں کہ پڑھنے کو جی نہ چاہے اور بنے پھریں، میاں پڑھا کو!'' افضال نے اسے چھیڑا۔

اپنے دوستوں کے سامنے وہ زیادہ دیر تک مزاحمت نہیں کر سکتا تھا۔

☆☆☆

دائی صید بیگم نے اسے کسی پیر بابا کا بتایا تھا کہ جن کے پاس جا کر کئی عورتوں کے من کی مراد یعنی بیٹے کی ولادت کی دعا قبول ہوئی تھی۔ معراج کو علم تھا کہ قائم علی کو اس بات کی بھنک بھی پڑ گئی تو وہ بہت ناراض ہوگا، اسی لیے اس نے دائی صید کو کہہ رکھا تھا کہ جب قائم علی اگلی بار شہر جائے گا تو وہ اس کے ساتھ چلی جائے گی، سفر طویل تھا اور رات تک ان کا لوٹنا ممکن نہ تھا۔ معراج نے اپنی ایک ہمسائی سے اس بارے میں بات بھی کر لی تھی، اس کے ہاں بھی تین بیٹیاں تھیں اور گود کا بیٹا۔ اس کی بیٹیوں سے زرتاج اور ماہ تاج کی دوستی بھی تھی اور وہ معراج کی چھوٹی بیٹیوں کو بھی سنبھال سکتی تھی، اس کا شوہر قائم علی کے ساتھ ہی شہر جاتا تھا۔

اپنی بیٹیاں اور اپنے گھر کی چابیاں اپنی ہمسائی زینت کے حوالے کر کے وہ صید بیگم کے ساتھ اس روز روانہ ہوئی، جس روز قائم علی شہر گیا تھا، اس بار جاتے ہوئے وہ کہہ کر گیا تھا کہ ممکن ہے اسے زیادہ دن لگ جائیں۔ معراج کو اس کی طویل مصروفیت کی خوشی ہوئی تھی اس بار۔

جاتے ہوئے زینت کو تو معراج نے ساری تفصیل بتائی تھی کہ کہاں جا رہی تھی، البتہ اس سے یہ بھی کہا کہ اس کے اس راز کو وہ خود تک محدود رکھے۔ زرتاج نے ماں سے پوچھا تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے، ایک بار تو اس نے سوچا کہ اسے بتائے مگر پھر یہ سوچ کر کہ آخر بچی ہے کہیں بھولے سے باپ کے سامنے بات کر بیٹھی تو اس کی شامت آ جائے گی۔ بیٹی سے بھی اس نے جھوٹ بولا کہ کسی مرگ پر جا رہی ہے اور شام تک لوٹ آئے گی۔

جاتے سمے اس نے زرتاج کو اپنی چھوٹی بہنوں کا خیال رکھنے اور زینت خالہ کو تنگ نہ کرنے کا سمجھایا، اسے اکیلے باہر نکلنے سے اور کھیلنے کے لیے زیادہ دور جانے سے منع کیا۔ اسے معلوم تھا کہ گاؤں کی لڑکیاں جب مل کر کھیلنے کو نکلتی تھیں تو ریل کی پٹری کے پار کا علاقہ ان کا پسندیدہ علاقہ تھا۔

دل میں ایک ہی لگن تھی کہ پیر بابا سے تعویذ مل جائیں تو پھر اللہ اس پر کرم کرے گا۔ ''تعلیم بھی ذہنی ترقی میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکی، یہ تو ان وقتوں کی بات ہے جب کوئی کوئی پڑھا لکھا ہوتا تھا، ابھی تک ہم ان فضولیات سے باہر نہیں نکل سکے، جب ہم کسی مشکل میں پڑتے ہیں تو ہمارا عقیدہ کمزور پڑنے لگتا ہے۔ زندگی کے عام حالات میں ہم اللہ کو اپنی شہ رگ سے قریب تر مانتے اور اسی سے مانگتے ہیں مگر جہاں ہمیں اللہ سے وہ نہیں ملتا جس کی ہمیں خواہش ہوتی ہے تو ہمارا کاسۂ گدائی ان دنیاوی خداؤں کے آگے دراز ہو جاتا ہے جنہوں نے ہماری انہی کمزوریوں کے بل پر اپنے کاروبار چمکا رکھے ہیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Freedskorner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روانگی کے وقت تک معراج کا دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا، وہ کبھی اپنی بچیوں کو یوں کسی کے پاس چھوڑ کر نہیں گئی تھی، زرتاج نویں برس میں قدم رکھ چکی تھی اور ماہ تاج سات برس کی اور گود کی دونوں اگرچہ ڈیڑھ برس کی ہونے کو آئی تھیں مگر دیکھنے میں سال سے بھی کم عمر کی لگتی تھیں۔ اب مسئلہ ہی ایسا آن پڑا تھا کہ انہیں ساتھ لے کر نہیں جاسکتی تھی، صید بیگم نے بتایا تھا کہ سفر طویل بھی تھا اور مشکل بھی۔ اس نے کئی آیات اور دعائیں پڑھ کر ان پر پھونکیں اور زینت کو کچھ مزید ہدایات دے کر وہ روانہ ہوئی۔

☆☆☆

مراد علی پنچایت میں پہنچے تو سب نے کھڑے ہو کر ان کو تعظیم دی، انہوں نے وہاں موجود سب لوگوں سے خود آگے بڑھ کر مصافحہ کیا خواہ کوئی ہندو تھا یا مسلمان۔ اسی پنچایت میں ان کے بھائی اور بھتیجے بھی بیٹھے تھے، ان کے چہروں پر انہیں خاصا اشتعال نظر آیا۔ وہ سمجھ سکتے تھے کہ اس کی وجہ ان ہندوؤں کا ان کی ہمسائیگی میں ہونا تھا، جن کی لڑکی بھاگ گئی تھی، دوسرے محلے کے کسی لڑکے کے ساتھ۔ جو کچھ خود وہ باپ بیٹے کرتے پھرتے تھے ان کے لیے تو آج تک کسی کی پنچایت بلانے کی ہمت نہ ہوئی تھی مگر ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے کہ مجرم کمزور ہو تو گرفت میں آجاتا ہے اور بارسوخ آدمی بڑے سے بڑا جرم کر کے بھی صاف بچ نکلتا ہے۔

جب وہ بیٹھ چکے تو کارروائی شروع ہوئی۔ وہ خاموشی سے دونوں طرف کے دلائل سنتے رہے، ہندو اشتعال میں تھے اور ان کا اشتعال جائز بھی تھا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ کافی ڈھونڈ چکے تھے مگر ان دونوں کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا، وہ اس قابل بھی نہیں رہے تھے کہ سر اٹھا کر جی سکیں۔ یہ اس لیے ہوا تھا کہ ایک مسلمان نے ان کی ہندو لڑکی کو ورغلا لیا تھا، ہمیشہ سے ایسے واقعات میں لڑکیوں کو بے قصور سمجھنے کا رواج بھی قدیم ہے۔ ان سب نے گاؤں چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا تھا مگر وہ اپنے مجرم کو سزا دیے بغیر وہاں سے نہیں جاسکتے تھے۔

مراد علی نے ہی ان سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتے تھے کیونکہ اگر عباس غائب تھا تو اسے کسی طور سزا نہیں دی جا سکتی تھی، وہ ان کے مطالبے پر حیران تھے۔ دل میں انہیں یقین تھا کہ ہندوؤں نے اس کا کوئی نہ کوئی جوابی حل سوچ رکھا ہوگا۔

''عباس کی بہن کو ہمارے کسی لڑکے سے بیاہ دیں!'' دیالو نے کہا۔ ''میرے بیٹے سے ہی بیاہ دیں۔''

''ایسا کیونکر ہوسکتا ہے؟'' وہ اس کے مطالبے پر دل ہی دل میں لرز سے گئے، انہیں ہرگز منظور نہ تھا کہ عباس کے کیے کی سزا، عباس کی بہن کو دی جائے اور وہ بھی اسے کسی ہندو سے بیاہ کر۔

''کیوں نہیں ہوسکتا؟'' رام لال نے کہا۔ ''اگر مسلمان لڑکا ہماری لڑکی کو بھگا کر لے جاسکتا ہے تو یہ کیوں نہیں ہوسکتا؟''

''دیالو تمہیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ لڑکی اپنی رضا سے عباس کے ساتھ گئی ہے، عباس اسے اغوا کر کے نہیں لے گیا اور اگر اس نے اغوا بھی کیا ہو تو اس میں اس کی بہن کا ہاتھ ہرگز نہیں ہے۔'' مراد علی کا لہجہ زور دار تھا۔

''جانتی تھی وہ..... کلثوم بھی جانتی تھی، کاجل بھی جانتی تھی، یہ سب کچھ ان ساری لڑکیوں کی ملی بھگت سے ہوا ہے۔'' دیالو نے کہا۔ ''ہم نے ساری پوچھ پڑتال کرلی ہے، بی بی جی کے سامنے ان کی لڑکی نے تسلیم کیا تھا

کہ وہ جانتی تھی۔''

''مگر اس نے بتایا تھا کہ اسے اسی روز کاجل نے بتایا تھا، جس روز وہ بھاگ چکے تھے، البتہ کاجل کو شروع سے ہی اس بات کا علم تھا اور وہ ان دونوں کی معاونت بھی کر رہی تھی۔'' نمبردار نے بتایا، جو کہ تفتیشی کمیٹی کا حصہ تھا۔

''وہ ایک معصوم اور چھوٹی سی لڑکی ہے جو کہ ان معاملات کی پیچیدگیوں کو نہیں سمجھتی اسی لیے اس نے تفتیشی ٹیم کے سامنے کوئی بات نہیں چھپائی۔''

''وہ معصوم نہیں بلکہ ایک جوان جہان لڑکی ہے اور ہماری بیٹیوں کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا تھا، ان کا اس کے گھر اور اس کا ہمارے گھر میں آنا جانا بھی تھا۔'' دیالو نے غصے سے کہا۔

''ایک بہن کو اس کے بھائی کے جرم کی سزا نہیں دی جاسکتی۔'' مراد علی نے دبدبے سے کہا۔ ''آپ لوگوں کو جو ہرجانہ چاہیے وہ میں دینے کو تیار ہوں مگر اس معاملے کو اگر یہیں دفن کر دیا جائے تو بہتر ہے، آپ لوگ بھی گاؤں چھوڑ کر مت جائیں۔''

''ہمیں تم سے یہی امید تھی چوہدری مراد علی، تم سے تو تمہارا بھائی اچھا ہے جس نے ہمارا ہر طرح سے ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ معاملے کو اسی طرح حل کرے گا جس طرح ہم چاہیں گے، تم نے ایک مسلا بن کر سوچا ہے، یہ نہیں سوچا کہ ہمارے دلوں پر کیا بیت رہی ہے۔'' لال دین کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔

''ہم ہمیشہ سے یہاں بہن بھائیوں کی طرح رہے ہیں لال دین، میں نے کبھی بھی نہیں سوچا کہ کسی کی بیٹی کے ساتھ زیادتی ہو تو ان کا مجرم بچ نکلے، ہم سب کی بیٹیاں سانجھی ہیں۔'' مراد علی نے رسان سے کہا۔

''تمہیں کیا معلوم کہ بیٹی کیا ہوتی ہے اور بیٹی کا دکھ کیا۔ نور علی کے ہاں بیٹیاں ہیں تو اسے ہمارے دکھ درد کا اندازہ ہے۔ اس نے ہمارے آنسو پونچھنے کا وعدہ کیا ہے، ہمیں تمہارا وجود ہی پنچایت میں گوارا نہیں۔'' دیالو نے پھپک پھپک کر روتے ہوئے کہا۔ مراد علی اٹھ کھڑے ہوئے، کچھ لوگوں نے انہیں روکنے کی کوشش بھی کی مگر وہ نہیں رکے اور یہ کہہ کر چلے گئے۔

''جب انہیں میرا یہاں ہونا ہی گوارا نہیں تو میں ان کی پنچایت کا کیا فیصلہ کروں گا اگر انہیں نور علی پر بھروسا ہے تو پھر اسی کو فیصلہ کرنے دیں جو کہ ان کو منظور بھی ہوگا۔ وہ ان کا ہمسایہ بھی ہے اور انہیں جانتا بھی ہے اور اس کے فیصلے کو وہ تسلیم کرلیں گے تو اچھی بات ہے ورنہ معاملہ مزید بگڑ سکتا ہے۔''

☆☆☆

''اس کم بخت گاڑی کو بھی یہیں خراب ہونا تھا۔'' افضال نے تاحد نظر کھیتوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، جن میں کٹی ہوئی گندم پڑی تھی۔

''چلو تمہارا شوق تو پورا ہوگیا، پکنک کرنے کا!'' سہیل نے طنز کیا۔

''ابھی ٹھیک ہوجائے گی بس تو پھر چل پڑیں گے۔'' سلیم نے دلاسا دیا۔

''چھوڑ یار، اس سو سال پرانے ماڈل کی بس نے کیا ٹھیک ہونا ہے۔'' سہیل کے انداز میں بے انتہا بیزاری تھی۔ ''کوئی سایہ بھی دور دور تک نظر نہیں آرہا کہ سر جلنے سے بچ جائے!''

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Corner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''چلو تھوڑی حرکت کرتے ہیں، کم از کم سائے تک تو پہنچیں ورنہ تمہارا سر گرم ہو گیا تو ہماری شامت کو آنے سے کون روک سکے گا!'' افضال نے ہنس کر کہا۔

''بس والا کہہ رہا ہے کہ چار پانچ گھنٹے لگ سکتے ہیں بس کے ٹھیک ہونے میں۔'' سلیم نے آ کر ''خوش خبری'' سنائی تو سہیل سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

''نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن..... نہ ہم لوٹ کر واپس جا سکتے ہیں نہ قلعے تک کسی اور طرح پہنچ سکتے ہیں!'' سہیل نے کہا۔

''چلو یار، اتنی بھی سستی اچھی نہیں، یہاں سے تو نکلو، دیکھو سب لوگ مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے جا رہے ہیں، اسی کو ہر کوئی پکنک سمجھ رہا ہے، کہیں نہ کہیں سایہ ڈھونڈتے ہیں، جب تک بس ٹھیک نہیں ہوتی، ہم کھڑے یہاں تو نہیں سڑ سکتے۔'' سلیم نے سہیل کو اشارہ کر کے دکھایا، واقعی بس میں سے نکل کر سبھی لوگ مختلف سمتوں میں چل پڑے تھے، تنگ سی یہ سڑک اسی طرف جا رہی تھی، جو بالآخر خزاں کی منزل تھی اور بس جانے کب ٹھیک ہوتی، یہی سوچ کر سب نے پیدل مارچ شروع کر دی تھی۔ سلیم اور افضال کے ساتھ سہیل بھی چہرے پر بیزاری کی تہ سجائے چل پڑا۔

پیدل چلنے کے معاملے میں وہ ہمیشہ سے سست تھا، اسی لیے وہ اپنے قافلے سے بہت دور رہ گئے تھے، سہیل بار بار رک کر کوئی نہ کوئی پتھر دیکھ کر اس پر بیٹھ جاتا تھا، افضال اور سلیم کو غصہ تو بہت آ رہا تھا مگر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے، اپنے جگری دوست کو یوں تنہا چھوڑ کر بھی نہ جا سکتے تھے، جو صرف ان کے کہنے پر اس تفریحی اور معلوماتی دورے پر آیا تھا۔

پیاس سے ان کی بری حالت ہو رہی تھی، پانی کے کولر بھی بس میں رکھے تھے، کچھ لوگوں کے پاس اپنی بوتلیں اور تھرماس بھی تھے مگر وہ اپنے سارے گروپ سے میلوں پیچھے تھے۔

''کہیں سے پانی ڈھونڈو ورنہ میں مر جاؤں گا!'' سہیل نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''وہ اس طرف کچھ سبزہ نظر تو آ رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس طرف چلتے ہیں، وہاں ممکن ہے کہ کوئی کنواں یا تال وغیرہ ہو یا پھر کسی کا ڈیرا ہو تو وہاں پانی ملنے کے امکانات ہیں۔'' سلیم نے اپنے ہاتھ کا چھجا سا بنا کر فاصلے پر دیکھتے ہوئے کہا۔

''یار تیری آنکھیں ہیں کہ دوربین؟'' افضال نے اس سمت دیکھا تو اسے وہ سرسبز قطعہ بہ مشکل نظر آیا تھا۔

''سہیل کی تو اس وقت تھکاوٹ اور پیاس نے مت مار رکھی ہے ورنہ اس جیسی نظر کسی کی نہیں، شکاری جیسی نظر ہے اس کی۔''

''ہرا ہرا تو فقط تیرے جیسے ساون کے اندھے کو ہی نظر آتا ہے، میری شکاری نظر صرف میلوں دور سے لڑکیوں کو ہی دیکھ سکتی ہے۔'' سہیل نے اسے آنکھ ماری۔

''تو اٹھ تو سہی، خزاں کے اندھے..... ممکن ہے وہاں جا کر تیری ''بھوک'' کا بھی کوئی بندوبست ہو جائے!'' سلیم نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا، وہ کمزوری کی اداکاری کرتا ہوا اٹھا اور سستی سے چل پڑا۔

بقیہ اگلے ماہ پڑھیں

شادی کی مووی

راحت راجپوت

مجھے شادی کی مووی دیکھنے کا بہت شوق ہے۔

اب آپ کہیں گے کہ بھلا یہ کیا شوق ہوا..... بھئی جس طرح ہر شخص کی کوئی نہ کوئی ہابی ہوتی ہے۔ مثلاً ٹکٹ جمع کرنا، باغبانی کرنا، فلمیں دیکھنا، گانے سننا، کتابیں پڑھنا وغیرہ وغیرہ تو اسی طرح شادی کی مووی دیکھنا میری ہابی ہے، ٹھیک ہے نا آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

اماں کو میرا یہ شوق ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ بقول ان کے پرائے مردوں کو گھور گھور کر دیکھنا، کیا

Scan & PDF IJAZ AHMED UrduBookCorner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اچھی بات ہے۔ جس گھر میں بھی کسی کی شادی ہوتی ہے، مووی مانگ لیتی ہے چاہے اگلے کو برا لگے۔ میں کان لپیٹے بیٹھی رہتی۔ اماں اگرچہ مجھے ہر بار مووی دیکھتے ہوئے ڈانٹتی تھیں، پر جب مووی لگی ہوتی تو بہانے بہانے سے خود بھی دیکھ لیتی تھیں۔ باقی گھر میں کسی کو اعتراض نہیں تھا۔ ویسے بھی گھر میں لوگ ہی کتنے تھے' میں یعنی سائرہ، اماں، راحیل بھائی، رضیہ بھابی اور ان کا پانچ سال کا بیٹا مونی۔ میں بی اے کر کے پچھلے دو سال سے گھر پر فارغ تھی۔ آگے پڑھنے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ دوسرے بھابی نے بھائی کو سمجھا دیا تھا کہ میں نے پڑھ کر کون سا منسٹر لگنا ہے اس لیے بھائی نے مزید میرے تعلیمی اخراجات اٹھانے سے صاف انکار کر دیا۔ اماں کو بہت دکھ ہوا تھا اور میں بھائی کی دلی طور پر شکر گزار تھی جبکہ ظاہر میں نے یہی کیا تھا کہ بھائی کی وجہ سے مزید تعلیم حاصل کرنے کا میرا خواب ٹوٹ گیا جس کا مجھے بہت دکھ ہے۔

دراصل شادی سے پہلے راحیل بھائی اپنی عقل سے کام لے لیا کرتے تھے۔ رضیہ بھابی کے آتے ہی انہوں نے اپنی عقل لپیٹ کر ایک طرف رکھ دی اور ہر بات میں رضیہ بھابی سے ڈکٹیشن لینے لگے کیونکہ رضیہ بھابی سے ان کی لو میرج تھی۔ اس لیے وہ بھابی کی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور انہی کے کانوں سے سنتے تھے۔ راحیل بھائی بے چارے سیدھے سادے تھے۔ تین سال کی لگاتار کوشش کے بعد میٹرک پاس نہیں کر سکے تھے۔ سو یہ کام ادھورا ہی چھوڑ دیا۔ ابا کی مارکیٹ میں کاسمیٹکس کی دکان تھی۔ ان کی وفات کے بعد بھائی نے سنبھال لی۔ بہت جلد وہ کاروبار کے اسرار و رموز سیکھ گئے۔ رضیہ بھابی ان کی دکان کے سامنے سے روز گزرتی تھیں۔ کسی سلائی اسکول جاتی تھیں، دو چار بار انہوں نے بھائی کی دکان سے میڈورا کی دو نمبر لپ اسٹک خریدی۔ ایک بار مصنوعی بالوں کی وگ خریدی۔ بھائی بھی کیبل پر ڈرامے اور فلمیں دیکھ دیکھ کر کافی ٹرینڈ ہو چکے تھے۔ سو یہ معاملہ چل نکلا۔ رضیہ بھابی ویسے تو برقع پہنتی تھیں مگر دکان میں آ کر نقاب اٹھا دیتی تھیں۔ اب بھلا دکاندار سے کیا پردہ.....

بھائی نے اماں سے صاف کہہ دیا شادی کرنی ہے تو رضیہ سے ورنہ ساری عمر کنوارا ہوں گا۔ اماں گھبرا گئیں۔ اکلوتا بیٹا پھر کماؤ، مجھے ساتھ لیا اور دوسرے ہی دن رضیہ بھابی کے گھر پہنچ گئیں۔

رضیہ بھابی کی چار بھابیاں تھیں اور سب ہی ان کی زبان درازی سے تنگ تھیں۔ ان کی ماں بھی بیٹی کی بڑھتی ہوئی عمر سے پریشان تھیں ان سے جب رشتے کی بات کی تو ان پر تو مارے خوشی کے شادی مرگ طاری ہونے لگی۔ انکار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ان کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ بھابی کو اسی وقت ہمارے ساتھ رخصت کر دیں۔ بڑی مشکل سے دو ماہ بعد تک کا ٹائم لیا۔ شادی ہو گئی۔ راحیل بھائی کا قد ذرا چھوٹا تھا جبکہ رضیہ بھابی لمبی تھیں پھر انہیں پینسل ہیل والا جوتا پہننے کا بھی شوق تھا۔ شادی کے بعد جب بھی وہ تیار ہو کر کہیں جانے لگتے تو رضیہ بھابی یہ بات ضرور دہراتی تھیں کہ ان کو راحیل بھائی کے قد کا اندازہ ہی نہیں ہوا۔ اصل میں وہ کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے اس لیے دھیان نہیں دیا۔ اس بات کا انہیں بڑا قلق تھا۔

بھابی رضیہ نے اپنے میکے میں اپنی بھابیوں کا جینا حرام کر رکھا تھا وہی حال وہ میرا اور اماں کا کرنے کے چکر میں تھیں۔ اماں بے چاری ان کے داؤ پیچ نہیں سمجھ سکیں اور اکثر ہی کسی نہ کسی بات پر بھیا کے

سامنے جھوٹی پڑ جاتی تھیں۔ بھیا تھوڑا بہت لحاظ کر ہی لیتے تھے مگر اماں دنوں شرمسار رہتیں۔ مونی میں اماں کی جان تھی اور بھابی کے پاس آخری ہتھیار یہی تھا کہ مونی کو دادی کے پاس جانے سے روک دیا جائے۔ اماں تڑپتی رہتی تھیں اور مونی ماں کی مار کے ڈر سے قریب ہی نہ آتا۔ میں ہی کسی نہ کسی بہانے سے اسے اماں کے پاس لے جاتی۔

میں نے شادی کے بعد بہت جلد محسوس کر لیا تھا کہ بھابی بہت تیز عورت ہیں۔ دو چار بار میں نے ان کی چالاکی پکڑ لی اور بھیا کے سامنے پول کھول دیا۔ جس کی وجہ سے وہ مجھ سے بہت خار کھاتی تھیں۔ وہ تو چاہتی تھیں کہ میں جلد از جلد اس گھر سے فارغ ہو جاؤں۔ اسی لیے آئے روز اوٹ پٹانگ قسم کے رشتے بتاتی رہتی تھیں۔ وہ تو اماں ہی تھیں جو اس معاملے میں اڑ جاتی تھیں اور بھیا سے کہتی تھیں کہ میں اپنی اکلوتی بیٹی کی شادی دیکھ بھال کر کروں گی۔ اس معاملے میں بھیا بھی زبردستی نہیں کر سکتے تھے۔ بھابی دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتی رہتی تھیں۔

شادی کی مووی دیکھنے کے علاوہ میں بچوں کو ٹیوشن بھی پڑھاتی تھی۔ سارا محلہ ہی ہم جیسا سفید پوش تھا۔ بھاری فیسیں دینے کی کسی کی بھی سکت نہ تھی سو میں بہت کم پیسوں میں بچوں کو پڑھاتی تھی۔ انگلش میری کافی کمزور تھی سو پانچویں جماعت سے آگے میں کسی کو پڑھانے کا رسک ہی نہیں لیتی تھی۔ پیسوں کے علاوہ ٹیوشن پڑھانے کا ایک فائدہ یہ تھا کہ بڑے بچوں سے کام وغیرہ کروا لیتی تھی اور بچوں کی مائیں کافی عزت بھی کرتی تھیں۔

☆☆☆

اک عام سی لڑکی ہوں بہت عام سی سوچیں
اک گھر ہو دریچہ ہو معصوم سا بچہ ہو

سب لڑکیوں کی طرح میرے بھی خواب تھے۔ اپنے گھر کا سپنا مجھے بھی اچھا لگتا تھا۔ ایک اچھا مخلص اور سچا ساتھی پانے کی امید میں نے بھی لگا رکھی تھی مگر شاید ابھی وقت نہیں آیا تھا۔

چند دنوں سے بھابی کا موڈ سخت خراب تھا۔ وجہ وہی تھی ان کا لایا ہوا پچاس سالہ ہیرو جو کہ کئی بیویاں بھگتا چکا تھا۔ اولاد نہیں تھی اسے بھیا نے ریجیکٹ کر دیا تھا۔ بلکہ بھابی کو ڈانٹا بھی تھا کہ میری بہن کے لیے ایسے ہی رشتے رہ گئے ہیں۔ نتیجے میں بھابی گم صم تھیں۔ بھیا کو صبح صبح ناشتا بھی میں ہی بنا کر دیتی تھی۔ میں بھی کچھ بور ہو رہی تھی۔ محلے میں اور رشتے داروں میں کسی کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی جن کی مووی منگوا کر دیکھ لیتی۔ میں مووی کا ایک ایک سین بہت غور سے اور مزے سے دیکھتی تھی۔ شادی کی مووی کا ایک فائدہ تو ہے کہ اب ہر بندہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے بھی مووی میں کام کیا ہے۔ اپنی شادی کی مووی میں۔ ویسے بھی کیمرے کو دیکھ کر ہر بندہ ایکٹنگ ہی کرنے لگتا ہے اور سب سے زیادہ اوور ایکٹنگ دولھا، دلہن کر رہے ہوتے ہیں۔ بہت سی عورتوں کو میں نے دیکھا ہے کہ پلیٹ میں کھانے کا پہاڑ کھڑا کر کے کھا رہی ہوتی ہیں۔ جیسے ہی مووی والا اس طرف آتا دکھائی دیتا ہے فوراً پاس پڑی ہوئی دوسری خالی پلیٹ اٹھا کر چند دانے چاول کے ڈال کر دو سلاد کے پتے ڈال کر نزاکت سے چمچ منہ میں ڈالنے لگ جاتی ہیں اور انہیں یہ پتا بھی نہیں چلتا کہ مووی والے نے ان کی پہلی پلیٹ اور ہاتھ میں پکڑے لیگ پیس کو پہلے ہی کیمرے میں محفوظ کر لیا ہے جو کہ بعد میں جب مووی دیکھتے ہیں تو سب کچھ صاف صاف نظر آ جاتا ہے۔ مووی کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اب نہ تو کوئی اللہ کا بندہ کھا پی کر بنا سلامی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیے کھسک سکتا ہے اور نہ ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے تو کچھ کھایا ہی نہیں۔ پہلے زمانے میں پیسے لفافے میں ڈال کر چھپ چھپا کر دولھا کے ماں باپ کو سلامی پکڑائی جاتی ہے اور دولھا دلہن بھی ایسے مسکرا کر وصول کرتے ہیں جیسے آسکر ایوارڈ لے رہے ہوں۔

موووی میکر، ایسا چور ہے جو کھلے عام چوری کرتا ہے اور اسے کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا جوان خوب صورت لڑکیوں کو دیر تک دیکھنا، ہر طرح سے پوز بنانا، عورتوں میں گھس جانا یہ سمجھ لیں کہ سارے گھر میں یا میرج ہال میں موووی والا دندناتا پھرتا ہے دولھا سے پہلے دلہن کو دیکھتا ہے۔ دولھا دور کھڑا پیچ وتاب کھا رہا ہوتا ہے اور وہ دلہن کو ہاتھ لگا لگا کر پوز سمجھا رہا ہوتا ہے۔ بھابی منہ اونچا کریں، پرس سامنے رکھیں ذرا سا مسکرائیں اور کئی تو ایسے جیالے ہوتے ہیں کہ جب دولھا دلہن کی موووی بن رہی ہوتی ہے تو پوز سمجھاتے سمجھاتے دولہا سے کہتا ہے بھائی جان آپ ذرا اٹھیں میں بتاتا ہوں کہ کیسے بیٹھنا ہے۔ دولھا کو اٹھا کر خود دلہن کے قریب بیٹھ جاتا ہے آج کل تو ایک ایک لمحے کی موووی بنائی جاتی ہے اور سب سے مزے کی بات یہ ہے کہ اس چور کو ہم پیسے بلکہ اچھی خاصی رقم دے کر خود ہی بلوا لیتے ہیں۔ یہی باتیں ہیں جن کی وجہ سے میں شادی کی موووی بہت شوق اور دلچسپی سے دیکھتی ہوں۔

بھابی کا موڈ ٹھیک ہو چکا تھا۔ دو سوٹ، ایک اسٹیج کا میڈی ڈراما اور چمن آئسکریم کے بدلے بھابی نے بھیا کو معاف کیا تھا۔ اسٹیج ڈراما بھی بھابی کی کمزوری تھا اور بھیا کو بھی نرگس پسند تھی، بھابی کا کہنا تھا کہ اب تو نرگس نے حج کر لیا ہے اور حاجن نرگس کو دیکھنا بھی ثواب کا کام ہے۔

دوپہر کا وقت تھا۔ اماں سبزی لینے گئی ہوئی تھیں۔ بھابی مونی کے ساتھ اپنے کمرے میں لیٹی تھیں، وہ گھر کا کام بہت کم کرتی تھیں صرف اپنا بیڈروم صاف کر لیتی تھیں، دروازے پر دستک ہوئی۔ کوئی غیر ہی ہوگا ورنہ دروازہ تو کھلا ہے میں نے سوچا۔ دستک دوبارہ ہوئی تو میں نے جا کر باہر جھانکا۔

"کون ہے؟" سامنے ہی ایک عجیب وغریب انداز سے چلنے والا آدمی کھڑا تھا۔

"فرمائیے؟" میں نے پوچھا۔

"میں رضیہ کا کزن ہوں، دبئی سے آیا ہوں۔" اس نے بڑے اسٹائل سے جواب دیا۔

"ٹھہریں میں بھابی کو بھیجتی ہوں۔" میں نے کمرے میں جا کر بھابی کو مہمان کے بارے میں بتایا۔ وہ تیزی سے اٹھیں اور دروازے کی طرف لپکیں، میں باورچی خانے میں آ گئی، چند لمحوں بعد بھابی کی چہکتی آواز اور آنے والے کی ہنسی قریب آ گئی۔

"سائرہ۔" بھابی نے اتنے میٹھے لہجے میں پکارا کہ میں دنگ رہ گئی۔ "دیکھو کون آیا ہے۔" میں باہر آ گئی۔

"یہ میری ... پھپھو کے بیٹے ہیں بشیر صاحب، پچھلے دس سال سے دبئی میں تھے، میری شادی پر اسی لیے نہیں آ سکے تھے" میں نے سلام کیا۔

میں نے چائے بنائی محلے کے بچے سے سموسے اور نمکو منگوائی۔ اماں بھی آ گئیں، وہ بشیر سے ملیں اور مجھے سبزی نہ بنانے کا کہہ کر خود دوبارہ گوشت وغیرہ لینے چلی گئیں، ظاہر ہے بھابی کے میکے سے ان کا بھائی آیا تھا پھر پردیسی تھا۔ بھابی تو اتنی خوش تھیں کہ بات بات پر کھلکھلا رہی تھیں۔

بھابی کا کزن رات کا کھانا کھا کر رخصت ہوا۔ راحیل بھائی، بھابی اور مونی کے لیے وہ بہت قیمتی تحفے

لایا تھا۔ بھابی نے پہلی بار اماں کو ایک شال دی تو اماں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ راحیل بھائی بہت متاثر ہوئے تھے..... ایک تو سالا پھر دبئی والا اگلے چند دن میں وہ تین بار آیا اماں بھی اس کی باتیں سن کر بہت خوش ہوتی تھیں۔

پورے گھر میں صرف میں تھی جو اسے لفٹ نہیں کراتی تھی۔ وہ بہانے بہانے سے مجھے مخاطب کرتا۔ میری بنائی ہوئی چائے اور کھانے کی تعریف کرتا۔ مجھے کلین شیو اور عورتوں کی سی وضع قطع والے مرد زہر لگتے ہیں۔ میں بزرگوں کی اس بات سے کہ مچھ نیں ستے کچھ نہیں سے پوری طرح متفق تھی۔ کندھوں تک آتے بالوں کی کبھی پونی بنا لیتا، کبھی شانوں پر بکھرائے چلا آتا، بڑے بڑے پھولوں والی بیگی شرٹ اور اونچی پینٹ پہنتا تھا، کلائی میں تین چار بینڈز باندھ رکھے تھے۔ اسے دیکھتے ہی میرا دل خراب ہونے لگتا اور جس دن اماں نے مجھ سے بشیر کے بارے میں رائے مانگی، میں تو ہکا بکا رہ گئی۔ مزید شاک اس وقت لگا جب پتا چلا کہ راحیل بھائی بھی اس رشتے پر متفق ہیں۔ اس کے تحائف، امیرانہ رہن سہن سے متاثر لگتے تھے مگر وہ بہن کا رشتہ دینے پر راضی ہو جائیں گے، یہ تو میں نے گمان بھی نہ کیا تھا۔ اماں ویسے بھی میری بڑھتی ہوئی عمر سے خائف بھی رہتی تھیں۔ سو اس رشتے پر وہ بھی راضی ہو گئیں۔ غصے اور بے بسی سے میں نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا۔ اس بار بھائی یا اماں کسی نے بھی مجھے اصرار کر کے نہیں کھلایا، سب اس بشیر کی جی حضوری میں لگے ہوئے تھے۔ سوچ سوچ کر میرا دماغ شل ہو رہا تھا۔ اس بار بھابی ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گی اور مجھے اس گھر سے نکلوا کر ہی رہیں گی۔ شوہر تو پہلے ہی قبضے میں کیا ہوا ہے۔ کزن بھی کاٹھ کا الو لگتا ہے۔ جس طرف چاہیں گی مروڑ دیں گی۔

اماں میرے تیور دیکھ رہی تھیں مگر جان بوجھ کر ان جان بن رہی تھیں۔ دوبارہ انہوں نے یہ ذکر نہیں چھیڑا تھا بس بھابی آتے جاتے ذومعنی فقرے ضرور اچھالتی تھیں۔ جنہیں سن کر میں بھی ان جان بن جاتی تھی۔ بشیر کو آئے ہوئے مہینہ ہو گیا تھا اور سنا تھا کہ اب دو ماہ کی چھٹی رہ گئی ہے۔ جانے سے پہلے شادی کر کے بیوی کے کاغذات ساتھ لے جائے گا اور بعد میں بیوی کو بلوا لے گا... یا پھر خود ہی مستقل پاکستان آ جائے گا۔ یہ ساری معلومات اماں کے ذریعے ہی مجھ تک پہنچی تھیں۔

طبیعت سخت بیزار ہو رہی تھی۔ بچوں کو بھی بے دلی سے پڑھاتی تھی۔ ہر دوسرے تیسرے دن بشیر آ جاتا، مجھے دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکراتا، مصنوعی کھانسی کھانستا، میں غصے سے دیکھتی تو ان جان بن کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا۔ بھابی کا رویہ میرے ساتھ حیرت انگیز طور پر بدل گیا تھا۔ اماں کی بھی عزت کرنے لگی تھیں، میں سب سمجھ رہی تھی مگر بھائی کے سامنے کچھ کہنا محال تھا۔ محلے میں میلاد تھا، اماں مجھے بھی زبردستی ساتھ لے گئیں، وہاں جا کر بھی گم صم بیٹھی رہی گھنٹے بعد میں نے اماں سے سرگوشی میں کہا۔

"اماں میرے سر میں درد ہے میں گھر چلی جاؤں۔" انہوں نے گھورا تو سہی پھر میری شکل پر بے چارگی دیکھ کر گھر جانے کی اجازت دے دی۔ گھر پہنچی تو باہر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ شاید مونی نے کھلا چھوڑ دیا ہے میں دروازہ بند کر کے کچن کی طرف بڑھی تا کہ اپنے لیے ایک کپ چائے بنا لوں، بھابی اپنے کمرے میں سو رہی تھیں، ان کے کمرے کے آگے سے گزری تو اندر سے آتی آوازوں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے قدم روک لیے۔ آواز بشیر کی تھی، جو کہہ رہا تھا۔

''اللہ کی قسم رجو، میں آج تک تمہیں بھلا نہیں سکا، میں بے وفا نہیں ہوں..... مجھے کیا علم تھا کہ میرے یہاں سے جاتے ہی تم سارے وعدے توڑ کر کسی اور کی ہو جاؤ گی۔ میں تو تمہارے لیے پیسے کمانے گیا تھا تو نے بچپن کی محبت کو بھلا کر کسی دوسرے سے ناتا جوڑ لیا۔'' وہ بہت جذباتی ہو رہا تھا۔

''دیکھو بشیر ..... کچھ ٹھیک تھا، میں تمہارے انتظار میں بیٹھی تھی مگر تمہاری اماں کو تمہارے بھیجے گئے ریالوں کی خوشبو نے پاگل کر دیا تھا۔ سارے محلے کے سامنے رشتہ توڑ کر گئی تھیں، کہتی تھیں میرے بشیر نے وہیں شادی کر لی ہے۔ اب اپنی بیٹی کو جہاں مرضی بیاہ دو۔ میری اور تمہاری اماؤں نے گلی میں کھڑے کھڑے وہ جنگ لڑی کہ سب نے بلاٹکٹ تماشا دیکھا۔ تو پھر میں کیا کرتی۔ تمہارا بھی کوئی اتا پتا نہیں تھا پھر راحیل کا رشتہ آ گیا۔ میری ساس نے تو ہمارے گھر کی دہلیز ہی پکڑ لی۔ مجبوراً اماں کو ہاں کرنا پڑی۔'' بھابی کی غلط بیانی پر میں تلملا کر رہ گئی۔ بھابی نے راحیل بھائی سے عشق والا معاملہ صاف چھپا لیا تھا۔ اب وہ رونے لگی تھیں، بشیر چپ کر رہا تھا۔

''میں جانتا ہوں تم آج بھی مجھے چاہتی ہو اسی لیے تو میں نے پلان بنایا ہے کہ سائرہ سے شادی کر لوں تاکہ تمہارے قریب رہ سکوں۔'' اس انکشاف پر تو میری آنکھیں باہر کو ابل پڑیں۔ مجھے قربانی کا بکرا بنا کر تجدید محبت کا پروگرام بنایا جا رہا ہے اور میرے بھولے بھالے بھائی کو بھی دھوکا دیا جا رہا ہے۔ اندر بشیر کہہ رہا تھا۔

''رجو! جو ہوا مجھے معاف کر دو اور اٹھو آج اپنے ہاتھوں سے میرے لیے کچھ پکاؤ، تمہیں پتا ہے نا کہ میں تمہارے ہاتھ کی کھچڑی کتنے شوق سے کھاتا تھا۔ ساری دنیا میں اس طرح کا ذائقہ نہیں ملا۔ آؤ آج پرانی یادوں کو تازہ کر دو۔ اٹھو، مسکراؤ، اب میں ہمیشہ تمہارے قریب رہوں گا، شادی کے بعد گھر داماد بن کر تمہارے ساتھ رہوں گا۔'' ان کی پلاننگ پر میرا خون کھول رہا تھا۔ میں چپکے سے واپس میلاد والے گھر آ گئی۔ اماں نے پوچھا تو کہہ دیا آپ کے ساتھ واپس جاؤں گی اب ٹھیک ہوں، کافی دیر کے بعد ہم دونوں گھر آئے تو بھابی کچن میں کھچڑی پکا رہی تھیں اور بشیر باہر صحن میں کرسی ڈالے بیٹھا تھا۔ مجھے دیکھ کر..... مسکرا کر سلام کیا۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ اماں اس کا حال چال پوچھ رہی تھیں۔ ٹیوشن والے بچے آنا شروع ہو گئے۔ بشیر وہیں بیٹھا تھا۔ میرا غصے سے برا حال تھا۔ تھوڑی دیر بعد بھابی نے اسے آواز دے کر کہا کہ کمرے میں چلے وہ کھانا لا رہی ہیں۔

''یہیں لے آؤ، باہر کا موسم بہت اچھا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔ بھابی نے چھوٹی میز وہیں لا کر رکھ دی اور اس کے لیے کھچڑی لے آئیں۔ مجھے بچپن سے ہی کھچڑی سے چڑ تھی۔ جب کبھی بخار وغیرہ ہوتا یا پیٹ خراب ہوتا تو ڈاکٹر کہتا، پتلی سی کھچڑی بنا کر کھلائیں۔ اب کھچڑی تو سخت اچھی نہیں لگتی۔ پتلی سی بے رنگ کھچڑی کو دیکھ کر مجھے ابکائی آنے لگی۔ بڑی ہو کر بھی میری کھچڑی کے معاملے میں رائے نہیں بدلی اور وہ بڑے مزے سے کھا رہا تھا جیسے کسی اعلیٰ ہوٹل کی شاندار سی ڈش کھا رہا ہو۔ ٹیوشن والے بچے میرا منہ دیکھ رہے تھے کہ میں انہیں پڑھاؤں۔

''اِدھر آؤ، میں نے ایک پہلی کلاس کے بچے کو اپنے پاس بلایا۔ اس کے کان میں ایک بات کہی اور

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسرے ہی لمحے پورے میں بچوں کی آواز گونجنے لگی۔

"بلبل کا بچہ کھاتا تھا کھچڑی
پیتا تھا پانی گاتا تھا گانے
میرے سرہانے
بلبل کا بچہ"

میں نے دوپٹے میں منہ چھپا کر ہنسی روکی۔ بشیر کے ہاتھوں سے پلیٹ نیچے گر پڑی۔ بھابی تلملا کر بچوں پر برس پڑیں اور انہیں خاموش ہونے کا کہنے لگیں مگر بچے پڑھتے رہے۔ اماں کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔

"رضیہ! میں چلتا ہوں پھر چکر لگالوں گا۔" یہ کہہ کر بشیر صاحب اِدھر اُدھر دیکھے بغیر تیزی سے باہر کا دروازہ پار کر گئے۔ بچے اب بھی زور شور سے پڑھ رہے تھے۔

☆☆☆

بھابی کے بھتیجے کی سالگرہ تھی۔ ہر سال دھوم دھام سے منائی جاتی تھی اور معاملہ چونکہ سالے کا تھا اس لیے راحیل بھائی پیش پیش ہوتے تھے۔ نہ چاہتے ہوئے مجھے بھی جانا پڑتا تھا چونکہ بشیر کی شمولیت بھی لازمی تھی اس لیے تقریب زیادہ رنگا رنگ لگ رہی تھی خود بشیر صاحب بھی رنگے ہوئے لگ رہے تھے۔ سرخ رنگ کا لونگ نیکر اوپر پیلے رنگ کی کھلی کھلی شرٹ' لونگ شوز اور جرابوں کے ساتھ سر پر ہیٹ بھی تھا۔ صرف بندوق کی کمی تھی ورنہ پکے شکاری لگ رہے تھے۔ افریقہ کے جنگل میں بھٹکا ہوا شکاری۔ بچوں نے غباروں میں ہوا بھرنے کا کام انہیں سونپ دیا تھا سو منہ لال کیے ہوا بھرتے جارہے تھے۔ سانس پھول رہا تھا۔ کیک کٹا کھانا کھایا گیا اور مہمان وغیرہ رخصت ہوئے صرف ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔

میں اماں کو اشارے کررہی تھی۔ اماں انجان بن کر دوسری طرف دیکھنے لگتیں، اچانک میری نظر کتابوں والے ریک پر پڑی۔ وہاں پرانے رسالے اور کتابیں وغیرہ اور اخبار پڑے تھے وہیں مجھے ایک وڈیو کیسٹ نظر آئی۔ میں نے آگے بڑھ کر کیسٹ اٹھالی۔

"یہ کون سی فلم ہے؟" میں نے بھابی کی بھابی سے پوچھا۔

"ارے یہ کہاں سے ملی..... عرصہ ہوگیا ہے میں سمجھی تھی کسی نے دیکھنے کے لیے لی ہے اور پھر واپس نہیں کی۔ یہ ہماری شادی کی مووی ہے۔"

"اچھا۔" میری شوقیانہ رگ پھڑکی۔

"یہ میں لے جاؤں، دیکھ کر واپس کروں گی۔" میں نے کہا۔ اماں غصے سے مجھے دیکھنے لگیں۔

"میری بہن کو انوکھا ہی شوق ہے۔" راحیل بھائی ہنس کر بولے۔

"پوچھنے کی کیا بات ہے۔ لے لو۔ دیکھ کر واپس کردینا۔"

"ہاں ہاں لے جاؤ۔" بھائی کے سالے صاحب نے اجازت دے دی۔

دوسرے دن کام کاج سے فارغ ہوکر میں نے فلم لگائی۔ راحیل بھائی دکان پر چلے گئے۔ اماں سودا وغیرہ لینے گئی تھیں اور بھابی حسبِ معمول بیڈروم میں سو رہی تھیں..... مونی باہر گلی میں کھیل رہا تھا۔ میں ہر بات بھول کر فلم کی طرف متوجہ تھی۔ کافی سال پہلے کی فلم تھی۔ اس کے مطابق لوگوں کے ملبوسات تھے۔ باقاعدہ مووی کیمرے کی طرف دیکھ دیکھ کر سب لوگ فلم بنوا رہے تھے۔ بھابی کے بھائی اب تو اچھے خاصے معقول انسان لگتے تھے۔ دولھا بن کر بالکل

ہونق لگ رہے تھے۔

دلہن کا چہرہ نظر نہیں آرہا تھا صرف لال رنگ کا گوٹے کا ڈھیر لگ رہا تھا۔ شلوار قمیص دوپٹا سب پر بے حساب گوٹا لگا ہوا تھا۔ مرد الگ بیٹھے تھے عورتیں الگ..... میں بڑے انہماک سے دیکھ رہی تھی۔ مہندی کے سین آرہے تھے۔ جو کہ گھر پر ہی ہورہی تھی۔ اتنے سال پہلے بھی گھر ویسا ہی تھا جیسا اب تھا اچانک برآمدے کے کونے میں بھابی کھڑی نظر آئیں اس وقت دولھا کو سب عورتیں مہندی لگا رہی تھیں۔ مہندی اور تیل سے دولھا لتھڑا ہوا تھا۔ سر اور ماتھے سے بہہ کر تیل منہ پر لائنیں بنا رہا تھا۔ مووی والا فلم تو مہندی کی بنا رہا تھا مگر وقتاً فوقتاً اِدھر اُدھر کیمرا گھما کر پورے ماحول کو کیچ کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ اگلی بار جب اردگرد کے ماحول کو کیمرے نے دکھایا تو بھابی کے پیچھے میں نے بشیر کو دیکھا وہ بھابی کے بالوں میں سرخ گلاب لگا رہا تھا، یہ چند سیکنڈ کا ہی سین تھا۔ وہ دونوں غالباً اس بات سے ناواقف تھے کہ کیمرا ان پر ہے بعد میں بھی پتا نہیں انہوں نے یہ سین دیکھا ہوگا کہ نہیں مگر مجھے لگا جیسے خدا نے مجھے دکھانے کے لیے ہی یہ فلم مجھ تک پہنچائی ہے۔

"بھابی ذرا اِدھر آئیں۔" باہر صحن میں بھابی کی آواز آئی میں نے بڑے احترام سے آواز دی، وہ کمرے میں آگئیں۔

"بھابی اپنے بھائی کی شادی میں تو آپ بہت خوب صورت اور جوان لگ رہی ہیں۔"

"اچھا۔" وہ خوش ہوکر آگے بڑھیں۔ "مجھے تو یاد نہیں دکھاؤ ذرا۔" میں نے فلم تھوڑی پیچھے کر کے انہیں دکھائی۔ ان کا کلوز اپ تھا۔

"ہاں واقعی میں کتنی خوب صورت تھی۔" وہ وہیں بیٹھ گئیں۔

"اور بھابی وہ پیچھے برآمدے میں آپ ہی کھڑی ہیں نا؟" میں نے پوچھا۔

"کہاں.....؟" انہوں نے غور سے دیکھا۔

"ارے وہ لڑکی دیکھیں جس کے بالوں میں ایک لڑکا سرخ گلاب لگا رہا ہے۔ وہ آپ اور بشیر صاحب ہیں نا، لگتا ہے بچپن کا عشق ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا ان کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

"راحیل بھائی کہہ رہے تھے مجھے بھی رات کو یہ فلم دینا۔ دیکھوں گا کہ تمہاری بھابی شادی سے پہلے کیسی لگتی تھیں۔" میں نے ان کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا..... آپ خود سمجھدار ہیں، سمجھ گئے ہوں گے کہ پھر کیا ہوا۔ اس دن کے بعد سے بشیر ہمارے گھر نہیں آیا۔ بھابی نے بھائی اور اماں کو پتا نہیں کیا کہا دوبارہ اس کا نام بھی کسی نے نہیں لیا۔ البتہ اماں کبھی کبھی آہ بھر کر کہتیں۔

"کتنا اچھا رشتہ ہاتھ سے نکل گیا۔ تو جہاز پر بیٹھ کر باہر کے ملک چلی جاتی۔"

"مجھے پاکستان سے عشق ہے۔ میں باہر نہیں جاؤں گی اسی لیے تو یہ رشتہ نہیں ہوا۔" تب میں کہتی۔ راحیل بھائی جیسے بھی ہیں مجھے ان سے محبت ہے اور انہیں بھابی سے محبت ہے تو پھر میں کیسے بشیر سے شادی کر کے اپنے بھائی کی زندگی میں زہر گھلنے دیتی۔ باقی رہی میری بات تو جناب رشتے آسمانوں پر بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی تو جوڑ کسی نہ کسی سے بنا رکھا ہوگا اور میرا ایمان ہے کہ وہ مجھے ڈھونڈتا ہوا ضرور آئے گا۔ بس ابھی وقت نہیں آیا اور وقت سے پہلے اور مقدر سے زیادہ کسی کو کچھ نہیں ملتا۔

❖❖❖

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قربتوں کی دوری

رضوانہ پرویز

پانچواں حصہ

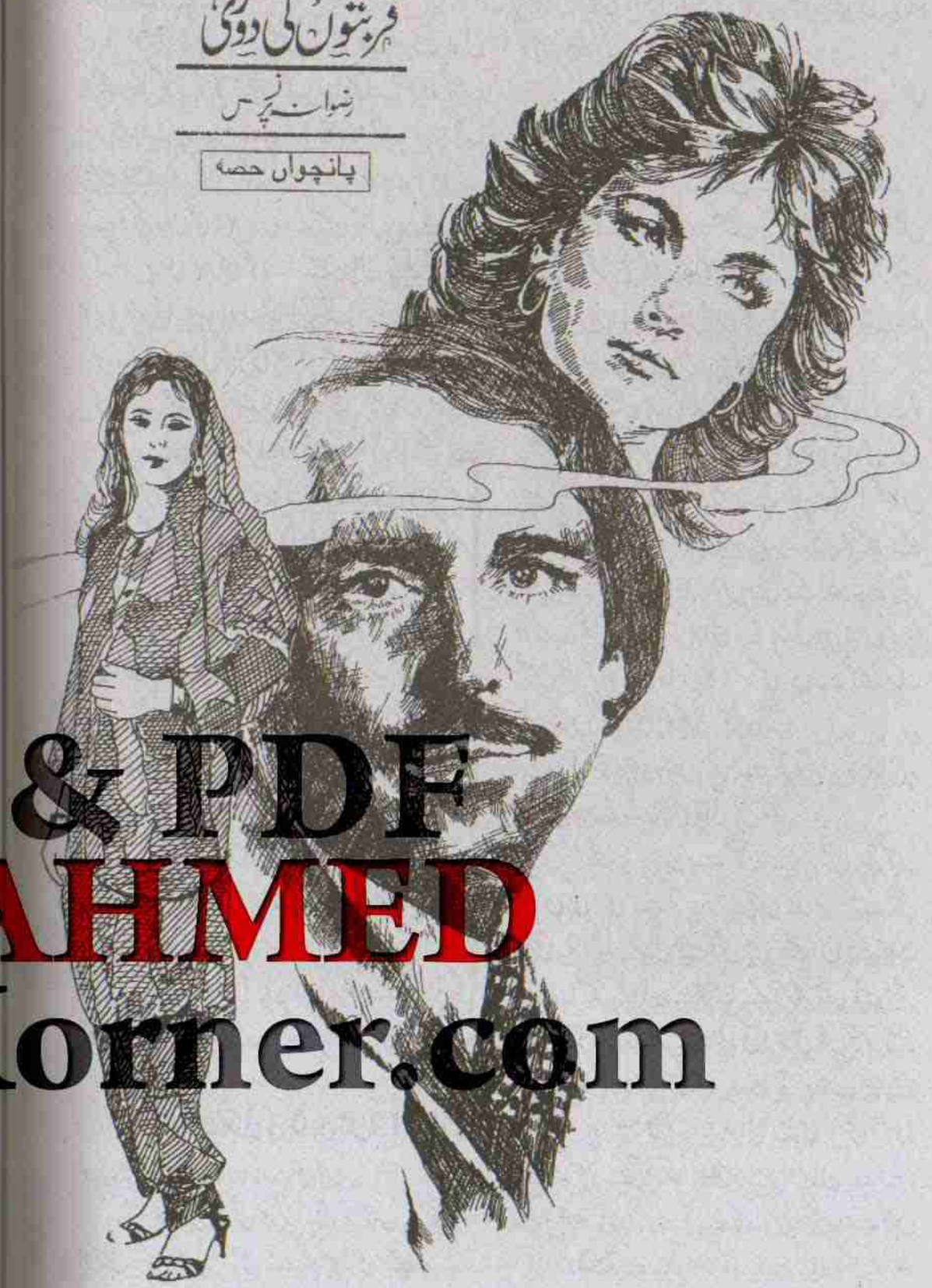

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

"بس ایمان تم کوشش یہ کرنا کہ عفان کو اس سرپرائز پارٹی کا بالکل بھی پتا نہیں چلے ورنہ سارا مزہ ختم ہوجائے گا۔" دفعتاً رومی نے ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"رومی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے ایمان، اپنی محبت میں آکر ہمارے اس سرپرائز کا پول نہ کھول دینا۔" شازی نے مصنوعی غصے سے ایمان کو گھورا تو وہ مسکرادی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ارے بھئی تم لوگ فضول میں مجھ پر شک مت کرو۔ میں اتنے خوب صورت سرپرائز کو بھلا کیوں ملیا میٹ کرنے لگی۔ سچ عفان کا اس وقت کاری ایکشن سوچ کر ہی مزہ آرہا ہے۔'' ایمان کے خوشی سے کھنکتے لہجے نے جیسے رومی کے دل میں عجیب سی جلن بھری دی تھی کچھ دیر وہ ایمان کے پاس بیٹھ کر گھر واپس آگئی۔ شکر ہے کہ گھر میں اس وقت فائزہ بیگم موجود نہیں تھیں ورنہ شاید وہ ان کے چہرے سے اس کے جذبات کا اندازہ لگا ہی لیتیں۔ وہ جلے پیر کی بلی کے مانند سارے گھر میں گھومتی رہی۔ اسے شدت سے رات کا انتظار تھا۔ عفان اسے رات گیارہ بجے کے بعد ہی فون کرتا تھا۔ تبھی فائزہ بیگم اور ریاض صاحب واپس آگئے۔ رومی اس وقت تک اپنے آپ کو کافی حد تک نارمل کر چکی تھی۔

''ارے رومی تم! تم اتنی جلدی ایمان کے گھر سے واپس آگئیں، میں تو سمجھی تھی کہ ہمیشہ کی طرح آج بھی رات تک آؤ گی۔'' فائزہ بیگم اسے گھر میں دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

''آپ بھی کمال کرتی ہیں امی، بنا مجھے بتائے آپ لوگ پتا نہیں کہاں چلے گئے تھے کم از کم مجھے انفارم تو کر دیتے۔'' وہ ان کی بات کو ٹالتے ہوئے الٹا ان ہی سے شکوہ کرنے لگی۔

''بھئی مجھے ذرا ٹیلر کے پاس جانا تھا۔ اتفاق سے ریاض جلدی آگئے تو ہم دونوں نکل گئے ویسے بھی تم ایمان کے گھر سے کب اتنی جلدی آتی ہو۔'' فائزہ بیگم کی سوئی ابھی بھی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''افوہ امی، مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے میں نے جلدی آکر کوئی جرم کر دیا ہے۔'' وہ کافی الجھ کر بولی تو ریاض صاحب بے ساختہ مسکرا دیے۔

''ارے بھئی ہمارے گھر کی رونق ہو تم، اتنا اچھا لگ رہا ہے تمہیں گھر میں دیکھ کر اگر تم دیر سے آتیں تو پھر وہ تمہارا جرم ہوتا۔'' انہوں نے پیار سے اسے دیکھا۔

''دیکھا امی میرے ابو مجھے آپ سے زیادہ چاہتے ہیں؟'' رومی نے بہت لاڈ سے ریاض صاحب کی گردن میں اپنے بازو حمائل کرتے ہوئے شکایتی نظروں سے فائزہ بیگم کو دیکھا۔

''اچھا جی، ان کے ایک دو جملے میری ساری محبت پر پانی پھیر دیتے ہیں۔'' فائزہ بیگم نے ہنس کر اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔

''ویسے بیگم صاحبہ محبت پر تو پانی پھیرتے ہوئے سنا تھا آج رومی نے محبت پر بھی پانی پھیر دیا۔'' ریاض صاحب کے لہجے میں شرارت محسوس کر کے فائزہ بیگم اور رومی بے اختیار ہنس دیں اور یوں بات آئی گئی ہوگئی۔

رات اپنے کمرے میں آتے ہی اس نے بے تابی سے عفان کا نمبر ملایا لیکن کتنی دیر بیل ہوتی رہی اس نے رسپانس نہیں دیا۔ رومی نے مایوس ہو کر موبائل سائڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

''یقیناً عفان اس وقت کہیں بزی ہوں گے۔'' اس نے اپنے آپ کو خود ہی تسلی دی۔ بارہ بج گئے عفان کی ریٹرن کال نہیں آئی۔ رومی کی بے تابی بڑھتی جا رہی تھی۔ دل کو کسی پل قرار نہیں آرہا تھا۔ بارہ بجے کے بعد اس نے بے چین ہو کر پھر عفان کو کال ملائی لیکن فون سوئچ آف تھا۔ رومی کی بے چینی اب مایوسی میں بدلنے لگی۔

''میں کیوں سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہوں۔ میرے احساس کی سچائی کو وہ کیوں نہیں سمجھ رہا ہے۔ عفان تم میرے جسم کی پکار نہیں، تم میری روح کی آواز ہو خدا کے لیے میرے جذبات سے نہ کھیلو

مجھے ایسے نہ توڑو۔'' اس کے آنسو رخسار پر بہہ رہے تھے اچانک موبائل بج اٹھا۔ رومی کو موبائل کی بیل جیسے ایک شہنائی کی طرح اپنے کانوں میں رس گھولتی ہوئی محسوس ہوئی اس نے بے تاب ہو کر ہیلو کہا تھا۔

''رومی خیریت تو ہے نا! تمہاری مس کال آرہی تھی؟'' دوسری طرف عفان تھا۔

''آپ کال کیوں نہیں ریسیو کر رہے تھے عفان؟'' وہ جیسے رو دینے کو تھی۔

''اصل میں اس وقت میں اپنی فیملی کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھا ہوا تھا کچھ مہمان آئے ہوئے تھے بس کمرے میں آتے ہی تمہیں فون کیا ہے۔'' عفان نے کال ریسیو نہ کرنے کی وجہ بتائی تو اس کی جان میں جان آئی۔

''عفان آپ پرسوں کیا کر رہے ہیں؟'' رومی نے فوراً ہی پوچھ لیا۔

''کچھ خاص نہیں لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو؟'' عفان کی آواز میں تجسس تھا۔

''میں پرسوں کا پورا دن صرف آپ کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔'' رومی کے جواب نے اسے ششدر کر دیا۔

''لیکن یہ کیسے ممکن ہے رومی اور پرسوں میری سالگرہ ہے۔ یہ دن میں اپنی فیملی کے ساتھ گزارتا ہوں۔ مما، پپا کے ساتھ ہی ہمیشہ ڈنر پر گیا ہوں۔'' عفان نے بہت صاف گوئی سے انکار کر دیا۔ رومی کا دل ایک دم سے بجھ سا گیا۔

''مجھے پتا ہے پرسوں آپ کی برتھ ڈے ہے اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ پر سب سے کم حق میرا ہے لیکن شاید آپ یہ نہیں جانتے کہ دنیا میں مجھ سے زیادہ کسی نے آپ کو نہیں چاہا ہوگا۔'' اس کی آواز آنسوؤں سے بوجھل ہوگئی۔

''رومی میں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں، مجھے خود سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں تم سے کون سے بندھن میں بندھتا جا رہا ہوں۔ میں جتنا اپنے قدم پیچھے ہٹانا چاہتا ہوں دو قدم بے اختیار مزید آگے بڑھ آتا ہوں۔ رومی میں ایمان کو بھی پانا چاہتا ہوں اور تمہارے بنا بھی جیا نہیں جاتا۔ یہ میں کس کش مکش میں پڑ گیا ہوں رومی؟'' عفان نے بہت بے بسی سے اس سے پوچھا۔

''تو آج آپ نے مجھے صاف صاف بتا ہی دیا کہ آپ ایمان کو پانا چاہتے ہیں اگر ایسا ہے تو پھر مجھے آپ دونوں کے درمیان سے ہٹ جانا چاہیے۔'' وہ بہت رنجیدگی سے بولی۔

''لیکن میں نے یہ بھی تو کہا ہے کہ تمہارے بنا بھی جیا نہیں جاتا۔ اس کا کیا حل ہے تمہارے پاس؟''

''تو پھر آپ ہم دونوں کو ہی اپنی زندگی میں شامل کر لیں، ویسے بھی اسلام میں چار شادیاں جائز ہیں۔'' رومی نے دھیمے سے ہنس کر اسے حل بتایا تو وہ بے اختیار ہنس دیا۔

''ارے تم نے تو میرے منہ کی بات چھین لی اگر ایسا ہو جائے تو کیا کہنے.....'' عفان کا لہجہ شرارت آمیز تھا۔

''آپ مذاق ہی مذاق میں اپنے دل کی بات کہہ رہے ہیں عفان اور میں اس پر بھی راضی ہوں۔ مجھے پتا ہے کہ آپ ایمان کو چاہتے ہیں، اسے ہمیشہ کے لیے اپنانا چاہتے ہیں۔ میں نے منگنی کے دن آپ کی محبت کی شدت جو ایمان کے لیے تھی اسے اچھی طرح سے محسوس بھی کیا ہے لیکن عفان میری چاہت کی سچائی بھی آپ کے دل کو چھو چکی ہے اور میں بھی آپ کے بغیر اب مر جاؤں گی۔ آپ بے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شک ایمان کو بے حد چاہیں لیکن مجھے بھی اپنی پناہوں میں لے لیں۔ عفان پلیز مجھ سے شادی کرلیں۔'' وہ روتے ہوئے بولی تو عفان ایک لمحے کو حیرت سے ساکت رہ گیا۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو رومی؟'' وہ بہ مشکل بس یہ ہی کہہ سکا۔

''وہی جو آپ چاہ رہے ہیں۔ میں آپ کو اس کش مکش سے نکالنا چاہ رہی ہوں عفان اور اس بات کا پتا ایمان کو بھی نہیں چلے گا' یہ میرا آپ سے وعدہ ہے لیکن عفان بس آپ میرے بن جائیں..... مجھے آپ کا نام، آپ کا ساتھ چاہیے۔ میرے بہت سے رشتے آرہے ہیں۔ امی ابو کسی کو بھی ہاں کہہ سکتے ہیں لیکن میں آپ کے سوا کسی کا بھی تصور نہیں کرسکتی۔'' اس کے رونے میں شدت آگئی۔

''رومی یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ بات اتنی آسان نہیں جتنی تم سمجھ رہی ہو۔'' عفان ابھی بھی شدید حیرت کی کیفیت میں تھا۔

''یہ اتنی مشکل بھی نہیں جتنی آپ سمجھ رہے ہیں، عفان اب میں کسی اور کے ساتھ زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ آج کل بھی میرا ایک رشتہ آیا ہوا ہے، امی اس رشتے کے لیے بہت سیریس ہیں۔ پلیز عفان کچھ کیجیے۔ مجھے اپنا لیجیے عفان، میں آپ سے کبھی کوئی ڈیمانڈ نہیں کروں گی صرف آپ کے نام کے سہارے ہی ساری عمر گزار دوں گی۔ آپ بے شک ایمان کے ساتھ رہیے گا میں آپ سے اور کچھ بھی نہیں مانگوں گی، میں آپ کی قسم کھاتی ہوں عفان.....'' اس کے لہجے میں ایک جنون تھا، دیوانگی تھی عجیب طرح کی ضدسی تھی عفان جیسے سکتے کے عالم میں اس کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ دونوں ایک مہینے سے فون پر باتیں کررہے تھے کبھی تو پوری پوری رات گزر جاتی۔ یہ ٹیلی فون کالز دونوں کو ایک دوسرے کے بہت نزدیک لے آئی تھیں۔ عفان نے کئی بار اپنے آپ کو روکنا چاہا لیکن نہ جانے کیوں ہر بار اس کا دل بے ایمان ہوجاتا۔ رومی سے باتیں کرنے کی تڑپ اسے بے قرار کرنے لگتی۔ اس نے بارہا اپنے دل کو ٹٹولا تو ایمان کی محبت اس کی تصویر اپنے دل میں ہمیشہ موجود پائی پھر رومی سے اس کا کون سا ناتا جڑتا جارہا تھا وہ یہ سمجھ نہیں رہا تھا۔ وہ اب پہلے کی طرح ایمان کے گھر جانا شروع ہوگیا تھا۔ وہاں رومی سے بھی ملاقات ہوجاتی تھی' ایک رات پہلے ہی عفان اسے اپنے پروگرام سے آگاہ کردیتا تھا۔ رومی کا ہر ملاقات سے پہلے عفان سے ایک سوال لازمی ہوتا تھا۔

''عفان، کل میں کون سے کلر کا ڈریس پہنوں؟''

عفان کے بتائے ہوئے کلر کے کپڑوں میں ملبوس جب وہ اپنی خوب صورت اداؤں سمیت اس کی نظروں کے سامنے آتی تو عفان کو اپنا آپ سنبھالنا مشکل ہوجاتا۔ ایمان کا خوب صورت روپ جیسے کسی دھندلاہٹ میں گم ہوجاتا۔ یہ الگ بات تھی کہ وہ سب کے سامنے اپنے آپ کو اتنا کمپوز رکھتا کہ کسی کو شک تک نہ ہوتا لیکن فائزہ بیگم کی چھٹی حس کسی بہت بڑے خطرے کی نشاندہی کررہی تھی۔ انہیں رومی کا یوں ایمان کے گھر اتنی جلدی جلدی جانا بہت کھٹکنے لگا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ اپنے شوہر سے بھی کچھ کہہ نہیں پارہی تھیں کہ معاملہ ہی کچھ ایسا تھا لیکن رومی سے وہ کئی بار الجھ چکی تھیں۔ لیکن ان کی اکلوتی ضدی بیٹی بھی اپنے نام کی ایک تھی۔

''امی پلیز! آپ مجھ پر شک کرنا چھوڑ دیں۔ آپ کا شک میری اور ایمان کی دوستی کبھی ختم نہیں

کرسکتا۔'' اس دن ان کے روکنے پر اس نے بہت خفگی سے کہا تھا۔

''بات تمہاری اور ایمان کی دوستی کی نہیں ہے، اب اس کی منگنی ہوچکی ہے، عفان اس سے ملنے کے لیے اس کے گھر آتا ہے اور تم بنا سوچے سمجھے وقت بے وقت منہ اٹھا کر اس کے گھر چلی جاتی ہو۔ پتا نہیں وہ لوگ تمہاری وجہ سے کتنا بور ہوتے ہوں گے۔'' فائزہ کے سخت جملے جیسے پتھر بن کر اس کے دل پر جا لگے۔

''وہ لوگ ہرگز ہرگز بور نہیں ہوتے امی بلکہ میرے آنے پر ضرورت سے زیادہ خوش ہوجاتے ہیں۔'' اس نے جیسے تڑپ کر جواب دیا۔

''اور یہی بات مجھے پسند نہیں ہے رومی کہ ایمان کا منگیتر تمہیں دیکھ کر ضرورت سے زیادہ خوش ہو۔'' اس بار فائزہ بیگم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور انہوں نے کافی اونچی آواز میں اسے ڈانٹ دیا۔

''امی جب ایمان اس بات کو مائنڈ نہیں کرتی تو آپ کیوں اتنا پریشان ہوتی ہیں؟'' رومی بہت عاجز ہوکر بولی۔

''وہ اس لیے مائنڈ نہیں کرتی کہ اس سادہ دل اور نیک فطرت لڑکی کو پتا نہیں کہ کبھی کبھی اپنے بھی گھر میں آگ لگا دیتے ہیں اور کان کھول کر سن لو ایک ہفتے میں اسلم صاحب کا بیٹا شارجہ سے آنے والا ہے، وہ اس کو لے کر ہمارے گھر آئیں گے تاکہ تم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ لو آپس میں بات چیت کرلو اور ہم لوگ کوئی فائنل فیصلہ کرسکیں۔'' وہ سخت لہجے میں کہتے ہوئے اس کے کمرے سے نکل گئیں۔

''نہیں امی، اب آپ کسی شہزادے کا رشتہ بھی میرے لیے لے کر آئیں گی تب بھی میں انکار کردوں گی، یہ تو اسلم انکل کا بیٹا ہے۔ آپ کچھ بھی کریں اب میری زندگی میں سوائے عفان کے کوئی اور آ ہی نہیں سکتا۔'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی۔

وہ تو شکر ہوا کہ اسلم صاحب کے بیٹے کا آنا کچھ عرصے کے لیے ملتوی ہوگیا تھا۔ رومی نے سکھ کی سانس لی تھی لیکن تلوار بہرحال اس کے سر پر لٹک رہی تھی اور آج عفان سے جو کچھ وہ بہت بے اختیار ہو کر کہہ رہی تھی شاید وہ اس کے دل کی گھٹن تھی جو اس کے جذبات کی زبان بن کر باہر آگئی تھی۔

''دیکھو رومی، تم بہت ہی بڑی بات کہہ رہی ہو۔ اس میں صرف ہم دونوں ہی نہیں تین، تین خاندان انوالو ہیں۔ میری فیملی کے علاوہ تمہارے اور ایمان کے خاندان کا بھی سوال ہے۔ ایک قیامت آجائے گی۔'' عفان گھبرا کر اسے سمجھانے کی کوشش کررہا تھا۔

''تو اس کا مطلب ہے کہ میں آپ کے لیے محض ٹائم پاس تھی۔ وہ آپ کی دل نشین باتیں جو مجھے پہروں اپنے سحر میں جکڑے رہتی تھیں وہ آپ کے نزدیک محض ایک تفریح تھیں۔'' وہ سیخ پا ہوکر چیخی۔

''نہیں رومی، خدا کی قسم ایسی بات نہیں ہے۔'' وہ بے بسی سے بولا۔

''دیکھیں عفان اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے لیے آیا ہوں رشتہ قبول کرلوں تو یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ ہاں آپ اگر کہیں گے تو میں بنا کسی خوف کے مر ضرور جاؤں گی۔'' اس کے لہجے میں چھپا جنون محسوس کرکے وہ خوفزدہ سا ہوگیا۔

''میں ایسا کیوں کہوں گا رومی، خدا نہ کرے کہ تمہیں کچھ ہو۔''

''تو پھر آپ چاہتے ہیں کہ میں کہیں اور شادی کرلوں؟''

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"رومی تم اس وقت سخت الجھی ہوئی ہو، ہم اس موضوع پر پھر بات کرلیں گے۔" عفان نے جیسے بات کو ٹالنا چاہا لیکن وہ اور جذباتی ہوگئی۔

"نہیں عفان، فیصلہ تو آپ کو آج ہی کرنا ہوگا، پرسوں آپ کی سالگرہ ہے اور یہ دن آپ سے زیادہ میرے لیے اہم ہوگیا ہے۔"

"تم جو چاہ رہی ہو وہ بالکل ناممکن ہے رومی، میں ایک محبت کی خاطر بے شمار دلوں کو تکلیف نہیں دے سکتا۔ ہم دونوں کے درمیان بہت ہی عجیب سا تعلق ہے جسے میں کوئی نام نہیں دے پارہا لیکن ایک بات کا یقین تمہیں دلانا چاہتا ہوں کہ تمہیں نہ پاکر بھی تم کو ہمیشہ اپنے دل میں چھپا کر رکھوں گا۔ محبت صرف پانے کا نام تو نہیں، جذبے میں شدت اور سچائی ہو تو بنا ایک دوسرے کو پائے بھی روحانی طور پر ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہا جاسکتا ہے۔ رومی پلیز..... میری جان میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔" وہ بہت پیار سے اسے سمجھا رہا تھا۔

"یعنی آپ کا مطلب ہے ہمارا صرف روحانی تعلق رہے گا، ہے نا؟ چلیں یہ بھی آپ کا احسان ہوگا کہ میں آپ کے دل میں چھپ کر رہوں گی لیکن عفان میں آپ کے فلسفے سے ذرا بھی متفق نہیں ہوں۔ میں روحانی، جسمانی اور ذہنی سب طریقوں سے آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔" وہ ہٹیلے لہجے میں بولی۔

"رومی Enough Is Enough بس بہت ہوگیا، تم اپنے فلسفے کے ساتھ جیو لیکن میں نے جو کہا ہے میں اسی فلسفے کے ساتھ جیوں گا۔" عفان کا لہجہ کافی سخت ہوگیا۔

"لیکن میں مرجاؤں گی عفان۔" وہ بے اختیار پھر سے رودی۔

"ٹھیک ہے رومی جیسی تمہاری مرضی لیکن ایک بات یاد رکھنا اگر تم میری خاطر جدائی کا زہر پی کر بھی زندہ رہیں تو ہمیشہ میری روح میں سمائی رہو گی لیکن اگر مرگئیں تو میں تمہیں کبھی بھی یاد نہیں کروں گا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھلا دوں گا۔ یقین جانو میرا یہ ایک ایک لفظ سچ پر مبنی ہے۔ اس میں ذرا سا بھی جھوٹ نہیں۔" عفان سے بہت اٹل لہجے میں کہا تو ایک لمحے کے لیے دوسری طرف بالکل خاموشی چھا گئی۔

"ہیلو رومی۔" عفان نے اسے پکارا۔

"ٹھیک ہے عفان، میں آپ کی روح میں سما کر جی لوں گی لیکن کیا میں آج آپ سے کچھ مانگ سکتی ہوں؟" اس نے بہت ٹوٹے ہوئے لہجے میں اس سے پوچھا۔

"ایسی بات نہ کہنا جو میں پوری نہ کرسکوں۔"

"عفان آپ پرسوں اپنی سالگرہ کے دن یہاں سے بہت دور چلے جائیں اگر آپ میرے ساتھ یہ دن نہیں گزار سکتے تو پھر کسی کے ساتھ بھی مت گزاریں، آج آپ نے مجھ سے بہت انوکھا سا عہد لیا ہے جس میں مجھے مر مر کر جینا ہوگا تو کیا میں آپ سے یہ چھوٹی سی فرمائش نہیں کرسکتی؟" اس نے بہت عاجزی سے عفان سے سوال کیا تو وہ سٹ پٹا سا گیا۔

"رومی میں نے کبھی اپنی سالگرہ سیلیبریٹ نہیں کی لیکن میں تمہاری خاطر چھوٹی سی پارٹی رکھ لیتا ہوں۔ تم آجاؤ گی تو میری زندگی بڑھ جائے گی، ہم وہ شام ساتھ گزاریں گے۔ بے شک سب لوگ ہوں گے لیکن میرے لیے صرف تمہاری موجودگی اہم ہوگی، ٹھیک ہے نا؟" اس نے بچوں کی طرح اسے پیار سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"عفان ٹھکرا دینے کی اذیت آج میں نے سہی

ہے آپ نے نہیں، اگر آپ اس اذیت کو کچھ کم کرنا چاہتے ہیں تو پلیز میری بات مان لیں..... فی الحال میں آپ کو ایمان کے ساتھ بالکل بھی نہیں دیکھ سکتی، آپ کو نہ پانے کا درد جب کچھ کم ہوگا تب شاید دیکھ بھی لوں گی لیکن پرسوں بس آپ بنا کسی کو بتائے بالکل اچانک کسی دوسرے شہر چلے جائیں۔" وہ ضد کرتے ہوئے بولی۔

"اوکے رومی، مجھے ویسے بھی سالگرہ منانے میں کوئی دلچسپی نہیں۔ میں پرسوں اچانک کوئی آفیشل کام نکال کر اسلام آباد چلا جاؤں گا۔ بس اب تو تم خوش ہو نا؟" عفان اسے ہر صورت میں خوش کرنا چاہتا تھا۔ رومی کا دل توڑ کر اسے ایک عجیب طرح کا افسوس ہو رہا تھا۔ اس نے تو کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ رومی اپنی انا کو بالائے طاق رکھ کر خود اپنے منہ سے اس سے شادی کی بات کرے گی، یہ اس کا ہی تو قصور تھا جو وہ رومی کو محبت کی اس انتہا پر لے آیا تھا اگر وہ اپنے آپ کو ریزرو رکھتا تو شاید رومی اپنے قدم پیچھے ہٹا لیتی یہ کیسا دل تھا اس کا جس میں دو محبتیں ایک ساتھ سما گئی تھیں بس فرق یہ تھا کہ ایمان کے سنگ وہ زندگی گزارنا چاہتا تھا اور رومی کی محبت کو دل میں چھپا کر جینے میں بھی اس کو ایک حسن نظر آرہا تھا اور اس وقت رومی کی یہ فرمائش اسے بہت بے ضرری لگی تھی جسے پورا کرنے میں اسے کوئی قباحت نظر نہیں آئی۔ مما پپا کے ساتھ ڈنر وہ آکر بھی کرسکتا تھا اور ایمان اسے فون پر وش کرسکتی تھی۔ عفان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایمان کتنے جان و دل سے اس کے لیے ایک شاندار سرپرائز پارٹی کا انتظام کررہی ہے اور رومی ایک زخمی ناگن کی طرح اس کی خوشیوں کو ڈسنے کے درپے ہے۔

"بولو، رومی اب تو تم مجھ سے خفا نہیں ہونا؟"

عفان کا لہجہ پیار میں ڈوبا ہوا تھا۔

"نہیں عفان، میں بھلا آپ سے خفا کیسے رہ سکتی ہوں لیکن ایمان کو اس بات کا پتا نہ چلے..... ورنہ وہ آپ کو روک لے گی۔" رومی ایک خوفزدہ بچی کے مانند بولی تو عفان بے ساختہ مسکرا دیا۔

"رومی میں نے کہا نا کہ اس دن اگر تم میرے ساتھ نہیں ہوگی تو پھر کوئی اور بھی نہیں ہوگا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے اور میں اپنا وعدہ کبھی نہیں توڑوں گا۔" عفان کے اٹل لہجے نے ایک سکون سا رومی کے دل میں اتار دیا۔

"ایمان میں نے کہا تھا نا کہ عفان کی برتھ ڈے تمہارے لیے آنسو لے کر آئے گی۔ میں تنہا کیوں اس کی محبت کا کرب سہوں کچھ درد تو تمہیں بھی ملنا چاہیے۔" اس نے آنسوؤں سے بھیگی مسکان کے ساتھ سوچا تھا۔

☆☆☆

"عندلیب مجھے بچالو، یہ مجھے مار ڈالے گا۔" مسز رازی نے ہذیانی انداز میں چیخ کر عندلیب کو پکارا جو سکتے کے عالم میں امینہ کے ہمراہ دروازے میں کھڑی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہی تھی جنہیں ایک مخبوط الحواس آدمی نے اپنے بازوؤں میں جکڑا ہوا تھا اور وہ ان دونوں کو دیکھ کر بہت عجیب انداز سے ہنس رہا تھا۔ عندلیب کے پیروں میں تو جیسے جان ہی نہیں رہی تھی لیکن امینہ دوسرے ہی لمحے بہت پریشانی سے مسز رازی کی طرف بڑھی۔

"چھوڑو ان کو ورنہ ہم ابھی پولیس کو بلاتے ہیں۔" اس نے پوری قوت سے مسز رازی کو اس کے بازوؤں کی گرفت سے آزاد کراتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"لیکن پولیس تو میری دوست ہے۔" وہ تالی

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مار کر ہنسا۔ وہ یقیناً کوئی پاگل تھا، اس کی آنکھوں میں چھپی دیوانگی بہت اچھی طرح سے محسوس ہو رہی تھی۔ عندلیب نے دوڑ کر اپنی ماں کو تھام لیا جبکہ امینہ اپنا دوپٹا چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی جو کہ اس پاگل نے بہت مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔

''عندلیب بی بی آپ بیگم صاحبہ کو لے کر فوراً کمرے سے نکل جائیں اور کسی کو مدد کے لیے فون بھی کریں، یہ شخص بہت جنونی لگ رہا ہے۔'' امینہ نے چلاتے ہوئے عندلیب سے کہا جو تھر تھر کانپتے ہوئے مسز رازی کو سنبھالتے ہوئے خود بھی خوف سے بے حال ہو رہی تھی۔ آج تفاق سے وہ خود کار ڈرائیو کر کے آئی تھی۔ ورنہ ڈرائیور کو ہی مدد کے لیے پکار لیتی۔ پتا نہیں کہاں سے بھاگا ہوا یہ پاگل گھر کے اتفاق سے کھلے رہ جانے والے دروازے سے اندر داخل ہو گیا تھا۔

''پولیس میری دوست ہے لیکن تم گندی ہو، میں تم کو مار ڈالوں گا۔'' دفعتاً اس نے امینہ کا دوپٹا چھوڑ کر اس کا گلا پکڑ لیا۔ عندلیب یہ منظر دیکھ کر حواس باختہ ہو گئی۔ تبھی اچانک فون کی بجتی تیز گھنٹی نے پاگل کی توجہ اپنی طرف مبذول کروالی، وہ امینہ کا گلا چھوڑ کر فون کی طرف بڑھا تو امینہ برق رفتاری سے مسز رازی کے کمزور وجود کو تقریباً گود میں اٹھا کر باہر کی طرف بھاگی۔ عندلیب بھی اس کے پیچھے تھی۔ مین ڈور کچھ دور تھا۔ وہ لوگ تیزی سے ساتھ والے کمرے میں آ گئیں اور عندلیب نے ایک لمحے میں ہی کمرا اندر سے لاک کر لیا۔ پاگل ان کے پیچھے پیچھے ہی کمرے سے باہر آ گیا تھا اور اب ان کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔

''اب کیا ہو گا عندلیب، یہ پاگل تو ہم لوگوں کو مار ڈالے گا؟'' مسز رازی خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے بولیں۔

''مشکل یہ ہے امینہ کہ میرا پرس بھی باہر پڑا ہوا ہے اور موبائل اس کے اندر ہے، ہم فون بھی نہیں کر سکتے۔'' عندلیب خود بھی انتہا سے زیادہ خوف زدہ ہو رہی تھی۔

''ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ عندلیب بی بی اور اس کمرے سے باہر مدد کے لیے آواز بھی نہیں جائے گی۔'' امینہ نے اپنے خشک گلے کو تر کرنے کی کوشش کی۔

''ہائے میں مر گئی۔'' اچانک ہی عندلیب نے زور سے اپنے سینے پر ہاتھ مارا۔

''کیا ہوا عندلیب؟'' مسز رازی نے مزید ہول کر اسے دیکھا۔

''ای نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ ایک گھنٹے میں یہاں آ جائیں، آج لیٹ آئیں گے، میں نے ڈرائیور سے کہا تھا کہ وہ دوسری کار میں بچوں کو یہاں ڈراپ کر دے۔ ہم لوگوں کو شاپنگ کے لیے جانا تھا۔'' عندلیب نے زرد ہوتے ہوئے چہرے کے ساتھ بتایا تو مسز رازی کی تو جیسے جان ہی نکل گئی۔ امینہ کا اپنا بھی برا حال ہو گیا۔ باہر گھر میں پاگل گھوم رہا تھا، چیزوں کے ٹوٹنے کی تیز آوازیں وہ لوگ اچھی طرح سن رہی تھیں کبھی چھناکے سے برتن ٹوٹتے کبھی زور سے کوئی کرسی گرتی، پاگل کے زور زور سے بولنے اور ہنسنے کی آواز بھی وہ لوگ بخوبی سن رہی تھیں۔ ایسے میں بچوں کے آ جانے کے خوف نے جیسے ان تینوں کو ادھ موا سا کر دیا تھا۔ عندلیب تو بے قراری سے رونے لگی۔ مسز رازی پر غشی سی چھا گئی۔

''امینہ تم کہاں جا رہی ہو؟'' عندلیب نے امینہ کو جاتے دیکھ کر... دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس سے پوچھا۔

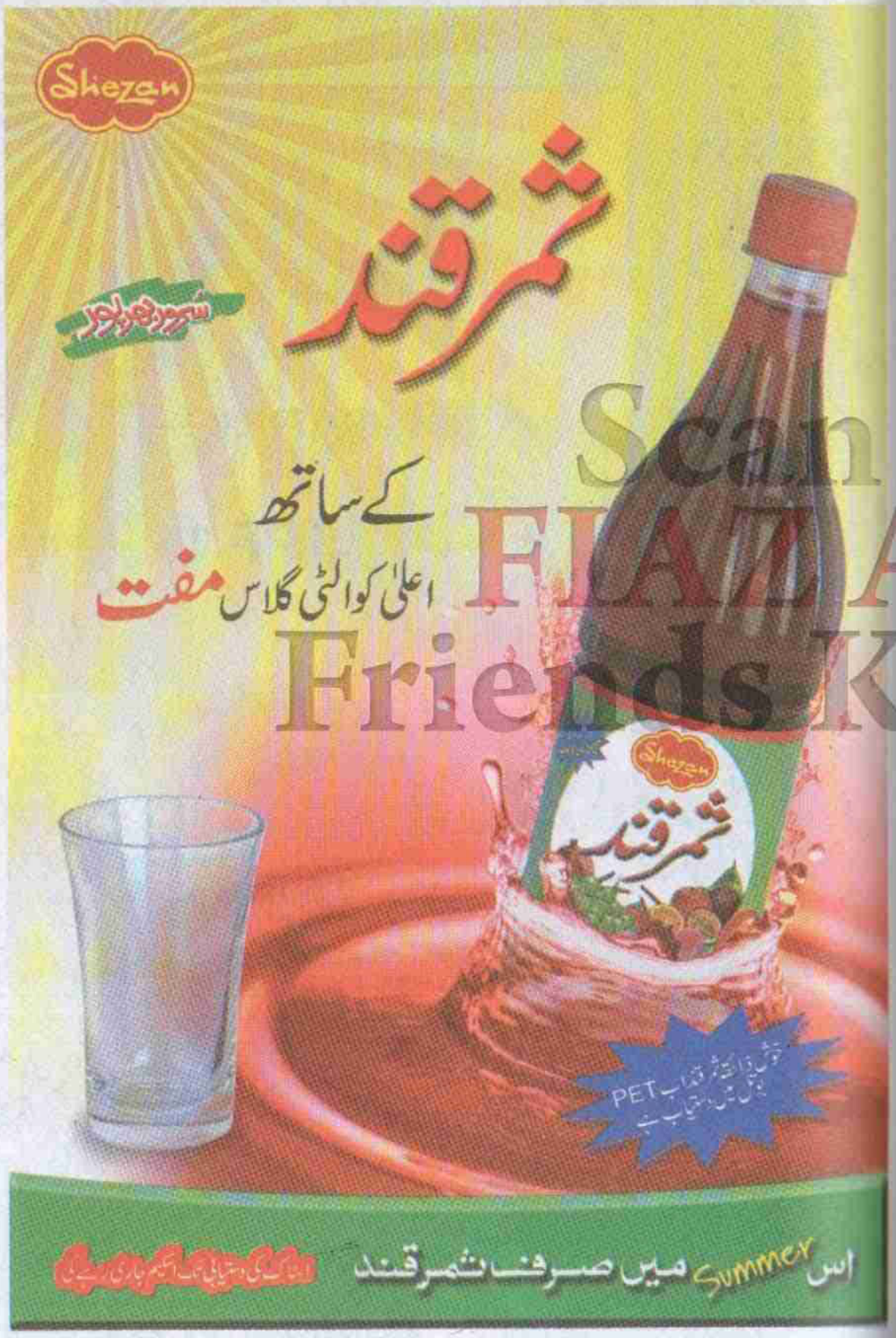

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''عندلیب بی بی میں جانتی ہوں بچوں کا دکھ کیا ہوتا ہے اور اللہ نہ کرے آپ اپنے بچوں کی ذرا سی بھی کوئی تکلیف دیکھیں..... کوئی غم نہ کہیں ان کا۔'' امینہ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئیں اور وہ تیزی سے دروازے کی جانب بڑھی۔ باہر سے اس پاگل کی زور زور سے باتیں کرنے کی آواز نے ایک لمحے کے لیے اس کے قدم روک دیے۔

''عندلیب بی بی، میں جیسے ہی باہر نکلوں آپ فوراً دروازہ لاک کر لیجیے گا۔ آئیں دروازے کے بالکل نزدیک آجائیں۔'' اس نے کہا عندلیب لرزتے قدموں سے اس کے پاس آگئی۔

''امینہ آخر تم کیا کرنے جارہی ہو۔ میرے بچوں کو اس پاگل سے کیسے بچاؤ گی؟'' عندلیب نے بہت بے چارگی سے اس کو دیکھا۔

''میں کسی صورت گھر سے باہر جانے کی کوشش کرتی ہوں عندلیب بی بی تاکہ بچوں کو اندر آنے سے روکنے کے ساتھ ساتھ مدد کے لیے بھی لوگوں کو کہہ سکوں۔''

''لیکن امینہ اگر اس نے تم کو کوئی نقصان پہنچادیا پھر کیا ہوگا؟'' عندلیب کے چہرے پر شدید خوف تھا۔

''اللہ مالک ہے۔'' امینہ نے ہلکا سا دروازہ کھول کر باہر جھانکا وہ پاگل شاید کچن میں تھا کیونکہ وہاں سے کھڑ پٹر کی آوازیں آرہی تھیں، وقفے وقفے سے قہقہے بھی سنائی دے رہے تھے اس کے۔ مسز رازی کی حالت مزید غیر ہونے لگی۔ امینہ کو پکارنا چاہا لیکن منہ سے آواز ہی نہیں نکل پائی۔

''دروازہ بند کر لیجیے۔'' اس نے سرگوشی میں عندلیب سے کہا اور دبے قدموں باہر نکل گئی۔ عندلیب نے کانپتے ہاتھوں سے دروازہ بند کرلیا اور مسز رازی کے پاس بیٹھ کر مضبوطی سے ان کا ہاتھ تھام لیا جو کہ بری طرح سے کانپ رہا تھا۔ دونوں کے دل لگتا تھا جیسے بند ہوجائیں گے۔ کبھی کبھی انسان کی زندگی میں بالکل اچانک ایسے لمحات در آتے ہیں جو اس کے تصور سے بھی باہر ہوتے ہیں۔ ایسے لمحات سے اس وقت اس گھر کے مکین دوچار تھے۔ تبھی اچانک باہر سے امینہ کے زور زور سے چیخنے کی آواز نے دونوں کو بالکل ہی حواس باختہ کردیا۔ پیروں میں جیسے جان ہی نہیں رہی۔ دوسرے ہی لمحے مسز رازی بند ہوتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ عندلیب کے ہاتھوں میں جھول گئی تھیں۔

☆☆☆

''افوہ ایمان، یہ فیروزی ڈریس تم ایک بار پہلے بھی پہن چکی ہو۔ عفان تمہیں دیکھ چکے ہیں ان کپڑوں میں۔'' شازی نے قطعی طور پر ان کپڑوں کو ریجیکٹ کردیا۔

''وہ بھی تم تو بہت پریشان کررہی ہو، یہ میرا تیسرا ڈریس ہے جسے تم ریجیکٹ کررہی ہو۔'' ایمان نے زچ ہوکر اسے دیکھا تو شازی نے جواب دیے بغیر دوبارہ وارڈ روب میں سر گھسیڑ دیا۔ ایمان کچھ الجھ کر مسہری پر جا کر بیٹھ گئی۔ تب شازی پنک اور بلیک کامبینیشن کا بے حد خوب صورت ڈریس اٹھائے مسکراتے ہوئے اس کے نزدیک چلی آئی۔

''تم آج یہ کپڑے پہن رہی ہو۔ ایمان سے بالکل پری لگو گی۔ عفان کے ہوش نہ اڑ جائیں تو کہنا۔''

''لیکن یہ بہت ہیوی ہے شازیہ..... میں نے بینا کی شادی پر پہنا تھا۔'' ایمان نے اپنی فرسٹ کزن کی شادی یاد کرتے ہوئے احتجاج کیا۔

''بالکل بھی ہیوی نہیں ہے۔ ہلکا سا تو کام ہے اور آج کی پارٹی تمہارے لیے بہت اہم ہے ایمان

شاہی
بہترین نشوونما
پُرجوش زندگی
SHAHI
80 سال سے آزمودہ
شاہی
شاہی قدرتی اجزا سے تیار کردہ صحت بخش ٹانک، ہر عمر کے مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید ہے۔
منتخب جڑی بوٹیوں، پھلوں اور شہد سے تیار کردہ شاہی قدرتی وٹامنز اور منرلز سے بھرپور ہے جو نشوونما کو بڑھاتے اور جسم کو توانا بناتے ہیں۔
شاہی میں موجود قدرتی اجزاء
• کیلشیم • فولک ایسڈ
• فولاد • وٹامنز
طبی دواخانہ (پرائیویٹ) لمیٹڈ،
کراچی، پاکستان
1815

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیونکہ منگنی کے بعد پہلی بار عفان اپنی سالگرہ تمہارے ساتھ منا رہے ہیں تم بلکہ تم ان کی برتھ ڈے خود سیلیبریٹ کر رہی ہو۔ ایک خوب صورت سرپرائز اپنے حسین روپ کے ساتھ جب تم انہیں دو گی تو وہ پل ساری زندگی کے لیے یادگار بن جائیں گے تم دونوں کے لیے۔'' شازی بہت جذب سے بولی تو ایمان کو بے اختیار اس پر پیار آ گیا۔

''بڑی افسانوی سی باتیں کر رہی ہے میری بہن۔''

''بس جی تم دونوں کی محبت نے مجھے بھی افسانہ نگار بنا دیا ہے۔'' شازی نے ہنس کر اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں تبھی راحت بیگم کی آواز نے انہیں چونکا دیا جو اُن دونوں کو پکار رہی تھیں۔

''ارے چلو بابا، امی پریشان ہو رہی ہیں۔ گیارہ بج رہے ہیں ابھی اتنا سارا انتظام کرنا ہے۔'' شازی تیزی سے دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے بولی جبکہ ایمان سوٹ کو ہاتھ میں لیے نہ جانے کن خوش کن خیالوں میں گم تھی۔ شام پانچ بجے کے قریب ایمان اور شازی جب بڑا سا کیک لے کر اندر داخل ہوئیں تو راحت بیگم کو کچھ اپ سیٹ سا لاؤنج میں بیٹھا دیکھ کر وہ دونوں کیک کو ٹیبل پر رکھ کر سیدھی ان کے پاس چلی آئیں۔

''کیا ہوا امی..... سب خیریت ہے نا؟'' ایمان نے ان کے چہرے پر الجھن محسوس کرتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔

''تم لوگوں کو بھی بس ہری ہری ہی سوجھتی ہے اور کرو سرپرائز پارٹی۔'' وہ بہت خفگی سے بولیں تو شازی اور ایمان نے گھبرا کر ایک ساتھ پوچھا۔

''کیا ہوا امی؟''

''عفان ابھی کسی ارجنٹ میٹنگ کے سلسلے میں اسلام آباد چلا گیا ہے، دو دن بعد اس کی واپسی ہوگی۔'' وہ ہنوز ناراض تھیں۔

''ہائے نہیں.....'' شازی دھم سے صوفے پر بیٹھ گئی جبکہ ایمان کے دل میں ایک دم سے گہرا سناٹا اتر آیا۔ اس نے تو رات بارہ بجے بھی اسے وش نہیں کیا تھا اور نہ ہی صبح اس سے فون پر بات کی تھی کہ بقول شازی وہ دل ہی دل میں تم سے خفا ہوتا رہے گا کہ تم اس کی برتھ ڈے بھول گئی ہو اور پھر اچانک شام کو اتنا بڑا سرپرائز ملنے پر جو اس کی کیفیت ہوگی بس وہی چیز دیکھنے والی ہوگی لیکن اب اتنے بڑے دھچکے کی صورت میں وہ خود اسے سرپرائز دے گیا تھا۔ ایمان کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ اس نے جھلملائی ہوئی آنکھوں سے ڈیکوریشن سے مزین لاؤنج کو دیکھا۔ کتنی محنت سے ان دونوں نے اسے ڈیکوریٹ کیا تھا۔ کچن سے اشتہا انگیز خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں۔ سامنے میز پر رکھا خوب صورت کیک جیسے اس پر ہنس رہا تھا۔

''لیکن اس نے مجھے فون کیوں نہیں کیا امی..... کم از کم مجھے بتانا تو دینا چاہیے تھا۔'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں راحت بیگم سے پوچھا۔

''ارے اپنی سالگرہ کے دن تمہاری طرف سے اتنی خاموشی اور اتنی لاتعلقی دیکھ کر بھی تم اس سے فون کی توقع کر رہی ہو؟'' وہ برہم لہجے میں بولیں تو ایمان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

''امی پلیز، ایمان کو کچھ نہ کہیں یہ پلان میرا اور انیلا کا تھا۔'' شازی سے ایمان کا اترا ہوا چہرہ اور آنکھوں میں آنسو جیسے برداشت نہیں ہوئے۔

''ہاں، ہاں اور اب فون بھی اسی انیلا کا آیا تھا۔ بے وقوف لڑکی ہے بالکل۔'' انہوں نے بہت تپے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کیا کہہ رہی تھی وہ؟'' شازی نے بے تابی سے پوچھا جبکہ ایمان نے بھی بے اختیار اپنی آنسو بھری نگاہیں راحت پر جما دیں۔

''کہہ رہی تھی کہ عفان اچانک اسلام آباد چلے گئے ہیں، گھر میں کسی کو بھی نہیں بتایا، وہ کالج میں تھی اور راحیلہ شاپنگ کے لیے گئی ہوئی تھیں ورنہ وہ ہرگز عفان کو نہ جانے دیتیں۔ بے حد شرمندہ ہو رہی تھی وہ لیکن کیا فائدہ اب اس شرمندگی کا۔ مشکل یہ ہے کہ میں بھی تم لوگوں کے بے تکے پروگرام میں شامل ہو جاتی ہوں۔'' ان کا غصہ کم ہی نہیں ہو رہا تھا۔

ایمان ایک دم اٹھی اور تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''امی آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ ایمان اس وقت کتنے صدمے اور کتنی کوفت میں ہے اس کا احساس کیوں نہیں کر رہی ہیں آپ۔ کتنی ایکسائٹڈ تھی وہ آج صبح سے ایک دم سے اس کی ساری خوشی اس سے چھن گئی اور آپ افسوس کرنے کے بجائے بس ناراض ہوئے جا رہی ہیں۔'' شازی نے رنجیدگی سے شکوہ کرتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا اور اٹھ کر ایمان کے کمرے کی طرف جانے لگی۔ راحت بیگم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس الجھی ہوئی سی بیٹھی رہیں۔ کتنے پیار سے لوگوں کو انوائٹ کر لیا تھا ایمان اور شازی نے..... اب انہیں کیسے منع کیا جائے گا۔ گھر میں اور باہر سے کھانے پینے کی کتنی چیزوں کا آرڈر دیا گیا تھا۔ سب کچھ دھرا کا دھرا رہ گیا تھا اور سب سے بڑھ کر ان کی لاڈلی بیٹی کی معصوم خوشی کیسے ایکدم سے ملیامیٹ ہو گئی تھی۔ ایک دم سے سب کچھ بھول کر ان کا دل ایمان کے لیے کڑھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں آئے آنسو وہ اپنے غصے کی آڑ میں اگنور کرنے کی کوشش کر رہی تھیں لیکن وہ آنسو برابر انہیں اپنے دل پر گرتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ کچھ دیر یونہی صوفے کی بیک سے سر ٹکائے ملول سی بیٹھی رہی تھیں تبھی فون کی بیل نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ دوسری طرف رومی تھی۔

''ہیلو راحت آنٹی، کیسی ہیں آپ؟''

''ٹھیک ہوں بیٹا۔'' ان کی آواز میں چھپی اداسی محسوس کر کے رومی نے فوراً ہی پوچھا۔

''سب خیریت تو ہے نا آنٹی؟'' تب راحت بیگم نے اسے سارا قصہ کہہ سنایا۔ ان کا کہا ہوا ہر جملہ جیسے ٹھنڈک بن کر رومی کے دل کو سکون دے رہا تھا۔ عفان نے اس سے کیا ہوا وعدہ نبھا کر اسے زندگی کی اتنی بڑی خوشی دے دی تھی جو اس سے سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔

''میں ابھی آ رہی ہوں آنٹی، اس وقت ایمان کو میری ضرورت ہے۔'' فون بند کرنے کے بعد وہ خوشی سے جگمگاتے چہرے کے ساتھ کچھ گنگناتے ہوئے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بالوں میں برش کر رہی تھی کہ فائزہ بیگم اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

''ارے، چھ بجنے والے ہیں اور تم نے اپنے کپڑے تک نہیں ڈی سائڈ کیے ہیں۔ سات بجے کا ٹائم دیا ہے نا ایمان نے؟'' انہوں نے کچھ اچنبھے سے پوچھا۔

''ہاں امی..... لیکن شاید اب وہ پارٹی کینسل ہو جائے۔'' اس نے بہت اطمینان سے جواب دیا لیکن اس اطمینان میں چھپی خوشی فائزہ بیگم نے اچھی طرح سے محسوس کر لی۔

''کیا مطلب ہے تمہارا..... اتنی زبردست تیاریاں ہو رہی تھیں وہاں..... پھر ایک دم سے کیسے سب کینسل ہو سکتا ہے؟'' فائزہ بیگم نے بے حد

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حیران ہوکر اسے دیکھا۔

"راحت آنٹی بتا رہی تھیں کہ عفان اچانک اسلام آباد چلے گئے ہیں جس کی وجہ سے پارٹی کینسل کرنی پڑ رہی ہے۔" وہ ماں کی تیز نظروں سے بچنے کی خاطر پیٹھ موڑ کر خوامخواہ ہی ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی ہوئی چیزیں ٹھیک کرنے لگی۔

"لیکن کیا تمہیں اس پارٹی کے کینسل ہونے کا پہلے سے علم تھا؟" وہ اس کے مزید نزدیک آتے ہوئے بولیں۔

"افوہ امی! اب مجھے الہام تو ہونے سے رہا۔ آپ بھی عجیب باتیں کر رہی ہیں۔" اس نے کچھ گھبرا کر انہیں دیکھا۔

"الہام تو نہیں لیکن تمہیں اطلاع ضرور تھی ورنہ کیا میں تمہاری تیاریاں جانتی نہیں۔ صبح سے ہنگامہ شروع کر دیتی ہو کہ کون سے کپڑے پہنوں، کیسے بال بناؤں..... مجھے عاجز کر کے رکھ دیتی ہو لیکن آج تمہاری اتنی خاموشی تمہارا اتنا اطمینان مجھے حیران کیے دے رہا تھا..... پر اب اس کی وجہ سمجھ میں آ رہی ہے۔" انہوں نے اپنی کھوجتی ہوئی نگاہیں اس پر جما کر لفظوں کو چبا چبا کر کہا تو وہ مزید کنفیوز ہو گئی۔

"امی آپ پتا نہیں کیوں ہر وقت مجھ پر شک کرتی رہتی ہیں۔"

"میں شک نہیں کر رہی ہوں رومی بلکہ مجھے اپنی قسمت پر رونا آ رہا ہے کہ اس نے مجھے ایک ہی بیٹی دی لیکن بے حد خود غرض اور سفاک..... جسے اپنی دوست کو آنسوؤں میں ڈوبتے ہوئے ذرا بھی رحم نہیں آ رہا۔" وہ سر پکڑ کر وہیں مسہری پر بیٹھ گئیں۔ انہیں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی اس ضدی بیٹی کے بڑھتے ہوئے قدم کیسے روکیں وہ اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ رہی تھیں کہ اس پارٹی کے کینسل ہونے میں رومی کا ہاتھ ضرور ہے۔ مگر کیسے بس یہ بات انہیں حیران آمیز الجھن میں ڈال رہی تھی۔ جوان اولاد سے اس موضوع پر زیادہ باز پرس کرنا بھی انہیں اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ مبادا رہا سہا لحاظ اور شرم کا پردہ بھی نہ ختم ہو جائے۔

"آپ کہنا کیا چاہ رہی ہیں امی..... پلیز مجھے صاف صاف بتائیں۔" وہ بہت انجان بن کر جیسے بہت الجھ کر بولی۔

"وہی جو تم سمجھنا ہی نہیں چاہ رہیں رومی۔" انہوں نے ٹھنڈی سانس بھر کر اسے دیکھا۔ "خیر اگلے ہفتے اسلم صاحب اپنی فیملی کے ساتھ ہمارے گھر آ رہے ہیں۔ مجھے اور ریاض کو یہ رشتہ بہت پسند ہے۔ انشاء اللہ تمہیں بھی پسند آئے گا۔" انہوں نے فوراً ہی ٹاپک بدلتے ہوئے کہا۔

"کمال کرتی ہیں امی آپ بھی۔ اس وقت اسلم صاحب کا بھلا کیا ذکر..... فی الحال تو ابھی مجھے ایمان کے پاس جانا ہے۔" اور امی اسے آنسوؤں میں عفان نے ڈبویا ہے میں نے نہیں۔" وہ بے نیازی سے کہتے ہوئے اپنا ہینڈ بیگ اٹھانے لگی۔ فائزہ بیگم اس کی ڈھٹائی پر دل ہی دل میں تلملا کر رہ گئیں۔ انہیں اس وقت رومی کا وہاں جانا اچھا نہیں لگ رہا تھا تبھی وہ اسے روکتے ہوئے بولیں۔

"اچھا دس منٹ ٹھہرو، میں بھی تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔ راحت بیگم بے چاری ایمان کے لیے بہت اپ سیٹ ہوں گی میرے جانے سے اسے کچھ تسلی ہو جائے گی۔"

فائزہ بیگم کے کمرے سے جانے کے بعد رومی نے بہت الجھ کر ہیر برش ڈریسنگ ٹیبل پر پٹخ دیا۔

"پتا نہیں امی نے کون سے عقاب سے آنکھیں چھین کر اپنے لگالی ہیں۔ سب کچھ بنا بتائے

دیکھ لیتی اور سمجھ لیتی ہیں۔" وہ بہت بیزاری سے بڑبڑائی۔

☆☆☆

امینہ دبے پاؤں مین ڈور کی جانب بڑھ رہی تھی۔ کچن سے کھٹ پٹ کی آوازیں آنا اچانک بند ہو گئیں۔ امینہ کا دل بری طرح سے دھڑکنے لگا، اس نے اپنے قدم مزید تیز کر دیے تھے اچانک کسی نے اس کے شانوں پر اپنے ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کی جانب کھینچا۔ امینہ کے منہ سے بے اختیار بہت زور کی چیخ نکلی اس نے پیچھے دیکھے بنا پوری قوت سے اس کے ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہی۔

"چلو مجھے کھانا بنا کر دو، مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" وہ پاگل اسے بہت زور سے اپنی طرف موڑتے ہوئے سرگوشی میں بولا۔

"ہاں، ہاں چلو..... میں تمہیں بہت مزے کا کھانا بنا کر دیتی ہوں۔" وہ تھوک نگلتے ہوئے بڑی ہمت سے بولی۔

"میں قیمہ کھاؤں گا۔" وہ اس کو گھسیٹتا ہوا کچن کی جانب چلا۔

"میں قیمہ بناؤں گی اور مزے کا حلوا بھی تمہیں بنا کر دوں گی ٹھیک ہے نا!" امینہ جیسے گڑبڑا کر بولی۔ وہ دونوں اس وقت کچن میں پہنچ چکے تھے۔ امینہ کا دل ڈوبا جا رہا تھا۔ اگر بچے اچانک اندر داخل ہو گئے اور حسب عادت شور مچاتے کچن میں آ گئے تو نہ جانے اس پاگل کا کیا ری ایکشن ہو۔ اسی وقت وہ شخص سامنے رکھی ہوئی تیز چھری ہاتھ میں اٹھانے لگا۔ امینہ کا خون خشک ہو گیا۔ ہاتھ پیروں کی جان ہی نکل گئی۔

"لاؤ میں تمہارے ہاتھ کاٹوں پھر ہم اس کا قیمہ بنائیں گے۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہوتے ہوئے اس کی جانب بڑھا۔ امینہ کے منہ سے چیخوں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دہشت زدہ ہو کر اس نے باہر کی جانب بھاگنا چاہا لیکن وہ پاگل اسے بالوں سے گھسیٹ کر اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرنے لگا۔

"چپ ہو جاؤ، میں تمہیں مزے کا قیمہ بنا کر دوں گا۔" وہ کہہ رہا تھا تبھی امینہ نے بھاگتے قدموں کی آواز سنی اسے سامنے سے رحیم چند پولیس والوں کے ساتھ دوڑتا ہوا اندر داخل ہوتا نظر آیا۔ پاگل اس کو چھوڑ کر چھری لے کر ان کی طرف دوڑا لیکن ان پولیس والوں نے فوری طور پر اسے اپنے بازوؤں میں جکڑ کر اس کے ہاتھ سے چھری چھین لی۔ تین چار پولیس والے مل کر بھی بڑی مشکل سے اس کو اپنے قابو میں کر رہے تھے۔ امینہ بھاگ کر رحیم سے لپٹ گئی..... اور رحیم نے بے اختیار اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ کتنا سکون اور تحفظ محسوس ہوا تھا اسے رحیم کی پناہوں میں آ کر پھر اچانک ہی اسے عندلیب اور بیگم رازی کا خیال آیا۔ وہ گھبرا کر ان کے کمرے کی طرف بھاگی۔ رحیم بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ امینہ نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے آوازیں دینا شروع کر دیں۔

"عندلیب بی بی دروازہ کھولیے..... سب ٹھیک ہے، پولیس نے اس پاگل کو پکڑ لیا ہے۔" عندلیب نے روتے ہوئے فوراً ہی دروازہ کھول دیا۔

"امینہ دیکھو امی کو کچھ ہو گیا ہے، وہ بے ہوش ہو گئیں ہیں۔ تم ان کے پاس جاؤ، میں ایمبولینس کو فون کرتی ہوں۔" امینہ حواس باختہ ہو کر مسز رازی کی طرف دوڑی جبکہ عندلیب ایمبولینس کو فون کرنے

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ رحیم چپ چاپ کھڑا امینہ کو دیکھ رہا تھا جو مسز رازی کی ہتھیلیوں کی مالش کرنے کے ساتھ ساتھ نہیں پکارے بھی جا رہی تھی۔ تبھی ایک پولیس والے نے آکر رحیم کو مخاطب کیا۔

"سنو، تمہاری بیگم صاحبہ یا صاحب جو بھی ہوں ہماری ان سے بات کروادو، ہمیں ان کا بیان لینا ہے اور اس عورت کا بھی جسے اس پاگل آدمی نے پکڑا ہوا تھا۔"

"وہ جی ہماری بیگم صاحبہ بے ہوش ہو گئی ہیں اور عندلیب بی بی ابھی فون کر رہی ہیں۔ تھوڑی پریشانی ہے جی بس ذرا سا انتظار کرلیں۔" رحیم ابھی پولیس والے سے بات کر ہی رہا تھا کہ باہر کچھ شور کی آواز سنائی دی۔ اسی اثنا میں عندلیب بھی کمرے سے باہر نکل آئی۔

"ایمبولینس فوراً پہنچ رہی ہے۔ میں نے فہد کو فون کر دیا ہے وہ بھی آرہے ہیں۔" وہ پولیس والوں کو نظر انداز کرتے ہوئے دوبارہ مسز رازی کے پاس آگئی۔ پولیس والوں کی موجودگی کی وجہ سے اس کا خوف کافی حد تک زائل ہو گیا تھا اور اب وہ دہشت اپنی ماں کے لیے فکرمندی میں تبدیل ہو گئی تھی۔ تبھی اس کے دونوں بچے شور مچاتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

"مما باہر پولیس کیوں آئی ہوئی ہے۔ کیا گھر میں ڈاکو آگئے ہیں؟" بارہ سالہ فیضان نے کافی ایکسائٹڈ انداز میں پوچھا۔

"اور ایک عجیب سے آدمی کو بھی انہوں نے اپنی گاڑی میں بٹھایا ہوا ہے، عجیب عجیب سی آوازیں نکال رہا ہے۔ میں نے خود ابھی دیکھا ہے مما۔" قندیل نے بھی فوراً ہی اپنی انفارمیشن دی۔

"چپ ہو جاؤ تم دونوں اور لاؤنج میں جا کر بیٹھو، نانی کی طبیعت بہت خراب ہے۔" عندلیب نے دبی آواز میں ان کو ڈانٹتے ہوئے کہا تو وہ لوگ جیسے سہم سے گئے اور خاموشی سے لاؤنج کی طرف چلے گئے۔ عندلیب جھک کر مسز رازی کی نبض چیک کرنے لگی۔ تبھی پولیس والے کے ہمراہ ایک مرد اور عورت گھبرائے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ عورت نے روتے ہوئے بے اختیار عندلیب کے پاؤں پکڑ لیے۔

"خدا کے لیے میرے بیٹے کو معاف کر دیجیے۔ اس کا ذہنی توازن درست نہیں۔" عندلیب نے جلدی سے اپنے پاؤں ہٹاتے ہوئے بہت غصے سے اسے دیکھا۔

"اوہ... تو یہ پاگل آپ کا بیٹا ہے۔ محترمہ آپ کو شرم آنی چاہیے اتنے خطرناک پاگل کو آپ نے شاید ابھی تک گھر میں رکھا ہوا ہے۔ ارے انسانی جانوں سے کھیلنے کا حق کیسے دے سکتی ہیں آپ اپنے بیٹے کو۔" اس عورت نے ندامت سے سر جھکا لیا۔

"بس مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی۔ آج میرے شوہر کچھ بیمار تھے۔ میں ان کی پریشانی میں کچھ ایسی الجھی کہ اس کی طرف سے دھیان کچھ دیر کے لیے ہٹ گیا۔ ویسے بھی میں سمجھی تھی کہ اسے معمولی نوعیت کا دورہ اٹھا ہے۔ اسے دورے اٹھتے ہیں لیکن اتنا شدید دورہ اس سے پہلے کبھی نہیں اٹھا۔ بس پتا نہیں کس وقت نظر بچا کر نکل گیا میرا بچہ..... ہم لوگ کب سے اسے سڑکوں پر ڈھونڈ رہے ہیں۔ اچانک ہی آپ کے کھلے گیٹ سے ہمیں اس کی آواز سنائی دی۔ پلیز ان لوگوں سے کہیں ہمارا بیٹا ہمیں واپس کر دیں، ہم فوراً اسے مینٹل اسپتال میں لے

جائیں گے۔" وہ عورت زار و قطار روتے ہوئے عندلیب سے بولی۔ ایک ماں کے بے بس آنسو جیسے عندلیب کا دل پگھلا گئے پھر اپنی ماں کی پریشانی الگ تھی۔ اتنے میں ایمبولینس کے تیز سائرن کی آواز نے فضا میں ارتعاش سا پیدا کر دیا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے آپ اپنے بیٹے کو لے جائیں اور آئندہ بے حد خیال کیجیے گا۔ اپنے دل کو ٹھنڈک دینے کے لیے دوسروں کی جان کو خطرے میں ڈالنا کہاں کی انسانیت ہے۔ اسے مینٹل اسپتال میں داخل کروا کے اس کا علاج کروائیں۔" وہ عجلت میں کہتے ہوئے تین ڈور کی جانب بڑھی جہاں سے فہد کے ساتھ دو تین لوگ اسٹریچر لیے ہوئے اندر داخل ہو رہے تھے۔

"فہد میں امی کو لے کر امینہ کے ساتھ اسپتال چلی جاتی ہوں آپ پولیس والوں کے ساتھ بات چیت کر کے ان محترمہ کا مسئلہ حل کر دیں۔" عندلیب نے جلدی جلدی اپنے شوہر کو سب کچھ بریف کر دیا..... اتنی دیر میں مسز رازی کو اسٹریچر پر لٹا کر ایمبولینس کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ وہ عورت ابھی بھی رو رو کر معافی مانگے جا رہی تھی۔ جبکہ مرد بھی بار بار ان لوگوں کا شکریہ ادا کیے جا رہا تھا۔ عندلیب اور امینہ بھی ایمبولینس میں مسز رازی کے ساتھ ہی بیٹھ گئی جبکہ فہد کو ابھی پولیس والوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے علاوہ بچوں کو بھی گھر چھوڑنا تھا۔ رحیم تیز تیز قدموں سے ایمبولینس کے نزدیک آگیا۔

"امینہ، کیا میں بھی تمہارے ساتھ چلوں؟" اس نے بڑی عاجزی سے پوچھا۔

"نہیں رحیم تم کل آنا، ابھی اسپتال میں تمہارا کوئی کام نہیں۔" امینہ کے بجائے عندلیب نے جواب دیا۔ رحیم نے بے چارگی سے امینہ کی جانب دیکھا تو اس کی آنکھوں میں چمکتے محبت کے جگنو جیسے اس کے دل کی دنیا جگمگا گئے۔ بہت دنوں بعد اس نے امینہ کی نظروں میں اپنے لیے ایک پیار سا دیکھا تھا۔ رحیم کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی زندگی پر چھائی ہوئی خزاں شاید بہار میں بدلنے جا رہی ہے۔ قدرت نے اسے اچانک ہی امینہ کے دل میں جگہ بنانے کا موقع فراہم کر دیا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ جب امینہ کے دھتکار دینے کے بعد وہ بہت دل برداشتہ سا سڑک پر گھوم رہا تھا اور اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے امینہ کو مولوی فضل کے ساتھ شادی پر راضی کرے۔ تبھی اچانک اس کے ذہن میں آیا کہ وہ کیوں نا مسز رازی کو فون کر کے ان کی خوشامد کرے کہ وہ امینہ کو راضی کرنے میں اس کی مدد کریں۔ بدلے میں وہ تمام زندگی مفت میں ان کی خدمت کرے گا۔ یہ خیال آتے ہی وہ جلدی سے قریبی ایک دکان میں فون کرنے گھس گیا۔ اس کی جیب میں مسز رازی کا فون نمبر پڑا ہوا تھا جو کچھ دنوں پہلے امینہ نے دیا تھا۔ اس نے فون ملایا تو کچھ گھنٹیاں جانے کے بعد ایک آدمی نے فون اٹھایا تھا جس کی آواز بہت عجیب سی تھی۔

"ارے کہاں بھاگ رہی ہو تم لوگ؟" اس شخص کی جنونی آواز نے رحیم کے رونگٹے کھڑے کر دیے۔ اس شخص نے شاید فون بند نہیں کیا تھا۔ ریسیور ایسے ہی چھوڑ کر چلا گیا تھا کیونکہ رحیم کو امینہ اور عندلیب کی خوفزدہ آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ رحیم نے گھبرا کر فون رکھ دیا اور دکان دار پر اپنا خوف ظاہر کیا، اتفاق سے سامنے ہی درخت کے سائے میں ایک پولیس موبائل کھڑی ہوئی تھی۔ دکان دار کے مشورے پر وہ بھاگتا ہوا ان کے پاس گیا تھا اور اس سارے قصے کو سننے کے بعد پولیس

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Komer.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موبائل فوری طور پر اسے بٹھا کر مسز رازی کے گھر پہنچ گئی تھی اور یوں ایک بھیانک واقعہ رونما ہونے سے بال بال بچ گیا تھا لیکن رحیم کو نہ جانے کیوں یہ گماں ہو رہا تھا کہ یہ واقعہ شاید صرف اس کی قسمت بدلنے کے لیے پیش آیا ہے ورنہ وہ اس قصے کا مرکزی کردار کبھی نہ بنتا جس نے عین موقع پر پہنچ کر امینہ کی جان بچائی تھی۔

☆☆☆

''بھائی، آپ کہاں ہیں؟'' انیلا کی بے تابانہ آواز سن کر عفان کچھ پریشان سا ہو گیا۔

''کیوں، سب خیریت ہے نا؟'' اس کے پوچھنے پر انیلا روہانسی سی ہو گئی۔

''بھائی سارا قصور میرا ہے، یہ میرا ہی آئیڈیا تھا جس نے ایمان کو اتنا رُلا دیا۔''

''صاف صاف بتاؤ کیا بات ہے؟'' عفان اس کی بات پر جیسے بے چین ہو گیا تب انیلا نے ڈرتے ڈرتے اسے ایمان کی طرف سے دی جانے والی سرپرائز پارٹی کے بارے میں سب کچھ بتایا۔

''اوہ گاڈ، یہ تو بہت ہی برا ہوا۔'' عفان بہت صدمے سے بولا۔

''بھائی آپ سوچ نہیں سکتے کتنا انتظام کیا تھا ایمان اور شازی نے۔ بہت سارے لوگوں کو بھی انوائٹ کر لیا تھا۔ شازی بتا رہی تھی کہ لاؤنج تو ایمان نے اتنی خوب صورتی سے سجایا تھا کہ کیا ایسی ڈیکوریشن کسی کی شادی پر ہو سکتی ہے۔ بھائی پتا ہے، ایمان کو آپ کے جانے سے اتنا شاک پہنچا ہے کہ وہ صرف روئے جا رہی ہے کسی سے بات ہی نہیں کر رہی۔'' انیلا نے بے حد تاسف سے مزید بتایا۔

''سنو انیلا تم فوراً ایمان کے گھر جاؤ، یہ پارٹی ہرگز کینسل نہیں ہونی چاہیے۔ کہہ دینا کہ بھائی کو سیٹ نہیں ملی۔ فلائٹ فل تھی۔ میں واپس آ رہا ہوں اور انیلا ان لوگوں کو ہرگز یہ بات مت بتانا کہ تم نے مجھے اس سرپرائز پارٹی کے بارے میں بتا دیا ہے ورنہ ان لوگوں کا سارا مزہ کرکرا ہو جائے گا خاص طور پر ایمان کی آدھی خوشی ختم ہو جائے گی۔'' عفان بہت بے تابی سے انیلا کو سمجھا رہا تھا اور وہ فرطِ مسرت سے منہ کھولے اس کی بات سن رہی تھی۔

''اوہ بھائی تو کیا سچ مچ آپ کو سیٹ نہیں ملی۔ سچ آپ کی اس کال نے جیسے ہم سب کو ایک نئی زندگی دے دی ہے۔ شکر خدا کا کہ آپ نے فوراً ہی گھر فون کر دیا۔ آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ایمان کو بھی فوری فون کر کے اپنے پروگرام کے کینسل ہونے کا بتا دیں اور انجان بن کر شام کا کوئی پروگرام رکھنے کا کہیں۔'' انیلا کے تیز ذہن نے فوراً ہی پلان بنا لیا۔

''ہاں یہ ٹھیک ہے، ویسے بھی ایمان کی دو تین مس کال مجھے اپنے موبائل پر نظر آ رہی ہیں۔ میں نے اپنا فون سائلنٹ پر کیا ہوا تھا۔ اچھا تم لوگ ابھی ایمان کے گھر چلے جاؤ۔ میں ذرا دیر سے وہاں پہنچتا ہوں تاکہ سب مہمان بھی آ جائیں اور سنو مما کو بھی یہ بات پتا نہیں چلے کہ مجھے اس سرپرائز پارٹی کے بارے میں پتا چل گیا ہے وہ یقیناً اپنے ایکسپریشن سے بھانڈا پھوڑ دیں گی۔'' عفان نے اسے ہدایات دیتے ہوئے فون بند کر دیا۔ اصل میں اس نے اسلام آباد جانے کا پروگرام بنایا ہی نہیں تھا۔ بس روحی سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق چونکہ اسے آج کے دن ایمان سے دور رہنا تھا تو اس نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر اپنے ہاکس بے والے ہٹ میں ہلا گلا کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا۔ اتفاقاً ان سب کو اس کی سالگرہ کا پتا چل گیا تھا اور انہوں نے ٹریٹ دینے کے لیے شور مچایا ہوا تھا۔ مما اور انیلا کو اسلام آباد

جانے کی اطلاع اس نے اپنے ڈرائیور کے ذریعے سے دی تھی کہ وہ لوگ اس وقت گھر پر نہیں تھیں اور احسان صاحب ویسے ہی بزنس ٹرپ پر ملک سے باہر تھے سو اسے کوئی پرابلم نہیں ہوئی۔ فائیو اسٹار ہوٹل کے زبردست کھانے کو پیک کروا کے وہ لوگ کچھ دیر پہلے ہی ہٹ پر پہنچے تھے۔ عفان کو دو تین مرتبہ ایمان کی کال اپنے موبائل پر موصول ہوئی تھی لیکن اس نے دانستہ فون نہیں ریسیو کیا تھا۔ اس کا پروگرام تھا کہ کچھ گھنٹوں کے بعد وہ خود فون کر کے اس کو بتا دے گا کہ وہ اس وقت اسلام آباد میں ہے لیکن پھر انیلا کی بھی جب دو تین بار لگاتار کالز اس کے موبائل پر آتی رہیں تو اسے کچھ تشویش سی ہوئی تھی تبھی اس نے بے اختیار انیلا کو کال کر لی تھی اور اب ساری حقیقت جاننے کے بعد اسے سب سے زیادہ غصہ روحی پر آ رہا تھا جسے ایمان کی بیسٹ فرینڈ ہونے کے ناتے یقیناً اس پارٹی کے بارے میں سب معلوم تھا لیکن اس نے جان بوجھ کر عفان کو اس پارٹی میں جانے سے روکنا چاہا تھا۔

''اب اتنی بھی کیا جیلسی کہ ایک معصوم لڑکی کے جذبات کو اتنی بری طرح سے مجروح کیا جائے۔ اسے اپنے اتنے سارے مہمانوں کے سامنے شرمندہ کر کے اس کا دل توڑ کر روحی کون سا سکون پانا چاہ رہی تھی۔'' عفان کو اس سے شدید نفرت محسوس ہونے لگی۔ اس کے لیے دل میں چھپے خوب صورت جذبے جیسے کہیں ہوا میں تحلیل ہو گئے اور اب اس کے دل میں صرف ایمان کے لیے پیار، ہمدردی اور اس کے آنسوؤں کا دکھ موجزن تھا۔ دوستوں کو اس نے ساری صورتِ حال بتا کر ان سے معذرت چاہی تو اس کے چہرے پر بکھری بے چینی اور بے تابی دیکھ کر کوئی بھی اسے روکنے کی ہمت نہیں کر سکا۔ ویسے بھی عفان کے بے پناہ اصرار پر وہ سب لوگ تو ہٹ میں رک ہی رہے تھے۔

''تھینکس دوستو، تم لوگوں نے میری پرابلم کو سمجھ لیا۔ ویسے میں سمجھ رہا ہوں کہ یہ سارے مزے دار کھانے تم لوگوں کو مجھے بھلانے میں بہت مددگار ثابت ہوں گے۔'' عفان نے ہنستے ہوئے شرارت سے سامنے رکھے کھانوں کے ڈبوں کی طرف اشارہ کیا۔

''ارے بھائی مجنوں اگر ہمیں بھی کوئی لیلیٰ زبردست سرپرائز پارٹی دے رہی ہوتی تو ہم آنکھ اٹھا کر بھی ان کھانوں کی طرف نہ دیکھتے۔'' جاذب ٹھنڈی سانس بھر کر بولا اور پھر دوستوں کے شگفتہ جملوں کی بھرمار میں وہ مسکراتا ہوا کار میں بیٹھ گیا تھا۔ کار چلاتے ہوئے ایمان کا معصوم چہرہ اس کی نگاہوں میں گھوم رہا تھا جسے نادانستگی میں اس سے اتنا بڑا دکھ دے دیا تھا۔ اس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی اب تک تو فرحینہ، انیلا اور مما ایمان کے گھر پہنچ چکے ہوں گے۔

ایمان کے آنسو اب دوبارہ اس کی خوب صورت کھلکھلاتی ہنسی میں ڈھل کر پھر سے اسے ڈھیر ساری خوشیوں سے ہمکنار کر رہے ہوں گے۔ اس نے ایک پُرسکون سانس لیتے ہوئے سوچا تھا اور یہ حقیقت بھی تھی۔ عفان کے فون نے جیسے اس گھر پر چھائی گہری اداسی کو لمحوں میں چمکتی دمکتی خوشیوں میں بدل ڈالا تھا۔ بالکل ایسے ہی جیسے کسی اجڑے ہوئے چمن میں ایک دم سے بہار واپس آ جائے۔ راحت بیگم نے بے اختیار ایمان کو گلے لگا لیا۔ متورم آنکھوں کے ساتھ ہونٹوں پر بے حد خوب صورت مسکراہٹ لیے وہ شازی کو اتنی پیار لگی کہ اس نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتار ڈالی اور پھر سو روپے کا نوٹ اس پر سے وار کر شازی کو دے دیا۔ ایمان کو آج اپنی محبت کی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سچائی پر پورا یقین ہو چلا تھا، یہ اس کی محبت کی طاقت ہی تو تھی جس نے عفان کو جانے سے روک دیا تھا۔ راحت بیگم دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کر رہی تھیں کہ انہوں نے اپنے مہمانوں کو پروگرام کے کینسل ہونے کے بارے میں فون نہیں کیا تھا۔

"ایمان چلو تم جلدی سے ہاتھ لو تمہارے کپڑے پریس ہو چکے ہیں۔ بس تم فٹافٹ تیار ہو جاؤ۔ مہمان آنے ہی والے ہوں گے۔" راحت بیگم نے اس کے ہاتھ سے غبارہ لیتے ہوئے کہا جو وہ شازی کے ساتھ مل کر دیواروں پر لگا رہی تھی۔

"جی امی بس میں جا ہی رہی ہوں۔ ویسے انیلا کہہ رہی تھی کہ عفان شام کو ہم سب کو کہیں باہر لے جانے کا پروگرام بنا رہے تھے اس نے منع کر دیا اور عفان کا ابھی جب فون آیا تو انہوں نے مجھ سے بھی اصرار کیا تھا۔" اس نے جگمگاتی آنکھوں کے ساتھ بتایا۔

"تم نے پھر تو کوئی حماقت نہیں کر دی۔ پتا چلا کہ اس نے کہیں اور پروگرام بنا لیا۔" راحت بیگم نے بہت ہول کر اسے دیکھا۔ ان کی تو صرف یہ ہی سن کر کہ عفان کا اسلام آباد جانا کینسل ہو گیا ہے جان میں جان آ گئی تھی۔ وہ مزید تفصیل میں گئی ہی نہیں تھیں لیکن اس وقت ایمان کی بات سن کر وہ پھر سے گھبرا گئی تھیں۔

"ارے نہیں امی، میرے لیے ایک ہی سبق کافی ہے۔ میں نے فوراً ہی حامی بھر لی اور ان سے یہ بھی کہہ دیا کہ آٹھ بجے تک مجھے پک کر لیجیے گا۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ جب آئیں جب سب مہمان آ چکے ہوں۔" کتنی خوش لگ رہی تھی وہ اس وقت..... راحت بیگم بھی مطمئن ہو کر مسکرا رہی تھیں۔ شہریار صاحب بھی ان لوگوں کے نزدیک چلے آئے۔

"بھئی آج اپنی بیگم اور پیاری پیاری سی بچیوں کو اتنا خوش دیکھ کر دل چاہ رہا ہے کہ عفان کی برتھ ڈے ہر ماہ ہم لوگ ایسے ہی منا لیا کریں۔" راحت بیگم اور شازی ان کی بات پر ہنس دیں جبکہ ایمان کے ہونٹوں پر حیا آمیز مسکراہٹ بکھر گئی۔ وہ اپنے ابو کے بہت نزدیک تھی لیکن شرم و لحاظ کا ایک خوب صورت پردہ ہمیشہ اس نے درمیان میں رکھا تھا۔

ایمان جب تیار ہو کر کمرے سے باہر آئی تو انیلا اور فرحینہ اپنی ممانی راحیلہ بیگم کے ساتھ وہاں آ چکی تھیں۔ قہقہوں اور مسکراہٹوں کے دوران عفان کے اسلام آباد چلے جانے کی اطلاع اور پھر اس کے پروگرام کے کینسل ہونے کی باتیں ہو رہی تھیں۔ ایمان پر نظر پڑتے ہی جیسے سب کی نگاہیں ایک پل کو اس پر جم ہی گئیں۔ پنک اور بلیک کلر اس پر کچھ زیادہ ہی سوٹ کر رہا تھا۔ سچی خوشی کی چمک اس کے چہرے پر چاندنی بن کر بکھری ہوئی تھی۔ اتنا حسن سمٹ آیا تھا اس کے وجود میں کہ سب کی آنکھیں خیرہ ہوئی جا رہی تھیں۔

"افوہ، آج تو میری بیٹی اتنی خوب صورت لگ رہی ہے کہ دل چاہ رہا ہے کہ آج ہی اسے اپنے گھر لے جاؤں۔" راحیلہ بیگم نے بے اختیار اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔

"تو پھر دیر کس بات کی ہے کیوں نہ آج ہی ہم کوئی تاریخ رکھ لیں۔ اگلے ماہ میرے ایگزامز بھی ختم ہو رہے ہیں۔" انیلا حسبِ معمول بہت پُرجوش ہو گئی۔

"ارے ابھی تمہارے پاپا ملک سے باہر ہیں۔ ان کے بغیر بھلا کیسے تاریخ رکھی جا سکتی ہے؟" راحیلہ بیگم نے فوراً ہی اس کا آئیڈیا مسترد کر دیا۔

"ویسے انیلا بات بہت زبردست کہہ گئی ہے۔

میں بھی اس سے پوری طرح متفق ہوں۔ مما صرف ایٹ ہی تو رکھنی ہے۔ آج فل فلیش سرپرائز ملنا چاہیے عفان کو۔" فرحینہ کو انیلا کا آئیڈیا بے حد بھا گیا تھا۔

"بھئی بچیاں کہہ رہی ہیں تو ہمیں ان کا دل رکھنا چاہیے۔ ویسے بھی آج کا دن پل پل نئی نئی کروٹیں بدل رہا ہے۔ بھابی آپ کہیں تو میں ابھی احسان سے بات کیے لیتا ہوں۔" شہریار صاحب کی بات پر شازی، انیلا اور فرحینہ نے بے اختیار یا ہو کا نعرہ اتنی زور سے لگایا کہ کام کرتے ملازمین گھبرا کر اندر چلے آئے۔ راحیلہ بیگم گومگوی کیفیت میں بیٹھی تھیں جبکہ ایمان شرمائی گھبرائی سی ان تینوں لڑکیوں کی چیئر خانی کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ راحت بیگم الگ شہریار کو آنکھیں دکھا رہی تھیں بھلا اچانک تاریخ رکھنے کی کون سی تک تھی لیکن لگتا تھا کہ شہریار خود دل ہی دل میں یہ چاہ رہے تھے۔ کچھ عرصے قبل کے ہارٹ اٹیک نے انہیں تھوڑا سا خوفزدہ کر دیا تھا اور دوسرے وہ منگنی کو اتنا لمبے عرصے رکھنے کے قائل بھی نہیں تھے بلکہ بقول راحت بیگم ایک سال کا عرصہ اتنا زیادہ تو نہیں ہوتا۔ آخر انہیں بھی تیاری کے لیے کچھ وقت چاہیے تھا لیکن آج کا دن شاید سچ مچ اپنے جادو کے پٹارے میں سے حیران کر دینے والے لمحات نکال رہا تھا۔ پہلے عفان کا اسلام آباد جانا پھر اچانک لوٹ آنا اور اب ایک دم سے ان دونوں کی شادی کی تاریخ کا اچانک ٹھہر جانا بھی حیرت آمیز لگ رہا تھا۔ شہریار صاحب نے احسان صاحب سے بات کی تو انہیں ذرا بھی اعتراض نہیں ہوا۔ فوراً ہی کیلنڈر لینے شازی کمرے کی طرف دوڑی۔

"اسلامی کیلنڈر بھی ساتھ ہی لیتی آنا تاکہ نیک تاریخ رکھ لی جائے۔" راحت بیگم نے پکار کر کہا۔

اچانک اس نئے پروگرام نے انہیں بوکھلا سا دیا تھا۔ ایمان بھی شازی کے پیچھے پیچھے ہی کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس کا دل بے حد خوش کن احساسات سے دوچار تھا اس کے اللہ نے اس کے دامن کو خوشیوں کے مہکتے پھولوں سے بھر دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے دکھ اور آنسوؤں کی تلافی کے طور پر قدرت جیسے اس پر مہربانیوں کی بارش کیے جا رہی تھی۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر ایک ماہ بعد کی تاریخ طے کر دی گئی۔

"سوچ لیں راحیلہ، پتا نہیں عفان کو ہمارا یہ فیصلہ پسند بھی آئے گا یا نہیں۔" راحت بیگم ابھی بھی متذبذب تھیں۔

"ارے راحت، تم پریشان کیوں ہو رہی ہو۔ عفان کے لیے تو یہ اس کی برتھ ڈے کا سب سے بڑا گفٹ ہو گا۔ وہ تو دل سے چاہ رہا تھا کہ یہ شادی جلدی ہو جائے۔ بس ہم بڑوں کے فیصلے پر خاموش ہو گیا تھا۔" راحیلہ بیگم نے مسکراتے ہوئے انہیں تسلی دی۔ لڑکیوں نے مارے خوشی کے ایک ہنگامہ بپا یا ہوا تھا۔ انیلا جا کر ایمان کو سب کے درمیان لے آئی تھی۔ بڑا ہنستا مسکراتا، خوشگوار سا ماحول لگ رہا تھا۔ تبھی ایمان کو اچانک ہی رومی کا خیال آیا۔

"ارے امی، رومی ابھی تک نہیں آئی۔ ذرا اسے فون تو کر لیں۔" راحت بیگم نے بے اختیار ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"افوہ، میں تو بھول ہی گئی رومی کا فون آیا تھا۔ اس وقت میں عفان کے اسلام آباد چلے جانے کی ٹینشن میں تھی، میں نے اس کو بھی ساری سچوئیشن بتا کر پریشان کر دیا تھا اور اب دوبارہ میں اس کو فون کرنا بھول ہی گئی۔ وہ تو گھبرا کر اس وقت آ رہی تھی پتا نہیں اب تک کیوں نہیں آئی۔" راحت بیگم کے تفصیل بتانے پر ایمان نے فوراً ہی رومی کے گھر پر

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فون ملایا جو ریاض صاحب نے ریسیو کیا۔

''انکل آپ لوگ ابھی تک پہنچے نہیں۔ مہمان آنا شروع ہو گئے ہیں۔''

''لیکن بیٹا تمہاری آنٹی تو بتا رہی تھیں کہ پارٹی شاید کینسل ہو گئی ہے۔'' ریاض انکل نے حیرانی سے پوچھا۔

''جی انکل کچھ مسئلہ ہو گیا تھا لیکن اب سب ٹھیک ہے۔ بس امی، آنٹی اور رومی کو بتانا بھول گئیں۔ پلیز بس آپ لوگ جلدی سے آجائیں۔'' ایمان کے بتانے پر ریاض صاحب ہنس دیے۔

''لو بھئی، یہاں پر فضول میں ہم سب اتنا پریشان رہے۔ رومی اور فائزہ تو اسی وقت آرہے تھے لیکن اچانک ہی ارجمند اپنے شوہر کے ساتھ آگئی۔ تمہیں تو وہ یاد ہو گی میری بھانجی ہے۔ تم لوگ اس کی شادی میں بھی شریک ہوئے تھے۔'' ریاض صاحب ہر بات بہت تفصیل سے کرتے تھے۔

''جی انکل..... لیکن ابھی رومی کہاں ہے؟'' ایمان نے کافی عجلت میں پوچھا کہ مہمانوں کے آنے کا سلسلہ جاری تھا۔

''وہ لوگ بس پانچ منٹ ہوئے گھر سے نکلی ہیں۔ تھوڑی دیر میں پہنچ جائیں گی۔''

''لیکن بیٹا رومی تو فنکشن کے لحاظ سے کپڑے پہن کر ہی نہیں گئی ہے۔ تمہیں تو پتا ہے کہ وہ کتنی کانشس ہے ڈریسنگ کے معاملے میں اب اس کو تم ہی کو ڈیل کرنا ہے۔'' ریاض صاحب نے اسے وارن کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ گاڈ! رومی تو مجھے مار ڈالے گی۔ امی آپ نے بہت گڑبڑ کر دی۔'' ایمان کافی پریشان سی راحت بیگم کے پاس آکر بولی۔

''کیا مطلب؟'' راحت بیگم نے حیرانی سے پوچھا۔

''مطلب یہ کہ رومی بالکل عام سے کپڑوں میں ہمارے گھر آرہی ہے۔ قسم سے امی مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ واپس نہ چلی جائے۔ بہت بڑا بلنڈر کر دیا آپ نے امی اس کو دوبارہ فون نہ کر کے۔''

''ہاں بیٹا مجھ سے واقعی غلطی ہو گئی اور وہ لڑکی اپنی تیاری کے معاملے میں کچھ زیادہ ہی جنونی واقع ہوئی ہے۔ دیکھنا کیسا ہنگامہ کرتی ہے۔'' راحت بیگم نے فکر مندی سے کہا تبھی شازی ان دونوں کے قریب آگئی۔

''چلو ایمان تم لاؤنج میں چلو۔ تقریباً سارے مہمان آچکے ہیں اور عفان بھائی کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔ ہماری ساری پلاننگ دھری کی دھری رہ جائے گی۔'' شازی بے حد ایکسائٹڈ ہو رہی تھی۔ ان لوگوں کا پلان تھا کہ جب عفان ایمان کو لینے آئے گا تو شازی اسے لے کر لاؤنج میں آئے گی جو مکمل طور پر اندھیرے میں ڈوبا ہو گا۔ شازی جیسے ہی لائٹ جلائے گی تو سجے سجائے لاؤنج میں خوب صورت لباسوں میں ملبوس سارے مہمان بہ آواز بلند ہیپی برتھ ڈے ٹو یو گائیں گے جبکہ ایمان کے ہاتھوں میں خوب صورت بوکے ہو گا جو وہ آگے بڑھ کر عفان کے ہاتھوں میں دے گی۔ ایمان کچھ الجھی ہوئی سی لاؤنج میں چلی آئی۔ یہاں انیلا میز کے اوپر رکھے کیک پر موم بتیاں لگا رہی تھی لیکن اس وقت ایمان کی خوشی میں رومی کی خفگی کا خوف بھی شامل ہو گیا تھا۔ تبھی اسے دروازے سے رومی اور فائزہ آنٹی اندر داخل ہوتے ہوئے نظر آئے۔ فائزہ آنٹی کی آنکھوں میں حیرت تھی جبکہ رومی ناقابلِ یقین آنکھوں سے یہ منظر دیکھتے ہوئے تھوڑا سا لڑکھڑا گئی اور بے اختیار اس نے فائزہ بیگم کا سہارا لے لیا۔ لائٹ بلو کاٹن کے

سوٹ میں بہت ہلکا سا میک اپ کیے ہوئے وہ جیسے زرد ہوئی جا رہی تھی۔ سامنے کھڑی ایمان کا بے حد حسین روپ جیسے ایک قیامت بن کر اس کے دل کے ہزار ٹکڑے کرنے لگا۔ ایمان نے سہم کر اسے دیکھا تب ایک دم ہی مقصودہ دوڑتی ہوئی آئی اور پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان بتایا۔

''عفان صاحب آگئے ہیں۔ شازی بی بی انہیں لے کر ادھر آنے والی ہیں۔'' اور پھر دوسرے ہی لمحے اس نے بہت تیزی سے لاؤنج کی ساری لائٹس آف کر دیں۔ پروگرام کے مطابق لاؤنج میں مکمل خاموشی چھا گئی۔ کسی کو موقع ہی نہیں مل سکا کہ وہ فائزہ بیگم اور رومی سے کوئی معذرت کر سکتا۔ ایمان کے دل میں سوچے ہوئے بے شمار جملے اس کے دل میں ہی رہ گئے۔ رومی کے چہرے پر بکھرے ہوئے تاثرات جیسے ایمان کو دہلا ہی گئے تھے لیکن اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھ کر کوئی صفائی دیتی اچانک ہی لائٹ آف ہو جانے کی وجہ سے وہ اپنی جگہ کھڑی ہی رہ گئی اور کچھ لمحوں کے لیے اس کا دھیان صرف عفان کی طرف ہو گیا۔ دل ایک عجیب سی خوشی اور سرشاری سے زور زور سے دھڑکنے لگا اور دوسری طرف کچھ لمحوں کا اندھیرا جیسے ہمیشہ کے لیے رومی کو اپنے دل میں اترتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ یہ عفان نے اس کے ساتھ کون سا کھیل کھیلا تھا۔ اس کی محبت اس کے جنون اس کی دیوانگی کو شاید وہ محض ایک تفریح کے طور پر لے رہا تھا۔ اس کو بے وقوف بنا رہا تھا اور وہ پاگلوں کی طرح اس کے وعدے پر یقین کر بیٹھی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ ایمان کا ہے وہ بلاوجہ ہی اس کی پُرفریب باتوں کے سحر میں کھو کر اپنے آپ کو مٹاتی رہی۔ رومی کے دماغ میں جیسے چنگاریاں اٹھ رہی تھیں۔ اتنا شدید شاک لگا تھا اسے کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال ہی نہیں پا رہی تھی۔ دل لگتا تھا کہ بند ہو جائے گا۔ پھر اچانک ہی لاؤنج روشنی سے جگمگا اٹھا۔ عفان دروازے پر کھڑا شدید حیرت کے عالم میں اتنے سارے لوگوں کو ہیپی برتھ ڈے گاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ پریوں جیسے حسن والی ایمان مسکراتے ہوئے بوکے ہاتھ میں لیے اس کی جانب بڑھنے لگی۔ جگ مگ کرتے لاؤنج میں وہ تالیوں کی گونج میں جب عفان کے ہاتھوں میں بوکے تھمانے لگی تو رومی کو بہت زور کا چکر آیا۔ اس کو ایسا لگا جیسے پورا لاؤنج گھوم رہا ہے۔ عفان نے بہت پیار بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بوکے تھام لیا۔ اس خوب صورت منظر کو بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے موبائل کیمروں میں قید کر لیا تھا اور اب وہ دونوں انیلا، شازی اور فرحینہ کے جلو میں کیک کی جانب بڑھ رہے تھے۔ دفعتاً ایمان کی نظر رومی پر پڑی جو اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے ان لوگوں کو دیکھتے ہوئے بالکل ساکت کھڑی تھی۔ ایمان جیسے ایک دم سے ان پُرسحر لمحات سے باہر نکل آئی اور وہیں سے اشارہ کر کے رومی کو اپنی طرف بلا لیا لیکن اسے یوں گم صم خاموش کھڑا دیکھ کر وہ عفان سے معذرت کرتے ہوئے تیزی سے رومی کی جانب آئی اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''سوری رومی، خدا کی قسم یہ سب بہت نادانستگی میں ہوا۔ مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ تمہاری امی سے کب بات ہوئی۔ میں تو یہی سمجھ رہی تھی کہ تم پارٹی کے لیے تیار ہو کر آرہی ہو، وہ تو دس منٹ پہلے امی نے جب مجھے بتایا کہ.....'' لیکن ایمان کی بات ادھوری رہ گئی کیونکہ رومی نے شدید غصے کے عالم میں بری طرح سے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

''یو جسٹ شٹ اپ ایمان، تمہارا بس چلتا تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تم مجھے اس سے بھی برے حلیے میں بلاتیں۔ تم سے تو اچھے میرے دشمن ہوں گے۔'' اس کے لہجے میں شعلے برس رہے تھے۔ ایمان اس کے اتنے شدید ردِّ عمل پر شاکڈ رہ گئی جبکہ فائزہ بیگم جو راحت بیگم سے محوِ گفتگو تھیں فوراً ہی اس پیچیدہ صورتِ حال کو سنبھالنے ان لوگوں کے نزدیک آگئیں۔ عفان جو کہ ایمان کا منتظر تھوڑے سے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا اور بغور رومی کا ری ایکشن دیکھ رہا تھا وہ بھی تیز قدموں سے ان کے پاس آگیا۔ فائزہ بیگم نے رومی کو گھورتے ہوئے ڈانٹا۔

''ارے پاگل ہوگئی ہو رومی، اس میں ایمان کا بھلا کیا قصور، وہ تو خود اپنی پریشانی میں تھی۔ راحت بے چاری اتنی معذرت کر رہی ہیں۔ چلو اپنا موڈ صحیح کرو۔''

''نہیں، میں واپس گھر جا رہی ہوں، مجھے یہاں ایک منٹ نہیں رکنا۔'' وہ جیسے غصے سے پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ ایمان کے بے حد خوب صورت ڈریس اور جگمگاتے روپ کے سامنے اسے اپنا آپ بے حد کم تر اور حقیر لگ رہا تھا اور اس پر ستم یہ کہ وہ دشمنِ جاں اپنا کیا ہوا وعدہ بھلا کر اس کا مان توڑ کر اس کے خوابوں کو بری طرح سے روند کر اس وقت کیسے ایمان کی سپورٹ کے لیے اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا تھا اور آج تو وہ اسے اس منگنی والے روز سے بھی زیادہ بیگانہ محسوس ہوا تھا بلکہ اس وقت اس کی آنکھوں میں وہ اپنے لیے ایک عجیب سی نفرت بھی دیکھ رہی تھی اور جب وہ بولا تو جیسے رومی کو ذلت کی عمیق گہرائیوں میں دھکیل گیا۔

''ایمان اتنا خوب صورت سرپرائز دینے کے بعد کیوں نیگیٹو لوگوں کی باتوں کی وجہ سے میری خوشی کو ختم کر رہی ہو۔ آج کا دن صرف میرا اور تمہارا ہے۔'' وہ بڑے بے درد انداز میں کہتا ہوا ایمان کا ہاتھ تھام کر اسے واپس کیک کی میز کی جانب لے گیا۔ جہاں سب ان دونوں کے منتظر کھڑے تھے۔ ایمان جاتے ہوئے بھی پلٹ پلٹ کر رومی کو دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں میں جیسے ایک التجا سی تھی لیکن رومی کی آنکھوں کے سامنے تو جیسے اندھیرا سا چھا گیا تھا۔ نفرت کا اندھیرا، غصے کا اندھیرا..... وہ تیزی سے پلٹی اور بھاگتے ہوئے باہر چلی گئی۔ راحت بیگم اور فائزہ بیگم بھی اس کے پیچھے تقریباً دوڑتے ہوئے باہر آگئیں۔

''رومی، بیٹا! میری غلطی کی سزا ایمان کو کیوں دے رہی ہو۔ اس بے چاری کو تو کچھ پتا بھی نہیں تھا۔'' راحت بیگم نے ملتجی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''میں کون ہوتی ہوں کسی کو سزا دینے والی..... بس آنٹی میرا دل نہیں چاہ رہا۔ پلیز مجھے مت روکیں۔'' وہ گھٹتے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

''دیکھو رومی، آج تمہاری دوست کا اہم دن ہے جو اسے تمہارے بغیر بہت ادھورا لگے گا۔ بیٹا آج اس کی شادی کی ڈیٹ بھی تمہارے انکل اناؤنس کرنے جا رہے ہیں۔'' راحت بیگم نے اپنے حساب سے اسے منانے کے لیے اسے روکنے کے لیے بہت اچھی خبر سنائی تھی لیکن وہ نہیں جانتی تھیں کہ یہ خبر ایک بہت بڑی قیامت بن کر رومی کے سارے وجود کو خاکستر کر گئی ہے۔ وہ جواب دیے بنا تیزی سے کار میں جا کر بیٹھ گئی۔ اس سے پہلے کہ فائزہ بیگم اسے روکتیں یا اس کے ساتھ خود بھی بیٹھ جاتیں اس نے بے حد تیزی کے ساتھ کار ریورس کی اور زن سے ان دونوں کے نزدیک سے گزرتی ہوئی گیٹ سے باہر نکل گئی۔ وہ دونوں ہکا بکا کھڑی کار کو بہت تیز رفتاری

سے باہر جاتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔

☆☆☆

''امینہ تمہاری وجہ سے آج ہم سب لوگ زندہ سلامت بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُف خدایا اگر تم ہمت نہ کرتیں تو نہ جانے کیا ہو جاتا۔'' عندلیب نے جھرجھری سی لیتے ہوئے کہا تو امینہ جوس کا گلاس مسز رازی کے ہاتھوں میں تھماتے ہوئے مسکرا دی۔

''بس عندلیب بی بی، مجھے اس وقت صرف آپ کے بچوں کی فکر تھی۔ وہ جنونی آدمی ان کو بہت زیادہ نقصان پہنچا سکتا تھا۔ اللہ کسی کو اولاد کی پریشانی نہ دکھلائے اور ویسے عندلیب بی بی ہم سب کی جان بچانے میں سب سے بڑا ہاتھ تو رحیم کا ہے اگر وہ پولیس کو لے کر وقت پر نہیں پہنچتا تو سمجھیں غضب ہی ہو گیا۔''

''امینہ اس کا مطلب ہے کہ تمہارے خیالات میں کچھ تبدیلی آ رہی ہے؟'' مسز رازی نے ان کے چہرے سے بہت کچھ بھانپ لیا تھا۔ امینہ نے سر جھکا لیا۔ اس سے قبل کہ مسز رازی کچھ اور پوچھتیں اچانک ہی عندلیب کا موبائل گنگنا اٹھا۔ دوسری طرف شاہد تھا اور وہ عندلیب سے اس واقعے کی تفصیل پوچھ رہا تھا۔ فہد نے فون کر کے اسے مسز رازی کی طبیعت کی خرابی کے بارے میں بتاتے ہوئے مختصراً اس پاگل کے گھر میں گھس آنے کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔ عندلیب سے پورا قصہ سننے کے بعد وہ کچھ ناراضی سے بولا۔

''تم لوگوں کو پتا ہے کہ آج کل حالات کتنے خراب ہیں۔ دروازہ ہمیشہ لاک رکھنا چاہیے۔ خیر تم اس امینہ اور اس کے آدمی کو میری طرف سے پانچ ہزار روپے انعام دے دینا، میں ابھی تمہارے اکاؤنٹ میں پیسے جمع کروا دیتا ہوں۔'' اور پھر عندلیب کو مزید کچھ ہدایتیں دیتے ہوئے اس نے عندلیب سے ماں کو فون دینے کو کہا۔

''امی اللہ کا شکر ہے کہ آپ ٹھیک ہیں، میں تو بہت پریشان ہو گیا تھا۔'' بیٹے کی آواز سن کر مسز رازی کا دل بھر آیا۔

''بیٹا تم کب آؤ گے۔ اب تم لوگوں کے بغیر رہا نہیں جا رہا۔'' ان کی آواز بھرا گئی۔

''امی میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔ فی الحال چھٹی نہیں مل رہی۔'' شاہد نے انہیں تسلی دینے کی کوشش کی۔

''نہیں شاہد بس اب تم آ جاؤ..... یہیں میرے پاس رہو، میرا دل بہت گھبراتا ہے۔'' اس بار وہ بے اختیار رو دیں۔

Monthly Digest
SUSPENSE سسپنس
SARGUZASHT سرگزشت
PAKEEZA پاکیزہ
JASOOSI جاسوسی
مکتبہ اہلا وسہلا
Sole Distributor
ویلکم بک شاپ
WELCOME BOOK SHOP
P.O.Box 27869
Karama,Dubai
Tel: 04-3961016
Fax: 04-3961015
Mobile: 050-6245817
E-mail: welbooks@emirates.net.ae
JD Group of Publications

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اچھا، اچھا امی آپ روئیں تو مت۔ لیں شہلا سے بات کریں۔'' شاہد نے فون اپنی بیوی کو تھما دیا۔ شہلا نے بھی حال چال پوچھ کر فارملیٹی پوری کرلی۔ دونوں بچے اسکول کالج گئے ہوئے تھے سو ان سے تو بات ہی نہ ہوسکی۔ پھر عندلیب نے ان سے فون لے لیا۔

''بھائی آپ نے شیرازی کو امی کی طبیعت کے بارے میں بتایا نہیں کیا؟'' عندلیب کو اچانک ہی یاد آیا تو اس نے شاہد سے پوچھا۔

''ہاں، میں نے بتادیا ہے وہ ابھی آفس میں تھا گھر پہنچ کر فون کرے گا۔'' پھر کچھ ادھر اُدھر کی باتیں کر کے عندلیب نے فون بند کردیا۔ امینہ، مسز رازی کو پانی پلا رہی تھی جن کے آنسو ابھی بھی رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

''امی پلیز یوں رو کر اپنی طبیعت کو مزید خراب مت کریں۔ اُدھر بے چارے بھائی بھی بلاوجہ ہی آپ کی وجہ سے پریشان رہیں گے۔ دور رہنے والوں سے ایسے تھوڑی ہی بات کی جاتی ہے۔'' عندلیب نے ماں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''کیا کروں عندلیب، مجھے اپنے تینوں بچے بہت یاد آرہے ہیں لیکن پتا نہیں کیوں انہیں میری یاد نہیں آتی۔'' وہ اتنی بے بسی سے بولیں کہ امینہ کا کلیجا کٹ کر رہ گیا جبکہ عندلیب ان کے آنسو پونچھتے ہوئے انہیں پیار سے سمجھانے لگی۔

''آپ کو سب یاد کرتے ہیں امی..... بلکہ فریال تو شاید کل شام تک یہاں پہنچ بھی جائے آپ سو رہی تھیں جب اس کا فون آیا تھا۔''

''ارے اتنی بڑی خبر تم مجھے اب سنا رہی ہو۔'' مسز رازی کے آنسو بھرے چہرے پر خوشی کا عکس جھلملا اٹھا۔

''ارے ہاں امینہ، تمہاری بات تو درمیان میں ہی رہ گئی۔ بقول امی کیا رحیم کے لیے تمہارے دل میں سوفٹ کارنر پیدا ہوگیا ہے۔'' دفعتاً عندلیب کو وہ ادھورا ٹاپک دوبارہ یاد آگیا۔ ویسے بھی وہ دیکھ رہی تھی کہ امینہ کا برتاؤ رحیم کے ساتھ کافی بدلا بدلا سا تھا۔ جب رحیم آیا تھا تو دونوں باہر اسپتال کے... برآمدے میں کتنی دیر کھڑے باتیں کرتے رہے تھے بلکہ جب وہ امینہ کو بلانے باہر آئی تھی تو اس نے دیکھا تھا کہ رحیم، امینہ کے آنچل سے اس کے آنسو پونچھ رہا تھا۔

''بولو امینہ، کیا خدانخواستہ تم رحیم کی خاطر اس مولوی فضل سے نکاح کرلوگی؟'' عندلیب نے اس کی خاموشی پر کچھ ہول کر اس سے پوچھا جبکہ مسز رازی بھی سب کچھ بھول کر اب بڑی فکرمندی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''عندلیب بی بی میں بہت تنہا ہوں جی..... اور رحیم بھی بالکل اکیلا ہے کل جب اس نے مجھے اپنی پناہ میں لے کر اس پاگل سے بچایا تھا تب اس وقت مجھے محسوس ہوا جیسے اس دنیا میں کوئی ایسا ہے جو مجھے ہر خوف سے بے نیاز کر کے اپنے اندر چھپالے گا۔ بیگم صاحبہ ہم دونوں نے بہت لمبا عرصہ ساتھ گزارا ہے۔ انشاء اللہ میرے حمید اور رشید بھی ضرور مل جائیں گے پھر ہم سب اکٹھا رہیں گے۔'' وہ رک رک کر بات پوری کررہی تھی۔

''تم کہنا کیا چاہ رہی ہو امینہ؟'' عندلیب نے پریشان ہوکر پوچھا۔

''اگلے جمعے کو میرا نکاح مولوی فضل سے ہے۔'' امینہ نے بے ساختہ روتے ہوئے کہا تھا۔

(باقی آئندہ)

دستِ آئینہ گر

عالیہ حرا

تین بیڈروم، لاؤنج اور ڈرائنگ والے اس فلیٹ میں اس وقت ایک مخصوص سا شور تھا۔ بچوں نے اسکول جانا تھا۔ عمیر نے آفس، ردا سدا کی سست اور کاہل اور آج کا کام کل پر ڈالنے والی..... عین وقت پر اسے کوئی چیز اپنی جگہ پر نہیں ملتی تھی (چیزوں کو اپنی جگہ پر رکھا جائے تو ادھر ہی ملیں گی نا) نتیجتاً عمیر ہمیشہ خفگی کے عالم میں آفس جاتا، کبھی دیر ہوجاتی اور کبھی بچوں کو چھوڑنے میں پرابلم ہوتی۔

Scan & PDF FIZA AHMED FriendsKorner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آج بھی ردا دیر سے اٹھی تھی، اسکول اور آفس سے دیر لازمی تھی رات دیر تک بیٹھ کر فلم دیکھی تھی ابا جی جس لاؤنج کے صوفے پر بیٹھے اخبار دیکھتے ٹیلی ویژن پر نگاہ ڈالتے اس ساری گفتگو کو سن رہے تھے۔ انہیں افسوس ہوتا تھا..... سارا قصور ردا کا تھا اسے گھریلو بجٹ سنبھالنا آتا تھا نہ گھر کا ماحول اور نہ کاموں کو ترتیب سے کرتی تھی۔

"چلو اترو جلدی نیچے....." عمیر اپنا بیگ اٹھا کر باہر نکلا۔

"ناشتا تو کرلیں....." ردا بچوں کے بیگ میں لنچ باکس رکھ کر پیچھے بھاگی۔

"کرلینا تم خود ہی!" عمیر کا خفگی سے بھرا انداز تھا۔ بچے بھی پیچھے بھاگ لیے بیگ گھسیٹتے ہوئے۔ ردا کچن کے دروازے پر کھڑی رہ گئی، عمیر کا ناشتا ہاتھ میں تھا۔ وہی ناشتے کی ٹرے ابا جی کے آگے رکھ دی۔

"آج بھی عمیر نے ناشتا نہیں کیا؟"

"جی، پتا نہیں کس بات کا غصہ رہتا ہے۔"

"تم ذرا جلدی اٹھ جایا کرو۔"

"بس ابا جی..... آج ہی دیر ہوگئی۔" سرسری سے انداز میں کہتے ہوئے وہ مڑ گئی۔

"تمہاری ساس زندہ ہوتیں تو تمہیں پتا چلتا کہ شوہر کو کبھی بھی ناراض کرکے آفس نہیں بھیجنا چاہیے۔ آفس بھیجتے ہوئے اس کا موڈ ہمیشہ خوشگوار ہونا چاہیے۔ اللہ بخشے تمہاری ساس نے ہمیشہ اس اصول کو اپنائے رکھا کبھی جو میں غصے میں آفس گیا ہوں۔" کچن میں جاتے جاتے اک لمحے کے لیے پاؤں رکے پھر آگے بڑھ گئی۔ "میری وجہ سے غصے تھوڑی تھے آج!"

"میں آفس سے آتا تھا تو سب سے پہلے پانی پلاتی تھی، سلام کے بعد۔"

"بس اب ایک طویل لیکچر شروع" ردا نے سر جھٹکا۔

"اور تم..... آہا....." گہری ٹھنڈی سانس بھری۔ "ساس نہیں ہیں سسر کو میری خامیاں گنوانے سے فرصت نہیں..... ساس کی کمی کا احساس نہیں ہوتا۔" اپنے لیے ناشتا بناتے ہوئے بڑبڑائی۔

"شام کو شوہر آئے تو پانی پلایا کرو، رات کو دودھ کا گلاس دو، حلیمی سے محبت سے بات کرو، باہر جاتے وقت خوشی خوشی بھیجو، گھر کی فکریں گھر میں ہی رکھ لیا کرو تاکہ مرد باہر کی فکروں کو ٹھیک سے ڈیل کرسکے۔" گاہے بگاہے ساس کی طرح سمجھاتے رہتے تھے مگر ذرا جو ردا کی عقل میں بات آئے۔

ردا شروع سے ہی لاابالی تھی، طریقہ سلیقہ سمجھاؤ کے ساتھ نہیں تھا۔ اس کے گھر کا ماحول عمیر کے ماحول سے بالکل الگ تھا۔ بے فکری، آزادانہ ماحول، ذمے داری کا احساس نہیں تھا۔ گھر میں نوکر تھے، کام بھی بس ایسے ہی آتے تھے۔ جبکہ سلیقہ، صفائی عمیر کے گھر کے کونے کونے سے جھلکتا تھا، پرانے زمانے کی خواتین ویسے بھی گھر گرہستی کی ماہر ہوتی ہیں، کھانے میں سادگی اور لذت ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔ آئے گئے کا لحاظ، مروت، احترام اور محبت ان کے گھر کا خاصہ تھی۔ ان کی بیٹیاں بھی بہت سلیقہ مند تھیں، مہمان نوازی کی مثال نہیں ملتی تھی بڑی بہو ان کے خاندان کی تھی، اس کا سلیقہ بھی مثالی تھا۔ دوسرے نمبر کے بیٹے فرحان نے کالج میں لڑکی پسند کرلی تھی، زاہدہ بیگم کو اس کی خواہش کی تکمیل کرنی پڑی۔ عمیر کا کوئی جوڑ خاندان میں نہ تھا اس لیے انہیں اچانک ہی ردا ایک تقریب میں پسند آئی یوں وہ رخصت ہوکر آگئی۔

زاہدہ بیگم کی زندگی کم تھی۔ وہ اپنے بچوں کی شادی اپنے سامنے ہی کرنا چاہتی تھیں۔ تاہم انہیں ردا

کے ساتھ زیادہ رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ شادی کے ایک ماہ بعد ہی انہیں بڑے بیٹے کے پاس عمرے کے لیے جانا پڑا۔ وہیں انہیں ہارٹ اٹیک ہوا اور واپسی میں اکبر صاحب اکیلے ہی آئے۔

اگر زندگی کے کچھ دن، کچھ ماہ و سال اور مل جاتے یا انہیں ردا کے پھوہڑپن کا علم ہوتا تو ضرور اللہ سے کچھ مانگ لیتیں اور ردا کو کچھ طریقے سلیقے، گھر داری سکھا دیتیں۔ گھر نوکروں سے نہیں چلتے اور نہ سلیقہ نوکروں کی راجدھانی میں آتا۔ اس کے لیے باقاعدہ ایک تربیت گاہ کی ضرورت ہوتی ہے اور سوشل ورکر آمنہ مصطفیٰ، ردا کی والدہ بھی کوئی اتنی گھریلو خاتون نہیں تھیں جو بیٹیوں کو باریک بینی سے گھریلو زندگی کی رازداریاں سکھاتی ہیں۔ یہ تو وہ ہنرکاریاں ہیں جو شوق سے سیکھی جاتی ہیں اور ذوق سے سکھائی جاتی ہیں اور ردا کو گھریلو ذمے داریاں لدا ہوا بوجھ لگا کرتی تھیں، حالانکہ گھر میں کپڑوں اور صفائی کے لیے ماسی آتی تھی مگر باقیات تو ردا کو خود ہی نمٹانی پڑتی تھیں۔ اسے عمیر سے ہمہ وقت شکایت ہی رہتی تھی۔

"پلیز عمیر آج آؤٹنگ پر چلیں۔"

"آج ڈنر باہر کریں۔"

"آج شاپنگ کا موڈ ہے یا آج بچوں نے بہت تنگ کیا کھانا باہر سے لے آئیں۔"

زندگی اتنی مشکل نہیں تھی جتنی مشکل عمیر کے لیے بن رہی تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں یہ سب نہیں دیکھا تھا۔ شاذونادر ہی ان کے گھر کھانا باہر سے آتا تھا۔ ان کی والدہ ہرفن میں طاق تھیں، کھانا بنانے میں مشاق تھیں۔ وہ چٹخارے، وہ لذت، وہ ذائقہ اکبر صاحب کو پھر نہیں ملا۔ ہاں اپنی بیوی کے اوصاف سناتے کم گنواتے زیادہ تھے۔ شاید بہو کچھ سیکھ لے۔ مگر بہو کی مثال تھی بڈھے طوطے نہیں سیکھتے اور جو سیکھنا چاہیں وہ سیکھ بھی لیتے ہیں۔

اب عمیر خود ہی اس کو اپنے وصف میں ڈھالنے کی کوشش کررہا تھا یا تو انسان ڈھل جاتا ہے شادی کے بعد یا ڈھال لیتا ہے۔ یہاں آکر ردا اینٹھ جاتی، دونوں کی ٹکر ہوجاتی، ردا کا موڈ آف ہوجاتا۔ جو کئی دن تک ماحول میں تناؤ رکھتا پھر امن ہوجاتا، بچوں کی خاطر ایک چکر لگوالاتا اور وہ طعنے مارتی رہتی، بچوں کے لیے میرے لیے کیا کیا۔ جواب میں عمیر مسکراتا، شرارتی نظروں سے دیکھتا اور گنگنائے جاتا۔ عمیر امن پسند، صلح جو، نیک فطرت اور اچھی نیچر کا انسان تھا اور گھر میں بھی سکون چاہتا تھا۔ اکبر صاحب کی کوشش ہوتی کہ ردا، ان کی باتوں کو سنے اور غور کرے مگر ردا اپنی مثال آپ تھی۔ وہ ایک بات پر عمل نہیں کرسکی تھی۔ "مرد جب باہر جائے تو اس کا موڈ خراب نہ ہو، غصے میں نہ جائے اور وہ کسی فرسٹریشن کا شکار نہ ہو۔ مرد کو باہر ہزار لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے ہزار لوگوں کے نکمے کیسے موڈ ہوتے ہیں۔" ردا کو یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی۔ اکثر اس سے عمیر کا موڈ خراب ہوجاتا۔ صبح نہ سہی شام کو..... ردا کی موٹی عقل میں یہ بات نہیں آسکتی تھی۔

☆☆☆

"یار..... یہ گھر میں مہک کیسی آرہی ہے، ماسی سے ذرا صفائی تو ٹھیک سے کروالیا کرو۔" صوفے پر لیٹا ٹی وی دیکھتا عمیر خاصی دیر سے ایک ناگوار سی بو محسوس کررہا تھا۔ کسی کام سے ردا اندر آئی تو میچ دیکھتے ہوئے سرسری سے انداز میں کہا۔

"اچھا کل دیکھوں گی، آج تو میں خود بہت تھک گئی ہوں۔" وہ دھم سے سامنے والے صوفے پر بیٹھی۔

"کیوں..... کیا پہاڑ ڈھولیا تھا اور اس بو کو کل

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تک برداشت کرنا ہوگا اور ابا جی کدھر ہیں؟"

"ابا جی فرحان کی طرف گئے ہیں۔"

"اچھا اسپرے تو کروا دھر یار....."

"ثانیہ اسپرے لے کر آؤ....." ردا وہیں بیٹھے بیٹھے چیخی، عمیر نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"پلیز بچوں سے آہستہ آواز میں تمیز سے تہذیب سے بات کیا کرو، بچے وہی انداز اختیار کرتے ہیں جو دیکھتے، سنتے اور محسوس کرتے ہیں۔" عمیر نے پہلو بدلا۔

"عمیر آپ تو بس نا....." ثانیہ..... اسپرے لے آئی، ساتھ ہی اس نے گھوم گھوم کر کر بھی دیا۔

"شاباش میرا بیٹا....." عمیر نے ہاتھ بڑھا کر پیار کیا۔

"عمیر، کھانا باہر سے منگوالیں..... آج میرا موڈ نہیں تھا پکانے کا۔" عمیر کی ناگواری کو ردا نے محسوس ہی نہیں کیا۔

"یار آج باہر کے حالات ٹھیک ہی نہیں ہیں گھر میں کچھ بنالو۔"

"باہر کے حالات کب ٹھیک ہوتے ہیں بس اس موڑ تک تو جانا ہے، لائیں میں لے آؤں جا کر۔" ریلیکس سے انداز میں کہا۔

"تمہیں میری بات سمجھ نہیں آرہی۔"

"تو آپ کو کون سی میری بات سمجھ آتی ہے۔" ردا نے ٹھنک کر کہا۔ گھر کا بکھرا بکھرا سا ماحول، ناگوار سی بو، ردا کا مارے بندھے کا انداز عمیر کو غصہ آرہا تھا آج آفس میں کام کی زیادتی کی وجہ سے سر میں درد تھا اور ردا اس کے گریز کو سمجھ ہی نہیں رہی تھی۔

"میں نے کون سی اتنی بڑی بات کہہ دی ہے۔"

"دیکھو باہر کتنی ٹینشن ہے کتنی گولیاں چل رہی ہیں ٹارگٹ کلنگ کی وجہ سے۔"

"پتا نہیں وہ کون سے شوہر ہوتے ہیں جو بیویوں کے کہنے پر چلتے ہیں۔" ردا نے مصنوعی خفگی بھرے انداز میں دیکھا اور اپنی کہی۔

"اچھا ادھر آؤ....." عمیر نے کہا۔

"پہلے باہر سے کھانا لے کر آئیں۔" وہ کہتی۔

"یار موڈ نہیں ہے باہر جانے کا۔" جانے کیوں ایک لمحے میں عمیر کا موڈ خوشگوار ہوگیا۔

"چلو مل کر کچھ بناتے ہیں۔ میرا سر درد بھی ٹھیک ہوجائے گا۔"

"گھر میں ہی بنوا لیجیے گا لے کر مت آیئے گا۔"

"اچھا جاتا ہوں....." وہ اٹھ کر بیٹھا۔

"پاپا میں بھی چلوں گا۔" رافع بھاگا آیا۔

"پاپا میں بھی....." ثانیہ کیوں پیچھے رہتی، ردا سر چنگ کرنے لگی تبھی سیل فون بجا..... اکبر صاحب کا فون تھا۔

"عمیر گھر پر رہنا، آج حالات ٹھیک نہیں ہیں۔"

"ابو کچھ چیزیں لینے نیچے اسٹور تک جارہا ہوں۔"

"کچھ اتنا ضروری نہیں ہے گھر میں بیٹھو۔" فون بند ہوگیا۔

"چلیں پاپا۔"

"کوئی کہیں نہیں جارہا..... میرے پاپا نے منع کردیا ہے اور میں اچھا بچہ اپنے پاپا کی بات مانتا ہوں۔" عمیر شرارت سے کہتا ردا کو دیکھتے ہوئے پھر لیٹ گیا اور پاؤں ردا کی گود میں رکھ دیے جنہیں اس نے جھٹک دیا۔

"جاؤ..... کچن میں بھوک لگ رہی ہے۔"

"میں بھی انڈا گھوٹالا لے کر آتی ہوں۔" وہ

پاؤں پٹخ کر اندر چلی گئی۔ "بڑے فرمانبردار ہیں ابا حضور کے۔" رات عمیر کا موڈ بہت خوشگوار تھا، چھیڑ چھاڑ شرارت کرتا رہا مگر ردا کا موڈ ٹھیک نہ ہوا۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تھک کر عمیر بھی سو گیا۔

صبح گھر میں امن تھا بچوں نے اسکول جانا نہیں تھا، عمیر اپنا ناشتا خود بنالیتا..... ابا جی بھی گھر میں نہیں تھے۔ جس دن وہ کہیں گئے ہوتے ردا اور زیادہ سست اور کاہل ہوجاتی۔

"ردا میرے موزے....."

"روا میری چیک کی شرٹ....."

"یار ردا ناشتا ہی بنادو..... سچ بڑا دل چاہ رہا ہے گرم گرم پراٹھے کے ساتھ خستہ سا آملیٹ۔"

"چائے بریڈ لے لیں، مجھے بہت نیند آرہی ہے۔"

"رات تم نے کون سا رت جگا منایا ہے۔" عمیر بیڈ کنارے بیٹھ کر موزے پہننے لگا۔

"اور سنو..... آج تیار شیار رہنا کل ویک اینڈ ہے، آؤٹنگ پر چلیں گے۔" عمیر جانتا تھا اس سے کم پر ردا مانے گی نہیں۔

"مجھے کہیں نہیں جانا بنالوں گی دال چاول۔"

"تم پھر میرا موڈ خراب کررہی ہو....." عمیر نے کمبل کھینچا۔ "اور تم سو کب رہی ہو؟"

"میرا موڈ بھی خراب تھا۔"

"منا تو رو رہا تھا رات گئے تک۔"

"جی نہیں..... فلم کے چکر میں جاگ رہے تھے۔"

"ہا، ہا، ہا..... تم نہیں سمجھو گی پیاری..... چلو باقی باتیں رات کو سہی..... اٹھو اور دروازہ بند کرلو۔ میں جانے لگا ہوں۔" عمیر کمرے سے باہر نکل گیا اسے اٹھنا تھا..... دروازہ اندر سے لاک کرنا پڑتا تھا، بیڈروم

ہماری شادی

ہماری شادی 25 اگست 2007ء کو نہایت سادگی سے انجام پائی کیونکہ اس وقت آتش بازی، بینڈ باجا کھانا سب پر پابندی لگی ہوئی تھی یہاں تک ہال کا ٹائم بھی 12 بجے تک کا تھا۔ رات کا کھانا ہمارے سسرال پہنچا دیا گیا تھا کھانے سے فارغ ہوکر برات 11:30 پر ہال پہنچی جلدی نکاح جلدی تمام رسوم یوں سمجھیں ہماری شادی نہیں کوئی اسمگلنگ ہورہی تھی، رخصتی کے وقت جب ہماری نندیں جلدی کار کی طرف لے جارہی تھیں تب ہمارا صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا، ہماری امی کو تو بلا دو (میں نے روتے ہوئے کہا) ہاں مایوں مہندی کے فنکشن میں ہماری چھوٹی بہنوں شائستہ عابدہ نے کوئی کسر نہیں چھوڑی خوب انجوائے کیا..... خیر ہم بھوکے (پیاسے) نہیں کہوں گی کیونکہ کولڈ رنک سے تواضع کی گئی تھی۔ ایک کولڈ رنک پی کر پیاسنگ سسرال سدھارے، آج 4 سال گزر جانے کے باوجود ہمارے شوہر اور سسرال کی ینگ پارٹی (جو اس وقت تھی) کہتے ہیں شادی میں بالکل مزہ نہیں آیا تھا۔ خیر ہمارے شوہر نے ساری کسر نکال دی ہنی مون پر لے کر پورے 2 ماہ کا ٹور تھا اسلام آباد وغیرہ کا خوب انجوائے کیا۔ وہ خوبصورت یادیں میں ہی کیا..... کوئی عورت کبھی نہیں بھلا سکتی۔

زاہدہ عالم۔ کراچی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے باہر نکلی بکھرے بال، ملگجا سا حلیہ۔
ٹی وی بھی بند نہیں کیا، بڑھ کر سوئچ آف کیا دروازے کی جانب بڑھی۔
"ہائیں" دروازے کی جانب دیکھا دروازہ اندر سے بند تھا عمیر ابھی گیا نہیں تھا۔ ایک دم سے پلٹی..... اور عمیر سے ٹکرا گئی۔

"جانِ جاں تو جو کہے
گاؤں میں تیرے لیے"

عمیر نے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔
"شاباش..... گڈ وائف..... یار روز ایسے ہی الوداع کیا کرو۔ سچ سارا دن موڈ خوش گوار رہتا ہے آنے کی جلدی الگ۔" عمیر کے انداز میں گنگناہٹ تھی، لہجے میں ترنگ تھی۔
"عمیر!" ردا نے خفگی بھرے انداز میں بازو جھٹکے۔
"اونہوں..... آج میرا ابھی آفس جانے کو دل نہیں چاہ رہا روک لو مجھے۔" عمیر کا لہجہ خمار لیے تھا۔ آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں، پیار سے اسے دیکھا
"روک لو..... نا....."
"جائیں آفس..... نو چھٹی..... بچے خراب ہوتے ہیں۔"
"رات بھی تم نے ظلم کیا، میں ناراض ہوں۔"
"اچھا جائیں میں منالوں گی۔" ردا نے باہر کی راہ دکھائی۔
"کب....." وہ شرارت سے جھکا۔
"جب میرا موڈ ہوگا جب میرا دل چاہے گا۔" ردا نے نخرہ دکھایا۔
"بہت بے درد ہو..... میں جا رہا ہوں اور یاد رکھنا میں ناراض ہوں۔ نہیں مانوں گا جتنا چاہے منالینا۔" عمیر نے بیگ اٹھا کر گلاسز اور کی چین ہاتھ میں لے لیے۔
"خدا حافظ....." وہ باہر نکل گیا خفگی بھرا انداز لیے..... ردا ہنس دی۔ (ڈرامہ) سر نکال کر باہر دیکھا۔ عمیر آخری سرے پر جا رہا تھا اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔
"عمیر....." بے ساختہ پکارا..... عمیر سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ ردا نے واپس پلٹ کر دروازہ بند کیا ایک دم سے گھر میں گہرے سناٹے کا سا احساس ہوا۔
"یار آج آفس جانے کو دل نہیں چاہ رہا۔ روک لو..... مجھے۔" عمیر کی گنگناہٹ بے حد قریب ابھری۔
"روک لیتی....." تاسف سے سینے پر ہاتھ رکھا پھر بالکونی کی جانب بھاگی..... عمیر ناراض ہو کر گیا تھا۔ سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ عمیر بائیک نکال کر لے جا رہا تھا، اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ ردا گرل تھامے کھڑی رہ گئی۔ عمیر چلا گیا۔ سناٹے خاموشی..... اکیلا پن اس کے وجود میں اترتا چلا گیا۔ عمیر کا انداز، اس کا لہجہ، اس کنگناہٹ وجود سے آلپٹی۔
"آج آئے گا تو منالوں گی۔" ردا مسکرائی مگر مسکراہٹ نے خوشی نہیں دی۔ ٹی وی بند تھا کھولا..... نیوز چینل پر نیوز آ رہی تھی آج شہر کے حالات ٹھیک نہیں تھے۔ ہنگامے شدید تر ہو گئے تھے ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ چھٹے روز بھی جاری تھا۔
"عمیر خیریت سے آفس پہنچ جائیں، میں فون کرتی ہوں۔" سر گھمایا..... کہیں دل نہیں لگ رہا تھا دوسرے لمحے دھک سے رہ گئی۔ عمیر کا سیل چارجنگ پر لگا ہوا تھا۔
"اف!" اس کے دل میں ہول اٹھا نیوز کا سلسلہ شہر کے حالات پھر سارا دن اس کا دل نہیں

لگا آفس کا فون بھی بند تھا۔
ابا جی کا فون آ گیا۔
"عمیر آج آفس کیوں چلا گیا۔" انہیں غصہ آ گیا۔
"یار روک لونا..... آج دل نہیں چاہ رہا....." گنگناہٹ شانوں پر ٹھہر گئی..... بے چینی دل میں اور بھنور پیروں میں آ لپٹے۔
"تم لوگ خبریں نہیں دیکھ رہے تھے کیا؟"
سارا دن عمیر کا فون نہیں آیا..... ردا ایسے ہی پھرتی رہی گھر میں دل جانے کیوں وہم میں مبتلا ہو رہا تھا۔ آفس ٹائم گزر گیا..... دس بج گئے..... بچے سو گئے خبریں سب غلط بتاتی رہیں، کہاں فون کرے تبھی دھاڑ دھاڑ دروازہ بجا۔ بے ساختہ بھاگی..... اور کھولا۔ ابا جی..... رحیم بھائی..... فرحان بھائی پاپا کھڑے تھے۔
"عمیر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے، صبح آفس جاتے ہوئے ہمیں پتا چلا ہے اسپتال میں ہے۔" ردا ساکت کھڑی رہ گئی۔ "روک لو نا....." گرم لمس، خوشبو بھری گنگناہٹ۔
"کیا کہا تھا تم نے اسے صبح اس سے بائیک کنٹرول میں نہیں ہوئی، تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ عمیر باہر جایا کرے تو اسے خوشگوار موڈ کے ساتھ بھیجا کرو۔ پیار، پیار، پیار کے ساتھ بھیجتی ہو۔" ابا جی غصے ہو رہے تھے، بول رہے تھے اس کے حواس گم ہو رہے تھے۔ عمیر کا لہجہ، اس کی بے چینی، پیروں کے بھنور..... سب کچھ ہونے کی اطلاع دے رہے تھے اور وہ سمجھی نہیں۔
"سبحان صاحب لے جائیں اسے اپنے گھر، اکیلی بچوں کے ساتھ کیسے رہے گی، میں اسپتال میں رہوں گا۔"

دنیا کے کسی بھی گوشے میں اور ملک بھر میں
گھر بیٹھے
رسالے حاصل کیجیے
جاسوسی ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ
ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت
باقاعدگی سے ہر ماہ حاصل کریں، اپنے دروازے پر
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرسالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے کسی بھی شہر یا گاؤں کے لیے 600 روپے
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے 5500 روپے
بقیہ ممالک کے لیے 4500 روپے
آپ ایک وقت میں کئی سال کے لیے ایک سے زائد رسائل کے خریدار بن سکتے ہیں۔ رقم اسی حساب سے ارسال کریں۔ ہم فوراً آپ کے دیے ہوئے پتے پر رجسٹرڈ ڈاک سے رسائل بھیجنا شروع کر دیں گے۔
یہ آپ کی طرف سے اپنے پیاروں کے لیے بہترین تحفہ بھی ہو سکتا ہے
رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ، منی آرڈر یا ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جا سکتی ہے۔ مقامی حضرات دفتر میں نقد ادائیگی کر کے رسید حاصل کر سکتے ہیں
رابطہ: ثمر عباس (فون نمبر: 0301-2454188)
جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
63-C فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی
فون: 35895313 فیکس: 35802551

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں..... نہیں مجھے کہیں نہیں جانا، مجھے اسپتال جانا ہے عمیر کے پاس..... ابو..... ابو مجھے لے چلیں۔"

"عمیر کی حالت ٹھیک نہیں ہے وہ آئی سی یو میں ہے۔" سبحان علی نے اسے گلے لگالیا۔

"دعا کرو بیٹا..... اسے ہوش آجائے۔" ردا پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ اکبر صاحب ضروری چیزیں لے کر چلے گئے۔

"پاپا! میں نے کچھ نہیں کیا۔" دھیرے سے اس کا سر تھپکا۔

"اکبر صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں مت لڑا کرو خوامخواہ معمولی معمولی باتوں پر عمیر سے، وقت، حالات کا کچھ پتا نہیں ہوتا کب کیا ہوجائے تم نا سمجھ تو نہیں ہو نا....." اسے صوفے پر بٹھا کر وہ سامنے بیٹھے۔

"پاپا....." اس نے سر جھکالیا۔

"زندگی میں بغیر رشتوں کے نہیں رہا جاسکتا ردا..... تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"پاپا میں نے ایسا کچھ نہیں کیا، میں تو..... میں تو میں تو۔" وہ سسکی۔

"بہت شکایتیں کررہے تھے اکبر صاحب مجھ سے اور وہ حق بجانب لگے مجھے۔ انسان شادی سے پہلے بہت کچھ نہیں سیکھتا..... کچھ حالات ویسے نہیں ہوتے، کچھ سکھانے والے نہیں ہوتے مگر شادی کے بعد سیکھنے کی عمر ختم نہیں ہوجاتی۔ زندگی کے نئے راز نیاز انسان کو سیکھنے ہی پڑتے ہیں مگر تم! تم نے اپنی زندگی کو ابھی تک بچپن سے نہیں نکالا۔" ردا زار و قطار رو رہی تھی۔

"اکبر صاحب نے منع کیا ہے کہ تمہیں اسپتال نہ لایا جائے، یہ تمہاری سزا ہے عمیر کی کنڈیشن بھی سیریس ہے۔"

"پاپا....."

"دعا گو رہو، عمیر کو ہوش آجائے۔" انہوں نے نظر چرالی۔

"میں آپ کے ساتھ جاؤں گی ابو۔" ردا نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"نہیں، تم نے مجھے بہت ہرٹ کیا ہے، میں انہیں اور ہرٹ نہیں کرسکتا۔"

"ابو!" ردا کے آنسو رخساروں پر بہنے لگے۔

"انہوں نے کہا ہے کہ اگر تم اسپتال میں نظر آئیں تو وہ اسپتال تبدیل کروالیں گے۔"

"ابو!"

"میں اسپتال جارہا ہوں، گھر فون کرکے ابراہیم کو بھیج دیتا ہوں۔"

"نہیں ابو آپ کسی کو نہیں بھیجیں، اسپتال پہنچ کر عمیر کی خیریت کی اطلاع دیں۔" وہ رودی۔ "میں بھی دعا کرتی ہوں۔" سبحان صاحب نے ساتھ لگا کر اسے تسلی دی اور چلے گئے۔ ردا نے دروازہ بند کرلیا۔ پورے فلیٹ میں سناٹا تھا اور ردا کی سسکیاں۔

"اے اللہ!" وہ جانماز پر جھک گئی۔ آنسوؤں کے ساتھ دعا کو ہم آہنگ کیا اپنی غلطیوں کا احساس کر کے پشیمانی سے سر جھکا اور ہتھیلیاں پھیلادیں۔

"اے اللہ! اے اللہ....." وہ سسک اٹھی۔

☆☆☆

کتنے دن گزر گئے عمیر آئی سی یو میں تھا۔ اس کی حالت ٹھیک نہیں ہورہی تھی، اس کا سینہ، بازو، ٹانگ پٹیوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ پاپا، ماما، ابراہیم اسے بتارہے تھے۔ ابا جی گھر نہیں آئے تھے۔ وہ ایکسیڈنٹ کا ذمے دار ردا کو ٹھہرا رہے تھے۔ ان کی ایک ہی

بات تھی باہر نکلتے ہوئے ردا ہمیشہ لڑتی تھی، اس کا موڈ خراب ہوتا تھا۔ مرد ٹینشن میں گاڑی چلائے تو یہی حال ہوتا ہے اور ایسا ہی تھا..... ردا نے اپنی غلطی قبول کرلی تھی، اس کا ازالہ کرنا تھا اور ازالہ عمیر کی زندگی کی صورت میں ہونا تھا۔ عمیر کی زندگی کو اپنی زندگی دے کر بچالینا تھا۔ عمیر اس کے لیے کیا تھا ان چند دنوں میں اسے اندازہ ہوگیا تھا عمیر کو اگر کچھ ہوگیا تو اس کی زندگی کیا ہوگی، اس کا اجڑا روپ سوتا وجود اسے بتارہا تھا۔ رافع اور ثانیہ کو ابا جی اسپتال لے گئے تھے اور وہ رو رو کر اپنی کوتاہیاں گنتے ہوئے رب سے معافی مانگ رہی تھی۔ عمیر کی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی۔ وہ عمیر کے قلب میں ڈھل جائے گی، بن کہے اس کی بات سمجھے گی کبھی شکایت کا موقع نہیں دے گی۔ اللہ سے وعدے مناجاتیں کررہی تھی۔

☆☆☆

عمیر کو ہوش آگیا۔ اس کی زندگی خطرے سے نکل آئی۔ ردا سجدۂ شکر بجالائی۔ اسے اسپتال جانے کی اجازت نہ ملی۔ اسے صبر کرنا تھا ابا جی سے بھی معافی مانگنی تھی، ان کا غصہ بھی بجا تھا۔ بچے پاپا سے مل آئے بہت خوش تھے۔

"پاپا نے میرا پوچھا؟"

"نہیں..... دادا جان بیٹھے تھے نا....." رافع سمجھدار تھا۔ اور وہ ایک ایک بات عمیر سے متعلق رافع اور ثانیہ سے پوچھتی رہی۔

گزرتے دنوں کے ساتھ عمیر کی حالت سنبھل رہی تھی، اسے اطلاع مل رہی تھی مگر اجازت نامہ نہیں مل رہا تھا اور اس روز وہ حیران ہوئی جب بچوں کو گیارہ بجے فرحان بھائی چھوڑ کر گئے اتنی دیر سے۔

"جی ماما، ہم فرحان چاچو کے گھر تھے دادا جان پاپا کو ادھر لے گئے ہیں۔ پاپا کو چھٹی مل گئی ہے

المیہ

کیسے اچھے دن تھے
سب رشتے سانجھے ہوتے تھے
محبتوں سے دل سجا کرتے تھے
مگر آنگن میں سکھ کے پنچھی اڑا کرتے تھے
پیار کہانی کہا کرتے تھے
پیار کہانی لکھا کرتے تھے
دردِ غم سے شناسائی نہ تھی
آنسوؤں کی دہائی نہ تھی
پیار ہی پیار تھا ساتھ اپنے
غموں سے شناسائی نہ تھی
پھر گردشِ وقت نے لی کروٹ
سب رشتے ہوئے جدا
سب اپنے ہوئے خفا
محبت کا تھا جہاں بسیرا
وہاں ہوئیں نفرتیں آباد
سکھ کے پنچھی گھر آنگن سے کوچ کر گئے
پیار کے قصے کہانی بن گئے
اب دوریاں ہیں
تنہائی ہے
اختلافات ہیں۔
نفرتیں ہیں
اور ڈپریشن کی قبا اوڑھے ہر وجود
اچھے دنوں کے خواب اوڑھے
اپنی تنہائیوں سے لڑ رہا ہے
اپنی ہی لگائی آگ میں جل رہا ہے

شاعرہ: نسیم نیاری۔ لاہور

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آج۔'' ردا سا کت رہ گئی۔

''ابھی پاپا کے پٹیاں بندھی ہیں۔ پاپا نے ہمیں بہت پیار کیا۔''

''اور میرے لیے..... مجھے نہیں پوچھا؟''

''نہیں..... سب بیٹھے تھے نا.....'' رافع کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔ ردا کنگ رہ گئی۔

''اتنی نفرت، اتنی کدورت، میں عمیر کی کچھ نہیں کیا..... ابا جی کا غصہ برحق ہے مگر تلافی کا موقع تو دیں اور..... اور کیا عمیر کو میرا خیال نہیں آیا۔ میں تو ابا جی کا لحاظ کر رہی تھی ان سے معافی مانگنے کا سوچ رہی تھی اور وہ اتنے پتھر دل، اتنے سخت..... اگر وہ باپ ہیں تو..... میں بھی تو بیوی ہوں۔ ساری رات جاگتی رہی، پاؤں جلی بلی کے مانند ادھر ادھر گھومتی رہی۔'' صبح اس نے اس بات کا انتظار ہی نہیں کیا کہ کوئی آئے بچوں کو لے کر فرحان بھائی کے گھر پہنچ گئی۔

''تم..... ابا جی نے غصے سے منہ پھیر لیا۔ دھیرے سے ان کے آگے جھک گئی اس کا ملگجا سا حلیہ، بکھرے بے دردی سے کیچر میں سمٹے بال..... رویا رویا چہرہ۔

''مجھے معاف کر دیں ابا جی..... میں غلط تھی، مجھ سے غلطیاں ہوئیں آئندہ میں ایسا نہیں کروں گی۔''

''تم..... تم جانتی ہو عمیر کتنی تکلیف سے گزرا ہے۔'' ردا نے سر جھکا لیا۔

''میں بھی تو لمحہ لمحہ مری ہوں۔'' اس کے آنسو گر رہے تھے۔ پتھر دل نرم ہوا فرحان نے اشارہ کیا اکبر صاحب کو بھی اندازہ تھا اتنی سزا کافی ہے اور یہ سزا ضروری تھی۔

''اس لیے بڑوں کی باتیں غور سے سننی چاہیے۔ بڑے بچوں کا غلط نہیں چاہتے بیٹا..... زندگی ویسے ہی پل صراط پر چل رہی ہے، یہ آپس کے جھگڑے، چپقلش، لڑائیاں زندگی کو اور ہلکا کر دیتی ہیں' یہ رشتے ہماری زندگی سے نکل جائیں تو ہمارے پاس کیا رہے گا۔'' ردا دوزانو جھک گئی..... ہاتھ جڑ گئے۔ آنسو بھل بھل بہہ رہے تھے، اکبر صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اس کا سر گھٹنوں پر جھک گیا۔

''گھر کا ماحول مرد کی سوچ پر اثر ڈالتا ہے، یہ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں اب زندگی کا حسن نہیں رہیں بلکہ زہر بن جاتی ہیں ساری عمر کا پچھتاوے اور پچھتاوے کے ساتھ زندگی نہیں گزرتی..... بلکہ ختم ہو جاتی ہے۔ تم پہلے آجاتیں تو عمیر بھی اتنا بے کل نہیں رہتا۔'' سر پر ہاتھ رکھا۔

''جاؤ..... اس سے مل لو..... تمہاری سزا ختم..... وہ بھی بہت بے کل ہے، ذرا سا منہ نکل آیا ہے تم دونوں کا۔'' ہنستے ہوئے سر پر پیار کیا اور جانے کا اشارہ کیا۔ کران بھابی نے شرارت سے دیکھا فرحان بھائی نے وش کیا۔ وہ عمیر کے کمرے کی جانب بڑھ گئی..... دل دھک دھک کر رہا تھا۔ کمرے میں داخل ہوئی سامنے ہی عمیر سینے تک کمبل اوڑھے ٹیک لگائے بیٹھا تھا اس کا منتظر تھا۔ زرد چہرہ، اترا ہوا منہ کمزور..... بڑھی ہوئی شیو، پندرہ دن بعد دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ردا کے آنسو بہہ نکلے۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا اور آگے بڑھی۔

''اتنی سخت سزا.....'' وہ بیڈ کے کنارے پر ٹکی۔

''تم پہلے بھی تو آسکتی تھیں نا..... اتنا برا تھا میں.....'' معصوم سا گلہ۔

''نہیں!'' ردا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''ابا جی نے سزا دی تھی مجھے، میں بہت بری تھی آپ کی زندگی تنگ کر رکھی تھی' مجھے معاف کر دیں عمیر..... پلیز مجھے معاف کر دیں۔'' عمیر کا ہاتھ

ہتھیلیوں کے درمیان دبا کر وہ رو دی۔

''ابا جی نے معاف کر دیا؟''

''ہاں..... میرے رب نے بھی معاف کر دیا ہے، مجھے آپ کی زندگی دے کر۔'' وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ گلا رندھنے لگا۔

''میں نے بھی معاف کیا۔'' عمیر نے ہاتھ بڑھا کر پوروں پر آنسو سمیٹ لیے۔

''عمیر.....'' ردا بے اختیار سینے سے آلگی، گہری خوشیوں بھری خاموشی سکون آگیں لمحے اک طمانیت نے ان کا گھیراؤ کر لیا۔ دھیرے سے اس کی پیشانی چوم لی۔

''عمیر!'' دھیرے سے سر اٹھایا۔

''اس ایکسیڈنٹ نے آپ کو زندگی نہیں دی، مجھے بھی نیا جنم دیا ہے۔ مجھے بھی نئی سوچ نئی آگہی ملی ہے۔ مجھے زندگی کو از سر نو شروع کرنا ہے۔ ابا جی کی ہدایت کی روشنی میں آپ کے ساتھ۔'' دھیرے سے اس کا ہاتھ دبا کر یقین دلایا۔

''اب آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی رتی برابر بھی میں..... میں آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی، آپ کے بغیر زندگی نہیں ہے۔ میرا گھر نہیں ہے، بچے نہیں ہیں۔ میں، میں نہیں ہوں۔'' اس کے شانے پر سر رکھے ردا بولتی جا رہی تھی' آنسو عمیر کے شانے میں جذب ہو رہے تھے۔ عمیر نے دھیرے سے اس کے بال سہلائے۔

''میں..... میں بھی تو نہیں تھا، نامکمل ادھورا تھا تمہارے بغیر ابا جی کا لحاظ اور محبت تھی جس نے مجھے روکے رکھا۔ ایک طرح سے ٹھیک ہی کیا۔'' عمیر مسکرایا۔

''ٹھیک کیا.....؟'' ردا نے سر اٹھایا۔

''ہاں۔ ایسی باادب بیوی کیسے ملتی، یہ حادثہ ضروری تھا۔ زندگی کو خوب صورت حادثات کے حوالے کرنے کے لیے۔'' عمیر پھر ترنگ میں تھا۔

''اللہ نہ کرے جو ہماری زندگی میں کوئی حادثہ آئے، میں تو مر کر دوبارہ زندہ ہوئی ہوں۔''

''اور میں بھی.....'' عمیر نے کانوں میں سرگوشی کی۔ کئی خوبصورت لمحے ان کے درمیان رک کر ٹھہرے شوخی شرارت سے انہیں دیکھا اور آگے بڑھ گئے عمیر نے ظرافت بھرے انداز میں ردا کو دیکھا۔ گزرے چند دنوں نے اسے کتنا بدل دیا تھا۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟'' ردا جھجکی۔

''چھو کر دیکھ لوں؟ تم وہی ہو یا کوئی اور ہو۔''

''جی نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں۔'' ردا پیچھے کھسکی۔ ''طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ کی۔''

''طبیعت تو اب ٹھیک ہوئی ہے میری۔'' ہاتھ بڑھا کر بھاگنے کا راستہ بند کر دیا۔

''عمیر!'' ردا نے آنکھیں دکھائیں۔

''اب بھی ظلم کرو گی۔'' عمیر کی آنکھوں میں شرارت کے رنگ تھے۔ جسارت کے رنگ تھے۔ حرارت کی کلیاں تھیں اور بہت دن ہو گئے تھے بے کلی، بے قراری اور آنسوؤں کے سیلاب میں بھیگتے ہوئے۔

''نہیں.....!'' وہ اٹھتے اٹھتے رک گئی۔

''اب ہر ظلم کا سد باب ہوگا، ہر خطا کا ازالہ ہوگا ہر قصور کو نظر انداز کیا جائے گا اور۔'' عمیر کی شرارتی..... نظروں کی تاب نہ لا کر جھجکی۔ عمیر نے ہاتھ کھینچ لیا۔

''اور جو حکم سرکار کا..... جو انداز..... مزاجِ یار کا..... بندی کنیز، بندۂ غلام.....'' سینے پر سر رکھ کر پلکیں جھکا کر مسحور کن سانس بھرا اور مسکرا دی۔ عمیر نے اسے شرارت سے ہنستا دیکھا تو خود بھی ہنس دیا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED
Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

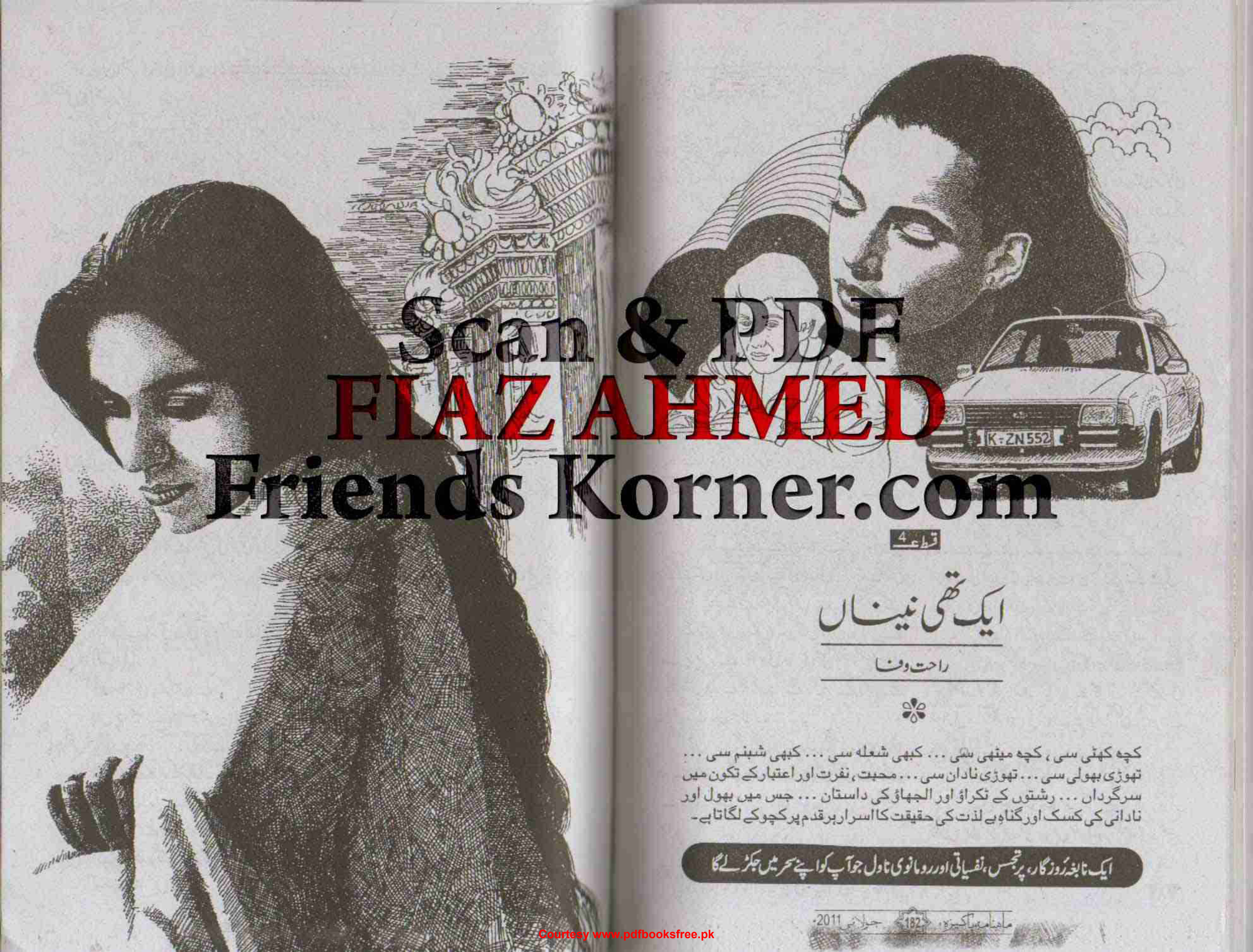

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

قسط 4

ایک تھی نیناں

راحت وفا

✻

کچھ کھٹی سی، کچھ میٹھی سی ... کبھی شعلہ سی ... کبھی شبنم سی ... تھوڑی بھولی سی ... تھوڑی نادان سی ... محبت، نفرت اور اعتبار کے تکون میں سرگرداں ... رشتوں کے ٹکراؤ اور الجھاؤ کی داستان ... جس میں بھول اور نادانی کی کسک اور گناہِ بے لذت کی حقیقت کا اسرار ہر قدم پر کچوکے لگاتا ہے۔

ایک نابغہ روزگار، پرتجسس، نفسیاتی اور رومانوی ناول جو آپ کو اپنے سحر میں جکڑ لے گا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ریحان اختر کی لائی ہوئی ساڑی نظرانداز کر کے ساری توجہ ٹی وی اسکرین پر کر کے اپنی ناپسندیدگی اور لاتعلقی کا اظہار کیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم یہ ساڑی نہیں پہنو گی؟'' انہوں نے خاصے تحمل سے پوچھا۔

''کوئی بھی معنی دے دیں۔'' سرسری جواب دیا گیا۔

''معنی اور مفہوم تو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔''

''ریحان! میرا دماغ خراب مت کریں، جائیں جو مہمانوں کا میلہ لگا رہے ہیں' اس کے انتظامات دیکھیں۔''

''رابعہ! نیناں کی سالگرہ کوئی میلہ نہیں ہے۔''

''چلیں یونہی سہی۔''

''پھر یہ ساڑی پہن کر جلدی تیار ہو جاؤ۔'' اب کی دفعہ لہجے میں تحکم سا آ گیا۔

''مجھے آپ کی مرضی سے نہیں جینا، یہ حق آپ کھو چکے ہیں۔'' وہ حد درجہ بیزاری سے بولیں۔

''اور میری مرضی کے بغیر تم مر بھی نہیں سکتیں، مجھ سے ضد تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔''

''ڈرا رہے ہیں یا دھمکی دے رہے ہیں بزدلوں کی طرح۔''

''رابعہ! اگر تم میری محبت نہ ہوتیں تو میں اور طرح جواب دیتا لیکن کیا کروں میری محبت سے بڑھ کر تم میری نیناں کی ماں ہو۔''

''بس کریں، یہ نیناں کی ماں والی تکرار..... جو تمغہ آپ نے نیناں کی ماں کو دیا ہے' وہ بہت کافی ہے میرے لیے۔'' وہ چیخیں۔

''تمہیں تماشا لگانا ہے، بیٹی کی خوشی خراب کرنی ہے۔''

''اس لیے خاموش رہیں، تقریب میں ریحان اختر کی بیوی نے نہیں، نیناں کی ماں نے شریک ہونا ہے۔''

''دیکھو! یہ ساڑی بڑی چاہ سے لایا ہوں، یہ پہن لو دیر ہو رہی ہے۔'' انہوں نے آخری بار سمجھانے والا انداز اختیار کیا۔

''مجھے ساڑی پسند نہیں ہے۔''

''اس پروفیسر کے پہلو میں ساڑی پہن کر لگی کھڑی ہو، یاد نہیں۔'' ایکدم ہی ریحان اختر سے اژدھا باہر نکل آیا اور پھنکارا..... وہ حیرت زدہ رہ گئیں۔

''وہ ڈرامے کا کریکٹر تھا۔''

''یہاں بھی ڈرامے کا کریکٹر ہی سمجھ لو۔''

''ریحان! مجھے بیزار مت کریں ورنہ میں کمرے میں خود کو بند کر لوں گی۔''

''اب یہ ناٹک نہیں چلے گا۔'' وہ غرائے۔

''تو مت ستائیں۔''

''میری بات سمجھ جاؤ۔'' انہوں نے جھٹکے سے رابعہ کی کلائی تھام کر کہا۔

''ریحان! میں آپ کو سمجھ چکی ہوں اور کیا سمجھوں گی۔'' وہ کلائی چھڑانے کی کوشش کے ساتھ بولیں۔

''رابعہ! تم خوش قسمت ہو، میری بیٹی کا صدقہ ہے کہ تمہاری یہ حرکت میں برداشت کر رہا ہوں۔ مرو اس کمرے میں، مت آنا باہر۔'' وہ شدید اشتعال میں بیڈ پر دھکا دے کر چلے گئے۔ ان کا سر بیڈ کی پشت سے ٹکرایا تو درد سے ایک آہ ان کے منہ سے نکلی۔ نیناں تیار ہو کر کمرے میں آئی تو انہیں سر تھامے دیکھا۔

''مما! کیا ہوا؟''

''کچھ، کچھ نہیں.....''

''آپ تیار نہیں ہوئیں، واؤ! کتنی خوب صورت ساڑی ہے۔'' نیناں کی نظر ایک طرف پڑی ہوئی گرین شیفون کی ساڑی پر پڑی۔

''بہت پیاری لگ رہی ہو۔'' انہوں نے ٹالا مگر وہ ٹلی نہیں۔

''مما! یہ آپ پر بہت سجے گی، جلدی تیار ہو جائیں سب آنے والے ہیں۔''

''نیناں! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میں کچھ دیر کے لیے آ جاؤں گی۔''

''تو یہ پہن لیں نا، پلیز۔''

''مجھے یہ نہیں پہننی۔'' انہیں ضدی آ گئی۔

''کیوں..... کیوں؟'' وہ مصر ہو گئی۔

''یہ جو لایا ہے اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔''

''آپ میری خاطر پہن لیں پلیز مما.....'' اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں موتی چمکنے لگے تو وہ بے بس ہو گئیں۔

''اوکے! آپ چلو، میں تیار ہو کر آتی ہوں۔''

''مائی سوئٹ مما۔'' اس نے بے اختیار ماں کے گال چوم لیے۔ خوشی سے باہر نکلی اور اپنے کمرے کا رخ کیا۔ کمرے میں طلال اس کی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا آئینے میں اپنا جائزہ لے رہا تھا۔ اسے اچھا نہیں لگا۔

''طلال بھائی! یہ کیا بدتہذیبی ہے؟''

''کیا؟ شیشے میں خود کو دیکھنا یا تمہارے شیشے میں خود کو دیکھنا۔'' وہ خاصی بے تکلفی سے بولا۔

''کسی کے کمرے میں بنا اجازت آنا ہی بری بات ہے۔'' وہ ہکلائی۔

''چڑیا! تم کسی تو نہیں ہو۔'' عالم شوق میں گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ جائیں فوراً۔'' اس نے جرأت اختیار کی۔

''میں دراصل یہ پوچھنے آیا تھا کہ تحفے میں کیا لو گی؟'' وہ نرمی سے بولا۔

''کچھ نہیں۔''

''ویسے تمہارے لائق کچھ بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا، تم میرے ساتھ چلو۔''

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مجھے کچھ نہیں چاہیے، بس۔"

"ویسے تو یہ دل، جان سب تم پر فدا ہیں مگر رسمِ دنیا بھی تو ہے۔" وہ مسکرایا تو وہ خائف سی اور دور ہو کر کھڑی ہوگئی۔

"پلیز! آپ جائیں، مجھے تیار ہونا ہے۔"

"کتنی خوب صورت تو لگ رہی ہو اور کیا تیاری کرنی ہے۔" اس نے سرتاپا پُرشوق نگاہوں سے دیکھا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔ عین اسی وقت اس کی جیب میں موجود موبائل فون بج اٹھا، وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ کمرے سے بھاگ نکلی۔

☆☆☆

کیک کٹنے کے بعد کھانا لگنے کا اعلان ہوگیا۔ رابعہ بچ بچا کر وہاں سے جانا چاہتی تھیں مگر رمان نے کان میں سرگوشی کر کے روک لیا۔

"رابی خالہ! پلیز ہمارے ساتھ رہیں۔" وہ رک گئیں۔ تو رمان کو بہت خوشی محسوس ہوئی۔ ریحان اختر نے یہ بات جانچ کر رمان کا شکریہ ادا کیا۔

"تھینک یُو!"

"فار وہاٹ۔" وہ نہ سمجھا۔

"رابعہ کو یہاں روکنے کا۔" انہوں نے بے باکی سے کہہ دیا۔

"ارے نہیں..... کوئی اور بات تھی، رابی خالہ تو نہیں ہیں۔"

"رابعہ! رمان اچھا لڑکا ہے۔" انہوں نے بے ساختہ ہی سب کے سامنے کہہ دیا۔ عارفہ کو خاصی حیرت ہوئی، زیتون بیگم نے بھی ان کے جملے پر غور کیا۔

"سن لیا سب نے۔" رمان نے خاصی شوخی سے نیناں کو دیکھتے ہوئے کہا مگر نیناں تو کوئی بھی تاثر نہ دے سکی۔ تبھی وہ آگے بڑھا اور اس کے کان میں چیخا۔

"سنا تم نے..... تمہارے بابا نے میری تعریف کی ہے۔" نیناں اس غیر متوقع حرکت پر پریشان ہو کر بھاگی تو کچھ فاصلے پر کرسی سے ٹکرا کر طلال پر جا گری۔ طلال کو رمان کی حرکت بھڑکا گئی۔

"یہ کیا طریقہ ہے مسٹر؟" رمان کچھ نہ سمجھا۔

"کیوں ڈرایا ہے نیناں کو؟" طلال کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔

"ڈرتی تو وہ آپ سے ہے۔" وہ مسکرایا۔

"یہ کس نے کہا؟"

"نیناں کے چہرے پر یہ کہانی لکھی ہے۔" رمان نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"شٹ اَپ۔" وہ گرجا۔

"نیناں! بتاؤ تم اس سے ڈرتی ہو؟" رمان نے نیناں کا بازو پکڑ کے اس سے پوچھا۔

"کیا طوفان کھڑا کر دیا ہے، چھوڑو نیناں کا بازو۔" عارفہ نے آگے بڑھ کر بات بگڑنے کے ڈر سے

کہا۔ اس نے نیناں کا بازو چھوڑ دیا وہ لرزتی کانپتی اندر بھاگ گئی جبکہ رابعہ نے آگے ہو کر طلال کو تنبیہہ کی۔

"میری نیناں کے لیے اپنی آزادی کا غلط استعمال مت کیا کرو۔"

"مامی، آپ بھول رہی ہیں....."

"طلال! جاؤ آپ کے دوست آپ کو مس کر رہے ہیں انہیں کھانا کھلاؤ۔" ریحان اختر نے دبی دبی سختی سے طلال کو کہا۔ وہ غصے میں چلا گیا تو ریحان اختر نے مسکرا کر رمان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بوا نے نرمی سے کہا۔

"طلال دل کا برا نہیں ہے۔" ریحان اختر نے بوا کی تائید میں گردن ہلائی۔

"ریحان میاں! اب اجازت دو۔" زیتون بیگم نے کہا۔

"اوکے ریحان انکل، اللہ حافظ۔" رمان نے ان سے مصافحہ کیا اور واپسی کے لیے قدم اٹھائے۔ زیتون بیگم اپنے ڈرائیور کے ساتھ آئی تھیں۔ عارفہ کو انہوں نے ساتھ چلنے کو کہا تو رمان تنہا گاڑی نکال لایا۔ طبیعت عجیب بوجھل بوجھل سی ہوگئی تھی۔ غیر متوقع ہلکی سی بدمزگی نے ڈسٹرب کر دیا تھا۔ پہلے گھر سے دعا کے ساتھ نہ چلنے پر شدید غصہ آیا تھا اور اب یہ واقعہ..... مضمحل سا گاڑی ڈرائیو کر کے گھر پہنچا۔

☆☆☆

بوا نے سب تحائف نیناں کے کمرے میں فیضو سے کہہ کر بھجوا دیے تھے مگر نیناں گم صم سی بیٹھی صرف انگلی میں جگمگاتی انگوٹھی کو دیکھ رہی تھی جس پر اس کا نام کندہ تھا۔ بابا نے اس کا ہاتھ چوم کر تحفہ دیا تھا۔

"بابا! میرے بابا کہاں آپ سے کچھ غلط ہوگیا، یہ محبت ثبوت ہے آپ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں مگر مما سے آپ کا سلوک اظہار ہے کہ آپ نے مما کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے۔" وہ ریحان اختر سے مخاطب تھی، بوا اور رابعہ ایک ساتھ اس کے پاس آئیں تو سب کے سب بنڈ ڈبے دیکھ کر رابعہ نے پیار بھری ڈانٹ پلائی۔

"یہ کیا رونی صورت بنا رکھی ہے اور یہ تحفے کھول کر بھی نہیں دیکھے؟"

"یہ بابا کے تحفے کو دیکھ رہی تھی۔" وہ دھیرے سے ہاتھ رابعہ کے سامنے کرتے ہوئے بولی۔

"کوئی انوکھی بات نہیں ہے، بہت پیسہ ہے ریحان اختر کے پاس۔" وہ زبان کی کڑواہٹ کنٹرول نہ کر سکیں۔

"مما! بات پیسے کی نہیں ہے تحفہ کس قدر خوب صورت ہے، یہ دیکھیں۔" نیناں نے پہلی مرتبہ باپ کی وکالت کی تو رابعہ نے زہر خندہ نگاہوں سے اس کے ہاتھ کو دیکھا اور پھر بولیں۔

"جانتی ہوں میں آپ کا نام نہاد باپ بہت باذوق ہے، کہیں بھی کسی پر بھی پیسہ اور ذوق نچھاور کر سکتا ہے۔"

"اوہو رابعہ! بچی کو تو نہ الجھاؤ، اس کا دل رکھنے کو تعریف کر دو۔" بوا کو آخر کار مداخلت کرنی پڑی۔

"نہیں بول سکتی بوا میں ایسا جھوٹ۔"

"باپ بیٹی کا معاملہ ہے، سچ کہہ رہی ہے میری گڑیا بہت خوب صورت انگوٹھی ہے۔" بوا نے نیناں کا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر کہا اور اس کی کمر کے پیچھے سہارا دے کر بیٹھ گئیں۔

''ماں کا تحفہ کھولنا بھی گوارا نہ کیا۔''

''ارے بھئی نیناں! یہ تو حد کر دی سب تحفے کھولو ہمارے سامنے..... پہلے مما کا پھر ہمارا، بڑی امی کا، بڑی خالہ کا بعد میں دوسروں کے۔'' بوا نے بہت دلار سے کہا تو نیناں مسکرا دی۔ سچ مچ سب سے پہلے مما کا گفٹ کھولا تو نازک سی رسٹ واچ دیکھ کر کھل اٹھی۔

''پسند آیا؟'' رابعہ نے پوچھا تو وہ ان سے لپٹ گئی۔

''اب بوا کی باری ہے۔'' اس نے خود سے فیصلہ کیا اور اپنا چہرہ بوا کے سامنے کر دیا۔ ہمیشہ کی طرح بوا نے پیشانی چوم کر دعا دی۔ یہ تحفہ اسے بہت پیارا تھا۔

پھر چند ہی منٹ میں ڈھیر ساری چیزیں اس کے سامنے جمع ہو گئیں۔ پرفیوم، شال، سوٹ، میک اپ کٹ، سوئیٹر اور جانے کیا کیا مگر طلال کے لفافے سے دس ہزار کا چیک اسے پسند نہیں آیا۔ رابعہ نے نرمی سے رکھنے کا اشارہ کیا۔ سب سے آخر میں بڑا سا ڈبا کھولا گیا جس میں ڈھیر ساری روئی بھر کے وزنی کرنے کے بعد ہنستی مسکراتی اپنی تصویر رکھ کر تحفہ پیش کیا گیا تھا۔

''شریر کہیں کا۔'' رابعہ رمان کی تصویر دیکھ کر ہنسنے لگیں۔

''یہ تحفہ ہے؟'' نیناں نے معصومیت سے پوچھا۔

''میری گڑیا اصل تحفہ تو یہی ہے سنبھال کر رکھو۔'' بوا نے بھی شوق سے کہا تو اسے اچھا نہیں لگا۔

''ہونہہ! یہ میں واپس کر دوں گی۔''

''تحفہ پسند نہیں آیا تو فون کر کے مطلع فرمائیں۔'' رابعہ نے تصویر کی پشت پر تحریر شدہ جملہ پڑھا اور اس کے ریشمی بالوں میں انگلیاں پھیر کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔

''بوا! یہ کیا بکواس ہے؟'' وہ جھنجلائی۔

''چلو تصویر اچھی ہے سنبھال کر رکھ لو، کہہ دینا۔'' بوا نے کہا۔

''میں ابھی فون کر کے کہتی ہوں۔''

''کسے فون کرنا ہے؟'' اچانک طلال نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا تو وہ بوکھلا سی گئی۔ الفاظ جیسے ساتھ چھوڑ گئے۔

☆☆☆

رمان کو مضمحل طبیعت کے باوجود شدت اور بے چینی سے نیناں کے فون کا انتظار تھا مگر فون گھر کی گہری خاموشی کی طرح خاموش تھا..... پیاس سی محسوس ہوئی تو کمرے سے باہر نکل کر کچن کا رخ کیا..... وہ فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کے باہر نکلا تو دعا کو دیکھ کر جلدی سے ہاتھ میں پکڑے موبائل فون پر وقت دیکھ کر حیرت سے بولا۔

''دعا! رات کے دو بج رہے ہیں اور تم جاگ رہی ہو؟''

''رمان، رات کے دو بج رہے ہیں اور تم جاگ رہے ہو؟'' دعا نے ہو بہو اس کی نقل اتاری..... وہ ٹی

وی لاؤنج کی طرف چلتے ہوئے بولا۔

''مجھے ضروری فون کا انتظار ہے۔''

''اندازہ ہے مجھے، کتنی مضبوطی سے موبائل ہاتھ میں قید ہے۔''

''اچھا! فی الحال سر نہ کھاؤ، اور جا کر سو جاؤ۔'' غٹا غٹ بوتل سے پانی پی کر وہ بولا۔

''مجھے نیند نہیں آ رہی۔''

''دعا! یہ مجھے بتانے کا فائدہ، میں اب تمہیں لوری دے کر سلانے والا نہیں۔'' شریر لہجے میں کہہ دیا تو دعا جل بھن گئی۔

''تم انتظار کے گیت گا سکتے ہو مگر کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔''

''بددعا دے رہی ہو؟''

''حقیقت بتا رہی ہوں۔''

''فار گاڈ سیک! میں ڈسٹرب ہوں، جاؤ پلیز۔'' وہ ایکدم ہی سنجیدہ ہو گیا، تو وہ پٹ پٹ کرتی چلی گئی اور وہ جھنجلایا ہوا سا کمرے میں آ گیا..... فون بیڈ پر اچھالا..... پھر کچھ سوچا اور خود نیناں کا نمبر ملا لیا مگر مسلسل چھ سات مرتبہ ملانے کے بعد بھی فون اٹینڈ نہیں ہوا تو اس نے فون آف کر کے خود کو بستر پر گرا لیا۔

مگر رات بھر کچھ سوئے کچھ جاگے کا سا احساس رہا۔ غفلت کی نیند کوسوں دور رہی..... آنکھ کھلتی تو چھت گھورتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے لگتا۔

''یا اللہ! جیسے رات کی تاریکیوں میں چاند جگمگاتا ہے..... بس کچھ ایسا ہی عالم ہوتا ہے جب کوئی اپنا یاد آتا ہے..... رات ان یادوں میں گزر جاتی ہے، مجھے کوئی یاد آ رہا ہے بہاروں جیسا..... نسیم صبح کے جھونکوں کے مانند جو مجھے چھو کر گزر رہا ہے..... مجھے بے قرار کر رہا ہے۔ یہ عالم جنوں کیوں آج کی شب طاری ہے مجھ پر..... اے میرے رب! لمحوں میں قید کر دے صدیوں کی چاہتیں، حسرت سی رہنے لگی ہے کہ وہ بھی میری تمنا کرے..... مجھے یاد کرے..... میں اس کے لیے حرفِ لازم بنوں یا دعا ہو جاؤں..... کاش! اس کے نازک ہونٹوں سے میرا نام ادا ہو جائے، اس کی شوخ اور سہمی سہمی گہری نگاہوں میں، میرا عکس ٹھہر جائے۔'' وہ بہت سے سرکتے لمحات میں صرف اسی کو سوچتا رہا۔

یہ شاید آج کے واقعے کا اثر تھا کہ وہ ذہنی خلفشار کا شکار ہو کر واضح طور پر نیناں کو یاد کر رہا تھا..... اس سے پہلے کبھی ایسی بے قراری کا سامنا نہیں کیا تھا..... پھر دل کو کیوں یقین سا تھا کہ وہ گفٹ کھول کر تصویر دیکھتے ہی مسکرائے گی شرمائے گی اور دھڑکتے دل کے ساتھ فون کر کے کہے گی۔

''تحفہ پسند آیا۔''

مگر رات کے آخری پہر تک یہ خوش گمانی ہی رہی..... ایسا نہ ہوا..... اپنے آپ سے سوال جواب کرتے جانے کس لمحے آنکھیں موند گئیں اور وہ سو گیا۔

☆☆☆

وہ نہا کر واش روم سے باہر نکلے تو انہیں سویا دیکھ کر پیشانی پر ہزار ہا سلوٹیں نمودار ہو گئیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED
Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''رابعہ!'' وہ پوری قوت سے چلّائے..... تو وہ ہولے سے کسمسائیں لیکن آواز کی گونج سن کر بوا کمرے میں آگئیں..... ریحان نے بیزاری سے انہیں دیکھا اور پوچھا۔

''اتنی پریشان کیوں ہوجاتی ہیں اس کے لیے؟''

''کیونکہ یہ اس گھر کی عزت ہیں، آپ کی بیوی ہیں۔'' وہ خاصے تحمل سے بولیں۔

''ہونہہ! اسی لیے اس گھر کی اور شوہر کی عزت مٹی میں مل رہی ہے۔''

''اس کا ذمے دار کون ہے؟'' وہ بولیں۔

''آپ بھی مجھے ہی ذمّے دار کہیں گی، سمجھ میں نہیں آتا کہ ماں جی کے ساتھ آئی تھیں یا رابعہ کے ساتھ۔'' وہ بہت طنزیہ کہہ گئے..... بوا کو بہت دکھ ہوا۔

''صرف اپنی بدقسمتی کے ساتھ آئی تھی مگر پھر اپنی بی بی کی بدقسمتی کے ساتھ رشتہ نبھایا۔'' وہ جس طرح بولیں، ریحان اختر کو شرمندگی سی ہوئی لیکن اختلاف بھی ہوا جو کہ اکثر انہیں ہوجاتا تھا۔

''گویا آپ کی بی بی بھی اس گھر میں بدقسمت رہیں اور رابعہ بھی۔''

''ریحان! بہت معمولی سے فرق کے ساتھ۔'' وہ یہ کہہ کر جانے لگیں تو وہ بولے۔

''میرے بابا تو ماں جی سے بہت محبت کرتے تھے۔ ماں جی تو ایسے نہیں رہتی تھیں۔''

''ہاں! تمہاری محبت سے ذرا سی مختلف، باقی بچے شعور کو پہنچ کر سمجھوتا کرنے والی ماں کو ہی دیکھتے ہیں۔''

''کیا مطلب ہے؟''

''چھوڑو، ناشتا ٹھنڈا ہورہا ہے۔''

''تو اٹھائیں اپنی لاڈلی کو۔'' ٹائی کی ناٹ درست کرتے ہوئے وہ بولے۔

''اسے سونے دو، دواؤں کے اثر کے مطابق وقت پر ہی اٹھتی ہے۔''

''تو بند کرائیں دوائیں.....'' وہ چلّائے۔

''ریحان! دھیرے بولا کرو، ساتھ کے کمرے میں جوان بیٹی ہوتی ہے۔'' وہ بہت نرمی سے کہہ کر چلی گئیں تو وہ رابعہ پر برس پڑے۔

''رابعہ! رابعہ!''

''اونہہ.....'' وہ بمشکل بول پائیں، آنکھیں تو بند ہی رہیں۔

''مجھے اپنے گھر میں زندہ رابعہ چاہیے.....'' انہوں نے رابعہ کی گردن میں سختی سے ہاتھ ڈال کر جھٹکے سے چہرہ اوپر کرتے ہوئے کہا۔

''تو قتل کیوں کیا رابعہ کو؟'' ہاتھ کے دباؤ کو گردن پر محسوس کرکے وہ درد سے بولیں اور آنکھیں کھول کر سوال کیا۔

''یہی تو میں کر نہیں سکتا کیونکہ تم میری نیناں کی ماں ہو۔'' وہ گردن سے ہاتھ نکال کر بولے۔

''ہونہہ! بس اس لیے، بیوی کے اعتماد اور اعتبار کا قتل تو کر ہی چکے ہو۔''

''رابعہ! تم ذہنی بیماری کا شکار ہو۔'' وہ غصے سے کہہ کر اپنا بریف کیس اٹھا کر باہر نکل گئے۔

اور ان میں جیسے چار سو چالیس کی برقی رو دوڑ گئی..... ناتواں سے جسم سے آہنی شرارے نکلنے لگے..... الماریوں کی، درازوں کی ایک ایک چیز کمرے میں نکال پھینکی۔

''میں ذہنی مریض ہوں اور تم گھناؤنے عزت دار ہو، تمہاری شرافت کا یہ ثبوت ہی کافی ہے ریحان اختر!'' وہ چلاتی رہیں لیکن وہاں کچھ ایسا تھا ہی نہیں..... وہ ثبوت تو کسی پرانی قبر میں دبا دیا گیا تھا۔ تھک کے فرش پر پھیلے کپڑوں اور دوسری چیزوں کو ویسا ہی چھوڑ کے جلتے ذہن کو سکون دینے کے لیے واش روم میں گھس گئیں..... بوا نے دروازے کے باہر سے کمرے کے اندر کی بے ترتیبی سے رابعہ کے اندر کے ہیجان کا اندازہ کیا اور دکھ سے ایک طرف ہوگئیں۔

☆☆☆

مہ جبیں کی زندگی میں ہر روز پیسے کا اضافہ ہوتا رہا..... راجا صاحب دور ہوتے گئے..... وہ اپنے مسیحا سے مجرم بننے پر آنسو بہا کر، خاموش رہ کر احتجاج کرتی لیکن راجا صاحب نے کلینک سے چھوٹا سا اسپتال بنا کر اس کی دیرینہ آرزو ضرور پوری کی لیکن اسے، ہمدردی سی مہ جبیں کو مار ڈالا۔ اپنی کوکھ میں ممتا کا احساس رکھتے ہوئے جب راجا صاحب کی ڈیل کے مطابق کوئی کوکھ خالی کرتی تو اس کے بعد گھنٹوں تکیے میں منہ دے کر روتی..... اسے شام سے وحشت ہونے لگی تھی۔ راجا صاحب زبان کی مٹھاس اور نرمی سے اسے بہلانے کے لاکھ جتن کرتے مگر سکھاں کے کندھے پر سر رکھ کر وہ ہچکیوں سے رونے لگتی..... خان صاحب اور بیگم صاحبہ کے سامنے اپنے درد کو زبان دی تو خان جی نے فوراً راجا صاحب کو بے قصور قرار دے دیا..... ماں جی نے مصلحت پسندی کی خاطر عمر بھر اپنی زبان بند رکھی سو اسے بھی یہی کہا۔

''شوہر کا حکم پہلے، باقی سب بعد میں۔''

''اس نے اجازت دے دی یہی بڑی بات ہے، یہ بھی خدمت ہی ہے۔'' خان جی نے اسے گلے بھی لگا لیا اور خاموش بھی کرا دیا۔

وہ سچ مچ چپ ہوگئی..... خان جی اور بہار بیگم اپنے آبائی علاقے چلے گئے..... لیکن ڈاکٹر مہ جبیں کے اندر شام اور رات کا سرد وحشیانہ ڈر سا اتر گیا، وہ شام ہوتے ہی چادر شانوں پر پھیلا کر تیار ہوجاتی۔

''ابھی تو چار بجے ہیں، آرام تو ٹھیک سے کیا کریں۔'' سکھاں نے پیروں کی طرف بیٹھتے ہوئے کہا تو اس نے پیر سمیٹتے ہوئے کہا۔

''میں سوتے میں بھی شام کا، رات کا انتظار کرتی ہوں۔''

''شام اپنے وقت پر ہی آتی ہے۔'' سکھاں نے اٹھ کر بیڈ کی سائڈ ٹیبل سے فروٹ کی ٹوکری اٹھا کر بیٹھتے ہوئے کہا اور سیب کاٹنے لگی۔

''سکھاں! تمہیں پتا نہیں، میرے اندر دواؤں کی اور جینا جمعدارنی کے فنائل کے بھبکے اڑاتی ٹاکی نے کراہیت سی بھر دی ہے۔ شام ہوتے ہی مجھے اپنے وجود سے گھن آنے لگتی ہے۔ آج جانے راجا صاحب کا شکار کون ہوگا؟''

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''چھوڑیں بی بی! مجھے زیادہ تو نہیں معلوم لیکن کسی کسی لڑکی کے چہرے پر بے بسی اور مظلومیت دیکھ کر مجھے بہت ترس آتا ہے۔'' سکھاں نے اسے سیب کھانے کا اشارہ کیا مگر اس نے ہاتھ سے پرے کر دیا۔

''ہاں! کل رات والی لڑکی اور اس کی بوڑھی ماں دونوں ہی بہت مظلوم تھیں ہاتھوں اور کپڑوں سے گتے، کاغذ اور لئی کی بو آ رہی تھی..... میں نے ایسے ہی پوچھ لیا... کہ تمہیں بو نہیں آتی۔'' مہ جبیں بولتے بولتے چپ ہو گئیں۔

''پھر اس نے کیا کہا؟'' سکھاں نے پوچھا۔

''لڑکی تو ہونق بنی تھی، ماں نے جواب دیا کہ یہ ہمارا رزق ہے۔''

''ردی میں ردی ہو جاتی، ملک طفیل نے اتنی دولت دی ہے کہ اب عطر میں نہائیں۔'' اسی لمحے راجا صاحب نے کمرے میں آتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''مگر ملک طفیل کی بھوک نہیں مٹے گی۔'' مہ جبیں نے کہا.....

''بھوک بھوک کا فرق ہوتا ہے میری جان.....'' وہ بیڈ پر دراز ہوتے ہوئے جھوم کر بولے..... سکھاں تو فوراً وہاں سے چلی گئی..... کیونکہ وہ جانتی تھی کہ راجا صاحب اس کی کڑواہٹ دور کرنے کا فن جانتے تھے..... انہیں معلوم تھا کہ کریلے نمک سے دھو کر پکانے کے قابل بنائے جاتے ہیں۔ اسی لیے مہ جبیں کو میٹھی زبان سے وہ سرتاپیر میٹھا کر کے پھر نئے کیس اور نئی ڈیل میں پکا کر دیتے..... ویسے بھی آج کل انہیں اپنے دنیا میں آنے والے مہمان کی فکر تھی، بہت محبت تھی ان دونوں سے..... یہ الگ بات تھی کہ ڈاکٹر مہ جبیں جب سے اس گھناؤنے فعل میں ملوث ہوئی تھیں تب سے سمجھوتا کر رہی تھی، محبت نہیں..... شاید محبت پر مجبور تھی..... لیکن کچھ دیر بعد کمرے میں بکھری چیزیں دیکھ کر سکھاں دروازے سے ہی لوٹ گئی۔

پھر اپنی ذات کو ترتیب دے کر وہ مریض دیکھتی رہی لیکن نو بجے کے قریب جب اس کی اپنی طبیعت خراب ہو رہی تھی..... راجا صاحب نے انتہائی بے حسی کا مظاہرہ کیا، ہرے نیلے نوٹوں سے بھرا پرس لے کر آئے اور اس کی پروا کیے بغیر وہ اپنی ترنگ میں بولتے چلے گئے۔

''مجسٹریٹ صاحب کے بیٹے سے بھول ہو گئی ہے، ڈرائیور کی بیٹی ہے، بیچاری کی زندگی بچ جائے گی۔'' راجا صاحب کے لہجے میں بڑی معصومیت اور طنز شامل تھا..... مہ جبیں چلا اٹھی۔

''خدا کے لیے راجا صاحب! رحم کریں مجھ پر، میرے بچے پر، بے چاری ڈرائیور کی بیٹی ہی نہیں، خان صاحب کی بیٹی بھی ہے..... کس کس کی بھول کی سزا اسے دینا ہے، میرے پاکیزہ فرض کو اتنی پستی میں مت دھکیلیے۔''

''راجا صاحب بی بی کی طبیعت بہت خراب ہے.....'' سکھاں نے بڑی ہمت کر کے کہا تو راجا صاحب کو پہلی بار سکھاں پر شدید غصہ آ گیا۔

''جاؤ جا کر اپنا کام کرو، ہر وقت سر پر مسلط رہتی ہو۔''

''یہ کہیں نہیں جائے گی، میں جاؤں گی راجا صاحب! چلو سکھاں، مجھے یہاں سے لے چلو.....'' شدید اشتعال میں کہتے ہی طبیعت اور زیادہ بگڑ گئی مگر وہ مصر رہے۔

''دیکھو مہ جبیں، میں نے وعدہ کیا ہے؟''

''کیوں، کیوں وعدہ کیا؟ یہ مقدس فریضہ بزنس کیوں بنایا آپ نے، میں مریض دیکھتی ہوں، مریض کی بے بسی کا سودا نہیں کرتی۔'' وہ درد سے کراہ کر بولی۔

''کس نے مریض دیکھنے سے منع کیا ہے، ایک آدھ اسپیشل کیس بھی آ جاتا ہے۔'' وہ اسے بانہوں کا سہارا دے کر نرمی سے بولے۔

''راجا صاحب! اللہ کے واسطے بی بی کو اسپتال لے جائیں۔'' سکھاں نے ہاتھ جوڑ دیے تو راجا صاحب کو رحم آ گیا..... اسے گاڑی میں لے کر چلے گئے۔

اور اگلے تین گھنٹے سکھاں کی جان پر بنی رہی..... بی بی کی سلامتی اور صحت کے لیے دعائیں کرتی رہی..... خان جی اور بڑی بیگم صاحبہ کو فون پر بتایا..... بیگم صاحبہ نے اسے اپنی ذمے داری کا احساس دلایا۔

''سکھاں! اپنی بی بی کا خیال رکھنا تمہاری ذمے داری ہے، بچے کی پیدائش کے بعد فوراً صدقہ دینا، ہمیں اطلاع دینا۔''

''جی، جی بہتر.....''

''کچھ زمین کے مسئلے مسائل ہیں، آج کل بہت گرمی سردی چل رہی ہے خان جی کی تبریز خان سے۔ راحت نکال کے ہم آئیں گے۔'' بہار بیگم نے خاصی پُرتشویش سی کیفیت میں بتایا۔

''بیگم صاحبہ! میرے ابا اور اماں.....'' ٹوٹا پھوٹا سا مختصر سا جملہ اس کے لبوں پر سسکی لے کر دم توڑ گیا۔

''وہ شہر میں حویلی کی دیکھ بھال کر رہے تھے، ہمارے ساتھ ہی یہاں آ گئے ہیں۔'' انہوں نے سرسری سا جواب دیا اور فون بند ہو گیا۔ سکھاں ماں باپ کی یاد سے گلے لگ لگ کر سسکیاں لینے لگی۔

''کیسے بے بس ہیں میرے ماں باپ، بیٹی کو بھول کر بھی یاد نہیں کرتے۔'' دل سے اک آہ نکلی اس میں رحمت کے احساس نے اور اضمحلال بھر دیا۔ ایک دم ہی رحمت یاد آنے لگا، دل مچلنے لگا کہ اڑ کر اس کے پاس پہنچ جائے..... مگر وہ تو بیاہی گئی تھی، شادی شدہ تھی..... اس کی ڈولی مہ جبیں بی بی کے ساتھ اٹھی تھی، رحمت کے بارے میں تو سوچنا بھی گناہ ہے۔ اس نے بھیگی بھیگی پلکیں صاف کر کے مہ جبیں کے کمرے میں بکھری سب بے ترتیب چیزیں ترتیب دیں، بظاہر دل اداسیوں سے بھرا تھا لیکن بی بی سے محبت کا غلبہ تھا کہ اس کا سارا دھیان ٹیلی فون اور باہر گیٹ کی طرف تھا مگر وقت گزر رہا تھا..... کوئی خیر خبر نہیں تھی..... پریشانی میں ٹہلنے لگی..... ٹہلتے ٹہلتے کمرے سے باہر کھلنے والے دروازے سے لان کی درمیان والی روش پر آ گئی..... مگر لان میں گیٹ سے ذرا دور بینچ پر کوئی چادر اوڑھے لیٹا تھا اور گھاس پر کوئی گھٹنوں میں سر دیے بیٹھا تھا۔ سکھاں ڈر گئی..... کچھ دیر سوچنے کے بعد ان کی طرف قدم بڑھائے اور گیٹ پر موجود چوکیدار کو آواز دی۔

''دلاور! دلاور.....''

''جی!'' دلاور پھرتی سے اس کی طرف آیا۔

''یہ، یہ کون ہیں؟'' مدھم روشنی میں وہ کچھ شناخت نہیں کر پا رہی تھی۔

''سکھاں بی بی! یہ کوئی ڈریور مریور (ڈرائیور) ہے ڈاکٹر صاحبہ کا انتظار کرتا ہے۔'' دلاور نے حسبِ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عادت مخصوص لب و لہجے میں جواب دیا۔
''مگر اتنی رات ہوگئی اور بی بی تو خود اسپتال میں ہیں، انہیں بھیج دو۔''
''نہیں، جی یہ بولتا ہے کہ اس کا بیٹی زندہ ہے اور دلاور خان پکے یقین سے خدا قسم بولتا ہے کہ اس کا بیٹی مر چکا ہے، تم کو یقین نہ آئے تو آؤ ہم تم کو دکھائیں، بالکل برف کے مانند ٹھنڈا..... وہ تو اچھا ہوگیا، اس کا بیٹی خود مر گیا۔'' دلاور خان اپنی ترنگ میں بولتا چلا گیا اور سکھاں کے منہ پر اپنا ہاتھ آہ روکنے کے لیے بڑی دیر رہا..... دلاور چلا گیا تو وہ اس طرف آگئی..... بوڑھا شخص جس کی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے اسے دیکھ کر کھڑا ہوگیا اور وہ چادر کا کونہ اٹھا کر ابدی نیند سوئی لڑکی کو ہلا کر دیکھنے لگی۔
''ڈاکٹر صاحبہ کب دیکھیں گی میری ثریا کو۔''
''اسے گھر لے جاؤ، یہ مر چکی ہے۔'' چادر دوبارہ اوڑھا کر اس نے کہا تو وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔
''مار ڈالا میری ثریا کو، ڈاکٹر ایسے ہوتے ہیں، ڈاکٹر میری ثریا کی قاتل ہے، قاتل ہے ہاہاہا.....'' وہ چیخیں مار مار کر رو دیا..... سکھاں دل گرفتہ ہو کر اندر کی طرف بھاگی..... جبکہ وہ آوازیں کمرے کے اندر تک اس کا تعاقب کرتی رہیں..... جب راجا صاحب بیٹی کی پیدائش کی خبر لے کر کچھ ضروری سامان لینے گھر آئے تب وہ ہوش و حواس کی دنیا میں واپس آئی..... راجا صاحب اسے بھی ساتھ لے کر باہر نکلے تو بینچ خالی تھی..... وہاں کوئی نہیں تھا..... اس نے خاموشی اختیار کی اور پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

☆☆☆

وہ کتابوں میں سر دیے بیٹھی تھی کہ اس کی آمد کا پتا نہ چلا جونہی اس کے بالوں سے پونی کھینچی تو وہ پلٹی۔
''تم سمجھتی کیا ہو خود کو، بقراط ہو، تم اس قابل ہو کہ میں، یعنی رمان احمر تمہیں اپنی فوٹو دے۔'' کئی دن گزرنے کے بعد... وہ خاصا تلملایا ہوا آیا تھا۔
''رمان بھائی! یہ کیا بدتہذیبی ہے؟'' وہ بال کھینچنے کی وجہ سے کچھ غصے میں کہہ گئی تو وہ اور پھڑ پھڑایا۔
''تصویر رکھ کے پی گئیں، اسے کیا کہتے ہیں؟ دو جملے منہ سے نکالتے ہوئے قیامت آجاتی۔''
''رکھی ہے آپ کی تصویر، کیوں دی تھی؟'' وہ منہ پھلا کر بولی۔
''عجائب گھر میں رکھنے کو دی تھی، بہت معصوم بنتی ہو۔'' وہ غرایا تو نیناں ہراساں سی ہو کر رابعہ اور بوا کو آوازیں دینے لگی..... مگر وہ دونوں ہی کہیں مصروف تھیں، طلال ٹی وی لاؤنج سے نکل کر وہاں آگیا۔
''لو، یہ بِنا آواز کے ہی چلے آئے۔'' رمان نے اچھے خاصے تمسخرانہ انداز میں ہنس کر کہا تو طلال کی پیشانی پر سلوٹیں نمودار ہوگئیں۔
''یہ میرا گھر ہے، مجھے آنے جانے کے لیے اجازت نہیں چاہیے۔'' طلال نے سینہ تان کر جتلایا تو وہ بڑے پُرسکون انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔
''پھر تو آپ کو یہ اطلاع بھی نہیں دینی چاہیے، کیا آپ آنے جانے والوں کو اپنے بارے میں اسی طرح بتاتے ہیں۔''
''نہیں، ان کو بتانے کی ضرورت پڑتی ہے جو اپنی حیثیت بھول کر آتے ہیں۔'' طلال اس کا جملہ سن کر

سیخ پا ہوگیا۔
''تعجب ہے، میری حیثیت کے بارے میں نیناں نے کچھ نہیں بتایا۔'' وہ نہایت معصومیت سے بولا..... نیناں سٹپٹا گئی، طلال کی نگاہوں کا رخ نیناں کی طرف ہوگیا۔
''رمان بھائی، مجھے درمیان میں مت گھسیٹیں۔''
''ارے سچ کیوں نہیں بتاتی ہو۔'' رمان نے زور دے کر نیناں کو ہانکا۔
''نیناں! یہ کیا کہہ رہے ہیں؟'' طلال نے تاؤ کھا کر پوچھا۔
''مجھے نہیں پتا، میرا دماغ خراب مت کریں۔'' اسے پتنگے سے لگ گئے۔
''یار! تم مجھ سے بات کرو۔'' رمان نے طلال سے کہا۔
''میں ماموں سے بات کروں گا۔'' طلال بل کھا کر غرایا اور بھاری قدموں سے باہر نکل گیا..... اس کے جاتے ہی رمان قہقہے لگانے لگا۔
''چپ کریں آپ۔'' وہ چلائی۔
''نیناں! سچ بہت دنوں بعد ہنسا ہوں، اس موچھل کو تو اب کئی روز بدہضمی رہے گی۔'' وہ ہنستے ہنستے بولا۔
''اور کیا کہانی گھڑی ہے آپ نے، اب اس کا جواب کون دے گا پاپا کو۔'' نیناں ہراساں سی ہوگئی۔
''کچھ بھی کہے، ریحان انکل مجھے کچھ کہنے والے نہیں.....'' وہ بڑے وثوق سے بولا۔
''بڑی بُری حرکت ہے یہ۔'' وہ بولی۔
''اچھا، اچھا، میری تصویر دو یا پھر کچھ مت ونت کرو، میں تصویر بخش دوں گا۔'' گردن اکڑا کر وہ روبرو کھڑے ہو کر بولا تو وہ ہونق سی منہ تکنے لگی۔
''آپ کیا کہہ رہے ہیں، بس جائیں اور یہ پکڑیں اپنی تصویر، مجھے نہیں چاہیے۔'' وہ بیڈ کی سائڈ ٹیبل کی دراز سے اس کی تصویر نکال کر بیڈ پر پھینکتے ہوئے بولی۔
''قدر کرو نادان لڑکی، ہمیشہ اس دل کی قدر کرو جو تمہاری قدر کرے کیونکہ تم ساری دنیا کے لیے ایک ہو مگر کسی ایک کے لیے ساری دنیا ہو۔'' وہ یہ کہہ کر بنا تصویر لیے وہاں سے جانے لگا..... تو وہ منمنائی۔
''رمان بھائی اپنی تصویر لے کر جائیں۔''
''گلا دبا دوں گا، اس موچھل کو بھائی کہا کرو اور یہ تصویر یہیں رہے گی سمجھیں تم!'' وہ اچھل کر دونوں ہاتھوں سے گلا دبانے کا انداز اختیار کر کے اس کی طرف لپکا..... وہ سہم سی گئی تو وہ بہت لطف اندوز ہوا..... اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ دل ہی دل میں سوچتا رہا، دیکھتا رہا۔

''لبوں کی شرارت سے
بدن کے چور ہونے تک
میں تجھ کو اس طرح چاہوں
کہ میری سانس رک جائے
خطاؤں پر خطائیں ہوں

Scan & PDF FIAZ AHMED
FriendsKorner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہ ہو کچھ بات کہنے کو
میں تجھ میں یوں سما جاؤں کہ میری سانس رک جائے!''
''رمان بھا.....'' اس کی ہچکچاہٹ کو اس نے سختی سے یہ کہہ کر دبا دیا۔
''شش! صرف رمان.....''
''وہ مجھے میتھس.....''
''ہاں! اچھا نکالو بک اور نوٹس بک.....'' اسے یاد آیا کہ وہ تو میتھس کرانے آیا تھا۔ وہ آرام سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

☆☆☆

کئی گھنٹوں سے وہ کمرے میں بند تھے۔ کتابوں کا ڈھیر لگائے..... پرانی یادوں اور باتوں سے لپٹی وہ کتابیں جن پر ان ہاتھوں کے نشان تھے، ان لبوں کے چھونے کا احساس تھا..... ورق ورق پر اس کے نام کے دستخط جگمگا رہے تھے..... اس کی عادت تھی کہ وہ کتاب ہاتھوں میں دبا کر لبوں سے لگاتی اور پھر جہاں دل چاہتا دستخط کرتی رہتی، مختلف زاویوں سے، مختلف انداز میں اس کا نام محفوظ ہوتا رہا..... سبحان کو اس کی یہ ادا بہت پسند تھی، کبھی کبھی اچانک کتاب کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلا دیتے تو وہ چونک جاتی۔
''دستخط پلیز.....'' وہ مسکرا کر کہتے تو وہ گورے گورے ہاتھوں میں پین دبا کر زور سے نب ان کی ہتھیلی پر دبا کر ایک نقطہ سا لگا دیتی اور کہتی۔
''جناب کے لیے یہ بھی بہت ہے۔'' وہ کھلکھلا کے ہنس دیتے۔ کبھی کبھی وہ اپنا نام بڑے خوب صورت انداز میں لکھ کر یاد دہانی کراتی۔
''دوست کے لیے۔'' اور وہ حیرت بھری نگاہوں سے اپنا ہاتھ دیکھنے لگتے۔
''وہ اچھا کرتی تھی کہ مجھے یاد دلا دیتی تھی ورنہ زندگی اجیرن ہو جاتی۔'' وہ خود سے بولے مگر جواب بڑے ابا نے دیا۔
''زندگی تو اب بھی اجیرن ہی ہے، گھنٹوں سے کمرے میں بند جس کو یاد کر رہے ہو، اسے کیا کہتے ہیں؟''
''نہ کروں یاد اسے تو الجھ جاتا ہوں اپنی ہی سانسوں سے، سمجھ میں نہیں آتا کہ زندگی سانسوں سے ہے یا اس کی یادوں سے۔'' کتابوں پر نظریں جمائے جمائے وہ بولے۔
''سبحان! وہ اب شادی شدہ ہے، اس کو یاد کرنا بھی چھوڑ دو، اپنے بارے میں سوچو، اس گھر اور خاندان کے بارے میں سوچو۔'' بڑے ابا نے بہت سنجیدگی سے کہا۔
''میں بددیانت تو نہیں، اللہ اسے خوش آباد رکھے۔''
''آمین، وہ میری بیٹی کی طرح ہے مگر اس خاندان کو گمنامی سے بچالو، اپنا گھر آباد کرلو۔''
''کیا؟ حد کر دی آپ نے اس عمر میں۔''
''کیا ہوا ہے عمر کو، سعدیہ بھی تمہاری ہم عمر ہی ہے۔''
''ایک تو جانے کیوں آپ کو ہر وقت سعدیہ کی فکر رہتی ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ارے بیٹا! محبت کرنے والوں کو وقت پر مقام دینا چاہیے، جو بنانا ہو اسی وقت بنالو، کسی اور زمانے پہ نہ ٹالو..... وہ زمانوں سے منتظر ہے۔'' وہ بولے۔

''خدا کے لیے! مجھے سمجھنے کی کوشش کریں، میں اس عمر میں ایسی باتیں سوچتا کیا اچھا لگوں گا۔''

''پھر اس عمر میں لب ہلانے تھے، کچھ تو کہتے.....'' وہ جھنجلائے۔

''کیسے، کیسے کہتا، میرے ہمسفر کا یہ حکم تھا۔

کہ میں کلام اس سے کم کروں
مرے ہونٹ ایسے سلے کہ پھر
میری چپ نے اس کو رلا دیا''

وہ دھیرے سے کہہ کر کتابوں کو اکٹھا کرنے لگے۔

''رابعہ نے بہت خودغرضی کی، ہمارے گھر کی روشنی چھین لی۔'' وہ یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

''وہ تو خود اندھیروں میں ہے، آپ کو کیا بتاؤں کہ اب وہ کیسی ہوگئی ہے۔'' انہوں نے ان کے جانے بعد جواب دیا۔ کتابیں بک شیلف میں رکھیں اور باہر نکل آئے کیونکہ بڑے ابا جس طرح گئے تھے، سبحان جانتے تھے کہ ان کو بہلانا ضروری ہے ورنہ بہت اپ سیٹ ہو جاتے ہیں..... بات سچ تھی وہ مضطرب سے ٹی وی لاؤنج میں ٹہل رہے تھے۔

''کمال ہے آپ کو بھول گیا کہ آج میری سالگرہ ہے اور سالگرہ کا تحفہ آپ ساتھ جا کر دلاتے ہیں۔''

سبحان نے ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہا تو ان کا غم، خوشی میں بدل گیا۔

''کب سے تو انتظار کر رہے ہیں، چلو، ہم نے اپنے قریبی دوست بلائے ہیں، اچھا سا کھانا بنوایا ہے۔''

''دوست ہی بلائے ہیں یا اس سعدیہ کو بھی؟'' دانستہ انہوں نے شرارت کی تو مسکرا دیے۔

''شریر ہو، اس کو بلانے سے ہمیں شرمندگی ہوتی ہے۔'' وہ ایکدم ہی سنجیدہ ہوگئے۔

''چھوڑیں، جلدی چلیں۔'' انہوں نے ٹالا..... تو وہ اپنا بلیک چرمی چھوٹا سا بیگ اٹھا کر ان کے ساتھ ہو لیے۔

☆☆☆

کچن کے سب کام نمٹا کر بوا اس کے پاس کمرے میں آگئیں، وہ اپنے زیورات کے ڈبے کھولے جانے کیا سوچ رہی تھیں..... بوا کو دیکھ کر بولیں۔

''بوا! ہر شے اپنا رنگ کھو دیتی ہے، یہ دیکھیں، یہ سب زیورات اپنا اصل رنگ کھو چکے ہیں۔''

''اصل سونا کبھی نہیں بدلتا، مجھے تو کچھ تبدیل نظر نہیں آرہا۔'' انہوں نے بڑے غور سے سب پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا تو وہ دکھ سے ہنس دیں۔

''یہ میں نے شادی والے دن پہنا تھا، اس وقت یہ کس قدر دمک رہا تھا اور یہ انگوٹھی، لاکٹ ریحان نے اس رات پہنائے تھے، اب یہ کتنے مدھم لگ رہے ہیں اور یہ کنگن شادی کی پہلی سالگرہ پر دیا تھا، تب

اسے دیکھ کر سب رشک کر رہے تھے..... یاد ہے نا سب جیولر کا نام پوچھ رہے تھے اور یہ ڈائمنڈ رنگ نیناں کے پیدا ہونے پر ریحان نے اسپتال میں پہنائی تھی۔'' وہ ایک، ایک چیز دیکھتے ہوئے، انہیں ایسے دکھا اور بتا رہی تھیں جیسے وہ انجان ہوں۔

''یہ سب چیزیں آج بھی ویسی ہی ہیں، وہم نہیں کرتے۔'' انہیں بہلانے کے لیے کہنا پڑا۔

''یہ کیسے ممکن ہے، اب یہ سب زیورات ضرور ہیں مگر اپنا احساس کھو چکے ہیں..... بالکل ریحان کی طرح۔'' انہوں نے بیزاری سے سب ڈبوں کو بند کر کے اپنے پیروں سے پرے دھکیلا۔

''زیورات پرانے ہو جائیں تو دھلوا کر نیا بنا لیتے ہیں۔'' بوا نے دانستہ ان کا طنز نظر انداز کر کے مشورہ دیا۔

''ہونہہ! کیا کیا انسان نیا کرے؟ ریحان تو نہ نئے ہیں نہ پرانے۔'' ان کا منہ کڑوا ہو گیا۔

''بس انسان سمجھوتا کرے، مجھے نہیں معلوم کہ ریحان کتنے برے اور کتنے اچھے ہیں مگر اس گھر کے وارث ہیں، نیناں ان کی بیٹی ہے۔''

''بوا! آپ کیوں بار بار یہ احساس دلاتی ہیں، ریحان کی اس زندگی سے آپ ناواقف ہیں، میں بھی غلط نہیں ہوں۔'' انہیں تقریباً غصہ آگیا۔

''رابعہ! سمجھوتے کی چادر کو کسی ایک نے تو تھامنا ہی ہوتا ہے، یہ چیز آپ کی ساس میں پیدا ہوگئی تھی۔'' وہ جانے کس خیال سے کہہ گئیں۔

''ان میں اور مجھ میں فرق ہے، میں ریحان کو معاف نہیں کر سکتی۔''

''مرضی ہے، میرا خیال ہے ریحان آگئے ہیں، ہاتھ منہ دھو کر تازہ دم ہو جاؤ۔'' گیٹ پر گاڑی کے ہارن سے انہوں نے اندازہ لگا کر کہا اور خود باہر نکل گئیں۔

''ہونہہ، تازہ دم اس دھوکے باز کے لیے۔'' رابعہ نے تلخی سے بڑبڑاتے ہوئے سر سے پاؤں تک چادر تان لی..... مگر بوا واپس لوٹ آئیں..... اور بولیں۔

''رابعہ بیٹا! سبحان صاحب آئے ہیں۔'' انہیں بچھونے ڈنک مار دیا، چہرے سے چادر ہٹا کر بولیں۔

''کہاں بٹھایا ہے؟''

''ڈرائنگ روم میں..... ریحان نہیں آئے تھے، آجاؤ تیار ہو کر۔'' وہ یہ کہہ کر چلی گئیں تو وہ چند ثانیے کچھ سوچنے کے بعد اٹھیں، ہاتھوں سے کپڑوں کی شکنیں درست کیں، بالوں میں برش کیا اور ڈرائنگ روم کی طرف آگئیں مگر دروازے پر ہی جم گئیں۔ سبحان لان میں کھلنے والی بڑی سی شیشے کی کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھ رہے تھے۔

''ہیلو.....'' انہوں نے خاموشی توڑی تو وہ پلٹے اور مسکرا کر بولے۔

''خوب صورت گھر ہے تمہارا۔''

''ہاں! شاید.....''

''یقین نہیں کرتیں.....'' انہوں نے بغور ان کے ملگجے سے سراپا کو دیکھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیسے آئے ہیں؟" وہ ٹال گئیں۔
"گاڑی پر۔"
"میرا مطلب ہے کہ کیسے آنا ہوا؟"
"تمہارے گھر گیا تھا، پھر دل چاہا تو ایڈریس سمجھ کر یہاں آ گیا۔"
"نہیں آنا چاہیے تھا۔" وہ بے دلی سے بولیں۔
"معلوم ہے۔" وہ بولے۔
"لیکن دیکھنے آ گئے کہ میں کس حال میں ہوں؟"
"رابعہ! ہماری دوستی اتنی کمزور تو نہیں تھی کہ ہم بدگمان ہو جائیں۔" انہوں نے شکوہ کیا۔
"نہیں..... مگر میں کمزور چھت کے نیچے رہتی ہوں، جہاں پارسائی کے پردے میں نارسائی ہے، اعتبار کے پردے میں فریب چھپا ہے۔" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولیں تو وہ بھی ان کے دائیں طرف والے صوفے پر ٹک گئے۔
"مجھ سے شیئر کرو، میں جاننا چاہتا ہوں کہ اتنی محبت میں اتنی نفرت کہاں سے آ گئی؟"
"سبحان! پلیز یہ ذکر نہ کریں، میں شاید جسمانی طور پر ایسی کیمسٹری اختیار کر گئی ہوں کہ سب کچھ برا سا لگتا ہے۔ میری بیٹی نہ ہوتی تو میں شاید موت کو ترجیح دیتی۔"
"بہت بری بات، اتنی اسٹرونگ لڑکی اتنی کمزور عورت میں بدل گئی۔ حالانکہ عورت تو ایسے کنکریٹ سے اپنی تعمیر کرتی ہے جس سے فولاد بھی شرمائے۔" انہوں نے ہمت بڑھانے کی کوشش کی۔
"چھوڑیں اس ذکر کو، میں جو بھی بن گئی، مجھے ریحان نے بدل ڈالا۔" وہ کچھ مدھم سی پڑ گئیں۔
"رابعہ! ٹرسٹ می، ریحان نے کیا، کیا ہے، بتاؤ میں اس کو سمجھاتا ہوں۔" وہ بولے۔
"پلیز! سبحان! ریحان نے جو کیا وہ واپس نہیں ہو سکتا، میں ڈسٹرب ہوں، مجھے کچھ شیئر نہیں کرنا، ریحان جس روز خود اقرار کریں گے میں اس روز یہ فیصلہ کر سکوں گی۔" وہ یہ کہہ کر چپ ہو گئیں..... بوا چائے لے آئیں۔ تو وہ چائے کی طرف اشارہ کر کے بولیں۔
"چائے پئیں۔"
"بیٹا! کھانا تیار ہے، کھا کر جانا۔" بوا نے سبحان سے کہا۔
"نہیں شکریہ، بس میں اجازت چاہتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔
"چائے تو پی لیں۔" رابعہ نے روکا۔
"پھر سہی، کسی اعتبار کی چھت تلے اعتماد کے موسم میں۔" یہ کہہ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے وہ چلے گئے۔
وہ بوا کو دیکھتے ہوئے باہر نکلیں اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

☆☆☆

وہ اچھے موسم سے لطف اندوز ہونے کے لیے باہر لان میں اترنے والی سیڑھیوں پر بیٹھی میتھس کے

یونٹ نمبر پانچ کی مشق کر رہی تھی کہ خوشبو اڑاتا طلال اندر سے تیار ہو کر باہر نکلا..... اس نے خوشبو سے جان لیا کہ طلال ہے لیکن نوٹس نہیں لیا..... وہ برابر آ کر بیٹھا تو وہ پیچھے کھسکی۔
"چڑیا! چلو پزا کھانے چلیں۔"
"نہیں وہ، میں کام کر رہی ہوں۔" وہ مسترد کر کے کتاب پر نظریں جمائے جمائے بولی۔
"کام بعد میں کر لینا۔" وہ پُرشوق نگاہوں سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔
"کہا ہے نا، رمان بھا..... میرا مطلب ہے انہوں نے کام دیا ہے۔" رمان بھا..... پر وہ کچھ اٹکی اور پھر برملا کہہ کر وہاں سے اٹھنے لگی۔
"واہ! رمان بھا، بہت اچھا نام رکھا ہے۔" وہ دہرا کر ہنسا تو اسے خود پر غصہ آ گیا۔
"ان کا نام رمان احمر ہے۔" وہ غصہ دبا نہ سکی۔
"جانتا ہوں، لیکن تمہارے لیے تو وہ رمان بھا ہے۔" بڑا زور دے کر وہ بولا۔ تو پہلی بار اسے سوچنا پڑا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔
"اچھی بات ہے اسی طرح پکارا کرو۔" اس کو الجھا سا دیکھ کر وہ خود ہی بولا۔
"مجھے خود پتا ہے کہ کیا کرنا ہے، آپ پریشان نہ ہوں۔" وہ بپھر سی گئی۔
"تو پھر چلو، چلیں۔"
"طلال بھائی! مجھے کہیں نہیں جانا....." وہ یہ کہہ کر پٹ پٹ کرتی اندر کی طرف چلی گئی..... طلال تاؤ میں آ گیا..... سیدھا اس کے کمرے میں پہنچ گیا اور مدِمقابل تن کر کھڑا ہو گیا۔
"اتنی حقارت سے میرا دل توڑ کے آ گئیں....." وہ پوچھ رہا تھا یا رعب جما رہا تھا، وہ ڈری نہ سہمی، اپنی کتابیں میز پر ترتیب دیتی رہی۔
"نیناں! بہتر یہی ہے کہ میری باتیں سمجھنے لگو۔"
"کیوں..... کیوں سمجھوں؟" وہ اڑ گئی تو اسے حیرت ہوئی..... قہقہہ مار کے ہنسا اور پھر اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔
"کیونکہ یہ ضروری ہے، کتنی بھی نفرت ہے تم کو میری محبت سے مگر ہاتھ جلانے پڑیں گے میری تقدیر بنانے کے لیے۔"
"پلیز! چھوڑیں میرا ہاتھ، جائیں یہاں سے۔" اس نے جھنجلا کر ہاتھ چھڑایا۔
"طلال! آپ نیناں کے کمرے میں کیوں آتے ہو؟" رابعہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ناگواری سے پوچھا۔
"کیونکہ نیناں اپنی ہے۔" اس نے تحمل سے جواب دیا۔
"نیناں ڈسٹرب ہوتی ہے۔"
"مامی! رمان کے آنے پر تو آپ ایسے برہم نہیں ہوتیں۔"
"رمان یہاں نیناں کو پڑھانے آتا ہے۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اور میں یہاں رہتا ہوں۔'' اس نے جتلایا۔
''فی الحال یہاں سے جاؤ۔'' رابعہ نے بیزاری سے کہا۔
''آپ لاعلم ہیں کہ نیناں اور رمان کے بیچ کیا ہے؟''
''طلال! کیا بے ہودگی ہے؟'' رابعہ زچ ہوگئیں۔
''مامی! اپنے نقشِ قدم پر تو نیناں کو نہ چلائیں۔'' اس کے جملے میں بہت گہرا طنز تھا۔ وہ پھٹ پڑیں۔
''طلال! الٹی سیدھی ہانکنے کے لیے اپنے ماموں کے پاس جایا کرو۔''
''ہونہہ.....'' وہ ہنکارا بھر کے چلا گیا تو نیناں ماں سے لپٹ گئی۔
''چلو شاباش کام کرو، رمان آتا ہی ہوگا۔'' رابعہ نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے تسلی دی۔ وہ رائٹنگ ٹیبل کی کرسی کھینچ کر بیٹھی تو رابعہ اس کے بیڈ پر لیٹ کر ساس کی تصویر دیکھنے لگیں..... بالکل سامنے دیوار پر لگی بڑی سی تصویر پر ان کی نگاہیں جم سی گئیں..... تصویر پر چھائے سکوت میں وہ کچھ کھو سی گئیں۔ بوا کسی کام سے کمرے میں آئیں تو ان کی نگاہوں کے تعاقب میں خود بھی دور نکل گئیں..... تصویر پر چھائی حزن و ملال کی کیفیت کی وہ ہی تو ساتھی اور گواہ تھیں۔

☆☆☆

جائداد کے تنازعے میں خان جی اور بہار بیگم کا خون بہا دیا گیا، بیٹی کی خوشی دیکھنے سے پہلے ہی وہ خون میں نہا گئے..... مہ جبیں کے وجود پر نیم وحشیانہ سناٹا طاری ہوگیا..... چند روزہ گول مٹول سی وسیمہ ان کی توجہ سے محروم ہوگئی..... والدین کی موت اور سب مال و اسباب چھن جانے کا غم انہیں ہلا کے رکھ گیا..... بہت عرصے لبوں پر چپ کی مہر لگی رہی، اپنے آپ سے لڑتے ہوئے وسیمہ نظر انداز ہوئی، راجا صاحب سے واجبی سا تعلق رہ گیا..... اسپتال تو مستقل ویران سا ہوگیا..... تقریباً ڈیڑھ دو ماہ بعد راجا صاحب نے اپنے لہجے میں مٹھاس سے انہیں زندہ کردیا..... وہ ان کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کے روئیں، پھر سکھاں سے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے رو دیں۔

سکھاں نے خان جی اور بیگم صاحبہ کے ساتھ اپنے والدین کی موت کا ذکر نہیں کیا تھا..... بس اشک بہا کر خود کو یتیم اور مسکین سمجھ لیا تھا۔ اس کا کوئی نہیں رہا تھا لیکن مہ جبیں نے یاد دلایا۔
''سکھاں! رحمت ہے نا، تم اس کے پاس لوٹ جاؤ۔'' تو سکھاں اپنی بی بی کے اندر سے کرب اور رنج پر خود بھی رو دی۔
''میری تو صرف بی بی ہے، پیچھے کیا تھا اور کیا ہے، یہ مجھے نہیں پتا۔''
''سکھاں! اب تو رحمت کے پاس جاسکتی ہے، میں بھجوا دیتی ہوں۔''
''نہیں، اب ہی تو بی بی کو میری ضرورت ہے، رحمت کے پاس جانے اور اپنے بارے میں بتانے کا وقت تو گزر گیا۔'' سکھاں نے صاف انکار کردیا۔
''تم میری وجہ سے کہہ رہی ہو؟'' مہ جبیں نے پوچھا۔
''میں اپنی وجہ سے کہہ رہی ہوں، مجھے یہیں رہنا ہے، آپ کے پاس۔'' مہ جبیں روتے روتے

مسکرا دی..... اور پھر سکھاں اور وسیمہ کے سہارے غم غلط ہوتے گئے..... راجا صاحب نے اسپتال پھر سے آباد کردیا۔

زندگی کی رسوائیوں کے بعد موت کے تمنائیوں کو شکاری ہی نئی زندگی کی نوید سنا کر اس کے پاس لاتے تھے..... ایک زندگی کے بدلے میں دوسری زندگی بچانے کے حوالے سے ڈاکٹر مہ جبیں کو قائل کرنے کی ذمے داری راجا صاحب نے اٹھا رکھی تھی..... دور، دوران کا شہرہ یہی پھیل گیا تھا کہ وہ گناہ اور زیادتی کے نشان مٹانے والی ڈاکٹر ہیں۔ ان کے ذہن پر راجا صاحب نے ایسے تسلط جمایا تھا کہ وہ، ویسا کرتی تھیں مگر اندر ہی اندر گھن چاٹنے لگا تھا..... ماں باپ کے بعد صرف راجا صاحب ہی تھے یا پھر سکھاں جو پل پل لمحہ لمحہ ان کے ساتھ جیتی تھی سانس لیتی تھی۔ وسیمہ کی ذمے داری بھی اسی پر تھی اور جب وہ شکست خوردہ ہو کر اشک بہاتی تو تب بھی سکھاں ہی وہ اشک صاف کرتی..... راجا صاحب سے تو مہ جبیں نے شکوہ کرنا بھی تقریباً ختم کردیا تھا..... ویسے راجا صاحب پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا..... ان کے بینک اکاؤنٹ میں روپے بڑھ رہے تھے، وہ شہر کے امرا اور روسا میں شمار ہونے لگے تھے۔

''سکھاں! کاش بابا نے مجھے ڈاکٹر نہ بنایا ہوتا۔'' وہ یہ شکوہ اکثر و بیشتر بستر پر گر کے کرتی۔
''انہوں نے تو آپ کی خواہش کا احترام کیا تھا۔'' سکھاں جواب میں کہتی۔
''جہاں اسپتال بنانے یا ملازمت کرنے پر پابندی لگائی تھی، وہاں اس خواہش کا بھی گلا دبا دیتے..... مجھے اپنے آپ سے گھن آنے لگی ہے، میرے اور میری بچی کے حلق سے وہ پیسہ اتر رہا ہے جو جائز نہیں۔'' وہ بے بسی سے بولی۔
''اللہ پر نیت روشن ہے، اللہ سے راجا صاحب کے لیے ہدایت مانگیں۔'' سکھاں بڑے حوصلے کی خاطر موہوم سی امید کا دیا روشن کرتی۔
''میں کسی سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی، اللہ کے ہاں میری کوئی حیثیت نہیں رہی، سب کے گناہوں میں برابر کی شریک بن گئی ہوں۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دیتی..... تب سکھاں احساسِ گناہ کو کم کرنے کے لیے زمانے کی تاویل پیش کرتی۔
''آپ یہ غور کریں کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں؟ آپ کی طرح اور بے شمار ڈاکٹر ہوں گی جو بے رحم بھیڑیوں کی بھینٹ چڑھنے والی لڑکیوں کے ماتھے کا کلنک دھوتی ہوں گی۔ یہ ظلم کتنا عام ہوگیا ہے..... اس میں ان معصوم لڑکیوں، بچیوں کا کیا قصور؟''
''یہ لولی لنگڑی مثالیں دے کر احساسِ جرم نہ کم ہوتا ہے اور نہ ختم ہوتا ہے۔ میں کسی کے گناہ اور جرم کی گناہ گار کیوں بنوں؟'' وہ ماننے سے انکاری ہو جاتی ایسے میں سمجھانا بے حد مشکل ہو جاتا..... وسیمہ کی بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ ساتھ یہ احساس زیادہ ستانے لگا تھا۔
''اللہ نے مجھے بیٹی دی ہے، یہ گناہ سے حاصل کی گئی روٹی میری بیٹی کی زندگی کو کفارہ نہ بنا دے۔'' یہ خوف مہ جبیں کی پتلیوں سے چپک گیا..... چند مریض جن کا علاج معالجہ جائز سمجھتی ان کے پیسوں سے وسیمہ کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرتی جو کہ ممکن نہیں تھا..... ٹھاٹ باٹ سے زندگی بسر کرنے والے باپ

FIAZ AHMED
Scan & PDF
FriendsKorner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی بیٹی کم حیثیت احساس کے ساتھ زندگی بسر نہیں کر سکتی تھی..... وسیمہ کے اندر کی اس تبدیلی پر تو وہ راجا صاحب کے سامنے سراپا احتجاج بن گئی۔

''خدا کے لیے! اب اور گناہ پر مجھے مجبور مت کرو، آگ لگا دو اس اسپتال کو، ورنہ میں خود کو آگ لگا کر مار ڈالوں گی..... میری بیٹی ہمارے گناہ کی سزا نہ کاٹے.....'' چیختے چلاتے وہ رو دی۔

''مہ جبیں! کیا ہو گیا ہے تمہیں، جان! یہ سب ہماری بیٹی کا ہے، اسے اعلیٰ تعلیم دلوائیں باہر بھیجیں۔'' راجا صاحب بڑی مٹھاس بھری زبان میں بولے۔

''اور احساسِ گناہ؟'' وہ چلائی۔

''یہ کام تم نہیں کرو گی تو اور بہت سے لوگ کر رہے ہیں، کسی کی زندگی بچانا کوئی گناہ نہیں۔''

''یہ کسی کی زندگی بچانا نہیں، درندہ صفت انسانوں کی مدد کرنا ہے، اس گناہ کو بے نقاب کرنے کی ذمے داری کس کی ہے؟'' وہ بولی۔

''کم از کم ہماری نہیں، یہ قانون کے رکھوالے جانیں اور ان کا کام۔'' وہ وسیمہ کے ہاتھ چومتے ہوئے بولے تو اسے غصہ آ گیا۔

''یہ بے حسی ہے راجا صاحب، آپ کوئی کام کریں، اس بچی کو اپنی محنت کی کمائی کا لقمہ کھلائیں۔''

''مزدوری تو کرنے سے رہا اور تم کتنی ناشکری ہو، تھوڑی سی محنت سے ڈھیر سارے پیسے لوگ گھر آ کر دے جاتے ہیں..... پھر اور کچھ کرنے کی ضرورت کیا ہے؟'' وہ انتہائی سادگی سے کہہ کر بیٹی سے کھیلنے لگے..... چار سالہ وسیمہ کو کچھ خبر نہیں تھی کہ ماں باپ کے درمیان کیا بحث و تکرار ہے۔ اسے اسکول داخل کرایا تو ریحان دنیا میں آ گیا۔

ریحان کا پیدا ہونا مبارک ثابت ہوا کہ راجا صاحب نے ایک گلاس فیکٹری میں شرکت شروع کی..... وہ بالکل چپ، خاموش اور ساکت نظروں سے دیکھتی رہتی..... اس کی خوب صورت آنکھوں میں موت کی سی خاموشی چھا گئی تھی..... جسے دیکھ کر صرف سکھاں خون کے آنسو روتی تھی..... لاکھ جتن کے باوجود وہ اسے احساسِ جرم اور ندامتِ گناہ سے واپس نہیں لا سکی..... راجا صاحب کاروباری دنیا میں مصروف ہو گئے، وسیمہ اور ریحان کی دیکھ بھال..... مہ جبیں کی دیکھ بھال سب سکھاں کی ذمے داری میں شامل ہو گئی..... سکھاں کو کوئی شکوہ گلہ نہیں تھا، وہ تو بس اپنی بی بی کے گلنار چہرے پر زندگی دیکھنا چاہتی تھی جو کہ مرتے دم تک ان کے چہرے پر نہیں آئی..... یہ شکایت اپنے تئیں وہ کبھی کبھار راجا صاحب سے کرتی تو وہ مخصوص نرم لہجے میں کہتے..... بلکہ اچھی خاصی تقریر کر ڈالتے۔

''تمہاری بی بی کی خواہش تھی کہ اسپتال بنے، اسپتال بنا تو اسے سوکیڑے نظر آنے لگے۔ میں اب کاروبار میں مصروف ہوں تو بھی اسے پسند نہیں، بیکار سی ٹینشن لے، لے کر اسٹریس میں ذہنی مریضہ بن کر بستر پر پڑے رہنا پسند ہے تو میں کیا کروں؟''

''آپ انہیں وقت دیا کریں، ان کی چپ نے بستر سے لگا دیا ہے..... دونوں بچوں سے بھی غافل ہو گئی ہیں۔''

''میں سمجھا چکا ہوں، بس بی بی صاحبہ نے ایسے ہی رہنا ہے، میرے بزنس کے سو بکھیڑے ہیں، تم بچوں کی ٹھیک طرح سے تربیت کرو۔'' وہ یہ کہہ کر باہر نکل جاتے اور سکھاں اللہ سے بی بی کی صحت کے لیے دعا کرنے لگتی۔

☆☆☆

سرکلر روڈ سے گاڑی چلاتے ہوئے جب وہ کالج کے سامنے سے گزرنے لگا تو تقریباً سوا ایک کا وقت تھا۔ گیٹ سے لڑکیاں رنگین کپڑوں میں باہر آ رہی تھیں۔ اس نے گاڑی گیٹ سے ذرا فاصلے پر کھڑی کی اور اتر کر کھڑا ہو گیا..... کچھ دیر بعد نیناں نے گیٹ سے سر نکال کر باہر دیکھا تو وہ بھاگ کر قریب گیا مگر وہ اندر ہو چکی تھی شاید اپنی گاڑی کا انتظار کر رہی تھی..... اس نے چوکیدار سے کہا نیناں ریحان کو بلاؤ، چوکیدار نے اندر منہ کر کے نام پکارا تو نیناں باہر آ گئی..... اسے دیکھ کر پریشان سی ہو گئی۔

''آپ!''

''اس موچھل کا انتظار تھا کیا.....؟'' اس نے سرگوشی کی تو وہ شرمندہ سی ہو کر اس کے ساتھ چلنے لگی۔

''رمان بھا! وہ طلال بھائی آتے ہوں گے۔'' گاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے جھجکتے ہوئے اس کا نام لیا..... وہ جل کر بولا۔

''واہ! یہ بھا، بھی طلال بھائی کے ساتھ لگا دو، اسے طلال بھا بھائی پکارا کرو۔''

''آپ ہر وقت ڈانٹتے ہی رہتے ہیں۔'' وہ روہانسی ہو گئی۔

''چلو بیٹھو، بتاتا ہوں، میں تمہیں شیر بنانا چاہتا ہوں بلکہ شیرنی بنانا چاہتا ہوں۔'' اس کے لیے ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والا دروازہ کھول کر بٹھاتے ہوئے وہ بولتا گیا۔

''میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔''

''ہاں! ایسے بھی بہت ٹھیک ہو، اتنے خوب صورت لباس میں تو کچھ زیادہ ہی اچھی لگ رہی ہو۔'' گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس کے جملے کی اچھی خاصی تشریح کر کے پُرشوق نگاہوں سے دیکھا۔

''وہ آج فن فیئر تھا.....'' اس نے جلدی سے بتایا۔

''اچھا یہ بتاؤ، کیا کھاؤ گی اور کیا کھلاؤ گی؟''

''آج فن فیئر تھا۔'' اس نے دوبارہ بتایا۔

''اچھا، اچھا میں بہرا نہیں ہوں، کیا کھاؤ گی؟' وہ اس کی بات سنی ان سنی کر کے زور سے بولا تو وہ ڈر گئی۔

''بہت ڈرپوک ہو۔'' وہ محظوظ ہوا اور گاڑی اپنے گھر والے روڈ پر ڈال دی۔

''آپ کو معلوم ہے طلال بھائی کتنا ناراض ہوں گے، آپ مجھے فوراً گھر چھوڑیں۔'' وہ بہت گھبرا رہی تھی۔

''کتنا..... یار آج بتا ہی دو.....'' وہ گاڑی کی رفتار کم کر کے اسے دیکھتے ہوئے بولا تو وہ گڑبڑا گئی۔

''آپ ایسے کیوں پوچھتے ہیں؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''یہ کہو کہ ایسے کیوں دیکھتے ہیں؟'' اس نے چھیڑا۔
''پلیز! مجھے گھر چھوڑ دیں۔'' وہ جھلائی۔
''گھر ہی تو لے جا رہا ہوں۔'' اس نے ایکدم اسپیڈ بڑھائی اور گاڑی زناٹے بھرتی ہوئی چند ہی منٹ میں فرقان منزل کے گیٹ پر تھی۔

☆☆☆

نیناں کی غیر متوقع آمد پر عارفہ حیران سی ہوگئیں..... دعا کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرایا..... اٹھ کر جانے لگی تو رمان نے اس کا ہاتھ تھام کر زور سے جھٹکا دے کر کہا۔
''نیناں! یہ دعا ہر وقت تمہارا ذکر کرتی رہتی ہے، دیکھنا منٹوں میں میز پر کھانا لگائے گی۔'' دعا بھونچکا سی عارفہ کو اور رمان کو دیکھنے لگی..... عارفہ بیگم اس کی شرارت پر مسکرائیں اور بولیں۔
''نیناں! بیٹھو میرا بچہ، آج بڑی خالہ کی یاد کیسے آگئی؟'' نیناں وہیں ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔
''یہ تو امی ضد کر کے آئی ہے کہ گھر لے چلو۔'' رمان کے سفید جھوٹ نے اسے برقی جھٹکا لگایا۔
''اچھا کیا، اس بہانے رمان احمر کی خواہش پوری ہوگئی۔'' دعا نے کہا اور جانے کے لیے مڑی۔
''اے دعا کھانا لگاؤ..... بہت بھوک لگی ہے، نیناں کیا سوچے گی؟'' رمان نے اس کا راستہ روک کر کہا تو وہ چند لمحے اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی اور پھر بولی۔
''نیناں کو وہی سوچنا چاہیے جو تم سوچتے ہو کیوں نیناں؟'' اس نے ایک دم نیناں سے پوچھا تو وہ کچھ نہ سمجھ سکی۔
''آپ تینوں بیٹھ کر گپ شپ کرو، میں کھانا لگواتی ہوں۔'' عارفہ بیگم نے کہا اور کچن کی طرف چلی گئیں۔
''پلیز! مجھے چھوڑ آئیں، طلال بھائی پپا سے شکایت کریں گے۔'' نیناں نے بیچارگی سے کہا۔
''نیناں، رمان اغوا کر کے تو نہیں لایا۔'' دعا نے ہنستے ہنستے تلخی سے کہا۔
''ارے یہ کرنا پڑا تو رمان احمر یہ بھی کرے گا۔'' رمان نے دعا کو چڑایا۔
''اچھا مما کو فون تو کر دیں۔'' نیناں کو سخت فکرمندی تھی۔
''ریحان انکل اور رابی خالہ نے دودھ پیتی بچی بنا کر رکھا ہے، موبائل فون نہیں ہے کیا؟''
''کالج میں پرمیشن نہیں ہے۔'' وہ شرمندہ سی ہوگئی۔
''اچھا یہ لو فون اور رابی خالہ کو بتا دو کہ شام کو میرے ساتھ آؤ گی، ٹیوشن والے ٹائم پر۔'' اس نے اپنے موبائل فون پر رابی خالہ کا نمبر ڈائل کر کے اسے تھما دیا اور خود فریش ہونے کے لیے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔
دعا کچھ دیر خاموشی سے اسے بات کرتا دیکھتی رہی پھر کچن میں عارفہ مامی کے پاس آگئی..... انہوں نے کچن والی ڈائننگ ٹیبل پر تقریباً کھانا لگا دیا تھا، صرف پھلکے بنانے شروع کیے تھے۔ اس نے بجھے سے چہرے کے ساتھ پوچھا۔

تاثر

میمو کے ویرانے میں بہار آئی تو ہمارے لیے پھولوں کی بجائے تاج لائی یعنی ہماری موجودہ پرموشن کا حکم آگیا اور ہم میجر بن گئے۔ کندھوں پر میجری لگا کر دیکھی تو محسوس ہوا کہ وزن بڑھ گیا ہے۔ آپ کسی تازہ میجر سے پوچھیں۔ پرموشن کی آج کل یہی تاثیر ہے اور ہمیں میجری کا نشہ کچھ اس لیے بھی گہرا محسوس ہوا کہ ہمارے تین ماتحت کپتانوں میں سے دو انگریز تھے۔ وہی انگریز جن کی ملازمت کرتے کرتے ہم نے لاکھوں کے بول سہے تھے۔ یوں تو جنگ انگریز کی تھی۔ ہم دیسی ان کے سینئر ہو کر لڑتے یا جونیئر ہو کر، بہرحال ان کی خاطر ہی لڑ رہے تھے لیکن زندگی میں پہلی مرتبہ انگریز افسروں کو چاروں شانے چت ماتحت پایا اور انہیں سلیوٹ کرتے اور یس سر کہتے سنا تو وطن کی غلامی کا کچھ غم ہلکا ہوگیا۔ جی تو چاہتا کہ ان سے کوئی ٹھوس سا قصور سرزد ہو تو انہیں سزا دے کر تھوڑا سا جلیانوالہ کا بدلہ بھی لے لیا جائے لیکن انگریز کم بخت اتنا اچھا حاکم نہیں ہوتا جتنا اچھا ماتحت ہے۔ ایسی بے بسی سے ماتحتی کرتا ہے کہ انتقام لینے کی بجائے انعام دینے کو جی چاہتا ہے۔ چنانچہ انگریز ماتحتوں سے ہمارے تعلقات چار و ناچار دوستانہ ہی رہے۔

مرسلہ: سیدہ فرزانہ۔ حجرہ شاہ مقیم

''مامی! میں پھلکے بنا دوں؟''
''ارے نہیں، تم فریج سے رائتہ نکالو اور پانی کی بوتل نکال کر رکھو۔''
''مامی!''
''ہونہہ، کیا بات ہے؟'' انہوں نے اس کی مدھم آواز سے بہت کچھ بھانپ لیا۔
''نیناں بہت خوب صورت ہے نا؟'' بڑی حسرت و یاس کے ساتھ اس نے پوچھا۔
''ہیں، یہ کیا بات ہوئی؟'' انہوں نے تعجب سے پوچھا۔
''کچھ نہیں، کچھ بھی نہیں بس.....'' وہ یہ کہتے ہوئے وہاں سے بھاگ کر باہر نکل گئی، عارفہ بیگم آوازیں دیتی رہ گئیں..... پھر دل مسوس کے چپ کر گئیں..... انہیں اس کی ذہنی کیفیت اور دلی جذبات کا احساس ہوگیا تھا..... دعا، نیناں کو دیکھ کر افسردہ سی کیوں ہوگئی ہے؟ اس بات کو وہ اچھی طرح سے سمجھ سکتی تھیں مگر کر کچھ نہیں سکتی تھیں..... رمان کی دلچسپی اور جھکاؤ اس بات کا کھلم کھلا اظہار تھا کہ اسے نیناں پسند ہے..... نیناں کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے اس سے وہ ناواقف تھیں..... انہیں نیناں اگر پیاری تھی تو دعا بھی بہت عزیز تھی۔ ان کے دل میں دونوں کے لیے پیار ہی پیار تھا۔

☆☆☆

وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ طلال نے ان دونوں کے آتے ہی قیامت برپا کر دی..... اس کی غصیلی آواز سن کر ریحان اختر باہر آگئے..... نیناں سہم کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی..... جبکہ رمان نے طلال کے جاہ و جلال کا ذرہ برابر بھی اثر نہیں لیا..... ریحان اختر سے ہاتھ ملا کر بڑے آرام سے صوفے پر بیٹھ گیا..... مگر طلال مزید طیش میں آگیا۔
''ماموں! اس شخص کو بتا دیں کہ نیناں کے معاملے میں آئندہ محتاط رہے ورنہ.....''
''ورنہ کچھ نہیں ہوتا مسٹر طلال، میں حیران ہوں آپ کیوں ناراض ہو رہے ہیں؟ آپ کی حیثیت، آپ کا مقام تو خدانخواستہ متاثر نہیں ہوا، کیا ہوا جو وہ کچھ دیر کو اپنی بڑی خالہ سے مل آئی؟'' رمان نے نہایت میٹھی اور نرم زبان میں بات کی تو ریحان اختر نے فوراً مداخلت کی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED
Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ارے کچھ نہیں رمان بیٹا، طلال نے کچھ زیادہ ہی محسوس کرلیا۔''

''وہی تو پوچھ رہا ہوں کہ کیوں؟'' رمان نے جرح کی۔

''دراصل طلال کو نیناں کی عدم موجودگی میں پرابلم ہوئی اور خیر چھوڑو، یہ بتاؤ کہ میری نیناں کا میتھس امپروو ہو رہا ہے؟'' انہوں نے بات ہی ٹال دی..... طلال بل کھا کر بولا۔

''جی ہاں! سارے شہر میں میتھس کے پروفیسر ہڑتال پر ہیں، مسٹر رمان پڑھا رہے ہیں۔''

''یار! آپ پڑھالو، میں کون سی فیس لیتا ہوں۔'' رمان نے کڑوی بات میٹھے میں ڈبو کر کی تو ریحان اختر مسکرا دیے اور طلال پھنکارتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ تب ریحان اختر اس سے باتوں میں مشغول ہو گئے..... اس سے کام کے متعلق پوچھتے رہے، مشاغل کی تفصیل معلوم کی..... اچھی سی پُرتکلف چائے اس کے ساتھ پی..... رابعہ کو نہ انہوں نے بلایا اور نہ وہ وہاں آئیں..... خود سے پوچھنے کی جسارت اسی کو کرنی پڑی۔

''رابی خالہ تو ٹھیک ہیں نا.....؟''

''معلوم نہیں.....'' مختصراً کہا گیا۔

''مطلب.....؟''

''ہمیں تو یہ پتا ہے کہ وہ سوتی رہتی ہیں۔'' انہوں نے طنزیہ کہا۔

''سونے کی وجہ نہیں معلوم کی آپ نے.....؟'' اس نے بھی کریدا۔

''ہونہہ! اپنی خالہ کو اتنا ہی سمجھتے ہو۔'' وہ تمسخرانہ ہنسی ہنسے۔

''وہ یکسر تبدیل ہو گئی ہیں، یقیناً کچھ ایسا ہے جس کی وجہ سے وہ ڈسٹرب ہیں۔'' اس نے بھی جم کر جواب دیا تو ریحان اختر لاجواب ہو گئے..... کچھ دیر چپ رہے پھر نئے سرے سے بات میں وزن پیدا کیا۔

''رابعہ سے میری لو میرج ہے، میں اگر سب کوتاہیوں کو نظر انداز کر کے اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتا ہوں تو رابعہ کو بھی چھوٹی موٹی بدگمانی کو خود پر طاری نہیں کرنا چاہیے۔'' رمان کو ان کی دو پرتہ بات اچھی نہ لگی، کھلے لفظوں میں انہوں نے رابعہ بیگم کے کردار پر تنقید کی تھی۔

''رابی خالہ نے ایسی کوئی کوتاہی کبھی کی ہی نہیں۔''

''یار کمی کوتاہی ہر شخص میں ہوتی ہے، ہر آدمی کی پرسنل لائف ہوتی ہے شادی سے پہلے کے سب معاملات بھول کر اعتماد کا رشتہ قائم کیا جاتا ہے۔''

''آپ کا مطلب ہے کہ رابی خالہ کی پرسنل لائف کچھ اور تھی۔''

''رمان! بہت بڑا مائنڈڈ آدمی ہوں میں، بیوی کے کلوز فرینڈ کے بارے میں جانتے ہوئے بھی میں نے شادی کی۔'' انہوں نے پھر رابعہ کا ماضی موضوع بنایا تو وہ ناگوار سے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

''کوئی چیز مخفی ہو تو تکلیف دہ ہوتی ہے، رابی خالہ نے کچھ چھپایا نہیں، ایئی ہاؤ پھر ملاقات ہوگی، مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' وہ خاصا بدمزہ... ہو کر مصافحہ کر کے واپس پلٹ آیا..... نہ رابی خالہ سے ملا اور نہ نیناں کو میتھس کرایا..... دماغ سلگ رہا تھا اور دلی طور پر غمگین تھا..... کسی حد تک رابی خالہ کی ڈسٹربنس کی وجہ سمجھ میں آ گئی۔

باقی آئندہ ماہ

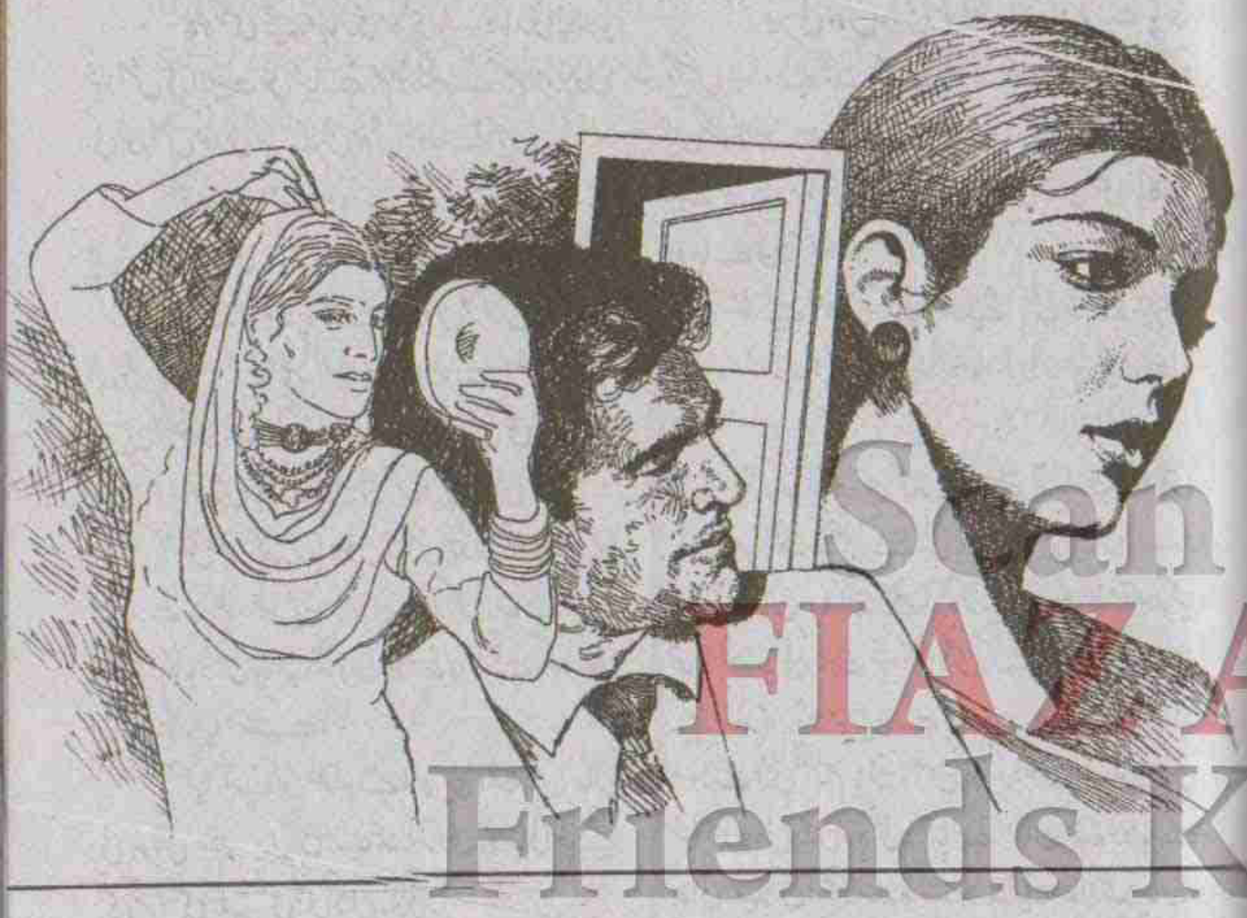

رابطہ

عطیہ عمر

فوزیہ کچن میں مصروف تھی۔ بچوں اور نعمان کی آج ہفتے وار تعطیل کا روز تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہ چاہتی تھی کہ دوپہر کے کھانے پر کچھ اہتمام ہو کہ گھر کے سب لوگ آج گھر پر تھے اور سوائے نعمان کے.... ابھی کسی کے بیدار ہونے کا کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا۔ حالانکہ دوپہر کا ایک بجنے والا تھا۔ نعمان پانی پینے کے لیے کچن میں آئے تو پوچھنے لگے۔

''کیا بنا رہی ہو؟''

''بریانی..... سب ہی شوق سے کھا لیتے ہیں۔''

''شام کے لیے چکن کڑاہی بنا لو۔''

''آپ بھی نعمان، کیا جانتے نہیں، چکن، مٹن، بیف، کیا بھاؤ مل رہا ہے اور سستی تو خیر کوئی چیز بھی نہیں ہے یوں بھی ابھی تک تو بچے اٹھے ہی نہیں۔ دو تین بجے اٹھے تو تب بھی احتشام اور حسام تو پراٹھے کے ساتھ آملیٹ ہی کھائیں گے۔ مہرین پر ڈائٹنگ کا خبط سوار رہتا ہے تو اس طرح رات کے لیے بھی یہ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Komer.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بریانی کافی رہے گی۔"

"چلو بھئی جیسے تمہاری مرضی..... ہماری پسند یا خواہش کی اہمیت ہی کیا ہے، ہم تو بیگم کے حکم اور بچوں کی خواہش پوری کر کے ہی خوش ہو جاتے ہیں۔"

"افوہ..... نعمان، آپ بھی بچے بن جاتے ہیں، اس مہنگائی کے دور میں ایک ایک پیسہ خرچ کرتے ہوئے سوچنا پڑتا ہے۔ دونوں لڑکوں کی تعلیم کا خرچ کچھ کم ہے پھر ان کے دوسرے اخراجات، مہرین کو تھوڑا بہت جیب خرچ دے کر اس کی پوری کی پوری تنخواہ تو میں بینک میں جمع کرا دیتی ہوں۔"

"یہی تو کہہ رہا ہوں، اس قدر کنجوسی کی کیا ضرورت ہے، مہرین کی بہت اچھی جاب ہے، احتشام کا ہاؤس جاب شروع ہونے والا ہے، گھر ہمارا اپنا ہے پھر کیا مسئلہ ہے؟"

"کیا آپ کو معلوم ہے، مہرین اٹھائیس سال کی ہو چکی ہے۔ اس کی اب تک شادی ہو جانی چاہیے تھی مگر ابھی تک منگنی بھی نہیں ہوئی۔"

"ارے ہو جائے گی شادی بھی..... خدانخواستہ ہماری بیٹی میں کوئی کمی تو نہیں، پڑھی لکھی، باشعور اور اچھی شکل و صورت کی مالک ہے اور ویسے میں نے تمہیں بتایا تو تھا کہ شاہد، اپنے سالے کے لیے کہہ رہا ہے۔ جب بھی تم ہاں کرو، وہ لوگ رسم کرنے آ جائیں گے۔"

"آپ بھی بس، جیسے تلے بیٹھے ہیں وہ رمیز، شاہد صاحب کا سالا، کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں اس میں جو میں اپنی پھول سی بچی اس چڑیا گھر میں جھونک دوں۔" فوزیہ کے بگڑ کر کہنے پر نعمان نے حیرت سے دیکھا۔

"کیوں، کیا کمی ہے رمیز میں، پڑھا لکھا باشعور لڑکا ہے، بہت اچھی پوسٹ پر ہے اور تم کیا چاہتی ہو؟"

"رمیز کی اماں دائمی مریضہ ہیں اوپر سے پانچ بہنیں..... بے شک ایک کو چھوڑ کے سب شادی شدہ ہیں مگر ظاہر ہے میکے میں آنا جانا تو رہتا ہی ہے، میری بچت تو تیمار داری اور مہمان نوازی میں ہی ہلکان ہو جائے گی۔"

"کیسے فضول کے اندیشے پال رکھے ہیں تم نے..... اب اپنا من پسند داماد آرڈر پر کیسے بنواؤ گی؟"

"کچھ ہاتھ پیر نہیں ہلا سکتے تو بات تو اچھی کریں۔" فوزیہ خفگی سے کہتی باہر نکل گئیں۔

نعمان جانتے تھے کہ فوزیہ کی بات کا مقصد کیا تھا؟ فوزیہ کی بہت خواہش تھی کہ نعمان کی آپا اپنے بیٹے سعد کا رشتہ مہرین سے کر دیں۔ اونچا، لمبا، خوب صورت اعلیٰ تعلیم یافتہ، ہنس مکھ سا سعد..... فوزیہ کی خواہش دل میں رہ گئی۔ آپا نے نعمان کے دوسرے بھائی حمید کی بیٹی سارہ کو بہو بنا لیا۔ حالانکہ سارہ، مہرین کے مقابلے میں ذرا دبتے ہوئے رنگ کی تھی۔

"یوں تو آپ کی آپا، آپ سے پیار کے بہت دعوے کرتی ہیں، مہرین کی بھی بہت تعریفیں ہوتی ہیں مگر کیسے دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال کر باہر پھینکا۔" فوزیہ جل بھن کر نعمان کو سناتیں تو وہ بھی چپ نہ رہتے۔

"آصفہ بھابی، ہمیشہ سے آپا اور اماں کی بہت عزت کرتی آئی ہیں۔ تمہاری طرح نہیں کہ شادی کے چھ ماہ بعد ہی الگ گھر لینے کی رٹ لگا دی تھی۔ آصفہ بھابی، ہمیشہ اماں کے ساتھ رہیں۔ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اماں چڑچڑی ہوتی جا رہی تھیں۔ آصفہ بھابی ان کی ڈانٹ ڈپٹ خندہ پیشانی سے برداشت کرتی رہیں، تمہاری طرح نہیں کہ ذرا سی

بات، تمہارے مزاج کے خلاف ہو جائے تو گھنٹوں منہ پھلائے رکھتی ہو۔" فوزیہ روہانسی ہو جاتیں۔

"ساری زندگی آپ کی، آپ کے گھر والوں کی خدمت کرنے کا یہ صلہ مل رہا ہے کہ آج جب اولاد جوان ہے، اس کی شادی بیاہ کی عمر ہے تو بھی ماں، بہن کی ہڑک میں بیوی کو طعنے دیے جا رہے ہیں۔ آصفہ بھابی کی جیسی چاپلوسی اور خوشامد کا فن، میرے پاس نہیں، پھر شکایت مجھ سے تھی تو مہرین صرف میری نہیں، تمہاری بھی اولاد ہے۔"

"فضول اور جاہلانہ باتیں ہی کرتی رہنا، میری اماں تو اب اس دنیا میں نہیں، بخش دو انہیں اور رہیں آپا، تو وہ تمہارے مزاج کو سمجھ چکی ہیں، اس لیے تم سے فاصلے پر ہی رہتی ہیں۔" فوزیہ کے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔

"ہاں، سب قصور، ہر گناہ صرف اور صرف میرا ہے۔ آپ، آپ کی اماں، بہن سب معصوم، پاک، میں کیا کہہ رہی ہوں یہی نا میری غلطی کی سزا انہوں نے آپ کی بیٹی کو کیوں دی؟"

"استغفر اللہ! بے وقوفی کی انتہا ہے یہ، بھلا اس میں جرم اور سزا کی کیا بات ہے، شادی بیاہ جہاں مقدر میں ہے، وہیں ہوتا ہے۔ مہرین کے مقدر میں جب اور جہاں اس کی شادی ہونی ہے، وہیں ہو گی۔ سعد اچھا لڑکا ہے لیکن وہ سارہ کا نصیب بن چکا ہے، اللہ سے دعا کرو کہ مہرین کے لیے جو بہت اچھا ہو، وہ اسے ملے۔"

☆☆☆

"حمید بھائی کے ہاں سب بہن بھائی اور چند ایک قریبی عزیز و اقارب اکٹھے تھے۔ سارہ سے چھوٹی خولہ کی منگنی اس کی خالہ کے دیور کے بیٹے سے ہو رہی تھی، شادی ایک ڈیڑھ سال بعد خولہ کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد طے پائی تھی۔ خولہ کی ہونے والی ساس نے انگوٹھی پہنائی اور رسم ہو گئی۔ خولہ کا منگیتر آیا ہوا تھا لیکن مردوں کے بیٹھنے کا الگ انتظام تھا۔ حمید اور آصفہ شروع سے ہی مذہبی رجحانات کے حامل تھے پھر جب سے حج کی سعادت سے سرفراز ہوئے، کافی حد تک شرعی احکامات کی پابندی خود بھی کرنے لگے اور بچوں سے بھی کروانے لگے۔ آصفہ خود تو گھر سے باہر نکلتے بڑی سی چادر لیتی تھی، دونوں بیٹیاں باقاعدہ عبایا اور اسکارف پہنتی تھیں..... سارہ نے انگلش لٹریچر میں ماسٹرز کیا تھا جبکہ خولہ انجینئرنگ پڑھ رہی تھی۔

فوزیہ نے سامنے دیکھا، ہلکے سبز اور گلابی رنگوں کا امتزاج کا جوڑا پہنے، پھولوں کا زیور سجائے، خولہ کافی اچھی لگ رہی تھی۔ ویسے بھی رنگ روپ اور نین نقش میں وہ سارہ سے اچھی تھی۔ اس کے ساتھ ہی صوفے پر مہرین بیٹھی تھی، گلابی مائل، گورا رنگ، جاذبِ نظر نقوش، خوب صورت سے اسٹائلش سیاہ رنگ کے لباس میں وہ دمک رہی تھی، فوزیہ نے دل ہی دل میں آہ بھری۔

"جانے میری ہیرے جیسی بیٹی کا نصیب کب کھلے گا؟" سارہ اپنے دو، تین ماہ کے بیٹے کو اٹھائے اس کے قریب آئی۔

"بچی اماں، کھانا لگ گیا ہے؟"

"اچھا۔" فوزیہ نے سارہ کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر سکون اور خوشی تھی، وہ اب دوسری خواتین کو کھانا لگنے کی اطلاع دے رہی تھی۔

آصفہ، آپا، اپنی بہن ناظمہ اور خولہ کی ساس کے ہمراہ فوزیہ کے قریب آئیں۔ "آؤ نا، فوزیہ، ادھر الگ کیوں بیٹھی ہو۔"

پھر وہ سب کو پلیٹیں پکڑوانے لگی تو خولہ کی ساس کہنے لگیں۔ "رہنے دو آصفہ بہن، ہم خود لے لیں

Scan & PDF HIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گے۔ روایتی سسرال کا پروٹوکول مجھے نہیں چاہیے، مجھے تو وہ اپنائیت اور خلوص چاہیے جو ناظمہ اور تمہارا خاصہ ہے اور جو مجھے اس رشتے کے لیے سکون دے رہا ہے۔"

"انشاءاللہ، یقیناً، آپ کے لیے خلوص اور محبت کی کمی تو نہیں ہوگی لیکن پھر بھی انسان ہیں، غلطی، بھول، چوک تو ہو ہی جاتی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ غلطی کو غلطی ہی سمجھیں اور درگزر سے کام لیجیے کہ رشتوں کو بنانے اور نبھانے میں یہی کچھ کام آتا ہے۔"

"سچ کہتی ہو، آصفہ، ہماری ماں، اللہ مغفرت کرے، کہا کرتی تھیں، بیٹے، بیٹی کا رشتہ کرتے وقت دولت اور حسن، حسب نسب نہیں بلکہ شرافت، کردار اور تمیز، سلیقہ دیکھنا چاہیے اور پھر رشتے کی مضبوطی اور پائیداری کے لیے مروت، درگزر اور خلوص نہایت ضروری ہوتا ہے۔" آپا نے کہا۔

"باتیں تو یہ سب سو فیصد درست ہیں اگر ہم ان پر عمل کرنے لگیں تو کتنے ہی مسائل پیدا ہی نہ ہوں۔" خولہ کی ساس نے کہا پھر فوزیہ کی جانب متوجہ ہو کر بولیں۔

"فوزیہ بہن، آپ بہت چپ چپ ہیں، شاید ہم لوگ اپنی باتوں سے آپ کو موقع ہی نہیں دے ہیں۔" فوزیہ جنہیں ناظمہ، آصفہ، آپا وغیرہ کی باتیں، ایک دوسرے کی نری چاپلوسی لگ رہی تھیں، بظاہر مسکرا کر بولیں۔

"ارے نہیں، بس وہ کچھ دنوں سے سر میں درد رہتا ہے۔ شاید اسی لیے، آپ کو ایسا محسوس ہوا اب گھر کی خوشی کا موقع تھا تو چھوڑ تو نہیں سکتی تھی۔" آپا فکرمند ہو گئیں۔

"سر میں کیوں درد ہو رہا ہے، اپنا خیال رکھو فوزیہ اور فوراً ڈاکٹر سے چیک اپ کرواؤ، نعمان تو ہے ہی بے پروا انسان، اس کا اور اپنا بھی خیال تمہیں خود ہی رکھنا ہے۔"

"ارے آپا، فوزیہ کے تو گھر میں ڈاکٹر ہے۔ ڈاکٹر کے پاس جانے کا تو مسئلہ نہیں، اس نے احتشام کو بتایا ہی نہیں ہوگا۔" آصفہ کے کہنے پر آپا نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔

"یہ تو ہے، فوزیہ تم نے احتشام سے کہا ہی نہیں ہوگا اور آج کل کے لڑکے، لڑکیاں تو اپنی مصروفیات میں اتنے مگن ہوتے ہیں کہ خود سے انہیں کوئی خیال نہیں آتا۔"

"ایسے ہی آپا، بس وہ کچھ دنوں سے بلڈ پریشر ہائی ہو رہا تھا، میڈیسن تو ہر روز لیتی ہوں۔"

"اللہ معاف کرے، یہ چھوٹی موٹی بیماریاں اور دکھ تکلیف تو ہر کسی کے ساتھ لگے ہیں، اللہ بڑی تکلیفوں آزمائشوں سے بچائے۔ ویسے ماشاءاللہ سے آصفہ بتاتی رہتی ہے کہ فوزیہ کے سب بچے ماشاءاللہ بہت سمجھدار، لائق اور فرماں بردار ہیں۔" ناظمہ کے کہنے پر آپا ہنس کر بولیں۔

"ماشاءاللہ، ماشاءاللہ، اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے میرے دونوں بھائیوں کے بچے، بہت اچھے ہیں، اللہ والدین کو ان کی خوشیاں دکھائے۔" (آمین)

"فوزیہ! آپ نے اپنے بچوں کی کہیں بات وغیرہ طے کر رکھی ہے؟" خولہ کی ساس پوچھنے لگیں۔

"نہیں بھابی، لڑکے، اپنی تعلیم مکمل کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں تو پھر ہی کوئی فیصلہ کروں گی اور مہرین کے رشتے تو بہت آ رہے ہیں، بس دل نہیں ٹھک رہا۔"

"ہاں یہ تو ہے، اپنے جگر کا ٹکڑا کسی کے حوالے کرنا آسان تو نہیں ہوتا مگر پھر بھی اللہ، رسول کا حکم، دستورِ زمانہ یہی ہے، آپ بھی کوئی معقول رشتہ آئے تو استخارہ کر لیا کریں، جس میں بہتری ہوگی، اسی کے لیے اسباب بن جائیں گے۔" خولہ کی ساس بات کر رہی تھیں، آپا اور آصفہ خاموش تھیں، فوزیہ کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ بزبانِ خاموشی، ان کی ہنسی اڑا رہی ہوں کہ اپنی اور اپنی بیٹی کی شکل پہ بہت مان کرتی تھیں نا، تو اب دیکھو، ہماری بیٹیاں تو اپنے گھر بسا رہی ہیں اور تمہاری.....

"آصفہ، آپا، آپ لوگوں نے بتایا نہیں عثمان کیا کرتا ہے؟ انہوں نے تعلیم کہاں سے اور کتنی حاصل کی؟" انہیں عثمان کے بارے میں کچھ اڑتی پڑتی خبریں ملی تھیں، اسی لیے وہ آصفہ کو اس کی اوقات یاد دلانا چاہتی تھی۔

"عثمان گھر کا بچہ ہے دیکھا بھالا، محنتی بردبار، سمجھدار اور خوددار، جمیل بھائی کی اچانک وفات سے پورا گھر پریشان تھا، عثمان ابھی ایف، ایس سی میں تھا، ثمینہ نے میٹرک کیا تھا، شارق آٹھویں میں اور طوبیٰ پانچویں میں۔ عثمان کے دونوں چچا، اکلوتے ماموں ان بچوں کی دیکھ بھال تو کر رہے تھے مگر عثمان اور خود نفیسہ بہن، کسی پر بار نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ جمیل بھائی کا جو حساب کتاب، جو پیسہ ملا، عثمان نے اپنے چچا کے مشورے سے ایک چھوٹی سی دکان بنالی، چچا اور ماموں نے بھی مدد کی اور محنت، عثمان نے دل لگا کر کی، دکان اچھی چل گئی اور آج ماشاءاللہ سے اچھا خاصا جنرل اسٹور ہے۔ عثمان نے پرائیوٹ بی اے کیا، وہ تو مزید پڑھنا چاہتا تھا مگر فرصت نہیں ملی، گھر بھر کی ذمے داریاں اس پر ہیں۔ اب خیر سے اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو پڑھا کر، ارمان پورے کر رہا ہے۔ ثمینہ کی تو گریجویشن کے بعد اپنے ماموں کے بیٹے سے شادی ہوگئی۔ شارق ہاؤس جاب کر رہا ہے، عثمان کا ارادہ ہے، سرجری کی اعلیٰ تعلیم کے لیے اسے ملک سے باہر بھیجنے کا۔ طوبیٰ، یونیورسٹی میں پڑھ رہی ہے۔" آصفہ نے بتایا تو ناظمہ کہنے لگیں۔

"بھابی تو کب سے عثمان کے پیچھے پڑی تھیں کہ شادی کر لو، مگر وہ نہیں مانتا تھا اب ہم سب نے کہا کہ کیوں ماں کو ترسا رہے ہو، اللہ کی مہربانی سے تمہاری ذمے داریاں تقریباً ختم ہوگئیں، شارق باہر چلا جائے گا، طوبیٰ کی بھی تعلیم ختم ہونے کا انتظار ہے، وہ تو ہے ہی اپنے چچا کی لاڈلی بیٹی، اب ان کی بہو بن جائے گی پھر تم آخر کیا چاہتے ہو، کب کرو گے شادی؟ اس نے جیسے ہی شادی کی حامی بھری، بھابی مجھ سے کہنے لگیں، چلو نا ظمہ، آصفہ کے گھر چلیں۔"

"بھئی، میں تو کب سے منتظر تھی کہ کب اللہ مجھے یہ دن دکھاتا ہے۔" نعیمہ کی بات پر ناظمہ ہنس کر بولیں۔

"فوزیہ بہن، بھابی نے تو ابھی سارہ سیکنڈ ائیر میں تھی، تب سے مجھے کہا تھا، مجھے آصفہ کی بیٹیاں بہت اچھی لگتی ہیں، عثمان جیسے ہی شادی کے لیے تیار ہوا، میں آصفہ کے پاس ضرور آؤں گی..... تب میں نے انہیں بتایا تھا کہ باقاعدہ منگنی وغیرہ تو نہیں ہوئی لیکن سارہ کی پھپھو کا ارادہ ہے، اسے بہو بنانے کا تو بھابی کہنے لگیں، تب پھر آصفہ سے خولہ کے لیے ابھی سے کہہ دو۔" آصفہ دھیرے سے گویا ہوئیں۔

"بس میرے اللہ کا کرم ہے، ورنہ مجھ میں اور میری بیٹیوں میں ایسی کوئی خصوصیت نہیں، یہ تو میرا اللہ ہی ہے جو ہمیں ہماری اوقات سے بڑھ کر نواز رہا ہے..... بس بیٹیوں کا فرض ادا ہو گیا، بیٹے ابھی چھوٹے ہیں۔" فوزیہ جز بز ہوتے یہ سب باتیں سن

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Corner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہی تھیں انہیں محسوس ہو رہا تھا، ان کے کچے زخم کو کریدا جا رہا ہے انہوں نے آصفہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں آصفہ بھابی، ٹھیک کہتی ہیں، بیٹیاں ہمیں تو جان سے بڑھ کر پیاری ہیں، ان کے اچھے اور محفوظ مستقبل کے لیے پوری کوشش کرتے ہیں، ورنہ کچھ لوگ سر پر لدے بوجھ کی طرح کہیں بھی پھینک دیتے ہیں، میری تو اکلوتی بیٹی ہے، صورت شکل میں ہزاروں میں ایک ہے، تعلیم بھی کم نہیں، اب اس کے لیے ہم پلہ رشتہ ہی دیکھوں گی نا....." آپ کی طرح نہیں، دبلا پتلا، درمیانے سے بھی کچھ کم قد، سانولا رنگ، انجینئر بیٹی کے لیے بی اے پاس دکاندار کا رشتہ لے کر بہت خوش ہو رہی ہیں۔ آصفہ اور آپا تو فوزیہ کو دیکھ کر چپ ہو گئیں، سمجھ گئی تھیں کہ یہ ان پر طنز کیا جا رہا ہے مگر سادہ لوح نفیسہ، بڑے سادہ اور ہمدردی سے بھرپور انداز میں مشورہ دے رہی تھیں۔

"بالکل ٹھیک کہتی ہیں، فوزیہ، جمیل کے گزرنے کے بعد میں بہت پریشان اور دکھی تھی، بیوگی کا دکھ اپنی جگہ لیکن بچوں کے مستقبل کا خوف میری نیندیں اڑائے ہوئے تھا۔ ایسے میں میری ایک جاننے والی نے مجھ سے کہا درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھو، تیسرا کلمہ اور آیت کریمہ بھی کثرت سے پڑھا کرو۔ اللہ کے فضل سے سب کام ایسے ہوتے جا رہے ہیں کہ میں خود حیران ہوں، بھلا بتائیں، الیف اے کا طالب علم، اور اتنی زیادہ ذمے داریاں، اللہ خوش رکھے اور اجر دے، اس کے چچاؤں اور ماموں کو، بہت مدد کی لیکن یہ سچ ہے کہ عثمان نے ذمے داری خود اٹھائی، ثمینہ اور طوبیٰ کے رشتوں کے لیے بھی کوئی پریشانی نہیں ہوئی..... آپ بھی ایسا ہی کریں، اللہ سے مدد مانگیں تو وہ ضرور مدد کرتا ہے۔ انشاء اللہ مہرین کو بہت اچھا رشتہ ملے گا۔"

"نفیسہ بھابی، دعائیں تو بہت کرتی ہوں، وظیفے بھی کئی کیے مگر اثر کچھ نہیں ہوا۔" یہ نہیں بتایا کہ ملنے جلنے والیوں کی باتوں میں آ کر، دو تین بار، عامل کامل، جوتشی اور پیر صاحب کے ڈیروں پر بھی نعمان سے چھپ کر حاضری دے چکی تھیں۔

"رشتے تو ڈھیروں کے حساب سے آتے ہیں لیکن ایسا جو میری مہرین کے جوڑ کا ہو، کوئی نہیں آیا۔"

ان لوگوں نے باتوں باتوں میں کھانا کھالیا تھا اور اب مہمانوں کی واپسی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا کہ لائٹ چلی گئی..... تقریب کے حساب سے جنریٹر کا انتظام کیا گیا تھا لیکن اللہ جانے اس میں کیا خرابی پیدا ہو گئی کہ چند منٹ چلنے کے بعد بند ہو گیا۔ گھریلو استعمال کا یو پی ایس صبح سے جاری بجلی کی آنکھ مچولی کے باعث صحیح سے چارج ہی نہیں تھا، موم بتیوں اور ایمرجنسی لائٹ کے سہارے سب کام نمٹائے جا رہے تھے۔

آپا، عام طور پر اپنی بھابیوں کے کاموں میں دخل اندازی نہیں کرتی تھیں لیکن کبھی کبھی، جب انہیں محسوس ہوتا کہ اب بولے بغیر چارہ نہیں تو وہ پوری ایمانداری اور سچائی سے بے لاگ رائے اور موزوں مشورہ دیتیں، ان کے بھائی، ان کی عمر، تجربے اور فہم و فراست کے قائل تھے اور ان کے مشوروں کو مانتے تھے، آصفہ تو یوں بھی ان کی رائے لیتی رہتی تھیں لیکن فوزیہ کے لیے یہ بہت مشکل امر ہوتا کہ ان کی رائے کو نظر انداز کر کے نعمان اپنی آپا کی بات مان لیتے۔ آج بھی یوں ہی ہوا۔

ناظمہ، نفیسہ، باقی سب مہمانوں کے ساتھ رخصت ہو گئیں، نعمان، حمید، آپا کے پاس آ بیٹھے، کہ یہاں لان میں ہوا چلنے کے باعث موسم کافی بہتر تھا۔

"گھر چلیں۔" فوزیہ نے نعمان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلتے ہیں، کل اتوار ہے۔ آفس وغیرہ تو جانا نہیں کہ صبح اٹھنے کا تردد کرنا ہوگا اور ویسے بھی بھائی جان نے سارہ سے چائے بنانے کو کہا ہے۔ ابھی تو سب بچے گپ شپ لگا رہے ہیں۔" لان کے ایک طرف لڑکوں نے محفل جما رکھی تھی، خولہ، مہرین، دوسری طرف بیٹھی تھیں..... سارہ شاید چائے بنانے گئی تھی، اس کا بیٹا اب سعد نے اٹھا رکھا تھا۔

آپا نے سامنے، قدرے فاصلے پر بیٹھی مہرین کو دیکھا، جو آسمان پر چمکتے چاند کو دیکھ رہی تھی۔ چاند کی گول ٹکیہ، ایک طرف سے جیسے ہلکی سی ترشی ہوئی تھی یہ سولھویں شب کا چاند تھا۔ چودھویں کا چاند اب ڈھلنے لگا تھا۔ آپا نے دوسری نگاہ فوزیہ، نعمان پر ڈالی اور کہنے لگیں۔

"چودھویں کے چاند کے قصیدے، ساری دنیا بیان کرتی ہے مگر دیکھو تو اگلی ہی رات سے اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے یہی مثال چڑھتی جوانی کی ہے۔ ابھی فوزیہ یہ کہہ رہی تھی کہ مہرین کے لیے رشتے تو بہت آتے ہیں مگر اس کے جوڑ کا نہیں مل رہا پھر یہ بھی کہہ رہی تھی کہ کتنے ہی وظیفے کر لیے مگر اثر کچھ نہیں ہوا، برا نہ ماننا فوزیہ، میں جو کہوں گی نعمان اور اس کے بیوی بچوں کے بھلے کے لیے ہی کہوں گی، وظیفوں کا اثر کیوں نہیں ہو رہا..... تو پہلی بات تو یہ علم اور اختیار صرف اللہ کو ہی ہے کہ کسی کام کے لیے کون سا وقت بہتر ہے پھر دوسری بات یہ کہ ابھی اس گھر میں، بجلی سے چلنے والے سب آلات موجود ہیں لیکن سب ساکن، ساکت ہیں کہ ان کو متحرک رکھنے والی طاقت، بجلی نہیں ہے، جنریٹر نہیں چل رہا کہ اس کی چند تاریں جل گئیں ہیں، اصل بات تو رابطے کی ہے۔ جب بجلی آئے گی جنریٹر کی تاریں درست ہوں گی، سب آلات کا رابطہ ان کو متحرک رکھنے والی طاقت سے بحال ہوگا تو سب آلات کام کرنے لگیں گے اور پھر بجلی بحال ہو لیکن اگر استری، ریفریجریٹر کا پلگ سوئچ بورڈ سے نکال کر ایک طرف رکھا ہو تو بھی وہ کام نہیں کریں گے اب وظیفے کرتی ہو تو سب سے پہلی بات کہ وظیفہ مسنون دعا یا مستند بزرگان دین سے ثابت ہو، اس میں شرک یا توہم پرستی کا شائبہ بھی نہ ہو، یعنی پلگ، درست جگہ پر لگا ہو، پھر رابطہ بحال ہو، دعا کی قبولیت کے لیے جو شرائط نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابی کو بتائیں، ان سب کا اہتمام کیا گیا ہو۔" خاموشی سے آپا کی باتیں سنتی فوزیہ کا صبر جواب دے گیا۔

"آپ باتیں سنا سکتی ہیں آپا، وہ کہتے ہیں نا، جس کے گھر دانے، اس کے کملے بھی سیانے، آپ نے اکلوتی بیٹی، جیٹھ کی بہو بنا کر برسوں گزرے لندن رخصت کر دی۔ خوب صورت، پڑھا لکھا، اتنی بڑی جائداد کا تنہا وارث داماد مل گیا، بہو ڈھونڈنے کا وقت آیا، تو مہرین تب بھی نظر نہیں آئی۔" فوزیہ کی آصفہ اور حمید بھائی کی موجودگی میں کہی گئی اس بات پر نعمان شرمندہ ہو گئے۔

"فضول مت بولو فوزیہ.....!"

"ہاں ہاں، میں تو فضول ہی بولتی ہوں..... عقل کی باتیں تو دوسرے کرتے ہیں۔" آصفہ دھیرے سے کھڑی ہو گئیں۔

"میں ذرا دیکھ آؤں، یہ ابھی تک چائے کیوں نہیں آئی؟"

آپا نے ترحم اور افسوس سے فوزیہ کو دیکھا اور کہنے لگیں۔ "آرام سے، تحمل سے بات کرو نعمان! فوزیہ تم اپنے دل سے بدگمانیاں نکال کر دیکھو، مہرین مجھے بہت پیاری ہے لیکن میں جانتی ہوں اس میں صبر، برداشت کا مادہ نہیں ہے اور سعد کی بھی عادت کچھ ایسی ہی ہے..... بلکہ ذرا سی کوئی بات اس کی مرضی کے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Komics.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خلاف ہو، آسمان سر پر اٹھالیتا ہے..... لگتا ہی نہیں کہ یہ وہی ہنستا مسکراتا سعد ہے۔ سارہ بہت صبر، برداشت والی اور دھیمے مزاج کی لڑکی ہے، وہ بہت طریقے سے سعد کو سنبھال لیتی ہے۔ میں اپنے بیٹے کے ساتھ ساتھ بھتیجی کا بھی بھلا چاہتی تھی اور دیکھو نازش کی شادی ہوئی تو ان دنوں اس کی ساس مرحومہ زندہ تھیں اور فالج کی مریضہ مجھے کئی لوگوں نے کہا، اکلوتی بیٹی کو کیا تیمارداری کے لیے بھیج رہی ہو لیکن میں نے استخارہ کرلیا تھا میرا دل مطمئن تھا اور سب کچھ آسانی سے طے ہوتا جارہا تھا۔ نازش نے شادی کے شروع کے پانچ سات سال کافی مشکل میں گزارے، بیمار ساس، چھوٹے بچے لیکن اللہ نے مدد کی، سب کام ہوتے چلے گئے۔"

"لیکن اس کو تو ایسا داماد چاہیے، جو خوب صورت، پڑھا لکھا اچھا کمانے والا اور اکیلا بھی ہو۔ اب جس طرح حمید بھائی نے خولہ کا رشتہ دیا، فوزیہ تو ایسے رشتے کو توجہ کے قابل ہی نہ سمجھتی۔" نعمان نے جل کر کہا تو فوزیہ کے آنسو بہنے لگے۔

"آپ کو تو مجھ پر الزام لگانے کا، میری کردہ ناکردہ غلطیاں گنوانے کا موقع ملنا چاہیے۔" سارہ ان لوگوں کے سامنے چائے کی پیالیاں رکھ گئی۔ حمید نے آپا کی طرف دیکھا، گویا بات سمیٹنے کو کہہ رہا ہو اور وہ سمجھ گئیں۔

"بات ختم کرو نعمان! یہ کیا تم لوگ بچوں کی طرح ایک دوسرے کی غلطیاں یاد کرا رہے ہو۔"

"ناشکری اور کفرانِ نعمت سے نعمت کا زوال ہوتا ہے گھر آئے رشتوں کو معمولی باتوں، خامیوں کے باعث، نہ ٹھکراؤ، من وعن ہر خواہش پوری نہیں ہوتی۔ بجلی سے جگمگاتے جھاڑ فانوس سب کو اچھے لگتے ہیں لیکن لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہو تو جنریٹر، یو پی ایس، ورنہ پھر ایمرجنسی لائٹ یا موم بتی سے ہی کام چلایا جاتا ہے۔ اللہ نہ کرے کہ خوب سے خوب تر کی جستجو میں مہرین کی عمر ڈھل جائے اور پھر مجبوری کے عالم میں کوئی فیصلہ کرنا پڑے پھر وہی بات کہ خالق اور مالک ہی کے علم میں ہے کہ اس کی مخلوق کے حال، مستقبل کے لیے کیا اچھا ہے اور کیا برا۔ اپنی مرضی، خواہش کو اللہ کی رضا کے تابع کرلو تو کچھ بھی مشکل نہیں ہوگی۔ وہ مشہور حدیث مبارکہ ہے نا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے تو اللہ اور اس کی مخلوق سے وفا نبھاؤ، رابطہ بحال رکھو، انشاء اللہ تمہاری زندگی میں آسانیاں آئیں گی اور چھوٹی، بڑی تکلیفیں، اللہ کی مہربانی سے دور ہوتی رہیں گی۔" فوزیہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر نعمان کہنے لگا۔

"آپا، حمید بھائی، میرا ایک کولیگ اور دوست ہے شاہد وہ اپنے سالے کے لیے بہت دنوں سے کہہ رہا ہے۔ اچھا شریف خاندان ہے، رمیز بھی پڑھا لکھا، شریف لڑکا ہے۔ اگلے ہفتے میں ان لوگوں کو چائے پر بلا رہا ہوں، آپ لوگ بھی ان سے مل لیں تاکہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔"

فوزیہ شکوہ کناں نظروں سے نعمان کو دیکھ رہی تھی لیکن نعمان نے سوچ لیا تھا کہ فوزیہ جس تصوراتی شہزادے کو داماد دیکھنا چاہتی ہے اب مزید اس انتظار میں وہ اپنی بیٹی کی زندگی مسلسل انتظار کی نذر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جو حقیقت ہے جو ان کی دسترس میں ہے ایک تمام انسان، خوبیوں، خامیوں سمیت، انہوں نے اپنے داماد کے طور پر چن لیا تھا اور بیٹی کو اللہ کی امان میں دینے کا فیصلہ کرلیا۔ اس فیصلے پر وہ مطمئن تھا اور جانتا تھا کہ انشاء اللہ مہرین اور فوزیہ بھی کل اس فیصلے پر خوش ہوں گی۔

موسم کی دستک

سلمیٰ غزل

تیز روشنیوں سے جگمگاتے اور مست خوشبوؤں اور پھولوں کی مہک سے سجے کمرے میں دلہن بھی ایک تروتازہ پھول لگ رہی تھی۔

"فارینہ!" میری آواز شدتِ جذبات سے بوجھل تھی، دل کی دھڑکنیں بے قابو اور ہاتھوں میں لرزش تھی۔ میں مرد ہو کر گھبرا رہا تھا وہ تو پھر معصوم، آن چھوئی اور کم عمر لڑکی تھی۔ میرا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ فارینہ میرے تصور سے بھی زیادہ خوب صورت

Scan & PDF FIAZ AHMED Forum Kotha.com

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔ فرطِ حیا سے بھیگی جھکی ہوئی پلکیں، نفاست اور خوب صورتی سے کیے ہوئے میک اپ نے اس کے حسن کو دوآتشہ بنا دیا تھا میرے محبت بھرے اصرار پر اس نے سر اوپر اٹھایا اور میں کاجل سے سجی نیم باز آنکھوں کی گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ خوب صورت ڈائمنڈ رِنگ میں نے اس کی انگلی میں پہنائی تو لگا ہیرے کی قسمت بڑھ گئی ہو، اس کو اپنی خوب صورتی پر ناز ہونے لگا ہو۔

''اف ! کس قدر دودھیا نازک انگلیاں ہیں۔'' میں نے بے ساختہ اپنے لب اس کے ہاتھ پر رکھ دیے تو اس کے چہرے پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

میں کافی دیر تک اسے اپنے بارے میں بتاتا رہا اور آہستہ آہستہ فارینہ کے بارے میں بھی جاننے کی کوشش کرنے لگا۔

☆☆☆

میں نے شادی سے پہلے خود سے عہد کیا تھا کہ کبھی بھی عام روایتی مردوں کی طرح بیوی پر حاکمیت نہیں جتاؤں گا اور نہ ہی اسے پیر کی جوتی سمجھوں گا بلکہ برابر کا درجہ دوں گا، آخر وہ بھی گوشت پوست کی بنی انسان ہے جو احساسات اور جذبات رکھتی ہے، اس کی بھی ایک زندگی ہے جو ایک ہی بار ملتی ہے، یہ کہاں لکھا ہے کہ عورت ہمیشہ مرد کے ساتھ ایک عاجزانہ، غلامانہ اور فدویانہ زندگی گزارے۔ ہر وقت ڈری سہمی، ممیاتی ہوئی شوہر کی زبان کی ننگی تلوار کے سامنے سر جھکائے کھڑی رہے۔ ہم ہمیشہ دوستوں کی طرح ایک دوسرے کے غمگسار اور صحیح معنوں میں شریکِ زندگی بن کر رہیں گے اور میں اپنے اس عہد پر قائم تھا مگر جانے کیوں میرے ذہن اور دل و دماغ پر ایک نا معلوم سا بوجھ تھا، ایک بے چینی، ایک اضطراب میں نے یہ شکل کہاں دیکھی ہے؟ ماضی میں جھانکا..... دور تک اس شبیہہ کا گزر نہیں تھا کیونکہ میں نے آج کل کے نوجوانوں کی طرح اپنی پسند کی جگہ ماں اور چھوٹی بہن کی پسند کو ترجیح دی تھی کیونکہ ان کی پسند پر مجھے پورا اعتماد تھا..... باہر جانے سے پہلے جب اماں نے لڑکی کو ایک نظر دیکھنے پر اصرار کیا تو میں نے صاف جواب دے دیا۔

''اماں ایک ہی بار دیکھوں گا۔''

''بھیا بلائنڈ چال چل رہے ہیں۔'' میری چھوٹی بہن شرارت سے بولی۔

''نہیں، میں تمہاری آنکھوں سے دیکھنا چاہ رہا ہوں۔'' میں نے پیار سے اس کے بال بگاڑتے ہوئے کہا اور دو سال بعد جب میں امریکا سے ایم بی اے کی ڈگری لے کر لوٹا تو اماں نے سہرا سجانے میں دیر نہیں کی کیونکہ میرے جانے سے پہلے ہی وہ لڑکی تو پسند کر ہی چکی تھیں اور یہ بات میرے تمام دوستوں اور رشتے داروں کو معلوم تھی اور آج میں بہت خوش تھا، ور وہ نے فارینہ کی خوب صورتی کے بارے میں کسرِ نفسی سے کام لیا تھا وہ اس سے کہیں زیادہ حسین تھی۔

اچانک کسی بات پر فارینہ ہنس دی تو اس کے دونوں گالوں پر پڑے ڈمپل نمایاں ہو گئے اور میں چونک اٹھا۔ میں نے فارینہ کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر غور سے دیکھا وہی شرمگیں مسکراہٹ..... وہی بھونرا جیسی سیاہ آنکھیں جن پر گھنی پلکیں سایہ فگن تھیں گالوں کے ڈمپل تصویر میں بھی نمایاں تھے ساتھ میں صائم کھڑا مسکرا رہا تھا اور صائم نے یہ کہہ کر مجھے تصویر دکھائی تھی۔

''یہ میری اولین چاہت ہے، ہم دونوں نے

ہی ساتھ مرنے جینے کی قسمیں کھائی ہیں اگر کوئی سماج کی دیوار کھڑی ہوئی تو ہم بھاگ کر شادی کر لیں گے۔''

''وہ راضی ہے بھاگنے پر؟'' شکل سے معصوم اور بھولی بھالی لڑکی کسی طرح ایسے کردار کی نظر نہیں آ رہی تھی جو صائم جیسے لڑکے کے ساتھ بھاگنے پر تیار ہو۔ کلی کلی بھونرے کی طرح منڈلانے والا، ڈال ڈال منہ مارنے والا، لوز کریکٹر لڑکا جو آئی بی اے میں میرا کلاس فیلو ضرور تھا مگر دوستی ہیلو ہائے تک ہی رہی کیونکہ اس کی سرگرمیاں اور لوفرانہ انداز مجھے کبھی بھی پسند نہیں تھے اور میرا دل اس وقت یہی چاہ رہا تھا کہ اگر وہ لڑکی سامنے آئے تو اس کا منہ تھپڑوں سے لال کر دوں..... اور آج وہی لڑکی میرے ارمانوں کی سیج پر میرے پاکیزہ جذبات کا مذاق اڑانے کو موجود تھی۔

میرے ذہن کو جھٹکا لگا مگر شبہے کی کوئی گنجائش نہیں تھی یہ صائم کی فارینہ ہی تھی مگر دلہن بن کر فارینہ پر روپ اور نکھار آیا تھا اس نے پہچاننے کا موقع نہیں دیا تھا پھر جذبات کی آندھی نے بھی میری آنکھوں پر غفلت کی پٹی باندھ دی تھی۔

''تم صائم کو جانتی ہو؟'' میں نے ڈپٹ کر پوچھا۔

''کون صائم؟'' وہ بے پروائی سے اپنی چوڑیوں سے کھیلتی رہی۔

''اف خدا..... یہ کیا ہو گیا؟'' میں نے بے بسی سے اپنا سر تھام لیا۔ صائم کی اوباش نظریں سوئیوں کی طرح میرے جسم میں چبھ رہی تھیں۔ میں سمجھتا تھا بے وفائی مردوں کی سرشت میں داخل ہے مگر مجھے تو ایک عورت دھوکا دے رہی تھی۔

''ظالم، بے وفا، بدکردار.....'' میں غصے سے

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ
جولائی 2011ء
جگر خراش ..... اثر نعمانی
جرم کے پُرخار راستوں پر چلنے والے مجرموں اور قانون کے رکھوالوں کے مابین خونی ٹکراؤ کی سنسنی خیز و دلچسپ روداد
للکار ..... طاہر جاوید مغل
زندگی اور موت کے درمیان جاری سنسنی خیز مقابلے کا احوال جیت اور مات کے لیے بازیگروں کی دوڑ
گرداب ..... اسما فادری
چلے تو کٹ ہی جائے گا سفر..... پے در پے رونما ہوتے والے حادثات کی یادگار داستان
ورق کے رنگ
سعی بے لذت ..... کاشف زبیر کی آمد اور آپ کے پسندیدہ کرداروں کی بہار.....
بحری قزاق ..... منظر امام کے اچھوتے انوکھے انداز بیان میں ناقابل فراموش حقیقت نگاری
جرم کتھائیں
ہر جرم کے پیچھے کوئی نہ کوئی واقعہ مضمر ہوتا ہے..... انہی تغیرات سے جنم لینے والی اور ناقابل فراموش کہانیاں
چینی نکتہ چینی
آپ کے تبصرے ... مشورے ... محبتیں... شکایتیں... اور نئی نئی دلچسپ باتیں... آپ کے قلم سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دہاڑا، فارینہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں اس کا چہرہ سفید پڑ گیا پہلے وہ خوف زدہ ہوئی پھر دبنگ ہو کر بولی۔

"آپ یہ کس کے لیے اس قدر گھٹیا الفاظ استعمال کر رہے ہیں؟"

"تمہارے لیے۔" میرے دماغ میں تیز و تند ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے، جذبات و احساسات شعلوں کی زد میں تھے تن بدن میں آگ لگ رہی تھی دل چاہ رہا تھا ہر چیز کو تہس نہس کر دوں، اپنی ہونے والی دلہن کے لیے پاکیزگی اور تقدس کے جو تصورات میں نے قائم کر رکھے تھے وہ سب چکنا چور ہو گئے تھے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اس قدر معصوم شکل کے پیچھے اس قدر مکروہ اور گھناؤنا چہرہ چھپا ہے۔

"پہلے تم نے صائم کو بے وقوف بنایا اور اب مجھے تباہ کرنے آ گئی ہو۔" میں نے نفرت سے کہا۔

"ریحان!" فارینہ غصے سے چیخ پڑی۔

"آپ مجھ پر بے بنیاد الزام لگا رہے ہیں آپ کو میری کردار کشی کا کوئی حق نہیں۔"

"کردار کشی....." میں طنز سے مسکرایا۔

"تم لاکھ جھٹلاؤ، مکاری دکھاؤ مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتیں کہ پہلے تم نے صائم کو اپنے حسن کے جال میں پھنسایا تھا اور اب....."

"کون صائم؟" اس کی آواز صدمے سے بھرا گئی۔ "میں کسی صائم کو نہیں جانتی اگر آپ ایک خود ساختہ کردار تخلیق کر کے مجھ سے چھٹکارا پانا چاہتے ہیں تو مجھے بھی اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہنا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ کی سوچ اتنی گھٹیا ہو گی۔" اس کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"اونہہ! مکار، فریبی، میں ان آنسوؤں میں بہنے والا نہیں عورت کا اوچھا ہتھیار..... جب جواب نہ بن پڑا تو ٹسوے بہانے شروع کر دیے۔" میں نے غصے سے سوچا اور اضطرابی کیفیت میں کمرے میں پاگلوں کی طرح ٹہلنے لگا۔ وہ بھی تن فن کر کے اٹھی اور دھڑ سے باتھ روم میں بند ہو گئی۔

☆☆☆

سوچ سوچ کر میرا دماغ پاگل ہو رہا تھا۔ کس قدر چاہت اور ارمان سے امی اسے بیاہ کر لائی تھیں اس کی تعریفیں سن سن کر میں ویسے ہی ان دیکھی شکل کا عاشق ہو گیا تھا اور امی نے جب تصویر دکھائی تو مجھے لگا تعریف کرنے میں امی ڈنڈی مار گئیں..... گو تصویر واضح نہیں تھی..... تم صاف چھپتے بھی نہیں۔ سامنے آتے بھی نہیں کی عملی تصویر نظر آ رہی تھی لیکن اس چھپن چھپائی میں بھی خدوخال واضح اور نمایاں تھے اور میں نے شادی تک کا ایک ایک دن اس کے انتظار میں گن گن کر گزارا تھا اور میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ فارینہ ہو گی صائم کی فارینہ جو دل و جان سے اس پر فدا تھا اور اس کی معصومیت پر جان دیتا تھا جو اول نمبر کا فلرٹی تھا اور اکثر مجھے جیلسی فیل ہونے لگتی تھی کہ اس قدر خوب صورت اور معصوم لڑکی اس کی دیوانی تھی جو شکلاً اور مزاجاً میرے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا خاص طور پر اس کی حرکات اور صنفِ نازک کے لیے اس کا کردار میرے نزدیک قابلِ اعتراض تھا اور میں انجانے میں ہی اس ان دیکھی لڑکی سے نفرت کرنے لگا تھا اس کی وجہ صائم کا بے حد عامیانہ اور لوفرانہ انداز میں اس کا ذکر کرنا تھا جس کی وجہ سے میرے ذہن میں فارینہ کے لیے ایک منفی امیج بن گیا تھا، میں اسے ایک چھچھوری، سطحی اور لوز کریکٹر لڑکی سمجھنے لگا تھا۔ اسی دوران امی نے ایک لڑکی میرے لیے

پسند کر لی۔

میں ایم بی اے کرنے دو سال کے لیے جب امریکا گیا تو اس کا ایک تخیلاتی اور ماورائی تصور میرے ذہن میں تھا جو آج چکنا چور ہو گیا تھا۔ صائم کے ساتھ محبت کا کھیل رچا کر یہ ناگن آج میری زندگی میں زہر گھولنے آ گئی تھی۔ میں غصے اور صدمے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اسی لمحے وہ واش روم سے باہر آ گئی رونے سے اس کی آنکھیں متورم ہو رہی تھیں دھلا دھلا میک اپ سے صاف چہرہ پہلے سے بھی زیادہ خوب صورت اور پاکیزہ لگ رہا تھا میں بے حس و حرکت کھڑا رہا حالانکہ دل میں ہل چل مچی تھی اور دل کر رہا تھا اس کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لوں۔

کیا اس قدر معصوم اور پاکیزہ چہرہ دھوکے باز ہو سکتا ہے؟"

"آپ سے ایک درخواست ہے....." فارینہ کی آواز بالکل سپاٹ اور بے جان تھی۔

"آپ کچھ عرصے کے لیے مجھے برداشت کر لیں پھر جو بھی آپ فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہو گا۔" اس نے لمبی سانس بھری اور دوبارہ گویا ہوئی۔

"دراصل میری امی دل کی مریضہ ہیں اور ڈاکٹر نے انہیں ہر قسم کے تفکرات سے دور رکھنے کی تاکید کی ہے ایسے میں میری اچانک واپسی ان کی جان بھی لے سکتی ہے وہ شاید یہ صدمہ برداشت نہ کر سکیں اس لیے جونہی ان کی حالت سنبھلی میں خود چلی جاؤں گی، اس بداعتمادی کی فضا میں، میں خود بھی یہاں رہنا نہیں چاہتی۔" فارینہ روتی گڑگڑاتی اپنے کیے پر شرمندہ ہوتی تو شاید مجھے اس پر رحم آ جاتا میں اسے معاف کر دیتا لیکن وہ تو الٹا اکڑ رہی تھی۔

"یقیناً یہ اس مکار اور بے وفا عورت کی کوئی چال ہو گی۔" میں نے سوچا لیکن یہی صورتِ حال میرے ساتھ بھی تھی میری امی بھی ہم دونوں بہن بھائیوں کی کم عمری میں بیوہ ہو گئی تھیں انہوں نے بڑا مشکل وقت گزارا تھا، میں ان کی تمناؤں اور آرزوؤں کا واحد مرکز تھا اور میں انہیں اپنی ذات سے کوئی دکھ دینا نہیں چاہتا تھا۔ فی الحال میرے پاس فارینہ کی بات ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا میں نے اس پر احسان عظیم کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا اور بستر پر دراز ہو گیا۔

☆☆☆

اگلے روز ولیمہ تھا میں جان بوجھ کر انتظامات میں مصروف رہا..... تاکہ فارینہ سے میرا سامنا نہ ہو، میری امی اور بہن اس کی تعریفوں میں رطب اللسان تھیں اور میں اس کی مکاری اور دوغلی پالیسی پر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ شام کو جب وہ بیوٹی پارلر سے تیار ہو کر آئی تو میں اپنی نگاہوں پر قدغن نہ لگا سکا۔ جھلملاتے پنک اور گرے کنٹراسٹ کے شرارے میں وہ نظر لگ جانے کی حد تک بے حد نازک اور خوب صورت لگ رہی تھی اداسیوں کے گہرے تاثرات نے اس کی خوب صورتی میں چار چاند لگا دیے تھے اور سب دوستیں اس کو رات کی تھکن کا شاخسانہ سمجھ کر چھیڑنے میں مصروف تھیں۔

"کاش یہ حسین چہرہ اپنی معصومیت کی طرح باکردار اور پاکیزہ بھی ہوتا۔"

رات گئے میں کمرے میں آیا تو وہ سادہ لباس میں نماز پڑھ رہی تھی سفید دوپٹے کے ہالے میں اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا، اس کی نماز طویل ہوتی گئی اور جانے کب میری آنکھ لگ گئی۔ رات کے تیسرے پہر میری آنکھ کھلی تو ٹیوب لائٹ کی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دودھیا روشنی میں اس کا سراپا دور ہی سے نمایاں ہو رہا تھا وہ غالباً قرآن پاک پڑھتے پڑھتے سو گئی تھی کیونکہ قرآن شریف وہیں ٹیبل پر رکھا ہوا تھا اس کے مضمحل چہرے پر لانبی لانبی پلکیں سایہ فگن تھیں اور الجھے الجھے گھنے سیاہ بال بے ترتیبی سے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ لمحے بھر کو مجھے اپنے رویے پر پشیمانی سی ہوئی۔

''کیوں ہم مردوں کا ظرف اتنا بڑا نہیں ہوتا کہ عورت کی ایک معمولی غلطی کو معاف کریں، ہم شادی سے پہلے نہ جانے کتنی لڑکیوں کو تاڑتے ہیں، کتنے عشق لڑاتے ہیں کتنی گرل فرینڈز بناتے ہیں۔ کسی سے سائی کسی سے بدھائی یہ ہم مردوں کا شیوہ ہوتا ہے، ہر لڑکی سے عشق کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں اور ہر لڑکی پر عامیانہ نظر ڈالنا اپنا حق..... لیکن میں کہاں ایسا تھا مجھے تو مان اور فخر تھا اپنے کردار پر میں نے تو خود کو لڑکیوں کی طرح سینت سینت کر اور سنبھال کر رکھا تھا میرے خیالات ہی نہیں میری نگاہیں بھی پاکیزہ تھیں آئی بی اے میں مجھے سب کلین چٹ مولوی کہتے تھے اور مجھے بڑی خوشی محسوس ہوتی تھی کہ میں نے خود کو کبھی آلودہ نہیں کیا تھا اور مجھے اس حدیث پر سو فیصد یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکباز عورتوں کے لیے پاکباز مرد رکھے ہیں۔ پھر اللہ نے مجھے کیوں اس امتحان میں ڈال دیا؟ کیوں میری آزمائش مقصود تھی کون سی ایسی خطا یا گناہ کیا تھا جس کی سزا ملی۔ میں نے تو اپنے لیے ایک پاکباز اور باعصمت شریکِ حیات کی تمنا کی تھی تو کیا غلط کیا تھا؟''

''یا اللہ تو مجھے معاف کردے، میں کوئی فرشتہ یا ولی نہیں ایک انسان ہوں، میں اس آزمائش کے لائق نہیں۔ میں ایک بدکردار عورت کے ساتھ ساری عمر سولی پر چڑھ کر اور جلتی آگ پر ننگے پاؤں چلتے ہوئے نہیں گزار سکتا۔ مجھ میں نہ حوصلہ ہے نہ ہمت اور نہ ظرف.....'' میں کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

☆☆☆

میں دیکھ رہا تھا فارینہ روز بروز گھر والوں سے قریب ہوتی جارہی ہے، میرا چھوٹا بھائی فہد اس کا دیوانہ تھا تو بہن والہ وشیدا اور امی کی زبان تو سارا دن اس کی تعریفیں کرتے نہ تھکتی تھی۔ وہ گھر والوں کی ضرورت بن گئی تھی صبح نماز پڑھ کر جو وہ گھر کے کاموں میں مصروف ہوتی تو سوتے وقت ہی مجھے اس کی شکل نظر آتی اور وہ وقت بھی اس کا زیادہ تر عبادت ہی میں گزرتا تھا بلکہ فارینہ خود اس کا بھی بہت خیال رکھتی تھی ایک مرتبہ وہ بیمار پڑ گیا تو اس نے جی جان سے اس کی خدمت کی اپنے ہاتھوں سے دوا پلائی، پرہیزی کھانا بنایا اور وہ اس پر اور بھی اکڑ گیا۔

''تم میرا دل جیتنے کے لیے جتنی بھی خاطریں کرتی رہو ہزار جتن کرلو لیکن میرے دل میں تمہارا کوئی مقام نہیں ہے، مجھے معلوم ہے آج بھی تمہارے دل میں صائم کی یاد موجود ہے۔'' اور وہ خاموش پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہتی اور میں اس کی اس خاموشی پر اور بھی سلگنے لگتا۔

''باطن شیطانوں جیسا اور اعمال مومنوں کے.....'' کبھی کبھی تو میرا دل کرتا اس کا اصلی چہرہ سب کو دکھادوں بھانڈا پھوڑ دوں اس کا مگر باوجود اس کے کہ میں اس سے نفرت کرتا تھا، مجھے اس کو سب کی نظروں میں گرانا مقصود نہ تھا۔ میری زبان کچھ کہنے سے پہلے ہی لڑکھڑانے لگتی اور الفاظ میرا ساتھ چھوڑ دیتے۔

☆☆☆

میری چھوٹی بہن شزا جو اس کی دوست تھی اکثر کالج سے آکر زیادہ تر وقت اسی کے ساتھ گزارتی تھی، دونوں میں بڑی دوستی تھی چھٹی کے دن دونوں کچن میں گھسی نئے نئے تجربات کرتی رہتی تھیں۔ اکثر تو فہد کا فرمائشی پروگرام چل رہا ہوتا تھا سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے وہ گھر بھر کا لاڈلا تھا جب سے فارینہ نے کچن میں قدم رکھا تھا کھانوں میں ورائٹی آگئی تھی، اس کے ہاتھ میں لذت تھی فہد اور شزا تعریفیں کرتے نہ تھکتے۔

اس دن تو حد ہوگئی فہد جو میٹرک کا طالب علم تھا اس نے بے ساختہ فارینہ کی انگلیاں چوم لیں اور وہ شرم سے سرخ ہوگئی۔

''بھابی آپ لاجواب ہیں، کھانا بناتی ہیں دل چاہتا ہے کھاتے ہی جاؤ، بھیا بڑے خوش نصیب ہیں جو انہیں ہر فن مولا بیوی ملی ہے، خوب صورت، خوب سیرت اور ہنر مند..... مجھے بھی ایسی ہی بیوی چاہیے امی.....'' اس کے لہجے میں عقیدت اور احترام کے ساتھ شرارت بھی تھی۔ امی نے ایک دھپ اس کی کمر پر رسید کیا پھر ہنس کر بولیں۔

''پہلے اپنے بھیا کی طرح کچھ بن کر تو دکھاؤ پھر تمہارے لیے بھی فارینہ بیٹی جیسی لڑکی ڈھونڈ لوں گی۔'' سب ہنس رہے تھے اور میں اندر ہی اندر سلگ رہا تھا، دل کر رہا تھا ہر چیز کو تہس نہس کردوں۔ آگ لگادوں۔

''بھیا آپ کو کیا ہوا.....؟'' سب سے پہلے شزا نے میری خاموشی کو محسوس کیا۔

''طبیعت تو ٹھیک ہے بیٹا؟'' امی گھبرا گئیں۔

''بھیا سے بھابی کی تعریف ہضم نہیں ہو رہی، جیلس ہو رہے ہیں۔'' فہد نے شوخی سے تاک کر

رم جھم رم جھم بادلوں کے اوٹ تلے
سسپنس ڈائجسٹ
ماہنامہ

جولائی 2011ء
کے دلکش شمارے
پر ایک نظر
انجانے پہلو
آخری صفحات کی زینت..... ہر دلعزیز قلم کار
ایچ اقبال کا تحفۂ خاص..... دشوار رہ گزر.....
دلگداز جذبات اور رشتوں کی آزمائش پر مشتمل ایک
خوبصورت معاشرتی کہانی کا دوسرا اور مکمل حصہ
بعد از خرابی
ابتدائی صفحات پر مغل بادشاہ اورنگ زیب
کے حالاتِ زندگی..... ڈاکٹر ساجد امجد
کے قلم سے ایک اور شاہکار
حضرت یرمیاہ علیہ السلام
بت پرستی کے اندھیروں میں گم بنی اسرائیل
کی سرکشی اور انبیا کی جہد مسلسل کا احوال
سینہ زوری
ایک دلفریب حسینہ کے مکر و فریب..... اور
مرزا امجد بیگ کی ذہانت کے درمیان دلچسپ معرکہ
اس کے علاوہ
واپسی، اناڑی، محفل شعر و سخن، آپ کے خط
ضیا سینر بلگرامی، منظر امام، رش صغیر ادیب
مزید کاشف زبیر، مربر کے خان اور تنویر ریاض
کے دلکش شاہکار آپ کے منتظر

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نشانہ لگایا اور میں آؤٹ ہوگیا

"تمہیں ہنسی مذاق کے علاوہ بھی کچھ کام ہے، سارا دن عورتوں میں گھسے ہنسی ٹھٹھول کرتے رہتے ہو کچھ دھیان ہے پڑھنے کی طرف بھی یا زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا ہے' انٹر کے بعد تمہیں کوئی پروفیشنل لائن اختیار کرنی ہے یہ لیل ونہار رہے تو شیف ہی بنو گے۔" میں غصے میں بھنا کر بولا تو فہد اور شزا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور فارینہ کا چہرہ.... فق ہوگیا امی ناراضی سے گویا ہوئیں۔

"کیا ہوگیا ہے تمہیں..... بلاوجہ غصہ کررہے ہو کیا اب ہنسنے بولنے پر بھی پابندی لگاؤ گے خود تو گونگے کا گڑ کھا کر بیٹھے رہتے ہو دوسروں کو بھی خوش نہیں دیکھ سکتے۔ کھانے میں سب سے پیش پیش ہو تعریف کے دو الفاظ منہ سے نہیں نکلتے خود کو سدھارو....." امی کی تنبیہی نے مجھے کھسیانا کردیا اور میں خاموشی سے اپنے کمرے میں آگیا۔ جب ظہر کی نماز پڑھنے فارینہ کمرے میں آئی تو میں اس پر برس پڑا۔

"تم اپنی اوقات میں رہو زیادہ پھیلنے کی کوشش نہ کرو، فہد بہت معصوم اور چھوٹا ہے کم از کم اس کو تو بخش دو۔" میں باقاعدہ اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا.....؟" فارینہ کا چہرہ احساسِ شرمندگی سے سفید ہوگیا۔

"میرا مطلب تم اچھی طرح سمجھ رہی ہو، تم جیسی عورتیں بھلا ایک پر کہاں اکتفا کرتی ہیں پہلے صائم کا نمبر تھا اب تم فہد کو بے وقوف بنانے چلی ہو۔" میں نے بے غیرتی کی انتہا کردی۔

"ریحان!" فارینہ اتنی زور سے دہاڑی کہ ایک مرتبہ تو میں ڈر ہی گیا۔

"آپ انتہائی درجے کے گھٹیا انسان ہیں، اس کا تو مجھے اندازہ تھا مگر آپ کی سوچ اتنی پست گھناؤنی اور مکروہ ہوگی ایسا تو میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی، آپ نے تو آج مجھے اپنی ہی نظروں میں گرادیا ہے میرا کوئی نہ چھوٹا بھائی ہے نہ بہن میں ان رشتوں کی ترسی ہوئی ہوں اور وہ دونوں مجھے اپنے سگے بہن بھائی لگتے ہیں اسی لیے بے تکلفی سے بات چیت کرلیتی ہوں لیکن آج آپ نے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی ہے اب جو بھی ہو میں اس گھر میں ایک منٹ نہیں رہ سکتی۔" وہ روتے ہوئے اپنا سامان سمیٹنے لگی۔

"تم اتنی آسانی سے اپنا دامن نہیں چھڑا سکتیں جب تک صائم کا مسئلہ حل نہیں ہوجاتا تم کہیں نہیں جاؤ گی۔"

"میں پہلے بھی آپ کو بتا چکی ہوں، میں کسی صائم کو نہیں جانتی لیکن آپ کے کیا عزائم ہیں اس سے مجھے کوئی غرض نہیں..... لیکن یہ طے ہے کہ اب میں ایک منٹ بھی یہاں نہیں رہوں گی۔"

"دیکھو زیادہ ستی ساوتری بننے کی ضرورت نہیں میں ٹور سے واپس آجاؤں تو تمہیں فارغ کردوں گا پھر تم صائم سے شادی کرلینا۔" میں طے سے دہاڑا۔

"صائم..... صائم..... صائم خدا کے لیے مجھے معاف کردیجیے۔" وہ بے ساختہ ہاتھ جوڑ کر بولی۔ "مجھے آپ سے طلاق لینی ہے نہ شادی کرنی ہے، ایک شادی کر کے ہی میں بھر پائی آپ سے شک ایک چھوڑ چار شادیاں کرلیں' مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن پلیز اپنا نام مجھ سے مت جوڑیں۔ میں جیتے جی مرجاؤں گی۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر

رو رہی تھی اور میں خود کو بے وقوف محسوس کررہا تھا۔

☆☆☆

میں ٹور سے واپس آیا تو پتا چلا فارینہ کی عزیز دوست امریکا سے آئی ہوئی ہے دونوں گیسٹ روم میں تھیں۔ میں نے اخلاقاً سوچا ملاقات کرلوں۔ گیسٹ روم کا دروازہ بند تھا اور اندر سے ہچکیوں سسکیوں سے رونے کی آوازیں آرہی تھیں وہ غالباً اپنی دوست سے میری شکایت کررہی تھی میرا خون کھول اٹھا دل چاہا ابھی جا کر اس کا کچا چٹھا کھول دوں مگر کچھ سوچ کر کمرے میں آگیا امی بھی ساتھ ہی آگئیں۔

"بیٹا تم لوگ کھانا کھالینا میں ذرا آرام کررہی ہوں شزا اور فہد آئیں گے تو ان کے ساتھ کھانا کھاؤں گی۔"

کھانے کے دوران رانیہ سے ملاقات ہوئی فارینہ کی طرح معصوم سیدھی سادی کہیں سے نہیں لگتا تھا یہ امریکا سے آئی ہے۔

انسان اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے۔ یقیناً فارینہ کی طرح ہوگی میں نے سوچا۔ میں اخلاقاً رانیہ سے بات چیت کرتا رہا جو مجھے پژمردہ اور گم صم لگ رہی تھی۔ میں ابھی اٹھنے کا ارادہ کررہا تھا کہ رانیہ اچانک بولی۔

"فارینہ تم اپنے ہاتھ کی اچھی سی کافی پلادو جب تک میں ریحان بھائی سے گپ شپ لگاتی ہوں۔" فارینہ کے جاتے ہی وہ مجھ سے مخاطب ہوئی۔

"ریحان بھائی! میں نے بہانے سے فارینہ کو اٹھایا ہے کیونکہ اس کی موجودگی میں وہ سب کچھ نہیں کہہ سکتی تھی جو آپ کو سننا ہے کیونکہ میں آپ کی وہ غلط فہمی دور کرنا چاہتی ہوں جس نے فارینہ کی

شادی والے دن

اس امید پہ ساری عمر چھپر تلے گزاری ہے
مولا جب بھی دیتا ہے چھپر پھاڑ کے دیتا ہے

شادی والے دن وہ لڑکی آخری بار تھی روئی
باقی ساری حیاتی لڑکا بانگیں مار کے رویا

مرسلہ: صائمہ سجاد بنگش۔ کوہاٹ سے

ازدواجی زندگی میں زہر گھول دیا ہے اور اس کو خوشیوں سے محروم کردیا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتی ہیں آپ، اپنی دوست کی صفائی میں کہ وہ معصوم ہے بھولی بھالی ہے دھوکے باز نہیں ہے۔" میں نے تیز لہجے میں اس کی بات کاٹی۔

"بالکل' نہ وہ بدکردار ہے نہ دھوکے باز، وہ آج بھی شبنم کے قطرے کی طرح پاک اور معصوم ہے، اس نے کسی کو دھوکا نہیں دیا بدقسمتی سے آپ نے جس لڑکے صائم کے ساتھ اس کو نتھی کیا وہ میرا سگا بھائی ہے۔ ہم دونوں انٹر تک ساتھ تھے پھر وہ یونیورسٹی اور میں این ای ڈی میں چلی گئی مگر ہماری ملاقاتیں اکثر ہوتی رہتی تھیں، مجھے یہ کہنے میں شرمندگی محسوس ہورہی ہے کہ میرے بھائی صائم کی سرگرمیاں شروع ہی سے مشکوک تھیں اس نے کب اور کہاں فارینہ کو دیکھا اور اس کی بیہودہ حرکت پر فارینہ نے اسے تھپڑ کھینچ کر مار دیا۔ فارینہ نے مجھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بتایا ضرور تھا لیکن نہ اسے معلوم تھا نہ مجھے خبر تھی کہ وہ میرا بھائی ہے کیونکہ فارینہ ایک بیوہ ماں کی بیٹی تھی اور اسے اس کا احساس تھا کہ نہ تو اس کے سر پر باپ کا سایہ ہے نہ بھائی کا تحفظ اس لیے وہ مخلوط ادارے میں بھی بڑا لیے دیے رہتی تھی۔ میرے بھائی نے فارینہ کو انڈر اسٹیمیٹ کیا تھا وہ ان لڑکیوں میں سے نہیں تھی جو ایک اشارے پر دولت اور خوب صورتی دیکھ کر پکے ہوئے پھل کی طرح گود میں آپڑتی ہیں پھر ایک دن بھائی نے اس کی اور میری تصویر دیکھی تو اس کے بارے میں پوچھا مجھے ان کے عزائم کے بارے میں کچھ خبر نہیں تھی کب انہوں نے میری تصویر کی جگہ اپنی تصویر لگالی اور آئی بی اے میں چٹخارے لے لے کر اپنے عشق کی جھوٹی سچی کہانیاں سب کو سنانے لگے کیونکہ ان کو مجھ سے یہ تو معلوم ہو ہی گیا تھا کہ فارینہ آپ سے منسوب ہو چکی ہے انہوں نے یہ سب کچھ انتقاماً کیا تھا مگر کسی کے ساتھ زیادتی کرنے والا یہ کیوں بھول جاتا ہے کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے کبھی بھی گھوم سکتی ہے، آج میرا بھائی اپنے کیے پر پشیمان اور شرمندہ ہے کیونکہ جو اس نے بویا وہ اسے کاٹنا تو تھا اس کی اپنی بیوی کسی کے ساتھ امریکا میں فرار ہو چکی ہے، ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا۔ فارینہ سے فون پر میری اکثر بات ہوتی رہتی تھی اور وہ تو اس دن سے آپ کی دیوانی تھی جس دن سے آپ سے منسوب ہوئی تھی وہ اکثر مجھے فون پر کہتی تھی۔

"رانیہ! ریحان میرے تصور سے بھی بڑھ کر اچھے ہیں، نیک، پاکیزہ اور باکردار ہیں۔ میں نے ایسے ہی شریکِ حیات کا تصور کیا تھا۔" رانیہ نے پھر جو دو تصویریں ریحان کو دکھائیں ان میں ایک میں وہ خود تھی اور دوسری وہی تصویر صائم کے ساتھ تھی اب کوئی شک وشبہ نہیں تھا کہ یہ سب صائم کی چال تھی۔

"ریحان بھائی خدارا اپنا دل فارینہ کی طرف سے صاف کرلیجیے اور میرے بھائی کو معاف کردیجیے، وہ بڑی اذیت میں ہے اور اس سے زیادہ تکلیف مجھے ہے کہ میں اپنی دوست کی نظروں میں گرنا نہیں چاہتی..... خدارا میرا بھرم رکھ لیجیے گا میں اتنی اچھی دوست کو کھونا نہیں چاہتی۔" رانیہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور ریحان کو لگ رہا تھا وہ زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب رہا ہے، اس کی زندگی زلزلوں کی زد میں تھی۔ سانس تھم رہا تھا اور زمین پیروں تلے کھس رہی تھی۔ میں مرد ہو کر بھی اپنے آنسو ضبط نہ کرسکا اور فارینہ کے آنے سے پہلے اپنے کمرے میں آگیا، مجھ میں اس سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں تھی۔

"اف یہ میں نے کیا کیا..... بغیر صفائی دیے اسے مجرم بنادیا میں اتنا ظالم ہوں کہ خود کو نیک اور پارسا سمجھتے ہوئے کم ظرفی کی حد کردی۔" رات جب تمام کاموں سے فارغ ہو کر فارینہ کمرے میں آئی تو کمرا پھولوں سے مہک رہا تھا ایک بڑے سے بکے پر کارڈ سجا تھا۔

"یہ بندہ معافی کا طلبگار ہے ملکہ عالیہ....." وہ چونک گئی اور سپاٹ لہجے میں گویا ہوئی۔

"یہ سب کیا ہے؟"

"فارینہ مجھے معاف کردو بلکہ معافی کا لفظ تو میرے ظلم کے سامنے بہت چھوٹا ہے..... میں تو بدگمانی کے اندھیروں میں بھٹکتا رہتا اگر رانیہ مجھے نہیں بتاتی لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔"

"معاف کردوں آپ کو!" فارینہ کی ہنسی استہزائیہ تھی۔ "محبت کرتے ہیں آپ مجھ سے..... کیا خوب مذاق ہے آپ کا مطلب بھی جانتے ہیں محبت کا؟" اب چیخنے کی باری اس کی تھی۔

"محبت کرنے والے تو اپنے محبوب کی بڑی سے بڑی غلطی، بڑی سے بڑی خطا معاف کردیتے ہیں، آپ نے تو مجھے اس جرم کی سزا دی جو میں نے کیا ہی نہیں، میں نے یہ چھ ماہ ننگے پاؤں جلتے انگاروں پر گزارے ہیں، میری روح پر آپ کے لگائے ہوئے بے بنیاد الزام کوڑوں کی طرح لگے ہیں۔ میں بیوہ ماں کی بیٹی تھی جنہوں نے ساری زندگی پھونک پھونک کر قدم رکھا اور میں نے عہد کیا تھا کہ کبھی اپنی ماں کے لیے آزمائش نہیں بنوں گی ان کو کسی امتحان میں نہیں ڈالوں گی، اسی لیے کبھی کسی غیر مرد کا تصور بھی نہیں کیا۔ ریحان الوک ملزم کو صفائی کا موقع دیتے ہیں آپ نے تو بغیر صفائی کے مجھے مجرم بنادیا۔ آپ ساری زندگی اپنی پارسائی اور تقدس کے زعم میں مبتلا رہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ آپ نے خود کو آلودگی سے بچا کر کوئی فقید المثال کارنامہ انجام دیا ہے۔ کیا بحیثیت مسلمان یہ ہر انسان پر فرض نہیں؟ یہ دوغلی پالیسی اور عورت اور مرد کے لیے زندگی گزارنے کا دہرا معیار اور پیمانہ کیوں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ہر عورت مرد کو اپنی حرمت اور عزت کی حفاظت کرنے کا حکم نہیں دیا۔ پھر عورت ہی سنگسار کیوں کی جاتی ہے کبھی اسے کاری قرار دیا جاتا ہے کبھی "ونی" کردیا جاتا ہے اور مرد جب چاہے جہاں چاہے منہ مارتا رہے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اس کو کھلی چھٹی ہے۔"

"فارینہ پلیز!" ریحان نے قریب آکر التجا کی۔

"بس!" وہ پیچھے سرکتے ہوئے غصے سے دہاڑی۔ "مجھے آپ سے کچھ نہیں کہنا کیونکہ خود کو باکردار اور پاکیزہ ثابت کرنے کے لیے مجھے کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں، میں خود آپ کو اپنے قابل نہیں سمجھتی کہ آپ نے مجھ پر بہتان لگا کر خود کو اس اونچے سنگھاسن سے گرادیا ہے جس بلندی پر بٹھا کر میں آپ سے عشق کرتی تھی۔ اب تک آپ مجھے دھتکارتے رہے، آج میں آپ کو مسترد کرتی ہوں کہ میں نے جس ریحان سے محبت کی تھی وہ آپ ہو ہی نہیں سکتے جو غرور و تکبر، بلندی پر کھڑا ہو کر ہر شخص کو بدکردار اور بے غیرت سمجھتا ہو۔" فارینہ کی رو رو کر ہچکیاں بندھ گئیں۔

"خدارا مجھے معاف کردو۔" ریحان نے بے ساختہ اسے بانہوں میں بھرلیا۔

"چھوڑیں مجھے۔" اس نے مزاحمت کی۔

"آپ پارسائی کے جس گھمنڈ میں مبتلا ہیں اسی میں خوش رہیں، میں بھرپائی آپ کی محبت سے۔"

"خدارا بھگو بھگو کر جوتے نہ مارو، خدا بھی بندوں کو معاف کردیتا ہے میں تو بشر ہوں، عورت کا ظرف تو بڑا ہوتا ہے اب تم وہی کر رہی ہو جو میں کرتا رہا ہوں۔" شرمندگی سے میری آواز بھرا گئی اور جونہی میں نے اس کے قدموں میں جھکنے کی کوشش کی اس نے تڑپ کر میرے ہاتھ پکڑ لیے اور پیار کی بوچھار نے اسے مجھ سے کہنے کا موقع نہیں دیا وہ موم کی طرح پگھل گئی۔ پیاسی زمین سیراب ہوئی تو سارے گلے شکوے خس وخاشاک کی طرح محبت کے سمندر میں بہہ گئے۔ مجھے ماننا پڑا کہ عورت کا دل بڑا ہے اوجِ ثریا سے بھی بلند اور کشادہ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوشبو کا سفر

عانیہ بخاری

باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں !
کارِ جہاں دراز ہے ، اب میرا انتظار کر

قسط 33

اور یہ کار جہاں دراز ہی نہیں ہمہ جہت بھی ہے۔ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ یہ تہ در تہ انسان پر کھلتا ہے اور وہ اس کے بدلتے رنگوں کے ساتھ خود کو ہم آہنگ کرنے میں اس طرح منہمک ہوتا ہے کہ کبھی کبھی تو خود اپنا آپ بھی بھلا بیٹھتا ہے۔ خوشبو کا سفر بھی زندگی کے ان ہی بدلتے رنگوں کی کہانی ہے جس میں سادگی اور سچائی کی نرماہٹ بھی گھلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور ریا کاری اور خود غرضی کی تلخی بھی کڑواہٹ کا احساس دلاتی ہے۔ ایک دہرا معیار رکھنے والے معاشرے میں حساس اور سادہ دل لوگ جس آسانی سے کبھی تقدیر کے نام پر اور کبھی اپنے جیسوں کی تدبیر کے باعث پٹ جاتے ہیں وہ زندگی کی بھی توہین ہے اور انسانیت کی بھی۔ اس اندھی گلی کی دوڑ کا اختتام کہاں جاکر ہوتا ہے یہ سادہ سی کہانی اپنی جستجو کو لے کر آگے بڑھتی ہے۔

حسین و دلکش الفاظ بیان کا مرقع ایک خوب صورت ناول

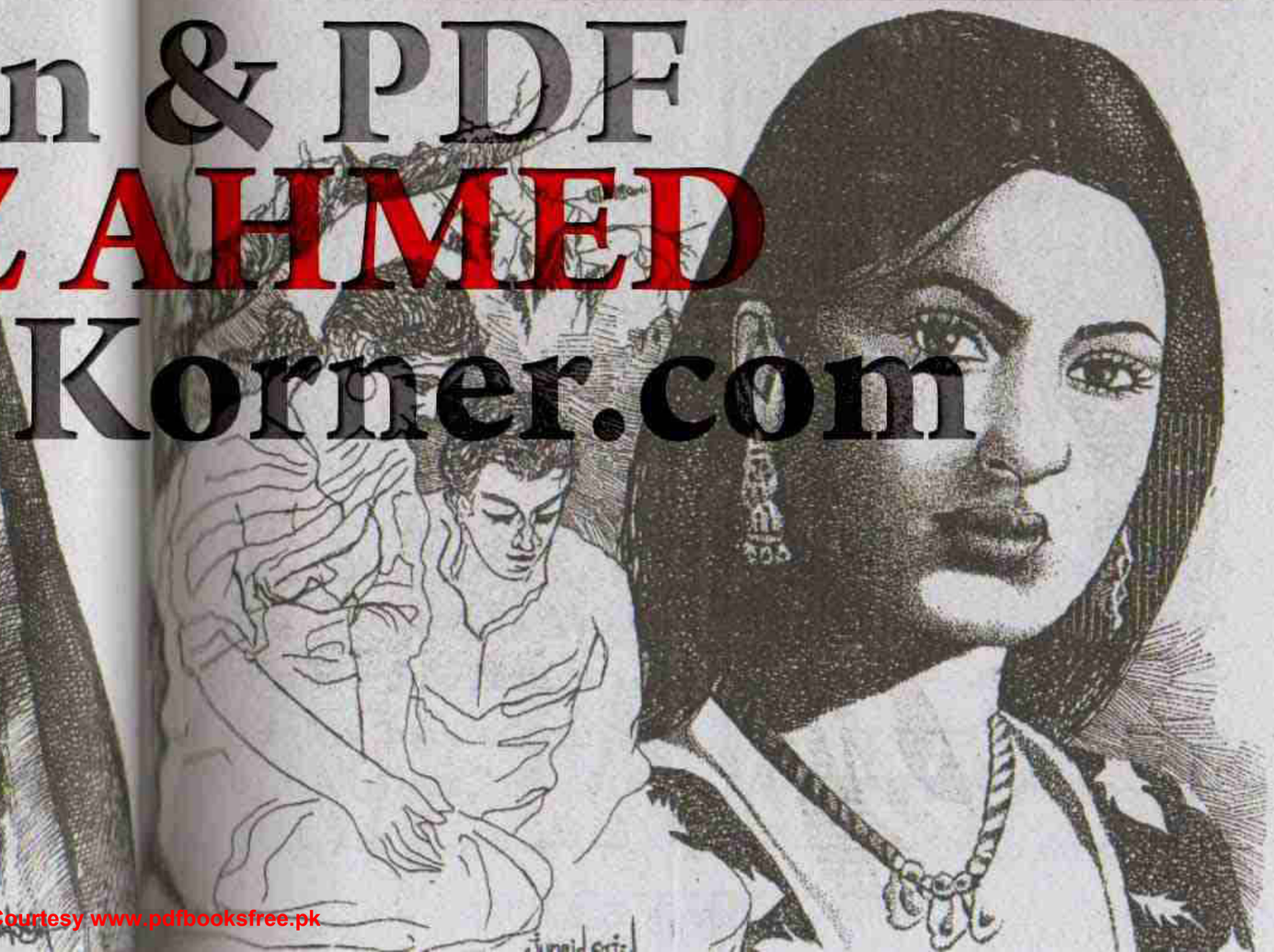

شیشے کا بھاری دروازہ کھول کر اندر قدم رکھتے ہی تمازت بھرا دن پیچھے ہی رہ گیا۔ اندر بڑی فرحت بخش ٹھنڈک پھیلی تھی اور وہی سکون کا احساس جو پچھلے برآمدے کی سیڑھیاں چڑھتے ہی حاصل ہوتا تھا۔ ''یہ ان لوگوں کا کمال ہے جو جہاں بھی ہوتے ہیں' ماحول ان کے تابع ہوجاتا ہے یا پھر خود میرے.... لیے یہی ایک نام سکون کا استعارہ ہے۔'' ہارون کے چیمبر میں داخل ہوتے ہوئے اس نے سوچا اور مسکرادی۔

''آج بہت خوش ہو؟'' ہارون نے سامنے کھلے لیپ ٹاپ پر سے نگاہ اٹھاتے ہوئے پوچھا تو وہ ہلکے سے ہنس دی۔

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''تمہارا آفس جوائن کر لینے کے بعد میں عام طور پر خوش ہی رہتی ہوں۔''

''چلو کوئی تو خوش ہے، ورنہ آج کل مجھ سے خفا رہنے والوں کا گراف بڑھ رہا ہے۔'' اس آدھی ادھوری بات سے جو نام جھلک رہا تھا سمیعہ کے بہت خوشگوار موڈ کو بھی غارت کرتا تھا۔

''تمہاری بیوی ناشکری ہے اور خود غرض بھی۔ برا مت ماننا پلیز.....''

''پتا نہیں، وہ ہے یا میں ہوں۔'' اس نے اپنا کام بند کیا اور سمیعہ کی طرف متوجہ ہوا۔

''بہر حال تم بتاؤ، کوئی کام تھا کیا؟'' پچھلے چند دنوں سے وہ اس کے ساتھ زارا کے موضوع پر بات کرنے سے کترانے لگا تھا۔

سمیعہ کو کئی بار کچھ ایسا ہی لگا تھا اور اگر ایسا ہی تھا تو یہ بڑی بدشگونی والی بات تھی۔

''میں کیا صرف کام سے ہی آسکتی ہوں۔''

''میں نے ایسا تو نہیں کہا لیکن بہر حال آفس میں بیٹھیں تو کام کا خیال آنا لازمی ہے۔''

''زارا کیوں ناراض ہے تم سے؟'' وہ ابھی تک وہیں اٹکی تھی۔

''بیویوں کو ناراض ہونے کے لیے عموماً وجہ درکار نہیں ہوتی۔'' ایک بار پھر گول مول سا جواب دیا۔

کوئی شک نہیں تھا کہ وہ بار بار زارا کی طرف ہی پلٹتا تھا۔ سمیعہ نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے سختی سے دبایا۔

''زارا کی خوش قسمتی ہے کہ اسے تم جیسا محبت کرنے والا شوہر ملا ہے لیکن اسے شاید قدر نہیں ہے۔'' ہارون کے چہرے کی مسکراہٹ دھیمی پڑی تھی۔

''اگر ہوتی..... تو وہ تمہارے دل کی بات تمہارے کہے بغیر جانتی، معمولی معمولی باتوں پر تم لوگوں کے درمیان اختلاف نہیں ہوا کرتا مگر وہ تو لگتا ہے یہاں صرف روما اور دادی کے لیے آئی ہے یا پھر اپنی گھر داری کا سلیقہ دکھانے، ایک اچھی بیوی تو وہ کبھی نہیں بن سکی یہ تو تم مانو گے نا.....؟'' بات کرنے کا ایک مخصوص نرم اور دھیما انداز جو وہ صرف ہارون سے بات کرتے ہوئے اختیار کرتی تھی، بڑا ہی متاثر کن تھا۔

''وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔''

''مجھے بتا رہے ہو یا خود کو یقین دلا رہے ہو۔'' وہ ہارون کے کمزور لہجے پر ہنسی۔ ''بہر حال، تمہارا قطعی ذاتی معاملہ ہے، میں تم سے عارف کے معاملے میں بات کرنے آئی تھی۔ کب بلاؤں ان لوگوں کو تمہارے گھر، وہ مجھ سے روز پوچھ رہے ہیں۔ دو بار دن طے ہو کر کینسل ہوا ہے۔'' ایک جتاتی ہوئی سی یاد دہانی۔

''ہاں بس، اصل میں، میں چاہ رہا تھا کہ زارا بھی بخوشی راضی ہو جائے، اصل میں بہت غصہ کر چکا ہوں اس پر پچھلے دنوں۔''

''اور اس کے بعد دس بار معافی بھی مانگ لی ہوگی۔'' وہ تصور کر کے ہی بری طرح جلی تھی۔

''زارا کی خوشی کا انتظار کرتے رہے تو روما بیٹھی ہی رہ جائے گی، میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے اعتراض کیا ہے۔ محض میری مخالفت میں وہ روما کے ساتھ دشمنی پر اتر آئی ہے تو یہ تو بہت ہی افسوس کی بات ہے نا۔ ہارون یہ مت بھولو کہ خود زارا کا بھائی روما کو ٹھکرا چکا ہے اور یہ بہت توہین آمیز بات ہے تمہارے لیے۔'' نرمی سے پلکیں جھپکاتے ہوئے اس نے جو کچھ سمجھانا چاہا تھا وہ اتنی بار دہرایا جا چکا تھا کہ وہ ذہن نشین ہو چکا تھا۔ کسی پتھر پر قطرہ قطرہ پانی گرنے کا سا عمل، صبر آزما سہی مگر غضب کا اثر انگیز بھی۔ آج وہ معمول سے زیادہ

☆ طلعت رانا..... چیچہ وطنی
ہاتھوں میں گجرے..... اچھے لگتے ہیں

☆ ثروت..... کراچی ☆ بنارسی جوڑے
اور کرن لگے دوپٹے ان دنوں فیشن میں ہیں

☆ سعدیہ سلیم..... سڈنی
کشادہ پیشانی پر جھومر علیحدہ ہی بہار دیتا ہے

خاموش رہا، سمیعہ بھی اسے آؤٹ آف موڈ دیکھ کر جلدی اٹھ گئی تھی۔ ایک دسوسوں سے بھرے تھکا دینے والے دن کا بالآخر اختتام..... گھر کے گیٹ سے گاڑی اندر لاتے ہوئے اس نے زین کی گاڑی کھڑی دیکھی تھی۔

☆☆☆

گھر میں عارف کے رشتے کو لے کر بحث کا آغاز تھا، ہارون سو فیصد کیا ایک سو دس فیصد راضی تھا اور ہارون کی رضامندی، دوسرے معنوں میں ابا اور دادی کی رضامندی تھی۔

''شریف لڑکا، مختصر فیملی اور پھر یہیں کراچی میں رہائش.....'' وہ دادی اور ابا کے سامنے اس طرح گنواتا جیسے یہ تین اوصاف پورے شہر میں صرف عارف کے ہی حصے میں آتے ہیں۔ دادی جو سمیعہ کی لائی ہوئی عارف کی تصویر دیکھ کر تھوڑی سی مایوس ہونے لگی تھیں پھر سے ہارون کی ہمنوا بن چکی تھیں۔

''صورت شکل تو اللہ کی بنائی ہوئی ہے، ہم اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ ایسا برا بھی نہیں ہے عارف، انسان کا بچہ تو ہے ہی۔'' باوجود سخت کوفت میں مبتلا ہونے کے بھی زارا کی ہنسی نکل گئی۔

''یہ تو آپ رعایتی نمبر دے کر پاس کر رہی ہیں پہلی بار کسی کو۔''

''کرنا پڑتا ہے..... جب کوئی راہ نظر نہیں آتی تو پھر تو سمجھوتا کرنا ہی اچھا ہے نا۔'' وہ اداسی سے مسکرائیں۔

''عارف کا رشتہ سمجھوتا نہیں ہے دادی، دھوکا ہے میں آپ سے سچ کہہ رہی ہوں یہ لوگ اچھے ثابت نہیں ہوں گے روما کے لیے۔ آپ ہارون کو سمجھاتی کیوں نہیں ہیں کہ وہ منع کر دیں انہیں۔''

''پھر وہی بات.....'' انہوں نے کچھ ناراضی سے قریب کھڑی زارا کو دیکھا۔

''پتا بھی ہے کہ ہارون ناراض ہوتا ہے اس بات سے مگر پھر بھی تم اسے غصہ دلاتی ہو، بھائی ہے وہ روما کا اس سے زیادہ حق نہ میرا ہے اور نہ تمہارا..... اور وہ روما کے لیے ہم سب سے بہتر ہی سوچے گا، یہ مجھے پورا یقین ہے۔''

''لیکن وہ اپنے دماغ سے سوچے تب نا..... یہ تو سمیعہ ہے جو اس رشتے پر راضی کر چکی ہے۔''

''لیکن دیکھ بھال تو خود ہارون نے ہی کی ہے نا، سمیعہ کی لاکھ تعریف کرے لیکن ہارون روما کے لیے

Scan & PDF IJAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کسی کی بات پر بھروسا نہیں کر سکتا، اس نے خود اپنا اطمینان کیا ہے۔"

"کبھی کبھی انسان کو صرف وہی نظر آتا ہے جو سامنے والا اسے دکھانا چاہے، ہارون بھی فریبِ نظر کا شکار ہو رہے ہیں۔" تلخی سے کہتے ہوئے وہ ان کے قریب آ بیٹھی۔ عارف کی تصویر بیڈ پر ہی پڑی تھی۔ زارا نے ہاتھ میں لے کر ایک بار پھر تنقیدی نظر اس پر ڈالی۔ صورت شکل سے قطع نظر، وہ اس کی آنکھوں سے جھلکتی آوارگی اور چالاکی سے خائف ہو رہی تھی اوپر سے وہ گھرانہ سمیعہ کا دوست تھا۔

"سونے پر سہاگا....." وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

"مجھ سے کچھ کہا؟" دادی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"نہیں تو۔" اس نے دانستہ اپنی بات دہرانے سے گریز کیا۔ ہارون برملا کہتا تھا کہ وہ صرف سمیعہ کی مخالفت میں عارف کے رشتے پر اعتراض کر رہی ہے، ورنہ برائی ورائی کچھ بھی نہیں ہے۔

"کل ذرا رحمت کے ساتھ لگ کر اسٹور میں سے میرے بڑے سوٹ کیس نکلواؤ، میں ایک نگاہ ڈالنا چاہ رہی ہوں کہ کیا، کیا سامان، روما کا رکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد بیٹھ کر سامان کی لسٹ تیار کرو۔ بہت بڑا کام ہے کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے۔" بڑا ہی ٹھوک بجاتا سا انداز تھا۔

زارا کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ سب ہی اپنے طور پر راضی ہو چکے ہیں اور اب رشتے کا باقاعدہ طے ہونا بھی رسمی سی بات رہ گئی ہے۔

"ابھی ان لوگوں کو آنے تو دیں دادی اور ہم بھی ان کے گھر نہیں گئے ہیں، اتنی جلدی فیصلہ مت کریں۔"

"گھر جا کر، در و دیوار دیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے، جب روما کو اس میں جا کر رہنا ہی نہیں ہے۔ ہارون تو عارف کی فیملی کو شادی سے مہینہ بھر پہلے روما کو دیے جانے والے گھر میں شفٹ کرنے کا کہہ رہا تھا۔" دادی نے ایک اور اطلاع دی۔

زارا کے دل کو ایک اور دھکا سا لگا۔

"آپ ہی کو بتاتے ہوں گے، مجھ سے تو وہ کوئی ذکر کرنا بھی ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔" دادی نے اس کے چہرے پر آتی مایوسی کو بخوبی نوٹ کیا۔

"تم بھی تو ہر وقت اس کے ساتھ بحث پر اتر آتی ہو، کیا بات کرے تم سے۔" انہوں نے دل جوئی کی آڑ میں بھی نصیحت ہی کی۔

"میں بحث نہیں کر رہی دادی، میں تو بس روما کو بچانے کی کوشش کر رہی ہوں اور کرتی رہوں گی، ہارون کو برا لگتا ہے تو بے شک لگے۔" وہ بہت سنجیدہ تھی۔ دادی نے بہت غور سے اس کے چہرے کو دیکھا۔ انہیں اس کے خلوص پر یقین تھا۔ کتنے ہی روشن، امکانات تھے جو اگر حقیقت بنتے تو.....

"السلام علیکم۔" بڑی مانوسی گرم جوشی، دادی اور زارا دونوں ہی نے ایک ساتھ دروازے کی طرف دیکھا اور مسکرا دیں۔

"ابھی ابھی دل میں تمہیں ہی یاد کیا تھا۔" دادی زین کو بڑی محبت سے خود سے لگاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ زارا کو پتا تھا، روما کی شادی کے ذکر کے ساتھ ہی دل میں زین کا خیال آنا لازمی تھا۔ اس کے اور دادی کے بھی اور یقیناً ہارون کے بھی۔

"تم کیا سوچ رہی ہو؟" زین نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا۔ "فکر مت کرو، کھانے تک نہیں رکوں گا جو تمہیں اس گرمی میں کچن سنبھالنا پڑے۔" اپنی بات کہہ کر وہ خوش دلی سے ہنس دیا۔

"جب اتنے دن لگا کر آتے ہو تو یوں کھڑے کھڑے مت آیا کرو۔"

"اتنے دن کہاں دادی، آج کل تو بہت آنے لگا ہوں۔ مجھے تو لگتا ہے کہ ہارون اور زارا کسی دن بیزار ہو جائیں گے مجھ سے۔ دروازے سے ہی نہ رخصت کر دیں۔" وہ ان کے پاس بیڈ پر ہی بیٹھا تھا سو ناممکن تھا کہ وہاں پڑی عارف کی تصویر کی طرف نہ متوجہ ہوتا۔

"یہ.....؟"

"اس لڑکے کا رشتہ آیا ہے روما کے لیے کیسا لگا تمہیں؟" دادی نے اسے اطلاع دی اور نہ جانے کس امید پر اس کی طرف دیکھا۔

زین کی نگاہ ہاتھ میں تھمی تصویر پر جمی۔ زارا کی زبانی تفصیلات وہ پہلے سن چکا تھا اور زارا کے اعتراض کو بھی، عارف اسے خاص کیا، عام سا بھی نہیں لگا تھا۔

"بس ٹھیک ہے۔" ایک معقولیت بھرا جواب اس کی طرف سے آیا اور زارا اور دادی دونوں کو مایوس کر گیا۔

"میں تمہارے لیے چائے لاتی ہوں۔" وہ بہانے سے اٹھی تھی۔

"کیا تھا جو زین اتنا ہی کہہ دیتا کہ یہ لڑکا کسی بھی طرح روما کے قابل نہیں ہے..... مگر یہاں شاید ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ کسی بھی طرح اس کی شادی کر دی جائے تاکہ یہ چیپٹر کلوز ہو سکے۔" ٹرالی میں چائے اور اسنیکس سیٹ کرتے ہوئے وہ اور بھی افسردہ ہوتی رہی۔ وہ ٹرالی لے کر آئی تو زین لاؤنج میں ہی بیٹھا ہوا مل گیا۔

"روما نظر نہیں آ رہی ہے؟" وہ اسے دیکھ کر پوچھنے لگا۔

"سو رہی ہے، رات سے اسے بخار ہے۔ تم یہ لو۔" اچھے میزبانوں کی طرح اسے چیزیں سرو کر کے وہ خاموش سی بیٹھی رہی۔

"ہارون کیسا چل رہا ہے تمہارے ساتھ؟" وہ زارا کی طرف سے فکر مند رہنے لگا تھا سو بنا کسی تمہید کے براہِ راست پوچھ ڈالا۔

"سمیعہ کی جاب چل رہی ہے اس کے آفس میں یا ختم ہو گئی۔" زارا نے بیزاری سے سر کو جنبش دی۔

"سمیعہ کی جاب میرا مسئلہ نہیں ہے زین..... خیر چھوڑو کوئی اور بات کرو۔"

"سمیعہ کے علاوہ بھی کچھ اور پریشان کن ہو سکتا ہے کیا؟" پلیٹ میں سے کباب اٹھاتے اٹھاتے زین کا ہاتھ رکا۔

"تمہیں عارف واقعی پسند آیا ہے؟"

"کیا؟" کسی کسی وقت وہ اتنی تیزی سے ایک موضوع سے دوسرے پر آ جاتی تھی کہ ساتھ دیتے ہوئے سانس پھولنے لگتی تھی، زین بھی کنفیوز سا ہو کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"میرے پسند یا ناپسند کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہارون نے سلیکٹ کیا ہے تو ظاہر ہے اچھا ہی ہوگا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ہارون نے نہیں، سمیعہ نے سلیکٹ کیا ہے، پتا تو ہے تمہیں..... اور یہاں سب اس طرح تیار بیٹھے ہیں جیسے یہ روما کے لیے آنے والا آخری رشتہ ہو۔'' اس کے لہجے میں بڑی نمایاں تپش تھی۔

''ابھی وہ یہاں آئے بھی نہیں ہیں اور رشتہ تقریباً منظور کیا جاچکا ہے۔ ہارون ایک بات سننے کے لیے بھی تیار نہیں میری۔'' اس کی روما سے محبت کنفرم تھی۔

''تم محض اس وجہ سے اپنا اور ہارون کا تعلق خراب نہ ہونے دو، ہارون نے ظاہر ہے عارف میں کچھ تو دیکھا ہی.....''

''بدمعاش ہے وہ نمبر ایک.....'' زارا نے جھنجلا کر اس کی بات کاٹی۔

''بہت مکار اور خراب کردار کا شخص ہے۔'' صاف ظاہر تھا کہ وہ عارف کے حق میں کوئی اور لفظ سننے کے لیے تیار نہیں تھی۔ زین کے لیے اسے سمجھانا اور بھی مشکل ہوا۔

''دیکھو زارا، ہوسکتا ہے کہ ابھی ہم جو کچھ بھی انداز ے لگا رہے ہوں، وہ محض قیاس آرائی ٹھہریں اور عارف بالکل مختلف ثابت کردے خود کو پھر تو تم.....'' سنبھل سنبھل کر جس طرح وہ اسے سمجھانے کی کوشش کررہا تھا زارا کے نزدیک وہ ذرا بھی قابلِ توجہ نہیں تھی۔

''فضول.....'' ہاتھ کے اشارے سے اس نے زین کا پڑھا پورا پیراگراف رد کیا۔

''غلطی میری ہے جو تمہارے سامنے یہ موضوع لے کر بیٹھ گئی، تم چائے پیو اور جاؤ، تمہیں دیر ہورہی ہوگی۔''

''میرا مطلب تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا زارا۔'' وہ کچھ شرمندہ ہوا۔

''تم مجھے بہت پہلے ہرٹ کرچکے ہو زین۔''

''جو کچھ تم مجھ سے چاہ رہی ہو وہ میرے لیے بہت مشکل ہے۔ جس رشتے کو دل قبول نہ کرے اس کا قائم کرنا بھی ظلم ہے اور اگر میں روما کو خوشی نہیں دے سکتا تو کم از کم اسے دکھ میں مبتلا تو نہ کروں۔'' وہ ہر بار ایک سی ہی صفائی پیش کرتا تھا۔ زارا تلخی سے مسکرادی۔

''اور اگر وہ ٹی وی ایکٹریس تمہاری زندگی میں نہ آئی ہوتی، تب بھی کیا تم ایسی ہی باتیں کرتے، اصل میں تو وہی ہے جس نے تمہیں ہم سب سے دور کردیا ہے، پاگل بنا رکھا ہے اس نے تمہیں۔''

''تہمینہ کا اس میں کوئی قصور نہیں، تم پلیز اس کا نام مت لو کسی معاملے میں۔''

''کیوں نہیں لو، وہی ہے سارے فساد کی جڑ، کس آرام سے اس نے ہمدانی سے منگنی رچائی تھی، تم مہینوں سوگ مناتے رہے تھے لیکن اس نے ذرا بھی پروا نہیں کی تھی۔ اب وہ ہمدانی اس کے ہاتھ سے جاتا رہا تو تم جیسا الو اسے پھر میسر آچکا ہے اور تو کوئی پوچھ نہیں رہا ہے اسے۔ مجھے تو سوچ کر شرم آتی ہے کیسی کیسی باتیں مشہور ہیں اس لڑکی کے بارے میں.....''

''وہ جیسی بھی ہے، میں اس سے محبت کرتا ہوں۔'' زین کے لیے آگے کچھ بھی سننا محال ہوا ''صرف اسی سے شادی کروں گا..... اگر شادی کرنا میری قسمت میں لکھا ہے۔'' ہاتھ میں تھاما ہوا چائے کا کپ سامنے میز پر رکھ کر وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔

زارا نے بیزاری سے سر کو ہلکی سی جنبش دی۔ لاؤنج کی طرف آتے ہوئے ہارون نے کاریڈور کے آخری سرے پر رک کر زین کو کہتے سنا تھا۔ اطلاع پرانی تھی مگر خود کو کمپوز کرنے میں اسے چند سیکنڈ تو لگ ہی گئے۔

لاؤنج میں اس کی آمد بڑے نارمل انداز میں ہوئی تھی پھر بھی زارا اور زین دونوں ہی نے خود کو اپنی اپنی جگہ تھوڑا سا کنفیوز محسوس کیا تھا۔

''معلوم نہیں، ہارون نے کچھ سنا یا نہیں۔'' زارا نے خاموشی سے اس کے چہرے پر کچھ تلاشنا چاہا۔ وہ جس انداز میں زین سے مل رہا تھا اس میں گرمجوشی کا ذرا سا بھی عنصر نہیں تھا۔

''چائے لاؤں آپ کے لیے؟''

''نہیں، ابھی پی کر آیا ہوں۔'' وہ ابھی تک کھڑا تھا اور ایک مصروف دن گزار لینے کے بعد گھر واپسی پر بھی جلدی میں محسوس ہورہا تھا۔

زین اور زارا نے دونوں نے اس کی بے چینی کو محسوس کیا تھا۔

بیٹھو نا، کہیں پھر جانا ہے کیا؟'' زین کہے بغیر نہ رہ سکا۔

''ہاں کچھ ضروری کام ہیں، عارف کے گھر والے آنے والے ہیں ایک دو دن میں، ان کے آنے سے پہلے کچھ کام نمٹانے ہیں، وکیل سے مل کر۔''

زارا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ بالواسطہ طور پر وہ شاید اپنا آخری فیصلہ سنا رہا تھا۔

''میں ذرا دادی سے مل لوں۔'' وہ تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھ گیا، زارا نے بے ساختہ ہی زین کی طرف دیکھا تھا۔

☆☆☆

بڑے سے سیاہ گیٹ سے اندر آتے ہوئے وسیع... کمپاؤنڈ، لان، برآمدے اور پھر ڈرائنگ روم۔ انہیں چلنے کی عادت نہیں تھی، ٹھیک ٹھاک ہانپ گئیں۔

''اے رخشی، ذرا میرا ہاتھ تو پکڑ، آگے آگے بھاگے چلی جارہی ہے۔'' انہوں نے جھنجلا کر بیٹی کو پکارا جو اس نئے گھر کو ڈسکور کرنے کے اشتیاق میں اس وقت واقعی مری جارہی تھی۔

''کیا ہے اماں، تم بھی بس نا.....'' وسیع و عریض ڈرائنگ روم کے دروازے میں سے اندر قدم رکھتے ہوئے اسے پلٹ کر آنا پڑا تھا۔

''ویسے تو سارے محلے میں گھومتی پھرتی ہو، یہاں اپنے بیٹے کی سسرال میں آکر بوکھلائی جارہی ہو۔ اب تو روز کا آنا جانا لگا رہے گا، عادت ڈالو خود کو بڑے گھروں کی بھی۔'' اندر لاکر نرم اور آرام دہ صوفے پر بٹھانے تک وہ انہیں نصیحت کیے گئی۔ سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے عارف نے گہری فخریہ مسکراہٹ کے ساتھ سمیعہ کو دیکھا۔

''گھر واقعی شاندار ہے، جیسا تم نے کہا تھا تقریباً ویسا ہی ہے۔'' وہ مرعوب نہ ہونے کی پوری کوشش کررہا تھا ایک طرح سے اچھا ہی تھا لیکن پھر بھی سمیعہ چڑ سی گئی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED
Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں، جیسا میں نے کہا تھا یہ گھر اس سے کہیں زیادہ اچھا ہے، تم نے ابھی پورا گھر دیکھا نہیں ہے، اسی لیے رائے دینے میں بھی جلدی مت کرو۔" وہ لہجے کی تلخی یا ماتھے کی ہلکی سی بھی شکن چھپانے کی کوشش نہیں کرتی تھی۔ عارف نے خائف سا ہو کر ادھر ادھر دیکھا جو ملازم انہیں اندر لے کر آیا تھا، بٹھا کر جا چکا تھا۔ رخشی کی اماں کے اوسان اب تک بحال ہو چکے تھے اور یہاں جائزہ لینے کے لیے اتنا کچھ تھا کہ ایک بار میں دیکھا بھی نہیں جا سکتا تھا سو انہوں نے بقیہ کام اگلی بار پر چھوڑ کر اپنے اصل ہدف پر ہی توجہ رکھنا عقل مندی جانا۔

"لڑکی کا اس گھر میں تو حصہ ہوگا، وہ بھی دینا ہوگا کیش کی صورت میں، تم پہلے ہی بات صاف کر لینا سمیعہ کہیں بعد میں یہ لوگ مکر جائیں۔"

"ہاں اور کیا، اس کی مالیت کا موٹا موٹا سا بھی اندازہ لگایا جائے تو بات کروڑوں پر آ کر رکتی ہے۔ جو بات بھی ہے اس کا پہلے ہی ہو جانا اچھا ہے۔" عارف نے اماں کی طرف تعریفی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"یہ گھر....." سمیعہ کے دل پر ہاتھ پڑا تھا۔ عارف اور اس کا گھرانہ وقت کے ساتھ کھل رہا تھا۔ وہ جو چند لاکھ کے لالچ میں پھولے نہیں سما رہے تھے۔ اب کروڑوں پر نظر رکھ رہے تھے، پچھلے پورے ہفتے میں جب وہ ان لوگوں کو یہاں لانے کے لیے تیار کر رہی تھی۔ ان تینوں افراد کا مطمح نظر صرف روپوں کے اعداد و شمار پر رہا تھا۔

ہارون اور اس کے ابا کا آفس، ان کے اثاثے ان کے پروجیکٹ..... عارف سب کے بارے میں بڑی تندہی سے معلومات اکٹھی کر رہا تھا اور اسی حساب سے اس کی امیدیں بھی کئی گنا بڑھ چکی تھیں۔

"اس گھر میں جو بھی روما کا حصہ بن رہا ہے وہی اسے فلیٹ کی صورت میں دیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہارون اسے اسٹاک دے رہا ہے جو کسی بھی حصے سے کہیں زیادہ ہے، تم لوگ ذرا صبر تو کرو۔" سمیعہ کا لہجہ ابھی بھی سخت تھا مگر وہ پھر بھی مصر رہا۔

"میں بھی ایسا ہی سمجھ رہا تھا لیکن جب تک میں نے یہ گھر نہیں دیکھا تھا مگر اب اس کی بات الگ سے ہوگی، کیش نہ سہی لیکن آدھے گھر میں ہماری رہائش ہوگی اور آدھا گھر قانونی طور پر ہمارے نام بھی ہوگا۔ میرا مطلب ہے کہ بے شک وہ اپنی بیٹی کے نام کریں مگر ملکیت تو وہ ہماری ہی ہوگا۔" عارف کے انداز میں بڑی ٹھوک بجائی سی کیفیت تھی۔ سمیعہ نے بڑی مشکل سے قابو پایا تھا۔ عارف مستقل ہی اس کی دکھتی رگ پر انگلی رکھے ہوئے تھا۔ اس گھر کے بارے میں کسی کا بھی حق ملکیت گوارا کرنا آسان نہیں تھا، وہ اس کے لیے اتنی ہی حساس تھی جتنی خود ہارون کے بارے میں۔ شعور کے بالکل ابتدائی دور سے آج تک یہ گھر اسے صرف اور صرف اپنا ہی محسوس ہوا تھا۔ ہمیشہ خود کو ہی یہاں چلتے پھرتے، جذب ہوتے جانا تھا۔ سو اب یہ بیرونی مداخلت، بری طرح کھل رہی تھی۔

"بیکار کی باتیں مت شروع کرو عارف، ابھی تو تمہارا رشتہ بھی طے نہیں ہوا ہے، ہارون کو تمہاری ان باتوں کا پتا چلا تو وہ یہ سارا قصہ ہی ختم کرنے میں سیکنڈ بھی نہیں لگائے گا۔" گو اپنے طور پر اس نے کوئی ایسا امکان رہنے تو نہیں دیا تھا لیکن عارف کو کنٹرول میں رکھنے کے لیے ایسا تاثر برقرار رکھنا ضروری تھا۔ چند لمحوں کے لیے تو وہ بالکل چپ سا ہو گیا۔ اتنی دیر سے خاموش بیٹھی رخشی نے اضطراب سے پہلو بدلا۔

"اب اتنی خوشی کے موقع پر یہ بدشگونی کی باتیں۔" اس کی گہری سیاہ رنگت کچھ اور بھی تاریک ہوئی۔ بیزاری کی حدوں کو پار کرتے زندگی کے روز و شب میں اب جو کسی بہتری کی امید بندھنے لگی تھی تو محترمہ والدہ اور عارف الدولہ بقلم خود مٹانے پر تلے تھے۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا سمیعہ..... ان لوگوں کو سمجھانا بہت مشکل ہے، ان کے ساتھ بھلائی بھی کرنا چاہو گی تو یہ نہیں ہونے دیں گے۔" پرانی دوستی کے ناتے ہی سہی، وہ سمیعہ کے آگے تھوڑی سی شرمندہ تو ہوئی تھی۔ "خود سے کوشش کرتے تو ساری عمر اس ڈھائی کمروں والے گھر سے نہ نکل پاتے، اب چانس مل رہا ہے تو....." بات ادھوری چھوڑ کر اس نے سر کو ہلکے سے جنبش دی۔

"ایسا کیا کہہ دیا ہم نے، یونہی آپس میں تو بات کر ہی لیتے ہیں..... کون سا کسی سے کچھ چھین لیا ہے ہم نے۔" عارف کی اماں کو سمیعہ سے زیادہ بیٹی پر غصہ آیا تھا اور اس سے بھی زیادہ معزز میزبانوں پر جنہوں نے ابھی تک ڈرائنگ روم میں آ کر جھانکنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کی تھی۔

"عجیب لوگ ہیں، مہمانوں کو بٹھا کر بھول چکے ہیں۔ بڑے گھروں کا یہی رواج ہوگا، ہمارے ہاں آنے والے تو جہاں ہم بیٹھے ہوں وہیں کرسی ڈال کر خود بھی بیٹھ جاتے ہیں۔"

"میں بلاتی ہوں....." سمیعہ نے بہتر سمجھا کہ یہاں سے اٹھا جائے لیکن تب تک دیر ہو چکی تھی۔ دادی اور ہارون، ڈرائنگ روم کے مرکزی دروازے سے اندر آ رہے تھے۔

اپنے شاندار جگمگاتے پس منظر کے ساتھ وہ دونوں پہلی نظر میں ہی عارف اینڈ فیملی کے لیے بے حد متاثر کن ٹھہرے تھے۔

عارف کی اماں، رخشی اور خود عارف اب بہت سنبھل کر بیٹھے تھے اور گفتگو کا انداز بھی بڑا نپا تلا سا تھا۔ دادی کے پاس خاندانی ہونے کا فطری سا فخر تھا، جسے وہ بات بات پر ظاہر کرنے کی عادی بھی تھیں۔

"ہمارے ہاں حسب نسب کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ دولت، پیسہ، سب آنی جانی شے ہے، دھوکے میں ڈالنے والی لیکن اعلیٰ خاندان آج بھی انمول ہیں، مثال مشہور ہے۔ "اصل سے خطا نہیں اور کم نسل سے وفا نہیں۔" عارف کی اماں رخشی اور خود عارف نے بے ساختہ ہی پہلو بدلا تھا۔

"ہارون نے مجھے آپ لوگوں کے بارے میں جب بتایا تو مجھے صرف یہی فکر تھی کہ جن سے ہم رشتہ جوڑنے جا رہے ہیں، وہ شریف اور خاندانی ہوں، عارف کی نوکری یا آپ کا گھر ہمارا مسئلہ نہیں ہے، روما اپنی قسمت کا بہت کچھ لے کر جائے گی انشاء اللہ۔"

عارف کی اماں کے چہرے پر خوشی کا رنگ بکھرا۔

"ویسے ہمیں تو کوئی لالچ نہیں ہے، اللہ کا دیا بہت کچھ ہے ہمارے پاس بھی، بس سادگی پسند ہیں، اسی لیے اپنے پرانے محلے اور پرانے گھر کو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا، ورنہ عارف تو کب سے کہہ رہا ہے کہ اماں، تمہارے لیے کسی اچھی کالونی میں ایک بنگلا خرید لیتا ہوں، وہیں چل کر رہیں گے مگر میں نے تو صاف کہہ دیا بھیا..... ہم تو یہیں خوش ہیں اپنے اسی گھر میں....." ان کی شیخی مبالغے کی حد کو کراس کرنے لگی۔ عارف، رخشی دونوں ہی نے اشارے سے احساس دلانے کی کوشش کی مگر انہیں روکنا آسان نہیں تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جیسی آپ کی مرضی، ہم آپ کو مجبور نہیں کرتے کہ آپ لازمی، اس گھر میں آ کر رہیں، جو ہم روما کو دینے والے ہیں، ہمیں اندازہ ہے کہ اس عمر میں، اپنی مخصوص جگہ کو چھوڑنا آسان نہیں۔" دادی کا چہرہ بے تاثر تھا۔

سمیعہ کو رخشی اور عارف کے چہروں پر پھیلتی بے بسی پر ہی رحم آیا تھا شاید۔

"عارف کی امی کا یہ مطلب نہیں ہے دادی، اب ساری عمر انسان ایک جگہ ہی تو نہیں بیٹھا رہ سکتا، لوگ تو اپنے بچوں کی خاطر بڑھاپے میں ملک چھوڑ کر بیرون ملک جا کر بس جاتے ہیں، یہاں تو ایک ہی شہر میں....." بات کرتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ہارون کے قریب جا کر بیٹھی ہی تھی کہ دادی نے اس کی بات کاٹی۔

"تم جا کر روما کو لے کر آؤ، اور اس سے پہلے زارا کو بھیجو۔"

"جی!" اسے ناگوار تو گزرا لیکن اٹھ کھڑی ہوئی کسی کسی وقت تو صاف لگتا تھا کہ دادی اس کی حیثیت متعین کرنے کی شعوری کوشش کرتی ہیں لیکن اس وقت دل جلانے کی بھی مہلت نہیں تھی۔ روما اسے لاؤنج میں ہی مل گئی۔ پریشان گھبرائی ہوئی سمیعہ کو ایسا ہی لگا۔

"یہ تم کسے پکڑ کر لے آئی ہو، کم از کم مجھ سے پوچھ تو لیا ہوتا۔"

"تم سے.....؟" سمیعہ کے ماتھے پر ناگواری کی شکنیں ابھریں۔

"ہاں کیوں، مجھ سے پوچھنا ضروری نہیں تھا کیا؟" وہ اس کے بالکل سامنے آ کر کھڑی ہوئی۔

اس روز کی تلخی کے بعد آج یہ ان کی پہلی گفتگو تھی۔

"تمہیں کس نے حق دیا ہے سمیعہ کہ تم میری زندگی کے فیصلے کرنے شروع کر دو، مجھ سے پوچھے بغیر۔" وہ اس کے چہرے پر نگاہ جمائے جس انداز میں جواب طلب کر رہی تھی وہ سمیعہ کے پہلے خیال کی خود بخود تردید کر رہا تھا۔ روما گھبرائی ہوئی تھی اور نہ ہی پریشان تھی بلکہ ٹھیک ٹھاک غصے میں تھی۔

سمیعہ نے حیرت سے اپنی اس دیرینہ دوست کو دیکھا۔ جو اسے اب بار بار چونکانے لگی تھی۔

"تم اپنے کام سے کام کیوں نہیں رکھتی ہو سمیعہ، میں نے کبھی کہا ہے کیا تم سے کہ میرے لیے رشتے ڈھونڈتی پھرو اور وہ بھی اتنے اوٹ پٹانگ....." سمیعہ نے دل میں اٹھتی غصے کی لہر کو بہ مشکل دبایا۔

"مجھے پتا ہے کہ تم زارا کی وجہ سے مجھ سے ناراض رہنے لگی ہو روما لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم پر میرا ہر حق ختم ہو گیا ہے۔ ہم آج بھی ایک دوسرے کے لیے سب سے زیادہ....." روما نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش کیا تھا۔

"بات بہت آگے جا چکی ہے سمیعہ اور میں اتنا تو جان چکی ہوں کہ میرے کچھ کہنے سننے کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے جو خدا کو منظور....." اس کی آواز دھیمی پڑی۔

سمیعہ نے بے اختیار ہی روما سے نگاہ چرائی۔

"عارف بہت اچھا لڑکا ہے، شریف خوش مزاج، کوئی بھی لڑکی اس کے ساتھ خوش رہ سکتی ہے۔"

"وہ لڑکی میں ہی کیوں تم بھی تو ہو سکتی ہو، تم کیوں نہیں کر لیتیں اس سے شادی، امینہ چچی بہت پریشان ہیں تمہارے لیے ویسے بھی، ان ہی کا خیال کر لو۔" اس کے انداز میں مذاق اڑانے کا شائبہ بھی نہیں تھا مگر

پھر بھی سمیعہ کو ایسا ہی لگا۔

"مجھے مشورے دینے کی ضرورت نہیں، دادی تمہیں بلا رہی ہیں، فوراً آ جاؤ، بعد میں جو کہنا ہے ان سے ہی کہنا۔" وہ کہتے ہوئے پلٹنے ہی لگی تھی کہ پیچھے کھڑی زارا کو دیکھ کر چونکی۔ سادہ، دل کش روپ اور آنکھوں میں نرمی کا وہی مہربان احساس، جو اس کے خوب صورت دل کا پتا دیتا تھا۔

"ضد نہیں کرو روما، مل لینے میں کوئی حرج نہیں۔ تمہاری مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہو گا لیکن ابھی نہیں ملو گی تو دادی اور ہارون کو بہت برا لگے گا، سمجھ رہی ہو نا میری بات....." سمیعہ کو یکسر نظر انداز کر کے، وہ بہت محبت سے روما سے مخاطب تھی۔ "چلو آؤ شاباش....." سمیعہ کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ اتری۔

روما کا اس کے نزدیک جس حساب سے دماغ خراب ہو رہا تھا وہ ضرور زارا کو بھی صاف جواب پکڑانے والی تھی۔ مگر نہیں..... سمیعہ کے لب حیرت سے کھلے رہ گئے۔

"سنو، سنو تو کپڑے تو چینج کر لو کم از کم اور ہلکی سی لپ اسٹک بھی....." وہ ڈرائنگ روم کی طرف جاتے ہوئے زارا اور روما کے پیچھے تیزی سے آئی۔

"میرا نہیں خیال، روما ویسے بھی بہت اچھی لگ رہی ہے اور جو لوگ وہاں ڈرائنگ روم میں آئے بیٹھے ہیں انہیں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا شاید۔" زارا پرسکون تھی۔

سمیعہ نے بہ مشکل ہی جواباً کچھ کہنے سے خود کو روکا، اس وقت یہی بہت تھا کہ وہ روما کو اندر لے جانے پر آمادہ کر چکی تھی۔ ڈرائنگ روم میں وہ تینوں ایک ساتھ ہی داخل ہوئی تھیں۔

اندر جو کچھ بھی باتیں چل رہی تھیں، انہیں وہیں ادھورا چھوڑ کر وہ لوگ ان تینوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ سمیعہ کا حسن اپنی جگہ مگر وہ اس سے مانوس تھے سو زارا کی دل کشی ان کے لیے محویت کا سبب بنی۔

"ماشاء اللہ!" عارف کی ماں نے بے ساختہ ہی کہا۔

"یہ زارا ہے، ہارون کی بیوی اور یہ روما....." دادی نے متانت سے تعارف نمٹایا۔

"اچھا!" عارف کی اماں کو مایوسی ہوئی اور جسے انہوں نے چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ "میں تو سمجھی تھی کہ یہی آپ کی پوتی ہے۔" اپنی بات کے اختتام پر انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

دادی نے ہلکی سی ناگواری کے ساتھ ان کی طرف دیکھا۔ روما ان کے ساتھ ہی بیٹھی تھی اور انداز میں اتنی لاتعلقی تھی جیسے اس سارے سلسلے کا اس سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں ہو۔

عارف نے ایک اچٹتی سی نگاہ روما پر ڈالی۔ عام سے نقوش، سانولی رنگت، وہ اسے پہلے بھی دیکھ چکا تھا نہ تب روما اسے اچھی لگی تھی اور نہ ہی آج۔

سمیعہ نے اسے مستقل ہی زارا پر نگاہ جمائے دیکھ کر کئی بار کوفت سے پہلو بدلا تھا۔ کتنا سمجھا کر لایا گیا تھا ان سب کو لیکن سوائے رخشی کے کسی نے بھی معقولیت کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ اسے اپنے اتنے دن کی محنت ہی رائگاں جاتی دکھائی دے رہی تھی۔

دادی یا ہارون نے اگر ایک بار بھی عارف کی نظر بازی کو نوٹ کر لیا تو یہ اسّی، نوّے فیصد کامیابی واپس صفر پر بہ آسانی آ سکتی تھی۔

Scan & PDF EJAZ AHMED
FriendsKorner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سمیعہ کا دل بڑے ناگوار انداز میں دھڑکا۔

''کچھ لو عارف!'' اسنیکس کی پلیٹ آگے بڑھاتے ہوئے اس نے سب سے نظر بچا کر اسے بری طرح گھورا تو وہ مطلب سمجھ کر سنبھل کر بیٹھا۔

''سمیعہ نے آپ لوگوں کی بہت تعریف کی ہے یہی اصرار کر کے ہمیں یہاں لائی ہے ورنہ میرے عارف کے لیے تو رشتے خود چل کر آرہے ہیں۔ بڑے بڑے لوگ بیٹی دینے کے لیے تیار ہیں۔'' عارف کی اماں کی دلچسپی روما کو دیکھ لینے کے بعد رخصت ہو چکی تھی، سمیعہ اتنا لالچ دے کر نہ لائی ہوتی تو وہ اب تک یہاں بیٹھی بھی نہ ہوتیں مگر اب وہ ٹھیک ٹھاک بھاؤ تاؤ کے موڈ میں تھیں۔ سمیعہ کے ساتھ طے کیا پرانا ریٹ انہوں نے روما کو دیکھتے ہی خود منسوخ کیا تھا۔

''دیکھیں خالہ، میں بڑی صاف گو عورت ہوں۔'' لوازمات سے بھری ٹرالی، پرے سرکاتے ہوئے انہوں نے دادی کے ساتھ مزید بے تکلفی اختیار کی۔

''اچھی بات ہے، ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہے کھل کر کہا سنا جائے تاکہ آپس میں کوئی غلط فہمی نہ رہ جائے۔'' دادی کا لہجہ بے تاثر تھا۔

عارف کی اماں کے چہرے پر بڑی عجیب سی مسکراہٹ ابھری۔ کمرے میں موجود سب ہی لوگ، اچانک ہی خاموش ہوئے تھے اور سب کی توجہ ان کی طرف ہی مبذول ہوئی تھی۔

''پتا نہیں کیا کہنے والی ہیں۔'' سمیعہ شاید سب سے زیادہ متفکر ہوئی تھی۔

''ہمیں آپ سے کوئی لالچ نہیں۔'' انہوں نے وہی گھسا پٹا جملہ، ایک بار پھر سے دہرایا۔ ''لیکن..... آپ لوگ روما کو کچھ نہ کچھ تو دینا ہی چاہتے ہیں تو پھر ہم آپ کی خوشی کی خاطر منع بھی نہیں کر سکتے۔''

''ہم روما کو کچھ نہیں، بہت کچھ دیں گے انشاء اللہ اتنا، جو آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔'' ہارون نے بہ مشکل ان کے خاموش ہونے کا انتظار کیا۔ اس بار وہ فیصلہ کیے ہوئے تھا کہ لوگوں کی نیت کو پرکھنے کی غلطی نہیں کرے گا بلکہ صرف ان کا منہ بند رکھنے کی کوشش کرے گا۔

اس نے دادی کی تنبیہہ کرتی نگاہ یا زارا، اور روما کے چہروں پر اترتی بے یقینی کی طرف ایک بار بھی دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ صرف عارف کی اماں کی طرف متوجہ تھا جہاں مسکراہٹ اور بھی معنی خیز تھی۔

''بہت اچھی بات کی تم نے بیٹا لیکن کسی کی سوچ کے بارے میں تمہارا اندازہ درست نہیں، ہو سکتا ہے ہماری سوچ، تمہاری گنجائش سے بھی بڑھ کر ہو۔'' وہ کسوٹی کھیلنے لگیں۔ بھید بھری سی خاموشی اس بڑے سارے کمرے کے بیچ اتری۔

''آپ کہیے، میں یقین دلاتا ہوں آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔'' ہارون کے لہجے میں ٹھوک بجاتی سی کیفیت تھی۔

''ماشاء اللہ، اللہ سب لڑکیوں کو تم جیسا بھائی عطا کرے۔'' مارے عقیدت کے عارف کی اماں کی آواز کپکپا گئی۔

''عارف تو بھی سن رہا ہے نا؟''

''جی، جی اماں.....'' وہ کچھ بوکھلایا ہوا تھا۔

''تو پھر ٹھیک ہے۔'' وہ اپنے اصل مقصد کی طرف آئیں۔ ہر ایک کی نگاہ ان پر جمی ہوئی تھی۔ صرف زارا تھی جس نے بڑی تشویش سے اٹھ کر جاتی ہوئی روما کی طرف دیکھا تھا۔

☆☆☆

''مینا!'' وہ ابھی ابھی گھر میں داخل ہی ہوئی تھی کہ تہمینہ نے اسے آواز دی، چھوٹے سے صحن میں کرسی بچھائے، وہ کب سے اس کی منتظر تھی، قریب ہی پلنگ پر لیٹی جمیلہ، ابھی غنودگی کے عالم میں تھی، مینا بیزاری سے چلتے ہوئے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''کیا ہے؟''

''کہاں سے آرہی ہو؟''

''بتانے کا فائدہ.....؟''

''اس میں فائدہ، نقصان کہاں سے آ گیا؟'' مینا نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے رخ پھیر کر گھر گھر کرتے پیڈسٹل کی طرف دیکھا۔

اس حبس زدہ رات میں، اس سے اٹھتی ہوا، سخت گرم تھی مگر پھر بھی غنیمت.....

تہمینہ نے ایک بار پھر اپنی بات دہرائی تھی، مینا کو جواب دینا ہی پڑا۔

''دیکھو آپا، میں کہاں تھی، اصولاً تو تمہیں یہ سوال پوچھنا ہی نہیں چاہیے کیونکہ میں نے کبھی تم سے اس طرح کے سوالات نہیں پوچھے، حالانکہ تم تو، دنوں باہر گزار کر آتی تھیں مگر میں یا اماں کبھی تم سے جواب دہی نہیں کرتے تھے یا کرتے تھے، پوری ایمانداری سے بتانا؟''

''تم اور اماں جس وجہ سے مجھ سے کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں کرتے تھے، وہ وجہ میرے پاس نہیں ہے مینا، اسی لیے میں پوچھ رہی ہوں اور پوچھتی رہوں گی آئندہ بھی.....''

''اچھا.....'' پتا نہیں کیوں وہ ہنس دی۔ ''تم بھی بڑی عجیب باتیں کرنے لگی ہو آپا، ایک ہی بات کو دہرا، دہرا کر تمہارا دل نہیں گھبرا جاتا کیا؟'' خود پر مصنوعی سی تشویش طاری کرتے ہوئے وہ جس طرح تہمینہ کو دیکھ رہی تھی تہمینہ کو لگا جیسے وہ کوئی مستند مداری ہے جو ابھی رومال میں سے کبوتر نکال کر اڑائے گی۔

''بدتمیز نہیں مینا!'' اپنی بے عزتی کا تصور ہی اس کا لہجہ سخت کر گیا تھا۔

''بدتمیزی کون کر رہا ہے، سیدھی بات ہے کہ اگر میں سچ بتا بھی دوں گی تو تم کون سا یقین کرنے والی ہو، بال کی کھال نکالنے کے لیے سوال پر سوال کرتی ہی جاؤ گی، اس لیے رہنے ہی دو۔''

شاید وہ ٹھیک ہی کہہ رہی ہے۔ تہمینہ نے سوچا۔ ''جو کچھ ہو رہا ہے جو کچھ چل رہا ہے، اس پر اختیار بھی کب ہے۔'' مینا نے اس کی خود پر جمی نگاہ سے بے چینی محسوس کی تھی۔

''کیا دیکھ رہی ہو! یہ کپڑے میں نے خود سلوائے ہیں، تمہارے نہیں ہیں، ویسے بھی تمہارے کپڑے آؤٹ آف ڈیٹ ہو چکے ہیں، فیشن تیزی سے بدلتے ہیں تمہیں آخر اتنے زیادہ کپڑے بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی اور وہ بھی اتنے مہنگے.....'' بڑے مربیانہ انداز میں وہ اس سے مخاطب تھی، ابھی زیادہ دن نہیں گزرے

Scan & PDF FIAZ AHMED
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے جب وہ تہمینہ کی وارڈ روب پر جان دیتی تھی، خوشامد کر کر کے، پہننے اجازت لیا کرتی تھی، پر آج وہ سب اس کے لیے کچرے کا ڈھیر ہوا تھا۔

''کہو تو کسی پروڈکشن ہاؤس سے بات کروں، شاید وہ اپنے استعمال کے لیے لے لیں، تھوڑے بہت پیسے تو مل ہی جائیں گے۔''

''مجھ پر اتنا برا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔''

''چلو سنبھال کر رکھو پھر.....'' ایک طنزیہ سی ہنسی اس کے لبوں پر آئی۔ ''جب زین کا بھی دل بھر جائے تب کام میں لے آنا۔ ویسے کہاں ہمدانی جیسی اونچی پارٹی اور کہاں یہ زین..... افسوس تو تمہیں بھی ہوتا ہوگا آپا بھلے سے ظاہر نہ کرو۔''

''بکواس بند کرو اور دفع ہو جاؤ۔'' تہمینہ کا ضبط رخصت ہوا اور آواز قدرے بلند۔

''چلاؤ مت، یہ وہ سی ویو والا اپارٹمنٹ نہیں ہے اور نہ ہی اب ہم تمہارا دیا ہوا کھا رہے ہیں جو کسی بات کا لحاظ کریں گے۔'' وارننگ دیتے انداز میں مینا نے بات مکمل کی اور تیزی سے کمرے کی طرف چلی گئی، دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔ جمیلہ کی نیند، ڈسٹرب ہوئی تھی۔

''رات کو بھی چین نہیں لینے دیتے کم بخت، دفع ہو جاؤ سارے مل کر۔'' ناگواری کے ساتھ، وہ زور سے چلائی اور دوسری طرف کروٹ بدل لی۔

نہ سوال، نہ جواب، آنکھ کھول کر دیکھنے کی بھی زحمت نہیں..... تہمینہ نے بہت دکھ سے اس کی طرف دیکھا تھا جون کی اس حبس زدہ رات میں وہ اس بے فکری کے ساتھ سو رہی تھی جیسے ہمیشہ سوتی آئی تھی۔ راتوں کے آخری پہر میں گھر لوٹتی بیٹیاں اس کا کبھی مسئلہ نہیں بنی تھیں، اس کے نزدیک فکر صرف ایک ہی بات کے لیے جائز تھی..... پیسہ! جس کی آمد میں خلل اسے کبھی گوارا نہیں ہوا تھا۔

''جیب گرم ہو، آگے سب خیر صلا۔'' اپنی ذاتی زندگی سے کشید کیا ہوا اس کا قطعی ذاتی فلسفہ..... اچھا کھانا، رنگ برنگے کپڑے اور قربان علی، جمیلہ کی زندگی کا خلاصہ یہی تھا۔

مینا، گڈو اور وہ خود ماں، باپ کی زندگی میں بھلا کہاں کھڑے تھے۔ بہت دھیان لگا کر اس نے، اس ایک لمحے کو یاد کرنا چاہا، جب ان میں سے کوئی ایک بھی ماں باپ کی ذمے داری بنا ہو۔ کوئی ایک بھی نہیں.....

اس کا اور مینا کا طرز زندگی، گڈو کی آوارگی، بچپن سے ہی چھوٹی موٹی چوریاں، کچھ بھی تو تشویش کا باعث نہیں بنی تھیں بلکہ الٹی حوصلہ افزائی..... دوسری طرف کروٹ لیے جمیلہ بے خبر سوئی تھی اس کی قمیص پسینے سے بھیگ کر کمر سے چپک رہی تھی۔

آج کی رات معمول سے زیادہ گرم تھی اور جمیلہ کے آگے لگا پیڈسٹل، اپنی سمت بدل کر بالکل ہی مخالف طرف ساری ہوا پھینکے دے رہا تھا۔ شاید اسے اٹھ کر پنکھے کو واپس جمیلہ کی طرف گھما دینا چاہیے تھا۔

دل میں آئے خیال کو اس نے خود ہی سختی سے مسترد کیا۔ سامنے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی۔ مینا ابھی ابھی بڑے زور سے ہنسی تھی۔ رات کے اس پہر لوٹ کر آنے کے بعد بھی اس کا فون مصروف رہتا تھا۔ کوئی کھٹکا، کوئی دھڑکا نہیں، تہمینہ نے خالی خالی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا گھر کا ایک مکین اب بھی کم تھا۔

قد چھوٹا ہے تو کیا ہوا؟
گروٹال®
جو ہے!
GROTALL
ایک ماہ کی سپلائی صرف Rs.495/-
آپ کی عمر 30 سال سے کم ہے تو گروٹال آپ کا قد بڑھا سکتی ہے!
HELPLINE
ملک بھر کے ہر اچھے میڈیکل سٹور، ہومیو پیتھک سٹور اور دواخانہ پر دستیاب
0334-4266244,0334-4266255
Email: toptreatments@gmail.com, Website: www.toptreatments.net
نہ ملنے کی صورت میں یا مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے
Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آخری بار اس نے کب گڈو کو دیکھا تھا اس نے یاد کرنا چاہا۔ پندرہ یا بیس دن یا پھر اور زیادہ..... جب وہ لڑ جھگڑ کر پیسے چھین کر گھر سے گیا تھا اور اب تب ہی لوٹنے والا تھا جب اس کے پاس سے آخری روپیہ بھی خرچ ہو جاتا تھا۔ ایک ٹھنڈی سانس لے کر تہمینہ نے سر کو کرسی کی پشت سے ٹکایا۔

جمیلہ بے خبر سو رہی تھی۔

''اور وہ اس دن بھی اسی طرح سوتی رہے گی جب مینا گھر واپس نہیں آئے گی اور کہیں ہمدانی کے بخشے ہوئے کمرے میں قربان علی بھی.....''

آج! بہت سی کڑواہٹ، تہمینہ کے حلق میں اتری۔ اسے اپنے ماں باپ کے طرزِ زندگی سے گھن آئی، مینا اور گڈو کی زندگیوں سے اور خود اپنے آپ سے.....

☆☆☆

سمیعہ کی حالت بری تھی۔ غصہ زیادہ تھا یا شرمندگی، فی الحال تو یہ بھی فیصلہ کرنا مشکل تھا مگر پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ وہ ہارون سے نگاہ ملاتے ہوئے بھی شرمندہ ہو رہی تھی۔ عارف کے گھر کے سامنے اترتے ہوئے وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑائی۔

''آپ نے مجھ سے کچھ کہا.....؟'' ٹیکسی والے نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''دیکھیں کرایہ تو میں پورے تین سو ہی لوں گا، میں نے پہلے ہی بتا دیا تھا آپ کو، نہ ایک روپیہ کم، نہ ایک زیادہ.....'' وہ بڑا پروفیشنل آدمی تھا اور اس بات کو ظاہر کرنے میں ایک منٹ کی دیر بھی نہیں لگاتا تھا۔ سمیعہ نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''میں نے تم سے کچھ کہا.....؟'' پرس میں سے پانچ سو کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اور بھی غصے میں آئی مگر اس نے کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا۔

''یہ لیں دو سو روپے بقایا.....'' وہ بحث کر کے وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا، پیسے مل گئے بات ختم۔

سمیعہ بڑی پتی پتی سی عارف کے دروازے تک آئی تھی، اب یہ عموماً اندر سے لاک رہنے لگا تھا۔ سمیعہ کو بے اختیار ہی وہ وقت یاد آیا جب یہ دروازہ ہمہ وقت ہی کھلا پڑا رہتا تھا اور کسی کی بھی آمد و رفت بنا کسی رکاوٹ کے جاری و ساری رہتی تھی۔

دروازہ عارف کی اماں نے ہی کھولا تھا۔

''کیا بات ہے؟'' وہ اس سے اسی طرح مخاطب تھیں جیسے کسی اجنبی یا کبھی کبھار آنے والے سے بات کرتی تھیں۔

''جو بھی ہے اندر بیٹھ کر ہی ہوگی..... ہٹیں راستے سے۔'' انہیں ایک ہاتھ سے ہٹاتے ہوئے وہ اندر داخل ہوئی۔

''کہاں چلی آ رہی ہو، ہم تو خود جا رہے ہیں بازار شاپنگ کرنے، تم پھر کسی وقت آنا۔'' وہ اس کے پیچھے رکھائی سے کہتے ہوئے برآمدے تک آئیں۔

''اچھا! اب آپ کے ہاں شاپنگ بھی ہونے لگی ہے، ہا!''

''کیوں، ہم کیا دنیا سے الگ ہیں، جو تمہیں حیرت ہو رہی ہے۔'' انہیں برا لگا تھا۔

''جب کوئی شخص اپنی اوقات سے بڑھ کر باتیں کرتا ہے تو حیرت ہوتی ہی ہے۔'' بے نیازی سے کہتے ہوئے وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ عارف سامنے ہی بیٹھا تھا۔ آج وہ ہمیشہ کی طرح سمیعہ کی آواز سن کر بے تاب ہو کر کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا، سمیعہ نے بخوبی نوٹ کیا۔

''تم ہو، میں سمجھا کہ پتا نہیں کون.....؟'' اس نے چونکنے کی بڑی بری ایکٹنگ کی تھی۔

اور اگر اس وقت وہ ان لوگوں سے بہت ضروری بات کرنے نہیں آئی ہوتی تو بڑی آسانی سے ان کا دماغ درست کر چکی ہوتی۔ اسے صرف اپنی بے بسی پر ہی کوفت ہوتی تھی، عارف کی اماں اندر آ چکی تھی اور سمیعہ کا جواب ان پر ابھی ادھورا تھا۔

''اوقات تو ہماری وہ ہے بی بی کہ کروڑ پتی خاندان جھک کر بیٹی دے رہا ہے، ہاتھ پاؤں جوڑ کر، منہ مانگے جہیز کے ساتھ.....'' ان کی اتراہٹ کمال کی تھی۔

''اور وہ کروڑ پتی خاندان، اچانک ہی تو نازل نہیں ہو گیا تھا نا، آپ کی زندگیوں پر جادو کی چھڑی گھمانے کے لیے میں لے کر گئی تھی آپ کو، ورنہ کوئی دروازے پر بھی کھڑا نہیں ہونے دیتا وہاں.....''

''جو بھی کہو، عارف کسی قابل تھا تو انہوں نے پسند کیا ہے صرف تمہاری سفارش سے تو چند ہزار کی نوکری بھی نہیں ملنے والی کسی کو، بیٹی تو کوئی کیا دے گا۔'' کمرے میں موجود اکلوتی کرسی پر وہ بڑی شان سے بیٹھی تھیں، سمیعہ نے جواب دینے سے پہلے بیٹھنے کے لیے ادھر ادھر کچھ تلاش کیا۔

پرانی سی مسہری، پر دھلے ہوئے کپڑوں کا ڈھیر تھا عارف اس کی نگاہوں کا مطلب سمجھ کر جلدی سے اس سارے ڈھیر کو سمیٹنے لگا۔

''بس کافی ہے۔'' وہ ایک کونے پر ٹکی۔

''اماں کی بات کا برا مت مانو سمیعہ..... اب اگر ہارون بھائی اس رشتے پر راضی ہیں تو ظاہر ہے کہ انہیں ہم لوگ اچھے تو لگے ہیں نا، ورنہ ظاہر ہے کہ وہاں کیا کمی ہے۔''

''کمی ہے وہاں.....'' اس کی آواز قدرے بلند ہوئی۔

''بہت بڑی کمی ہے مگر تم لوگ صرف وہاں ان کا گھر، ان کی دولت کا اندازہ ہی لگانے گئے تھے، روما پر غور سے ایک نگاہ بھی تم نے یا تمہاری اماں نے نہیں ڈالی، ورنہ ایسی بات نہیں کرتے۔''

''ہونہہ.....'' عارف کی اماں نے ہاتھ کے اشارے سے مکھی سی اڑائی۔

''ہوتی ہیں لڑکیاں معمولی شکلوں کی بھی، دور نہ جاؤ، میری رخشی کو ہی دیکھ لو، وہ تو روما سے بھی زیادہ گئی گزری ہے مگر کیا اس کی شادی نہیں ہوگی.....؟'' انہوں نے جیسے کسی بمپر پرائز کے لیے آخری سوال کے بعد والا سسپنس اختیار کیا لیکن سمیعہ اتنی بیزار تھی کہ اس کا ان کی شکل تک دیکھنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔

''ظاہر ہے ضرور ہوگی، بس ابھی شاید وقت نہیں آیا ہے رخشی کا اور جب آئے گا تو.....'' ان کی زبان پھر سے روانی کے ساتھ چل پڑی تھی۔ یہ لوگ اس کی توقع سے کہیں زیادہ چالاک نکلے تھے۔ خاص طور پر عارف کی اماں..... جنہیں وہ محض جھگی اور لڑاکا سمجھ کر اسی طرح ٹریٹ کرتی آ رہی تھی، قطعی مختلف نکلیں، سمیعہ کو اپنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تجزیے کے غلط نکلنے پر حیرت تھی۔

''رخشی کی شادی کی تو اب فکر ہی مت کرو اماں، دیکھنا کیسی دھوم دھام سے کروں گا خود کھڑا ہو کر، بالکل ایسے ہی جیسے ہارون بھائی.....''

عارف کے لہجے سے جوش چھلکا پڑ رہا تھا۔

اماں نے بہت فخر سے اس کی طرف دیکھا۔ ''شاباش ہے مجھے تجھ سے ایسی ہی امید تھی عارف..... اب دیکھنا کیسی لائنیں لگتی ہیں رخشی کے لیے رشتوں کی، اچھے جہیز کا لالچ لوگوں کو اس طرح کھینچ کر لاتا ہے جیسے.....'' کوئی فضول سی مثال دے کر وہ خود ہی قہقہہ مار کر ہنس دیں۔

چند منٹوں کے لیے تو سمیعہ ان ماں بیٹے کے اس پورے منظر نامے سے غائب ہوئی تھی۔ ہنسی، قہقہے، امیدوں کے پورا ہو جانے کا یقین..... سمیعہ کے لیے ان کے مسکراتے چہرے اور بھی ناقابلِ برداشت ہوئے۔

''آپ کو، وہاں اتنی فضول باتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی آنٹی.....؟'' ان دونوں ماں بیٹے کی باتوں کے درمیان آئے ایک چھوٹے سے وقفے میں اس نے اس ضروری بات کا سرا پکڑا جو وہ کرنے کے لیے آئی تھی۔

''تم مجھے کہہ رہی ہو؟'' اماں نے بہت ناگواری سے سمیعہ کی طرف دیکھا اور پھر عارف کی طرف۔

''سن رہے ہو تم، اس لڑکی کو میری باتیں فضول لگی ہیں۔''

''تمہیں اماں سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے سمیعہ، وہ بزرگ ہیں اس گھر کی۔''

عارف پر راتوں رات خاندانی وقار کا غلبہ ہوا تھا، سمیعہ کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ ابھی سے خود کو ہارون کے گھرانے کا ممبر محسوس کرنے لگا ہے۔

''جو کچھ تمہاری اماں نے وہاں روما کے گھر کہا ہے، وہ سب کہنے کی کیا ضرورت تھی، جب میں ہارون سے بات کر چکی تھی، بہت کچھ مل رہا ہے تمہیں پھر مزید منہ پھاڑنے کی کیا ضرورت تھی؟''

وہ بدلحاظ ہو گئی۔

''اے تمیز سے! میں مستقل کہہ رہی ہوں کہ تمیز کے دائرے میں رہ کر بات کرو، ہمیں یہ تو تڑاخ پسند نہیں، یہ ہم دونوں گھرانوں کا معاملہ ہے، جیسے چاہیں حل کریں، تم کیوں بیچ میں ٹانگ اڑائے جا رہی ہو ہمارے بیچ۔'' اماں نے بڑی جانی بوجھی سی بے نیازی مستقل ہی اختیار کر رکھی تھی اور سمیعہ کو سب سے زیادہ غصہ بھی ان ہی پر آیا ہوا تھا۔

''میں بیچ میں آ نہیں رہی ہوں، پہلے دن سے بیچ میں کھڑی ہوں اور یاد رکھیں کہ میری مرضی کے بغیر آپ کو کچھ بھی نہیں مل سکے گا چاہے کتنی بھی کوشش کر لیں آپ۔''

''عارف تم بتاتے کیوں نہیں ہو اپنی اماں کو کہ یہ معاملات ہم پہلے ہی طے کر چکے ہیں۔'' وہ اس کی طرف مڑی تھی کہ اماں اٹھ کر سمیعہ کے قریب آئیں۔

''سنو، میرے سیدھے سادے بچے کو ورغلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں نے کہا نا کہ وہ اپنے معاملے کو

خود دیکھ لیں گے، تم نے ہمیں ان سے ملوایا، مہربانی..... بس اب جاؤ یہاں سے۔'' سمیعہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے دروازے کی سمت دکھا رہی تھیں۔ ''ہاتھ نہ لگائیں مجھے۔'' سمیعہ نے ایک جھٹکے سے ان سے اپنا بازو چھڑایا۔

''ہونہہ! طنطنہ تو دیکھو، واہ بھئی واہ۔'' اپنی دانست میں انہوں نے اس کی ہنسی اڑائی۔ ''دیکھو، کیوں وقت خراب کر رہی ہو، اپنا بھی اور ہمارا بھی۔ تمہیں کوئی کام نہ ہو گا لیکن ہمارے ہاں اب شادی ہونے والی ہے سو طرح کے کام شروع ہوں گے، فالتو وقت نہیں ہے ہمارے پاس۔''

اس نے جیسے ان کا پڑھا ہوا پیراگراف سنا بھی نہیں تھا۔

''میں صرف تمہیں یہ بتانے آئی تھی کہ تم ہارون کے گھر اور بزنس میں آدھے کے حصے دار نہیں بن سکتے، روما کو اس کا حق دیا جا رہا ہے مگر جو ہارون کا ہے، وہ کسی اور کو نہیں ملے گا، چاہے وہ تم ہی ہو، میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔'' عارف نے اس کے انداز میں آئی بے قراری کو بخوبی نوٹ کیا تھا۔

''تمہیں کیا تکلیف ہو رہی ہے سمیعہ! جب ہارون کو اور دادی کو اعتراض نہیں دیکھا تھا، ہارون بھائی نے ایک منٹ نہیں لگایا تھا اماں کی بات ماننے میں بلکہ ہمیں تو لگا کہ اگر ہم اور زیادہ بھی مانگتے تو وہ ہمیں دے سکتے تھے، ظاہر ہے انہیں روما کی کمی کا احساس ہے۔''

''لیکن میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی، روما کے نام ایک علیحدہ گھر اور کیش، بس اس سے زیادہ کچھ اور نہیں، یہ بھی تمہارے لیے بہت ہے۔''

''ہمارے لیے کیا بہت ہے، یہ فیصلہ تم نہیں کر سکتیں۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ''اور اگر تم یہ بات کرنے ہی آئی تھیں تو میرا خیال ہے کہ اب تک ہمارا جواب سن چکی ہو۔'' وہ الماری کے آدھے ٹوٹے شیشے کے آگے کھڑا ہو کر اپنے بال سیٹ کرنے لگا۔

''تم مجھ سے چیٹنگ نہیں کر سکتے عارف۔'' وہ اس کے پیچھے آ کر کھڑی ہوئی۔ ''اگر میں ہارون کو بتا دوں کہ تم یہ شادی صرف پیسے کی خاطر کر رہے ہو تو وہ کبھی بھی روما کا رشتہ تمہارے ساتھ نہیں کرے گا۔''

''وہ ایسا نہیں کریں گے، اس لیے کہ انہیں یہ بات پہلے ہی معلوم ہے ورنہ وہ بار بار اس بات کا ذکر نہیں کرتے کہ وہ کیا کچھ دینے والے ہیں، وہ اپنی معمولی شکل صورت والی بہن کے مستقبل کو محفوظ دیکھنا چاہتے ہیں اور اس سے زیادہ ان کے نزدیک کوئی بات اہم نہیں۔'' بے پروائی سے بولتا ہوا وہ اپنی بائیک کی چابی اور والٹ اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا۔

اس کا ہر انداز پکار کر کہہ رہا تھا کہ اس پر سے سمیعہ کا ٹکٹ، سکہ چلنا ختم ہوا ہے۔

''اور یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے، ناقابلِ یقین۔'' الماری کے آدھے ٹوٹے آئینے میں دکھائی دیتے اپنے عکس پر نگاہ جمائے وہ بے یقینی میں گھری۔

''چلو بی بی، ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ اپنی آرتی کہیں اور جا کر اتارنا مجھے گھر بھی بند کرنا ہے۔'' اماں ہمیشہ کی بدلحاظ تھیں اور کمرے میں اس وقت ان دونوں کے سوا کوئی نہیں تھا۔

''اور تم بیکار کا واویلا مچانا بھی بند کرو، کچھ دنیا سے انوکھا نہیں ہو رہا، ہارون اپنی بہن کی خوشیاں خرید رہا ہے اور آخر ہم بھی تو اپنا دل بڑا کر رہے ہیں، اس کی معمولی شکل والی، طلاق یافتہ بہن کو اپنا کر..... کچھ دو اور کچھ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لو، بات ختم۔"

"چلو اماں دیر ہو رہی ہے۔" عارف باہر سے آواز لگا رہا تھا۔

آج وہ نہ اس کے لیے سموسے بسکٹ لینے کے لیے دوڑا تھا اور نہ ہی بے وقوفوں کی طرح پروانہ وار اس کے آگے پیچھے پھرتا رہا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے مڑی اور تیزی سے چلتے ہوئے باہر صحن میں آئی۔ عارف اپنی بائیک چمکا رہا تھا۔

"جا رہی ہو؟ آج آفس کی گاڑی نہیں تھی کیا؟" وہ اتنے سرسری سے انداز میں پوچھ رہا تھا جیسے یہ محض ایک رسمی سا وزٹ تھا۔

"سنو عارف!" وہ چلتے ہوئے اس کے بالکل قریب آ کھڑی ہوئی۔

"کہو۔" وہ بدستور اپنی بائیک پر کپڑا پھیرے گیا۔

"میں آخری بار پوچھ رہی ہوں، تم لوگ اس آدھے آدھے کی شرط واپس لو گے یا نہیں۔" سمیعہ کے لہجے میں اب بڑی ہی نمایاں سرد مہری اتری تھی مگر جواباً اس نے بڑی بے پروائی سے شانوں کو جنبش دی تھی۔

"تم بھول رہی ہو، ہارون بھائی مان چکے ہیں بلکہ انہوں نے تو یہ تک کہا ہے کہ وہ اپنے وکیل سے چند دنوں میں ان سارے معاملات کو سیٹ کروالیں گے، مجھے انہوں نے اپنے آفس میں بلوایا ہے تین دن بعد۔"

"یہ سب اتنا بھی آسان نہیں، میں چاہوں تو ہارون کو تم سے دو منٹ میں متنفر کر سکتی ہوں، بہتر ہوگا ایک بار اچھی طرح سوچ لو۔" بچا کر رکھی اس آخری وارننگ کو دیتے ہوئے وہ اپنی کامیابی کے لیے مکمل پُرامید تھی۔

عارف نے اپنا کام مکمل کر لیا تھا۔ سمیعہ کی بات سنتے ہوئے وہ بڑے پُراسرار انداز میں مسکرایا تھا۔ "تم ایسا بھی نہیں کر سکتیں سمیعہ..... بہت سخت گھاٹے میں رہو گی یاد رکھنا۔"

☆☆☆

ناشتے کی میز پر خلافِ معمول خاموشی تھی۔

توقیر احمد کسی گہری سوچ میں تھے اور زین موبائل پر آئے ایس ایم ایس پڑھنے میں..... دونوں کی مصروفیت میں ہی عافیت تھی ورنہ یہ وقت آپس کی نوک جھوک کے لیے عموماً نکتۂ آغاز قرار پاتا تھا۔ نتیجتاً سارا دن ہی غارت۔ مشکل حسنہ بیگم کی تھی۔

توقیر احمد زین کی چھوٹی سے چھوٹی بات پکڑتے اور دن بھر دہرا دہرا کر قصہ تازہ کیے رکھتے۔ اس بات کی ذرا بھی پروا کیے بغیر کہ وہ اس سے کتنی تکلیف محسوس کر رہی ہیں۔

اس وقت بھی محض چائے کا کپ رکھنے کی ہی روادار ہوئی تھیں کہ پکڑی گئیں۔

"ہوں۔"

توقیر احمد نے چائے کا کپ لیتے ہوئے انہیں زین کی طرف دیکھنے کا اشارہ کیا سو انہیں دیکھنا ہی پڑا کچھ بھی نیا نہیں تھا۔

توقیر احمد، ان کے اظہارِ بے نیازی پر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑائے اور پھر زور سے کھنکھارے۔ زین نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"آپ کی کھانسی بڑھتی جا رہی ہے ابا، کسی ڈاکٹر کو کیوں نہیں دکھا لیتے ہیں آپ؟"

"میں ٹھیک ہوں، تم فکر مت کرو۔" وہ تھوڑا سا برا مان گئے۔

"آپ کی مرضی۔" وہ ان کی عادتوں کے ساتھ مانوس ہو چکا تھا۔

"یہ تم کم عمر لڑکیوں کی طرح، موبائل پر ہی کیا لگے رہتے ہو، عجیب چھچھورا پن سا لگتا ہے۔" انہوں نے طنزیہ انداز میں تمہید باندھی۔

زین بے ساختہ ہی ہنس دیا۔

"ہر میسج چھچھورا نہیں ہوتا ابا، آفس کے لوگوں کے بھی ہوتے ہیں کام کے سلسلے میں اور ان کے جواب دینے بھی ضروری ہوتے ہیں۔" اس کے تفصیلی جواب سے بھی وہ مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ "ایک تمہارے ہی کندھوں پر تو آفس چل رہا ہے..... ملازم ہو وہاں، مالک نہیں ہو، ہارون کی طرح۔"

"اب یہ ہارون کا ذکر کہاں سے آ گیا، آپ بھی کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں ایک منٹ میں، ذرا بالکل آپ پر گئی ہے اس معاملے میں۔" آملیٹ کا ایک بڑا سا ٹکڑا اس نے پھر سے اپنی پلیٹ میں ڈالا۔

توقیر احمد نے ایک تنقیدی سی نگاہ ڈالی، مگر موضوعِ گفتگو اس وقت دوسرا تھا۔

"ذرا میری بہت صابر بیٹی ہے اور دیکھ لو خدا نے اسے کتنا اچھا شوہر اجر میں دیا ہے۔"

وہ جواباً منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

توقیر احمد اس کی بات تو نہ سن سکے لیکن اس کے چہرے پر آئی سنجیدگی انہوں نے نوٹ کی تھی۔

"دیکھا کیسا برا لگا، ہارون کی مثال دینا۔"

"کوئی برا نہیں لگا، روزانہ دس بار سنتا ہوں، اب تو اگر آپ نہیں بھی مثال دیتے تو میں دل میں خود ہی دہرا لیتا ہوں۔"

حسنہ بیگم بے ساختہ مسکرا دیں۔

"بس یونہی شہ دیتی رہنا اسے، بے وقوفی کی ہزار باتیں کروالو، ابھی یہیں صبح سے بیٹھے بیٹھے شام کر دیں گے حضرت، عملی طور پر ذرا بھی عقل نہیں۔" مارے کوفت کے انہوں نے گرم کپ منہ سے لگایا اور پھر فوراً ہی ہٹا لیا بھی۔

"اب آپ زیادتی کر رہے ہیں ابا، اچھا بھلا ایم بی اے پاس کیا ہوا ہے، ایک باعزت نوکری بھی، پوری ذمے داری کے ساتھ۔" اس نے اپنی خصوصیات گنوانا شروع کیں۔

"ساری عمر ملازمت ہی کرتے رہنا، روما کا جس لڑکے سے رشتہ طے ہو رہا ہے، اسے کاروبار میں آدھے کا مالک بنا رہا ہے ہارون، قانونی طور پر..... باقاعدہ۔"

اہم اطلاع
جملہ اشتہارات (جن کے مندرجات سے ادارے کا کوئی تعلق نہیں ہوتا) نیک نیتی کی بنیاد پر شائع کیے جاتے ہیں۔ مشتہرین کے لیے ادارے کی معرفت آنے والی ڈاک ضائع کر دی جاتی ہے، قارئین رسالے ہذا معلومات کے لیے براہ راست مشتہرین سے رجوع کریں۔ اس ضمن میں کسی نقصان یا شکایت کی صورت میں جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز کی کوئی اخلاقی یا قانونی ذمے داری نہیں ہوگی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کیا؟'' اس بار واقعی وہ چونکا تھا۔ اطلاع نئی تھی۔

''کیا واقعی۔'' اس نے حسنہ بیگم کی طرف دیکھ کر کنفرم کرنا چاہا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

توقیر احمد نے اس کی حیرت کو انجوائے کیا تھا۔

''اب آرہا ہوگا منہ میں پانی، کتنا کہا تھا تم سے اس رشتے کے لیے، اب پتا چلا، کیے جاؤ نوکری۔''

''خیر..... مجھے کوئی لینا دینا نہیں کسی کے پیسے سے اور نہ میرے منہ میں پانی آرہا ہے یہ خبر سن کر، اس لیے مہربانی کر کے مجھے یہ اس طرح طعنے بھی نہیں دیجیے۔''

''ہونہہ، پھر یہ ایک دم ہی اچھل کیوں پڑے تھے؟''

''نئی خبر تھی اس لیے، اور خلافِ توقع تھی اس لیے بھی، عارف میں کوئی ایسی خوبی نہیں میرے خیال میں جو ہارون اتنی مہربانیوں پر اترا ہے۔''

''تم بھول جاتے ہو کہ وہ تمہارے جیسا بھائی نہیں ہے۔'' توقیر احمد کی طنزیہ نگاہیں اس کے چہرے پر جمی تھیں۔

''اسی لیے فکر مند ہوں ابا کہ وہ مجھ جیسا نہیں ہے، جو لوگ اس طرح ہر حد سے گزرنے کی کوشش کرتے ہیں کہیں نہ کہیں ایبنارملٹی کا شکار ہو رہے ہوتے ہیں۔ ہارون کا رویہ بہت جذباتی ہوتا جا رہا ہے۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔''

''اپنی بہن کے مستقبل کی فکر کرنا اچھی بات نہیں ہے تو پھر وہ ایبنارمل ہی سہی، روما کی طلاق نے ہلا دیا ہے اسے اور اوپر سے ہم اسے کوئی سہارا بھی نہیں دے سکے، اب اپنے طور پر وہ جو مناسب سمجھے گا کرے گا اور کسی کو بھی بیچ میں بولنے کا حق نہیں ہے سمجھے۔''

''جی۔'' اس کی آواز بتدریج نیچی تھی اور ان کے اتنے لمبے بیان کے بعد اس نے کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔

''سو سمیعہ کا کہا پورا ہوا، ہارون نے اس لڑکے کو فائنل کر لیا۔''

گو اس روز ہارون کا اکھڑا اکھڑا انداز بتا گیا تھا پھر بھی اسے کچھ عجیب سا لگا ہی۔

زارا کا اس گھر میں مقام مستند تھا مگر ہارون کی زندگی میں وہ کہاں کھڑی ہے۔ کون بتا سکتا ہے۔ ہارون یا پھر زارا..... یا پھر دونوں میں سے کوئی بھی نہیں۔

''تم کس فکر میں گم ہو، یہ سوچنا وچنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے میاں، ہارون اپنی بہن کے لیے جو کر رہا ہے ٹھیک ہی کر رہا ہے، وہ ذمے دار انسان ہے سب کو سنبھال لے گا، تم مت فکر کرو۔''

توقیر احمد کا مذاق اڑاتا ہوا انداز بھی اس کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی پر اثر انداز نہیں ہو سکا تھا۔

''میں روما کے لیے نہیں زارا کے لیے فکر مند ہوں ابا، وہ وہاں ہارون کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔''

توقیر احمد کے چہرے پر نگاہ جمائے، وہ پورے یقین کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

(اگلی قسط آئندہ ماہ انشاء اللہ)

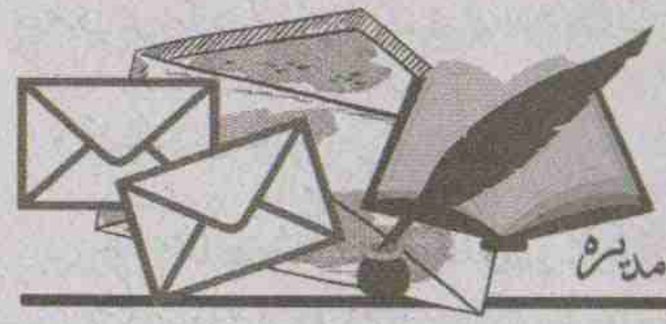

بہنوں کی محفل

مدیرہ

☆ عزیز از جان بہنو! السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆ حمد و ستائش اس ذات کے لیے جس نے کارخانہ عالم کو وجود بخشا اور درود و سلام حضرت محمد ﷺ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

☆ پیاری بہنو! پاکیزہ کے دلہن نمبر کے ساتھ حاضر خدمت ہوں..... اور نئی، پرانی تمام دلہنوں سے صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں کہ ازدواجی زندگی میں برداشت اور صبر کی بے حد اہمیت ہوتی ہے..... اسے آپ اپنی زندگی کی بنیاد سمجھ سکتی ہیں۔ برداشت اور صبر کرنا..... گو مشکل کام تو ضرور ہے مگر یہ کبھی رائگاں نہیں جاتا۔ اس کا ثمر زندگی میں ضرور مل جاتا ہے۔ دلہن نمبر کے لیے ہمیں بہت سی تحریریں ملیں..... جن کا گلدستہ بنا کر ہم نے اس ماہ آپ کو دیا ہے اور بہت سی تحریریں ہمارے پاس بچ گئی ہیں جنہیں ہم وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہیں گے کہ یہ بات تو آپ جانتی ہیں کہ اچھی تحریر ہم ضائع نہیں کرتے۔

آج ایک ضروری بات مجھے اپنی تمام مصنفات سے کہنی ہے کہ آپ اپنے افسانوں میں دینی مسائل کو بھی ضرور حل کریں مگر کوشش ضرور کریں کہ کسی بھی فقہ کی دل آزاری نہ ہونے پائے۔ بفضلِ خدا..... ہمارا یہ پرچہ تمام مسلک کے لوگوں میں پڑھا جاتا ہے۔ اگر آپ کو کسی شرعی مسئلے کا سامنا ہے تو اپنے حلقے کے کسی مستند عالم سے رجوع کریں۔

دوسری بات یہ کہنی ہے کہ آپ ایسے مسائل پر قلم نہ اٹھائیں جن کے بارے میں آپ کو صرف ادھوری معلومات ہیں۔

سیاسی موضوعات پر..... ہم بالکل افسانے شائع نہیں کیا کرتے۔ اس طرح کے موضوعات پر روزانہ کے اخبارات بھرے پڑے ہیں۔ اگر آپ کو سیاسی افسانے لکھنے کا شوق ہے تو اخبارات میں لکھیے۔

پاکیزہ اب ہر ماہ کی 18 تاریخ کو کراچی میں آجاتا ہے اور دیگر شہروں میں 20 سے 25 تاریخ تک پہنچ جاتا ہے اگر آپ کو پرچہ ملنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو پاکیزہ کے سرکولیشن منیجر بدرالدین صاحب سے اس نمبر پر رابطہ کیجیے۔ 021-352802552

اس ماہ محترمہ عذرا رسول کے انٹرویو کو بے حد پسند کیا گیا..... ہمارے قارئین مصنفات نے نہ صرف خطوط لکھے، فیکس کیے بلکہ ٹیلی فونز کی ایک بڑی تعداد آئی۔ جس کے لیے عذرا رسول صاحبہ..... ذاتی طور پر سب کی بے حد مشکور ہیں۔ آپ کی قدر دانی، آپ کی محبت اور آپ کی دعائیں..... ان کے لیے بے حد اہمیت رکھتی ہیں اور آئیں اب سرگرمیوں پر نظر ڈالنے سے پہلے درودِ ابراہیمیؑ پڑھتے ہیں جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس کے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بعد صرف تین بار آیت کریمہ پڑھ کر اپنے لیے، اپنے ملک کے لیے اور عالمِ اسلام کی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لیے ضرور دعا مانگیں۔ ابھی پڑھ لیں۔

آیت کریمہ یہ ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

﴿مصنفات، شاعرات اور قارئینِ پاکیزہ بہنوں کی تازہ بہ تازہ سرگرمیاں﴾

☆علی شاہ نہ صرف ایک معروف صحافی ہیں بلکہ وہ ایک اچھے شاعر و نثر نگار بھی ہیں۔ تحصیل منکیرہ کا ادبی منظر نامہ ان کی نئی کتاب ہے۔ جس میں انہوں نے علاقائی اہلِ قلم کو متعارف کرایا ہے۔ یہ کتاب ہر لائبریری کی ضرورت ہوگی۔ اس کتاب کا انتساب محسنِ پاکستان ڈاکٹر قدیر خان کے نام ہے۔ کتاب کی قیمت صرف تین سو روپے۔ کتاب حاصل کرنے کے لیے مصنف سے براہِ راست رابطہ کیجیے۔

0333-8903177

☆ مجھے تم سے یہ کہنا ہے یہ شعری مجموعہ نئی اور پرانی شاعرات کا مجموعہ ہے۔ جس میں ہر شاعرہ کی چار سے پانچ نظمیں اور غزلیں اس کے مختصر سے تعارف کے ساتھ شامل ہیں یہ انتخاب غزالہ جلیل راؤ نے کیا ہے مگر ہمیں یہ کتاب بشریٰ نوید باجوہ نے اوکاڑہ سے بھیجی ہے۔ اس میں بشریٰ نوید کی شاعری اور تعارف بھی موجود ہے۔ بشریٰ نے اپنے تعارف میں ہمیں اور پاکیزہ کو بھی یاد رکھا ہے۔ کتاب کی قیمت صرف دو سو روپے ہے اور ہر شہر کے اردو بازار میں یہ کتاب دستیاب ہے۔

☆معروف شاعرہ اور افسانہ نگار پروین عذرا نشنہ 21 جون کو کراچی سے اسلام آباد روانہ ہو رہی ہیں۔ جہاں ان کی پیاری سی نواسی آمنہ شاہد کی رخصتی ہونے والی ہے۔ (بے شمار دعائیں اور مبارک باد)

☆ پاکیزہ کی مستقل قاری مجیدہ، رحیم یار خان بے حد بیمار ہیں۔ ان کی بھی صحت کے لیے دعا کریں۔

☆ میرا اپنا ناول محبت ہم سفر میری ان دنوں زیرِ طبع ہے۔ ناول حاصل کرنے کے لیے اپنی بکنگ اس نمبر پر آپ کرا سکتی ہیں۔ 042-37668958

☆ شاعرہ اور پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار رفعت مبین رئی، کراچی ان دنوں بستر علالت پر ہیں ان کی کلی صحت کے لیے آپ دعا کریں۔

☆ میری پیاری بھتیجی عائشہ سہیل، اسلام آباد کی رخصتی انشاء اللہ 2 جولائی کو ہوگی۔ (بے حد دعائیں اور مبارک باد) برات امریکا سے آرہی ہے۔

☆ پاکیزہ کی تبصرہ نگار ذکیہ ایوب، کراچی کا پوتا فیضان شاہد ان دنوں علیل ہے، آپ سے دعا کے لیے التماس ہے کہ آپریشن کے بعد فیضان کی آنکھ میں بینائی پوری طرح بحال ہو جائے۔ آمین

☆ پاکیزہ کی شاعرہ، تبصرہ نگار نسیم نیازی، لاہور کی دو نئی کتابیں جلد آنے والی ہیں۔ ناولٹ کا مجموعہ تھک گئیں آنکھیں خواب بنتے بنتے اور دوسرا مجموعہ آؤ دل برباد کریں۔ آپ تھوڑا سا انتظار کر لیں۔

☆ پاکیزہ کی مستقل قاری صدف کاشف کا بھائی سلمان رانا ان دنوں شدید علیل ہے تمام قارئین کرام سے استدعا ہے کہ سلمان کی صحت اور زندگی کے لیے دعا کریں۔

☆ ہماری بے حد پیاری دوست اور بہت اچھی شاعرہ فریدہ لاکھانی فرح کے شوہر ڈاکٹر ذکریا لاکھانی ان دنوں سڈنی میں علیل ہیں۔ ان کی کلی صحت اور زندگی کے لیے دعا کریں۔

☆ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار اور شاعرہ مسرت پرویز، کراچی کی بیٹی غزل پرویز نے ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کر لیا ہے۔ ان کی دوسری بیٹی کومل پرویز ایم بی اے کرنے لندن گئی ہیں۔ (ماشاءاللہ)

☆ پاکیزہ کی مستقل قاری سدرہ یاسین کے پیارا سا بھتیجا ہوا ہے جس کا نام حصیب رکھا گیا ہے۔ (مبارک باد)

☆ ڈاکٹر جمال اور شازیہ جمال، نارتھ کراچی کے ہاں چودہ سال کے بعد ایک پیارا سا بیٹا ہوا ہے جس کا نام عبادر کھا گیا ہے۔ (مبارک باد)

* * *

اقبال بانو، وھاڑی سے۔ ”ٹائٹل اچھا ہے۔ دلہنوں کی ہر پرچے پر بھرمار ہے۔ تمہارا اداریہ حسبِ روایت زبردست ہے۔ کام اور صرف کام یہ ٹانک بھی ہے اور صحت بھی۔ دین کی باتیں بہت ہی اصلاحی اور اچھا سلسلہ ہے۔ محترمہ عذرا رسول کے انٹرویو کی دوسری قسط پڑھی۔ انجم بہت اچھا انٹرویو ہے اور خاص طور پر عذرا جس طرح معراج صاحب کی خدمت کر رہی ہیں وہ قابلِ ستائش ہے۔ یقین کرو میرے نزدیک جنتی خاتون ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور حوصلہ اور ہمت عطا کرے کہ میں نے اپنی عمر میں ایسی عورتیں نہیں دیکھیں اور نہ ہی سنی ہیں۔ ہر کوئی محبتیں پاتا ہے مگر جس طرح وہ محبتوں کا حق، قرض ادا کر رہی ہیں اس طرح کوئی بھی نہیں کرتا۔ عذرا آپ کو میرا اسلام..... اللہ آپ کو نظرِ بد سے بچائے۔ (آمین) ذکیہ بلگرامی اور شیریں حیدر کے ناول پسند آئے۔ عالیہ بخاری کا ناول بھی اچھا جا رہا ہے۔ عظمیٰ آفاق سعید نے میاں جی کی ایسی کی تیسی خوب کی۔ تمہاری طرح عظمیٰ کا قلم بھی مزاح کی طرف گامزن ہوگا۔ میمونہ خورشید، رضوانہ پرنس کے ناولٹ بھی اچھے ہیں۔ عطیہ عمر کا بھی کبھی بہترین افسانہ ہے۔ نیلوفر عباسی نے معین اختر پر مضمون لکھا مگر سچ تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ بہنوں کی محفل کی طرف آئے تو انجم آپ ڈھیر ساری معلومات دیتی ہیں، بے حد شکریہ صائمہ اکرم عرصے بعد محفل میں شریک ہیں۔ صائمہ ایسی بھی کیا مصروفیت یا تم بھی اسلام آباد والی ہو گئی ہو۔ بہت مبارک باد ہو۔ اپریل 2011ء کے سالگرہ نمبر میں چھپا میرا ناولٹ کچھ بہنوں کو تشنہ لگا۔ میرے خیال میں تو ایسا نہیں ہے۔ انجام تو یہی ہونا تھا چاہے میں دس صفحات اور بھی بڑھا دیتی۔ نیلم مقصود آپ فرماتی ہیں کہ اس کا انجام حقیقت سے ہٹ کر تھا، میں نے تو ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں کہ گھر میں بھاوج سے ہی چکر چلا کر بھگا لے جاتے ہیں اور پھر شادی کر لیتے ہیں تو بی بی یہ سوچیں کہ یہاں کیا کچھ نہیں ہوتا اور شکر ہے کہ میری وجہ سے آپ نے پاکیزہ کی محفل میں خط لکھا اب آتی جاتی رہیے گا۔ فریدہ افتخار نے جو واقعہ لکھا ہے یقین کریں کہ بہت خوشی ہوئی۔ نئی نسل سے ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ عظمیٰ کی ڈائری میں ہر رنگ ہوتا ہے اور پڑھ کر مزہ آتا ہے۔ کون کیا کر رہا ہے نیا سلسلہ لوگ پسند کریں گے مگر میں تمہیں ایک بات بتاؤں کہ مجھے تمام انڈین ایکٹریس ایک سی شکلوں کی لگتی ہیں۔ اس لیے مجھے اس سلسلے میں کوئی چارم نظر نہیں آتا۔ ویسے بھی مجھے انڈین اداکاریں پسند نہیں نہ ان کی فلمیں اور نہ اداکار..... جلترنگ تینوں پسند آئے مگر سن تو سہی پر بہت ہنسی آئی۔ آمنہ حماد کا انتخاب واقعی لاجواب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ سندیسے بھی مزے کے ہیں اور روحانی مشورے تو میں ڈائری میں نوٹ کر لیتی ہوں۔'' (نوازش)

پروفیسر قمر جہاں خلیل، کراچی سے۔ ''عذرا رسول کے انٹرویو کی پہلی قسط پڑھ کر بہت مزہ آیا مگر دوسری قسط پڑھ کر میں خود ہی ڈپریشن کا شکار ہو گئی اور ایسا لگا کہ میں اوپر سے گر پڑی..... ان کے لیے دل سے بہت دعائیں نکلیں۔ شیریں حیدر کا ناول اچھا تو ہے کہ وہ اچھا ہی لکھتی ہے مگر اس ناول میں جو مختلف واقعات چل رہے ہیں مختلف کرداروں کے گھماؤ پھراؤ نے پڑھنے والوں کو کنفیوز کر دیا ہے۔ ذکیہ بلگرامی کا ناول اچھا جا رہا ہے۔ عالیہ بخاری کا ناول اچھا ہے مگر اب ختم ہو جانا چاہیے۔ راحت وفا کا ناول پڑھنے میں دل نہیں لگا حالانکہ ان کے افسانے اچھے ہوتے ہیں جلترنگ اچھا لگا۔ اداریہ سب سے پہلے پڑھتی ہوں اور ہمیشہ اچھا ہوتا ہے' شروع کے ابتدائی دو صفحات کی پرنٹنگ بہت خراب ہوتی ہے۔ ایک لفظ جو لڑکیاں بہت استعمال کر رہی ہیں اپنی تحریروں میں۔ میں بصد شوق وہ ہے یار جو بہت برا لگتا ہے۔ اس طرف توجہ دیں۔ ہاں عظمیٰ آفاق کا افسانہ بہت اچھا لگا۔ انٹرویو، سروے کے ساتھ ساتھ انہیں افسانے بھی لکھنے چاہئیں۔'' (آپ کی رائے پہنچائی جا رہی ہے)

خالدہ نسیم کی رائے، یو کے سے۔ ''مجھے تو عادت تھی کہ اداریہ پڑھنے کے بعد محبت ہم سفر میری پڑھا کرتی تھی۔ اب اداریہ پڑھنے کے بعد میں بہنوں کی محفل پڑھتی ہوں مگر اس ماہ میں نے عذرا رسول کا انٹرویو... کئی بار پڑھا۔ جب بھی میں رسالہ کھولتی ہوں میری نظریں ان کی تصویروں کو دیکھتی ہیں یا ان کا انٹرویو پڑھتی ہیں تو دل غم سے بھر گیا..... وہ کیسے امتحان سے اس وقت گزر رہی ہیں دل سے یہی دعا نکلی کہ اللہ تو کوئی معجزہ کر دے اور معراج بھائی کو ٹھیک کر دے، آمین۔ اس ماہ افسانے اچھے تھے بالخصوص عظمیٰ آفاق کا افسانہ پڑھ کر مزہ آیا۔ ناولوں کی اقساط بھی اچھی جا رہی ہیں مگر دو سے زیادہ ناول نہیں چلنے چاہئیں..... ہاں دلچسپ انٹرویوز اور سروے اپنا لطف علیحدہ دیتے ہیں۔'' (پسندیدگی کا شکریہ)

عالیہ حرا، کراچی سے۔ ''عذرا رسول کے انٹرویو نے دل پر بے حد اثر ڈالا اور آنکھیں نم ہو گئیں۔ ایک تھی نیناں..... ناول پڑھ کر بالکل مزہ نہیں آ رہا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ کے شائع کرنے کا مقصد کیا ہے۔ کہانی میں اس... قدر الجھاؤ ہے کہ پڑھا نہیں جاتا دیگر ناول اور افسانے پسند آئے۔'' (پیاری عالیہ نئی رائٹر کے قدم جمنے میں تھوڑا ٹائم تو لگا کرتا ہی ہے۔ آئندہ اقساط میں یقیناً آپ کو مزہ آئے گا)

نگہت، ملتان سے۔ ''عذرا رسول کا انٹرویو پڑھ کر میں بہت روئی..... ان کے حوصلے کی داد دیتی ہوں اور انہیں سلام کرتی ہوں کہ محبت کرنے والے لوگ کیسے خدمت گزار ہوتے ہیں کہ اپنی زندگی انہوں نے اپنے شوہر کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ پیاری عذرا اللہ آپ کی یہ جوڑی سلامت رکھے۔ معراج رسول صاحب کو صحت اور زندگی دے۔'' (آمین)

رعنا جاوید، راول پنڈی سے۔ ''عذرا رسول کے انٹرویو کی پہلی قسط پڑھ کر نہ جانے میرے دل کو کیوں خیال آ رہا تھا کہ اس کپل کو کسی کی نظر نہ لگے مگر اس کی دوسری قسط پڑھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ بالآخر ان کو نظر لگ ہی گئی۔ یہ عذرا کے لیے بہت بڑی آزمائش ہے مگر ایسی آزمائش ان ہی لوگوں پر آتی ہیں..... جن سے اللہ محبت کرتا ہے۔ اللہ ہماری عذرا کو سرخرو کرے..... بہرحال اچھے دوستوں اور بے لوث محنتی

اسٹاف اللہ نے انہیں نعمت کی صورت میں عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ خوش رکھے اور کامیاب و کامران بھی۔'' (آمین)

سمیرا حمید فاروق، کراچی سے۔ ''سالگرہ نمبر تین میں عذرا رسول کا انٹرویو بے حد پسند آیا اور اس بات پر یقین بھی آ گیا کہ آپ عذرا کی اتنی تعریفیں کیوں کیا کرتی ہیں۔ واقعی وہ تعریف کے قابل ہیں۔ ایسی خدمت گزار بیویاں اب کہاں نظر آیا کرتی ہیں۔ راحت وفا کے ناول کی قسط میں مجھے مزہ نہیں آ رہا..... شیریں حیدر کا ناول دھیرے دھیرے کھل رہا ہے..... ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کو اللہ تعالیٰ صحت کلی عطا فرمائے اور ان کا ناول بھی ہم شوق سے پڑھ رہے ہیں۔ بہنوں کی محفل ہمیشہ ہی سپرہٹ ہوتی ہے مگر اس ماہ وہ بھی خاص لگی۔ تبصروں میں فیروزہ بیگم، رابعہ فیاض قادری اور شگفتہ ناہید قاضی کے تبصرے اچھے لگے۔'' (شکریہ)

انیلہ، لیہ سے۔ عظمیٰ کے افسانے آپ پڑھتی رہیں گی اس ماہ عظمیٰ نے بڑی محنت سے سروے تیار کیا ہے۔ دلہن بنتی ہیں نصیبوں والیاں امید ہے کہ آپ کو پسند آئے گا۔

مسرت رانی خلیل، کراچی سے۔ ''جون کے شمارے میں عذرا رسول کا انٹرویو پڑھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اب مجھے اندازہ ہوا کہ عذرا رسول نے پاکیزہ کی سالگرہ یا دیگر تقریبات کرنی کیوں بند کر دی ہیں۔ ظاہر ہے جس کا شوہر گھر میں بیمار ہو..... اس کا دل کیسے چاہ سکتا ہے مگر ایک بات میں.. ضرور کہنا چاہوں گی کہ آج کے دور میں عذرا رسول جیسی محبت کرنے والی اور خدمت گزار بیویاں بہت کم ہیں' بہت کم۔'' (جی ہاں)

شگفتہ ناصر، فیصل آباد سے۔ ''عذرا رسول کا انٹرویو ایک سچی کہانی کی صورت میں دل پر اثر انداز ہوا۔ تصاویر اور زیادہ شائع ہونی چاہیے تھیں..... عظمیٰ آفاق کا افسانہ روایتی افسانوں سے ہٹ کر تھا اس لیے مزہ زیادہ آیا..... شیریں حیدر بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ رضوانہ پرنس کا ناولٹ بھی ٹھیک ہی ہے مگر دوسرے ناول نے متاثر نہیں کیا۔'' (دوسرا ناول اب بہت جلد نیا موڑ لے رہا ہے، آپ کو اچھا لگے گا)

فیروزہ بیگم، کراچی سے۔ ''مجھے ذکیہ بلگرامی اور میمونہ خورشید کے ناول زیادہ پسند آ رہے ہیں۔ معذرت کے ساتھ راحت وفا کیا کہنا چاہ رہی ہیں ابھی تک کھل کر نہیں کہہ پائی ہیں۔ رضوانہ پرنس کا ناولٹ ان کے ناول کے مقابلے میں خاصا بہتر ہے۔ اس ماہ عظمیٰ آفاق کا افسانہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی عظمیٰ اب تم اسی طرح افسانے لکھتی رہو۔ آمنہ حماد کا انتخاب ہر ماہ بہترین ہوتا ہے نیا سلسلہ سندیسے اچھا ہے۔ بس شکایت ہے تو صرف یہ کہ آپ سلسلے وار کہانیاں بالکل شائع نہیں کریں اور قسط وار ناول بھی دو سے زیادہ نہیں ہونے چاہئیں۔'' (آپ کی رائے نوٹ کر لی گئی ہے۔ شکریہ)

ہما شاہ، ہارون آباد سے۔ ''باجی میں خط بھیج رہی ہوں اور شاعری بھی بھیجتی رہتی ہوں پتا نہیں میری تحریریں پاکیزہ میں کیوں نہیں لگتیں..... میری یہ دلی خواہش ہے کہ میں پاکیزہ کے تمام سلسلوں میں حصہ لوں۔'' (پیاری ہما شاہ اس محفل میں خوش آمدید' اب آپ کے ساتھ ہماری بھی یہی خواہش ہے کہ آپ ہمیشہ پاکیزہ میں شامل رہیں)

لعل خاتون، تھرسے۔ ''میرا خط بہنوں کی محفل میں لگا مجھے دلی خوشی ہوئی، اس ماہ عذرا باجی کی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زندگی کی کہانی نے ہمیں رلا دیا..... آج کے اس دور میں ایسی خدمت گزار بیویاں کہاں نظر آتی ہیں۔ میں آپ کی عظمت کو سلام کرتی ہوں۔ عظمیٰ آفاق کا افسانہ پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ حقیقت سے قریب ترین افسانہ تھا۔ ذکیہ بلگرامی اور عالیہ بخاری کے ناول بہت اچھے لگ رہے ہیں۔" (شکریہ)

سمیرا مجاہد، صادق آباد سے۔ "عذرا باجی کا انٹرویو پڑھ کر آنکھیں بھیگ گئیں..... اللہ تعالیٰ معراج انکل کو ضرور صحت اور زندگی دے گا۔ ان کی خدمتیں رائگاں نہیں جائیں گی۔ سالگرہ نمبر تین پسند آیا۔" (شکریہ)

میمونہ گل، سکھر سے۔ "ماہِ جون کا شمارہ پڑھا..... عذرا باجی کا انٹرویو بہت پسند آیا۔ سندیسے کا نیا سلسلہ آپ نے بہت دلچسپ شروع کیا ہے۔ سلسلے وار کہانیاں اگر بہت زیادہ ہوں تو اچھا نہیں لگتا۔ ہاں آپ کے ناول کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔" (تبصرے کا شکریہ)

مدیحہ، ڈسٹرکٹ بھکر سے۔ ہماری تحریریں پڑھنے اور پسند کرنے کا شکریہ اب تک میری سولہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جو ہر شہر کے اردو بازار میں ملتی ہیں۔

فاخرہ گل، اٹلی سے۔ "جون کے شمارے میں عذرا رسول کا انٹرویو بہت پسند آیا۔ یہاں مقیم میرے حلقہ احباب میں بھی پڑھا گیا اور سب کو بے حد پسند آیا۔ ان کی زندگی واقعی ہم سب کے لیے سبق آموز ہے اپنے شوہر کی اتنی اطاعت مند بیوی..... سب کے لیے ایک مثال ہیں دیگر کہانیاں اور ناول بھی پسند آئے۔" (شکریہ)

پروین عذرا تشنہ، کراچی سے۔ "اداکارہ ریما سے بے حد مشابہت رکھنے والی..... عذرا رسول کا انٹرویو ایک افسانہ ہی لگا اور اس کا اختتام بھی کسی افسانے کی طرح ہی ہوا۔ میری جانب سے عذرا رسول کو بے حد مبارک باد، عظمیٰ آفاق کا افسانہ پسند آیا۔ شیریں حیدر کا ناول اچھا ہے مگر اس میں کردار بہت زیادہ ہیں۔ راحت وفا کا ناول ٹھیک ہے۔ ذکیہ بلگرامی کا ناول اختتامی مراحل میں ہے اور بہت پسند آ رہا ہے۔ میمونہ خورشید علی اور رضوانہ پرنس کے ناولٹ بھی بہت پسند آئے ہیں۔ ہاں جلترنگ کی تو کیا بات ہے۔" (پسندیدگی کا شکریہ)

ناہید بنت نور، واہ سیمنٹ ورکس سے۔ "عذرا رسول کا انٹرویو بے حد پسند آیا بلکہ پڑھ کر بے حد روئی کہ محبت کرنے والے کتنی مشکلوں سے ملا کرتے ہیں اور پھر ان کو نظر بھی لگ گئی اور اب وہ زندگی کی خوب صورتیوں سے منہ موڑ کر جس تن دہی سے اپنے شوہر کی خدمت کر رہی ہیں وہ ایک مثال ہے جس سے آج کی نئی نسل کو سبق سیکھنا ہے۔ ایک ضروری بات کہنا چاہتی ہوں کہ اتنے سارے قسط وار ناول ہضم نہیں ہو رہے۔ ناول دو سے زیادہ نہیں ہونے چاہئیں..... مختصر افسانوں کا اپنا علیحدہ لطف ہوتا ہے۔ عظمیٰ آفاق کا افسانہ پسند آیا اور ان سے کہنا ہے کہ آئندہ بھی لکھتی رہیں۔" (آپ کی رائے پہنچائی جا رہی ہے)

ذکیہ ایوب، کراچی سے۔ "اس ماہ عذرا رسول کا انٹرویو پڑھ کر میں بہت روئی۔ اللہ عذرا کو ہمت، طاقت عطا فرمائے اور ان کی خدمت قبول کرے۔ میں عذرا کی کیفیت کو اس لیے زیادہ سمجھ سکتی ہوں کہ میں خود بھی اس قسم کے دور سے گزر رہی ہوں۔ کتنی دیر تک میں یہ انٹرویو پڑھ کر روتی رہی ہوں۔" (ذکیہ بہن ہمیں فخر ہے کہ ہمارے معاشرے میں ایسی خدمت گزار بیویاں موجود ہیں جن کی مثالیں نئی نسل کو ایک مثبت

پیغام دے رہی ہیں)

نرگس نسیم، صابر موڑ سے۔ "سالگرہ نمبر تین دل کو چھو گیا..... سب سے پہلے میں بہنوں کی محفل پڑھتی ہوں..... پلیز اس کے صفحات اور بڑھا دیں۔ اس میں شامل بہنوں سے مل کر مجھے ہمیشہ خوشی ہوتی ہے۔ عذرا رسول کا انٹرویو پڑھ کر دل چاہا کہ ان سے کہوں کہ آپ اپنی نظر اتار لیا کریں۔" (آپ کی رائے پہنچائی جا رہی ہے)

رخسانہ امجد، ملکوال سے۔ آپ کو اپنی بیٹی شہزادی اریبہ بختاور کی پہلی سالگرہ مبارک ہو۔ آپ کے انٹرویو کے ساتھ آپ کی اور آپ کی بیٹی کی تصویر شائع کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک طویل عرصے کے بعد آپ کے آنگن میں یہ خوب صورت پھول عطا کیا ہے۔ آپ کی خوشیوں میں ہم بھی برابر کے شریک ہیں۔

نسرین یاسمین سسٹرز، کراچی سے۔ میں آپ سمیت تمام لڑکیوں سے اور ان کی ماؤں سے یہ بات کہنا چاہتی ہوں کہ موسم گرما کی تعطیلات میں آپ اپنی لڑکیوں کو گھر گرہستی کے بارے میں ضرور سکھائیں۔ دو سبزی، دو گوشت، دو میٹھے اور سلاد بنانا پندرہ سال تک کی لڑکی کو لازمی آنا چاہیے۔ بٹن ٹانکنا، پھٹا ہوا سینا، ڈھیلی قمیص کو مشین یا ہاتھ سے ناپ کا کرنا..... موسم گرما کی تعطیلات میں آدھے دن تک سونا اور ساری رات جاگنے میں ضائع کرنے سے بچیں۔ کچھ سیکھیے کہ یہ زندگی میں کام آئے گا۔ اللہ کرے ہماری بیٹی ایسے گھر میں بیاہ کر جائے جہاں اسے کوئی کام نہ کرنا پڑے مگر جب آپ کو کوئی کام آئے گا تبھی آپ دوسروں سے بھی کروا سکتی ہیں۔

نسرین لغاری، ٹنڈو باگو سے۔ "اس مہینے پاکیزہ میں عظمیٰ باجی کا افسانہ بہت پسند آیا۔ ہمیں ایسے ہی نت نئے موضوعات پر افسانے پڑھنے میں مزہ آتا ہے۔ شیریں حیدر کو میرا خصوصی سلام..... ان کا ناول سپر ہٹ جا رہا ہے۔" (ناول پسند کرنے کا شکریہ)

فرزانہ جمالی، نواب شاہ سے۔ "عذرا رسول کا انٹرویو پڑھ کر بہت اچھا لگا اور جو باتیں ہمیں معلوم ہی نہیں تھیں وہ بھی ہمیں معلوم ہو گئیں۔ جن سے ہم محبت کرتے ہیں ان کے بارے میں بہت زیادہ جاننا چاہتے ہیں اور یہ انٹرویو پڑھ کر ہمارا دل خوش ہو گیا۔ ہاں اس ماہ سارے افسانے..... بہت شاندار رہے خاص طور پر عظمیٰ آپی کا افسانہ ایسی کی تیسی پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔" (نوازش)

زرین خالد، گلشن اقبال کراچی سے۔ "میں اس محفل میں بہنوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ کراچی شہر میں خواتین کیسے آج کل لوٹ مار کر رہی ہیں۔ میرے گھر میں دو لڑکیاں چائے کے دو پیکٹ لے کر آئیں۔ پانی مانگا۔ پانی پی کر بولیں کہ اس پیکٹ میں انعام ہے آپ لے لیں۔ میں نے ایک پیکٹ کھولا تو اس میں سے ایک پرچی نکلی۔ انہوں نے کہا آپ کا ایک لاکھ تیس ہزار والا کیمرا نکلا ہے..... آپ سب تیار ہو جائیں ٹی وی کے کیمرا مین آنے والے ہیں آپ تیار ہو جائیں اور کیمرے کے سامنے بس یہ کہہ دیں..... فلاں برانڈ کی چائے والوں آپ کا شکریہ پھر ایک لڑکی نے کہا مجھے سونے کی کوئی چیز لا کر دے دیں۔ مجھے پتا نہیں کیا ہوا۔ اندر گئی اور سونے کا ایک سیٹ جو میں نے اپنی بچی کے لیے رکھا ہوا تھا وہ اس کو دے دیا۔ وہ سیٹ لے کر جھٹ چلی گئیں۔ دس منٹ بعد مجھے ہوش آیا تو میں باہر بھاگی تو سڑک کے چوکیدار نے بتایا کہ..... ابھی دو لڑکیاں کسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گاڑی میں بیٹھ کر چلی بھی گئی ہیں۔" (پیاری بہن اللہ آپ کو صبر دے..... اور آپ کے نقصان کا ازالہ کرے۔ دیگر بہنیں محتاط رہیں اور کسی کو بھی اپنے گھر میں گھسنے نہ دیں۔)

شمیم بی بی، اٹک سے۔ "پاکیزہ ہمیں بہت اچھا لگتا ہے آپ کو پوتے کی بہت بہت مبارک باد ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو خوشیاں اور کامرانیاں ملیں۔" (اس محفل میں آپ کو خوش آمدید۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ہمیشہ خوش وخرم رکھے۔ آمین)

ماہ رخ، پشاور سے۔ "پہلی مرتبہ آپ سے رابطہ کر رہی ہوں۔ جون کے پاکیزہ میں مجھے عذرا رسول کا انٹرویو بہت پسند آیا۔ ان کی تصویریں واقعی بہت خوب صورت ہیں۔ پاکیزہ کی بہنوں کی محفل کی کیا بات ہے۔ اس محفل میں جو اپنائیت محسوس ہوتی ہے، وہ کہیں نہیں ہوتی۔ میں ذکیہ بلگرامی سے بہت زیادہ متاثر ہوں کہ ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ نیلوفر کی یادداشتیں بھی مجھے بہت پسند ہیں۔" (ماہ رخ اس محفل میں خوش آمدید..... پاکیزہ کی پسندیدگی کے لیے ممنون ہوں)

مسز پروین، کراچی سے۔ "عذرا رسول کا انٹرویو نئی نسل کے لیے ایک سبق ہے کہ وہ اپنے شوہر کا کہنا ماننے والی بیوی رہی ہیں۔ آج کل لڑکیاں ہوں یا بہوئیں ہر معاملے میں اپنی چلاتی ہیں۔ ہماری خصوصی دعائیں ان تک پہنچا دیں۔" (عذرا آپ کا شکریہ دل سے ادا کرتی ہیں اور عید نمبر میں وہ اپنے انٹرویو سے متعلق رائے خود دیں گی کہ یہ طویل انٹرویو معراج صاحب کی علالت اور عذرا رسول کی مصروفیت کے باعث مختصر ہی شائع ہو سکا)

مسز نزہت اشفاق، کراچی سے۔ "ایک مرتبہ عذرا رسول سے ملاقات ان کے گھر میں منعقد میلاد کی محفل میں ہو چکی ہے۔ طویل عرصے بعد ان کا انٹرویو پڑھا۔ آگاہی ہوئی۔ یہ انٹرویو آج سے دس سال پہلے شائع ہونا چاہیے تھا۔ جون کا شمارہ ہر لحاظ سے مکمل تھا۔ پاکیزہ کی بہنوں کی محفل کو فیس بک پر جانا چاہیے۔ عظمیٰ آفاق کا افسانہ اچھا لگا۔ آج کل ایسی کی تیسی..... کم عمر بیویاں کرتی نظر آ رہی ہیں۔" (ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ)

شازیہ سجاد، کراچی سے۔ "جون کا پاکیزہ اے ون رہا۔ آپ کو شاید یہ سن کر حیرت ہو کہ میں عذرا رسول کا انٹرویو پڑھ کر پورے ایک گھنٹے تک روتی رہی۔ پتا نہیں کتنی بار ان کا انٹرویو... پڑھا مگر میرا دل نہیں بھرا۔ ہم ان کی زندگی کی یہ کہانی مزید پڑھنا چاہتے تھے مگر یہ طویل قسط کے باوجود مجھے مختصر سی لگی۔" (پیاری شازیہ اس محفل میں خوش آمدید..... جو تحریر ہمیں اچھی لگتی ہے وہ ہمیشہ مختصر لگا کرتی ہے..... اور ہاں ہمیں حیرت اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ عذرا رسول کا یہ انٹرویو پڑھ کر ہمارے بے شمار قارئین بے حد روئے کہ یہ ان کی محبت کا تعلق ہے کہ جس سے محبت کی جاتی ہے، اس کا دکھ جان کر آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ ہماری مصنفہ اقبال بانو..... اور بھی بے شمار لوگ..... جو اس محفل میں کبھی شریک نہیں ہوئے مگر انہوں نے فون کر کے مجھے بتایا کہ اس انٹرویو نے تو ہمیں رلا کر رکھ دیا..... آپ سمیت سب قارئین یہ دعا کریں کہ معراج صاحب کو اللہ تعالیٰ کاملہ صحت و زندگی عطا فرمائے آمین)

نسیم نیازی، لاہور سے۔ "سب سے پہلے جب عذرا رسول کی محبتوں بھری داستان کی پہلی قسط پڑھی تو ایسی لازوال شدید محبتوں کی روداد پڑھ کر میں تو شدید احساسِ کمتری میں مبتلا ہو گئی کہ عذرا رسول تو

لاکھوں کروڑوں عورتوں میں خوش قسمت ترین عورت ہیں کہ ایسی محبت ان کا نصیب بنی اور معراج صاحب نے دل و جان نچھاور کرنے کے ساتھ ساتھ مال بھی خوب لٹایا اور اصل محبت کی معراج بھی یہی ہے کہ محبوب کو جی بھر کر خوشیوں سے نوازا جائے۔ یہاں تو خیر شروع سے میاں جی کو اپنی اور شادی کی سالگرہ کی یاد دہانی مہینہ شروع ہوتے ہی کروانی پڑتی ہے مگر مجال ہے کہ کوئی گرم جوشی دکھائیں..... وش اور تحفہ پائے، یہ نہ رہی ہماری قسمت مگر اس بار عذرا جی کا انٹرویو پڑھنے کے بعد ہم بھی ڈٹ گئے تھے کہ اس بار شادی کی سالگرہ پر اگر تحفہ نہ لیا تو زبردست ٹریٹ ضرور لیں گے مگر یہ بھی نہ تھی ہماری قسمت..... ٹریٹ تو کیا ملی میاں جی شام کو بیگن لے کر آ گئے یہی پکا لو آج اور ہم نے اپنے ارمانوں پر سو سو آنسو بہاتے ہوئے دل کو جلاتے ہوئے کینڈل لائٹ میں بیگن بھی جلا دیے اور حرفِ آخر دل کو یہی کہا عذرا جی تسی گریٹ ہو۔ اس محبت کی داستان کو بھی نے جی بھر کے پسند کیا، محفل کے تمام خطوط اس بات کی گواہی دینے کے لیے کافی ہیں۔ لبنیٰ عروج کے ناولٹ دل بے تاب میں پریشے کی محبت نے اسے جی بھر کر رلایا تڑپایا اور آخر میں پریشے کو اس کے صبر کا انعام مل گیا۔ تحریر نے شروع سے آخر تک اپنے سحر میں گرفتار کیا۔ گاڑی اور گھر والی کو پڑھ کر ایسا لگا، شمیم فضل خالق کوئی پرسرار کہانیاں لکھتے لکھتے افسانہ لکھ گئی ہوں۔ پیٹ اور کوکھ آج کے بہت سے واقعات کی حقیقی تصویر کشی کر گئی..... غرور حسن میں ماہا جیسی لڑکیوں کا انجام ایسا ہی ہونا چاہیے۔ پاکیزہ کی اک روایت مجھے اچھی لگتی ہے کہ یہ ہر موقع پر جہاں سے گزر جانے والی رائٹرز اور قارئین کو یاد رکھتا ہے مثلاً شازیہ چوہدری کی آئینے ترس جائیں گے میں، مدرڈے کے موقع پر یمنیٰ نے بہت خوب صورت نظم لکھ کر کئی دلوں کی ترجمانی کرنے کی کوشش کی اور بہت کامیاب رہیں۔ خوشبو کا سفر میں شکر ہے کہ روما کی سمیعہ سے اندھی محبت میں آنکھیں اندھیروں سے روشنی کا سفر کرنے لگی ہیں اور روما کو سمیعہ کی سمجھ آنے لگی ہے۔ شہوار جیسی عورتوں کا انجام ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ عطیہ عمر بہت دنوں بعد آئیں اور اپنے مخصوص رنگ میں ہمیشہ کی طرح چھا گئیں۔ تسنیم منیر علوی کا افسانہ میرے چارہ گر کو نوید ہونے متاثر کیا۔ پیپی برتھ ڈے ہلکی پھلکی سی تحریر تھی۔ عظمیٰ آفاق کی ایسی کی تیسی اچھی کوشش کہی جا سکتی ہے، لگتا ہے ذرا اور توجہ دی گئی تو اک اور انجم انصار جنم لے سکتی ہے۔ نئے ناول ابھی آغاز کے مرحلوں میں ہیں سو تبصرہ چند مزید قسطوں کے بعد۔" (تفصیلی تبصرے کا شکریہ)

ماہا ملک، لیہ سے۔ "میں جب چھٹی کلاس میں پڑھتی تھی تب سے میں نے پاکیزہ پڑھنا شروع کیا اور اب میں نویں کلاس میں پڑھتی ہوں۔ پاکیزہ بہت ہی اچھا رسالہ ہے۔ اسکول میں بھی اکثر لڑکیاں مجھے کہتی ہیں کہ پلیز ہمیں پاکیزہ رسالہ لا دو۔ انجم آپی میں نے یہ خط آپ کو اس لیے لکھا ہے... تاکہ میری ایک خواہش پوری کر دیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ کسی دن پاکیزہ میں احمد شہزاد (کرکٹر) کا انٹرویو شامل کریں۔ میں ان کی بہت بہت بڑی فین ہوں۔ پلیز آپی پلیز کسی دن ان کا انٹرویو رسالے میں شائع کریں، مجھے ان کے بارے میں جاننا ہے۔ میں نے یہ خط اسپیشلی اسی لیے لکھا ہے۔ احمد شہزاد جو پاکستانی کرکٹ ٹیم کے کھلاڑی ہیں۔ پلیز ایک بار ان کا انٹرویو شامل کر دیں میں آپ کی بہت بہت شکر گزار رہوں گی۔" (آپ کی فرمائش نوٹ کر لی گئی ہے)

حمیرا کلیم، ملتان سے۔ "پانچ سال کی طویل غیر حاضری کے بعد دوبارہ پاکیزہ خریدا۔ دل میں سچ مچ سنسنی سی پھیل رہی تھی کہ نہ جانے سارے سلسلے کیا ہوں گے؟ ان پانچ سالوں میں یقیناً پاکیزہ میں بہت سی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تبدیلیاں آئی ہیں جو کہ مثبت ..... اور معیاری ہیں۔ سلسلے وار ناول بھی پڑھ ڈالے اگرچہ کچھ سمجھ آئی اور کچھ نہیں مگر مزہ آیا۔ دل بے تاب نے دل اداس کر دیا۔ محبت اتنی بڑی سزا کیوں بن جاتی ہے۔ میں ادھوری میں حقیقتاً نورا دھوری رہ گئی اپنے ماں باپ کی انا کے درمیان قربتوں کی دوری میں چندا کا کردار دہلا دینے والا تھا۔ گاڑی اور گھر والی میں یقیناً فیاض کی قسمت اچھی تھی جو دونوں طرف سے فائدے میں رہا۔ میں چاندنی اچھا لگا۔ پیٹ اور کوٹھ میں امیروں کا غریبوں سے رویہ بالکل درست بتایا ہے اب انسان کی حیثیت محض کیڑے مکوڑے جیسی ہی رہ گئی ہے اور سگے رشتے بھی پیسے کے ترازو میں تلنے لگ گئے ہیں۔ غرور حسن واقعی سبق آموز کہانی ہے۔ بہنوں کی محفل پڑھ کر یوں لگا جیسے گھر واپس آ گئی ہوں۔ وہی اپنائیت کا احساس، بہنوں کے نخرے۔'' (نوازش اب غائب مت ہو جانا)

صائمہ سجاد بنگش، کوہاٹ سے۔ ''امید کرتی ہوں کہ خیریت سے ہوں گی، ایک ماہ کی غیر حاضری کے بعد انٹری دے رہی ہوں مصروفیت یہ تھی کہ میرے بچوں کے ابا پاکستان آئے ہوئے تھے بس ان کے ساتھ ..... مصروفیت تھی، اب چلے گئے ہیں تو وقت کاٹنا مشکل ہو رہا ہے۔ بچے بھی ڈسٹرب، میں بھی۔ ہر چیز سے دل اچاٹ ہو رہا ہے۔ بہت اچھا لگا قیصرہ حیات کا ناول ٹی وی پر دیکھ کر مگر وائپڈ اوا لے تو دیکھنے ہی نہیں دیتے۔ نیٹ سے ڈاؤن لوڈ کر کے دیکھیں گے۔ سیما یاسمین مجتبیٰ کی رائے سے اتفاق کریں گے۔ واقعی آج کل ٹی وی ڈراموں میں جو دکھایا جا رہا ہے کرسچن لڑکی کا مسلم لڑکی سے نکاح ایک غلط چیز کو پروموٹ کیا جا رہا ہے، نوجوان نسل کو آزادی دی جا رہی ہے کہ وہ اپنی من مانی کر سکیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ (یہود و نصاریٰ) ایک وقتی ابال ہوتا ہے کہ کرسچن مرد مسلمان ہو جاتا ہے لیکن دل سے نہیں صرف ایک خواہش پوری کرنے کے لیے باقی تمام عمر اس عورت کو سفر کرنا پڑتا ہے جس کے لیے وہ تمام معاشرے سے ٹکر لیتی ہے اور حاصل بھی کچھ نہیں۔ اللہ سب کو ہدایت دے۔ دل بے تاب لبنیٰ عروج نے بہت اچھا لکھا، بعض مرد واقعی نفسیاتی مریض ہوتے ہیں مرد نفسیاتی مریض کیسے بنتے ہیں بعض مردوں کی گھر کے کاموں میں دلچسپی ذرا زیادہ ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے زنانہ خصوصیات کن سوئیاں لینا شک کرنا۔ یہ بیماریاں ان میں پیدا ہو جاتی ہیں اور زندگی بیگم کی دشوار کرتے ہیں اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ مردوں کو عورتوں کے ذاتی معاملات، گھریلو مسائل سے دور رکھا جائے تاکہ ان کی مردانگی برقرار رہے نہ کہ عورتوں کی طرح کن سوئیاں لیتے پھریں۔'' (آپ کی رائے پہنچائی جا رہی ہے)

شگفتہ شفیق کراچی سے ''آپ کو فیس بک پر دیکھ کے بھی بہت اچھا لگا۔ اس بار کا ماہ کیزہ بہت اچھا آیا ہے۔ مجھے کچھ کہنا ہے پڑھ کر بہت اچھا لگا شکر ہے کہ میں اپنے آپ کو کام کرنے والوں کی فہرست میں شمار کرتی ہوں، الحمدللہ۔ شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں کی قسط اچھی رہی۔ بے وفا جب سامنے آیا، چھوٹا سا افسانہ لیکن اچھا لگا۔ اس لیے کہ انجام دشمنی اور کینہ و عداوت سے پاک تھا۔ فسانہ نہیں حقیقت ہے یہ، کی دوسری قسط بھی شاندار رہی اور تصاویر کا تو پوچھیں ہی نہیں۔ بے حد خوب صورت لگیں۔ خود رضوانہ پرنس بھی اپنی تصویر میں لشکارے مار رہی ہیں۔ عطیہ عمر کا کبھی کبھی اچھا رہا۔ میں چاندنی کی ہر قسط پڑھ کے اگلی قسط کا انتظار بڑھ جاتا ہے۔ عظمیٰ آفاق نے بھی ایسی کی تیسی اچھا لکھا ہے۔ تسنیم منیر علوی کا مزے دار افسانہ آج کل کے حالات کی عکاسی کر رہا ہے۔ رضوانہ پرنس کے ناولٹ کا انجام پسند آیا۔ خوشبو کا سفر بہت شاندار طریقے سے رواں دواں

ہے۔ نیلوفر عباسی نے گئے دنوں کا سراغ لے کر بہت ہی اچھا لکھا۔ اس کے ساتھ پاکیزہ ڈائری بھی پسند آئی۔'' (شکریہ)

انیلا شاہین بانو لاہور سے۔ ''محترمہ عذرا رسول کا انٹرویو شاندار تھا۔ میں نے بہت کچھ سیکھا۔ وہ روزانہ رات کو کافی دیر تک معراج صاحب کے پاس بیٹھ کر تلاوت قرآن پاک کرتی ہیں۔ ان کی اس بات نے بہت متاثر کیا۔ اللہ تعالیٰ معراج رسول صاحب کو صحت عطا فرمائے، آمین۔ ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کا ناول دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہا ہے۔ تقدیر ارسلہ کو عجیب موڑ پر لے آئی ہے وہ رافع یا شہاب احمد دونوں میں سے کس کا انتخاب کرے۔ عطیہ عمر کا افسانہ کبھی کبھی اچھا لگا۔ پپی برتھ ڈے بھی اچھا لگا۔ اگر اپنی شریک زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں کی پروا کی جائے تو گھر جہنم بننے سے بچ جاتے ہیں۔ تسنیم منیر کا افسانہ میرے چارہ گر کو نوید ہو عمدہ کاوش تھی۔ بلقیس جہاں کے افسانے ناگن میں زرقہ کی بے راہ روی نہایت افسوس ناک تھی۔ شیریں حیدر نے ہمیشہ کی طرح اچھا لکھا۔ بشریٰ گوندل کی تحریر چاند ہر جائی ہے مناسب تھی۔ عظمیٰ آفاق نے اچھوتا موضوع چنا۔ بعض اوقات مرد حضرات اپنی انا کا پرچم بلند رکھنے کے لیے اپنی شریک حیات کو درست کاموں سے روکتے ہیں مگر سلمیٰ بیگم نے چھپ چھپا کر لوگوں کی مدد کی اور آخر کار آصف صاحب مان گئے۔ کاش عظمیٰ آفاق باقاعدگی سے لکھا کریں۔ رضوانہ پرنس نے بھی اچھا لکھا۔ نیلوفر عباسی نے معین اختر کی یاد میں عمدہ مضمون تحریر کیا۔ خوشبو کا سفر میں اس دفعہ بڑا اچھا موڑ آیا ہے۔'' (شکریہ)

مسز فرح امجد لاہور سے۔ ''سب سے پہلے نئے سلسلوں کی بات کروں، کون کیا کر رہا ہے اور کہاں سے بہت اچھے سلسلے شروع کیے ہیں۔ میری طرف سے مبارک باد۔ ایک تھی نیناں اور شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں، دونوں ہی زبردست ناولز شروع کیے ہیں۔ میری طرف سے شیریں حیدر اور راحت وفا کو بہت شکریہ۔ اتنے اچھے ناول لکھنے پر اور خاص طور پر ذکر کروں گی میں چاندنی میمونہ خورشید کا ناولٹ بہت خوب صورتی لیے ہوئے ہے اور آپی عذرا رسول کی کھٹی میٹھی باتیں بہت ہی مزہ لیے ہوئے تھیں، پڑھ کر بہت لطف آیا۔'' (نوازش)

قمر نسیم الحق جھنگ سے ''سب سے پہلے پاکیزہ کھول کر عذرا جی اور معراج صاحب کا انٹرویو پڑھا اور جیسے جیسے پڑھتی گئی، دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دیا میں نے تو۔ ان کے ہنستے بستے گھر کو کس کی نظر لگ گئی۔ اتنی لونگ، کیئرنگ شوہر کا اس طرح ہو جانا اور اس پر عذرا جی کی مستقل مزاجی سے ان کے لیے اپنی خدمات کا وقف ہونا، آج تک پاکیزہ میں اس طرح کی کہانی تو پڑھی ہی نہیں تھی۔ ہمیں کیا پتا تھا کہ پاکیزہ کے سربراہ کی اپنی ایک الگ اور اتنی درد بھری کہانی ہو گی۔ بہرحال پورے تین دن اور تین راتیں آنکھوں کے آگے تصاویر اور انٹرویو کے الفاظ آتے رہے اور دل خون کے آنسو روتا رہا اور ان کے لیے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلتی رہیں کہ اے میرے خداوند قدوس! آپ عذرا اور معراج صاحب کو پہلے والی خوشیاں دوبارہ لوٹا دیں اور معراج صاحب کو صحت و تندرستی عطا فرما کر ان پر اپنا خاص کرم کر دیں آمین۔ ٹائٹل پر خوب صورت آنکھوں اور کمان بھنوؤں والی لڑکی بہت اچھی لگ رہی تھی۔ مجھے کچھ کہنا ہے میں آپ نے مجھ میں ہشاشیت بشاشیت واپس بھر دی ہے۔ میں جو کام سے تھک جاتی تھی، اب نئی لگن اور محبت سے دوبارہ ہر کام جوش و خروش سے کرتی ہوں کہ واقعی کام نہ ہوں تو ہم لوگ تو پھر گئے کام سے۔ دین کی باتیں معلومات میں بے حد اضافے کا باعث بنیں۔ شیریں حیدر کی کاوش زبردست جا رہی ہے اور اس کہانی میں تو اماں کی بیٹیوں کے نام کافی دلچسپ لگے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Konect.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

الماس، روبی، نیلم، فیروزہ، یاقوت، زمرد، مرجان واہ واہ دل خوش ہوگیا پتھروں کے ناموں پر لڑکیوں کے نام پڑھ کر۔ اگر ملنا نہیں ہمدم میں کافی تیزی سے تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں اور یہ ڈاکٹر جبیں میرا خیال ہے کہ ثریا جبیں ہوگی۔ بلقیس جہاں کی ناگن تو بڑی خطرناک نکلی، ایسی ناگنوں سے اللہ تعالیٰ ہمارے گھروں کو محفوظ رکھے، آمین۔ میں چاندسی میں میمونہ صاحبہ نے ایک طرف اعلیٰ خاندان اور اچھی روایات کے لوگوں کا بالکل ٹھیک نقشہ کھینچا ہے اور نیناں کی زندگی بہت مشکلات کا سامنا کررہی ہے، دیکھیں اس کی قسمت کس کے ساتھ جاگے گی۔ عظمیٰ آفاق سعید کا نام پڑھ کر دل بلیوں اچھلنے لگا کہ چلو عظمیٰ جی نے پھر افسانوں کے میدان میں چھلانگ لگا ہی دی اور واقعی آصف صاحب کے ارادے کی ایسی تیسی پھیر دی، اچھی کاوش تھی عظمیٰ جی کی۔ عالیہ بخاری کے خوشبو کا سفر بڑی خوب صورتی سے جاری ہے۔'' (شکریہ)

آمنہ فاروق راجا 'ڈلوال سے ''آنٹی 'عذرا رسول کا انٹرویو بہت اچھا لگا۔ دل سے دعا نکلی کہ خدا تعالیٰ ایسا چاہنے والا شوہر ہر کسی کو دے، آمین۔ ان کی جوڑی بہت زبردست ہے۔ سلسلے وار ناول خوشبو کا سفر پڑھ کر اب تو سمیعہ پر بہت غصہ آرہا تھا..... روما کے ساتھ بہت اچھا ہوا اور زارا اور ہارون کو اس کی اصلیت کا جلد پتا چل جائے۔ اس ماہ کے سب ناولٹ، افسانے اچھے لگے، روحانی مشورے پڑھ کر ایمان تازہ ہوجاتا ہے۔ کرن شہزادی فرام بہاول نگر کو شادی کی بہت بہت مبارک ہو ان کے لیے بے حد دعائیں۔'' (نوازش)

فریدہ جاوید فری 'لاہور سے ''جون کا پاکیزہ ملا۔ اس میں عذرا رسول کے انٹرویو کا دوسرا حصہ پڑھا، واقعی رشک آتا ہے ان پر۔ وہ بے حد خوب صورت ہیں اور معراج صاحب کی محبتیں پڑھ کر اچھا لگا' ان کو کسی کی نظر نہ لگے اور وہ یونہی زندگی کی بہاریں سمیٹتی رہیں۔ ان کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ اور ہونہار بنائے اور معراج بھائی کو لمبی زندگی دے اور صحت سے نوازے، آمین۔ اس مرتبہ تمام افسانے اور ناولٹ..... بہت اچھے لگے، صائمہ اکرم کا تبصرہ پڑھ کر بے حد اچھا لگتا ہے اور ہنسی بھی آتی ہے۔ عظمیٰ آفاق کی تحریر ایسی کی تیسی بے حد پسند آئی۔ آج کل طبیعت بہت خراب ہے۔ گرمی بھی بہت لگتی ہے ہارٹ کی پرابلم ہے، بہنیں صحت کے لیے دعا کریں' شکریہ۔'' (بہنیں آپ کے لیے ضرور دعا کریں گی۔ بے فکر رہیں)

سدرہ یاسین 'سرگودھا سے ''سرورق اچھا لگا۔ پھر آپ کی سبق آموز باتیں پڑھتے ہم سیدھا مجھے کچھ کہنا ہے..... تک جا پہنچے۔ یہ حقیقت ہے آنٹی جی کہ ہمیں کوئی کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو، کوئی کتنا ہی پیارا ہو مگر اس کا بھی ہر وقت کاٹوہ میں رہنا اور پیچھے پڑے رہنا اچھا نہیں لگتا۔ بس جلد از جلد جان چھڑانے کا جی چاہتا ہے۔ ہمیں خود پر بھی غور کرنا چاہیے کہ کہیں ہمارا شمار بھی ایسے لوگوں میں تو نہیں.....؟ لبنیٰ عروج کی دل بے تاب پڑھی، موضوع پرانا تھا..... پھر بھی رشتے ناتوں اور پیار و جذبات کے سمندر میں ہلکورے لیتی تحریر نے مزہ دیا۔ شازیہ چوہدری کی تحریر شامل کر کے آپ نے بہت اچھا کیا۔ اب وہ ہم میں نہیں مگر ان کی تحریروں کی بدولت وہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے، آمین۔ ثنا منظر نے حقیقت بہت خوب صورت انداز میں بیان کی۔ راحت وفا کے ناول کی اگلی قسط کا انتظار رہے گا۔ شیریں آنٹی آپ کی تو بات ہی اور ہے، میں آپ کی تمام تحاریر بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ جلترنگ میں چھوٹے بڑے خواب کو خوب انجوائے کیا۔'' (شکریہ)

فرح طاہر 'لاہور سے ''2002ء سے پاکیزہ مستقل طور پر پڑھنا شروع کیا جب میرے ابو ناہید

سلطانہ اختر کے ناول منتہا کی پہلی قسط بہت جوش سے پڑھ رہے تھے۔ وہ ناہید صاحبہ کی تحریر کے اس وقت کے قائل ہیں جب میں پیدا بھی نہیں ہوئی تھی۔ اب بات ہوجائے مئی 2011ء کے رسالے کی۔ اگر ملنا نہیں ہمدم پڑھی۔ رافع اب ارسلہ کے قریب آرہے ہیں مگر اتنے سالوں بعد قدرت کی ستم ظریفی پر افسوس ہوا کہ وہ کئی سال پہلے ایک دوسرے کو کیوں چھوڑ گئے۔ بہرحال، اگر ذکیہ آنٹی انہیں اسی وقت ملا دیتیں تو ناول کیسے چلتا۔ موصوفہ میری پسندیدہ رائٹرز میں سے ایک ہیں پھر شیریں حیدر کا دیہاتی ناول پڑھا جس کی ابھی ابتدا ہی ہے، اس لیے کوئی رائے قائم نہ کرسکی۔ خوشبو کا سفر بھی خراماں خراماں چل رہا ہے۔ چوتھائی کلومیٹر فی گھنٹا سے بڑھنے والے اس ناول کی رفتار کا اندازہ تو اس کی پہلی قسط سے ہی ہوگیا تھا۔ سلسلے وار ناولوں کے بعد ابتدائی صفحات پر موجود طویل تحریر پڑھی۔ دل بے تاب لاابالی لڑکیوں کے لیے نہ صرف ایک ہدایت کا ذریعہ ہے بلکہ بہنوں اور ماں کے پیچھے لگنے والے شوہروں کے لیے بھی باعث عبرت ہے۔'' (اس محفل میں خوش آمدید۔ تبصرے کا شکریہ)

جبیں ہاشمی 'بھیرہ سے ''پاکیزہ کی جتنی تعریف کریں کم ہے۔ آپ کی ہر بات ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ انجم آپی آپ نے جب بھی کچھ کہا ہے، زبردست کہا ہے۔ اس دفعہ آپ نے ہمیں زندگی کی بہت خوب صورت حقیقت سے آگاہ کیا ہے کہ ہمیں اپنی ضروریات وخواہشات کی تکمیل کے لیے سخت محنت کرنی چاہیے اور کاہل لوگ محنت ومشقت کے بغیر زندگی سے لطف اندوز نہیں ہوسکتے۔ چلتے چلتے عذرا جی کے مہکتے ہوئے باغ میں پہنچ گئے۔ ان کی باتوں کی خوشبو کے حصار میں گم ہوگئے، اچانک دل پر غم کے بادل چھا گئے جب انہوں نے معراج رسول کی بیماری کا ذکر چھیڑا۔ عذرا جی کو اداس دیکھ کر ہم بھی اداس ہوگئے۔ دل سے دعا ہے کہ معراج صاحب کو اللہ رب العزت جلد از جلد صحت یاب کرے اور انہیں لمبی عمر عطا کرے، آمین اور ذیشان کے سر پر باپ کا سایہ اور آپ کے سنگ وہ تاعمر رہیں، آمین۔ عذرا جی آپ ایک مخلص بیوی، اچھی ماں ہیں اور یقیناً اچھی ساس بھی ہوں گی اور اتنے اچھے اور پیارے لوگوں کو خدا دکھ کیسے دے سکتا ہے۔ ہاں آزمائش ضرور لیتا ہے۔ اگر ملنا نہیں ہمدم، ذکیہ بلگرامی زبردست موڑ پر ہے۔ میرا خیال ہے ارسلہ کو شہاب کے پروپوزل کو قبول کرلینا چاہیے۔ کبھی کبھی افسانہ، عطیہ عمر پسند آیا۔ ایک تھی نیناں، راحت وفا، خوشبو کا سفر عالیہ بخاری، افسانے سب اچھے ہیں۔'' (شکریہ)

عروج ذکی آفندی 'کراچی سے ''مجھے کچھ کہنا ہے میں آپ کی رائے سے سو فیصد متفق ہوں کہ آج کل لوگوں کا محبوب مشغلہ صرف یہی ہوتا ہے کہ دوسرا کیا کررہا ہے یہ جانے بغیر کہ خود کتنے پانی میں ہوتے ہیں۔ آپ سے ایک عدد معصوم سی گزارش ہے کہ کوئی چھوٹا موٹا انعامی سلسلہ شروع کریں تاکہ مزید لوگوں کی دلچسپی بڑھے۔ لبنیٰ عروج کا ناولٹ بہت پسند آیا کیونکہ اینڈ اچھا تھا اور اصلاحی مقصد تھا اب ان سے معلوم کریئے گا پریشے کا مطلب، نیا اور یونیک سا نام ہے۔ میمونہ خورشید کی میں چاندسی کہانی ابھی کچھ پردے میں ہے کہانی تھوڑی کھلنے میں باقی ہے۔ پیٹ اور کوکھ بھی حقیقت سے قریب ترین کاوش تھی' اچھی لگی۔ کون کیا کررہا ہے کا سلسلہ بھی بہت اچھا لگا نت نئی خبریں ہمیں اس صورت میں ملیں' ویل ڈن، زبردست' جلترنگ میں دونوں خاکے پسند آئے۔ پہلی بات تو چھوٹے بڑے خواب تو حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ اکثر گھرانوں میں رشتے ناتے اسی طرح جوڑے جاتے ہیں۔'' (شکریہ)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فرحت جمال کراچی سے۔"لبنیٰ عروج کی دل بے تاب خوب صورت تحریر تھی۔ سیما یاسمین کی میں ادھوری تحریر کافی حساس تھی۔ رضوانہ پرنس کا ناولٹ قربتوں کی دوری بہت شاندار جارہا ہے۔ شیریں حیدر کے ناول شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں، کی دوسری قسط بھی بہت اچھی رہی۔ شمیم فضل خالق آپ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ ہلکے پھلکے انداز کی یہ تحریر گاڑی اور گھر والی کافی دلچسپ تھی۔ ایک تھی نیناں راحت وفا کی تحریر خوب جارہی ہے۔ میمونہ خورشید کی تحریر میں چاندنی ارسہ جیسے کردار تقریباً ہر گھر میں ملیں گے۔ پیٹ اور کوکھ۔۔۔۔ اریما علی سید نے اس فرق کو اچھے انداز میں تحریر کیا خوب۔ خوشبو کا سفر بہت زبردست جارہا ہے۔ عالیہ سمیعہ پر اب غصہ آنے لگا ہے۔ خدارا جلد از جلد سمیعہ کی حقیقت پر سے پردہ ہٹائیں، ثنا منظر کی تحریر غرور حسن متاثر کن تھی۔ آئینے ترس جائیں گے اصلاحی تحریر تھی۔ کون کیا کررہا ہے اچھا سلسلہ ہے۔ اف انجم باجی جلترنگ پڑھ کر بہت مزہ آتا ہے۔" (شکریہ)

سیما بنتِ عاصم کراچی سے۔"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ یوں بھی اس خط کے ذریعے آپ تک تو میری بھرپور وضاحت پہنچ ہی چکی ہے اور یہ زیادہ اہم ہے۔ میرے افسانے کرچیاں کی بابت قاری و مصنفات بہنوں کی تنقید میں سب سے پہلے صفحہ اول پر یہ رہی کہ معاذ جو کہانی کا مرکزی کردار تھا، کہانی کی ہیروئن مشعل سے سات سال چھوٹا ہونے کے باوجود ماسٹرز ڈگری تھا جبکہ خود مشعل بی اے فائنل کی اسٹوڈنٹ تھی۔ قاری بہنو! مشعل کے حالاتِ زندگی تحریر کرتے ہوئے میں نے واضح لفظوں میں لکھا کہ وہ موتیلے رشتوں کی عدم توجہی کا شکار تھی۔ شادی کے لیے سب سے پہلے نمبر پر تھی لیکن والدین چھوٹی بہنوں کی شادیاں بھگتا کر اس ضمن میں خود اس کے سر الزام رکھ دیتے یعنی اس کے فرض سے غفلت کے سبب اس کی عمر بڑھ چکی تھی اور میرا لکھا ہوا یہ جملہ کہ جب کرنے کو کچھ نہ رہا تو بی اے کرنے پر تل گئی۔ اس پوزیشن کو واضح کرتا ہے کہ انتظار شادی کا تھا۔ تعلیم تو حسب توفیق حاصل کر ہی لی تھی۔ عقیلہ حق سے میرا تعارف نیا نیا ہے۔ موبائل نمبرز کے تبادلے کے بعد وہ میری دوستوں میں شامل ہو چکی ہیں لیکن تنقید چونکہ پرنٹ ہو کر ہزار قارئین کی نظروں سے گزری ہے اس لیے وضاحت بھی ان سب نظروں تک پہنچانے میں، میں حق پر ہوں نا عقیلہ جی! مجھے اپنی غلطیوں کی نشاندہی میں کوئی عار نہیں لیکن کیا آپ یقین کریں گی کہ مجھے لکھتے ہوئے بارہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے، ان بارہ سالوں میں مجھے پہلی بار تنقید سے واسطہ پڑا ہے۔ عقیلہ جی! مشعل کے بی اے فائنل میں ہونے کی بابت وضاحت تو میں کر ہی چکی ہوں، آپ کا فرمان سر آنکھوں پر کہ ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ گھومنا پھرنا لڑکیوں کے لیے اچھا پیغام نہیں مگر عقیلہ جی! پہلی بار مشعل حادثے کے سبب ٹیکسی میں سوار ہوئی تھی اور اس بات پر کیوں، آج کل گھر گھر میں کیبل، نیٹ جیسی سہولیات میسر ہیں جو لوگوں کو بھٹکانے کا کام بجا طور پر انجام دے رہے ہیں لیکن یہاں شرط ہمارے اپنے معیار کی ہے۔ ہم کس طرح اپنا بچاؤ کرتے ہیں۔ بھٹکنے والے بنا کسی وجہ کے بھی بھٹک ہی جاتے ہیں۔ یہاں بات مشعل کی ہے تو مشعل کو اک اوورایج لڑکی بتایا گیا ہے۔ عقیلہ جی! اک میچور تعلیم یافتہ لڑکی کم از کم زمانے پر اتنی دسترس ضرور رکھتی ہے کہ اچھے برے کی پہچان رکھ سکے اور عورت کی حسیات تو اس معاملے میں نعمتِ خداوندی یا GOD GIFTED کہنا چاہیے کہ وہ بری نظر کو فوراً پہچان لیتی ہے۔ معاذ کے عزائم ناپاک ہوتے تو وہ یہاں تک بڑھاوا دے ہی نہ سکتی تھی۔ عقیلہ جی! لڑکی کا کردار شفاف رہا ہو تب ہی گھر والے بھی اسے ڈھیل دیتے ہیں یا کہیے کہ کسی حد تک آزادی دیتے ہیں اور اک عرصہ عمر کا شفاف گزار کر لڑکی

دوسروں کے اعتماد کی سند تو حاصل کر ہی لیتی ہے نا۔ مشعل کا سابقہ تو پھر بھی مصنوعی رشتوں سے تھا لیکن کسی سطر میں مشعل کے کردار کو نشانہ نہیں بنایا گیا ہے اگرچہ ان رشتوں سے یہ بعید نہیں ہے۔ امید ہے میں خود کو DEFINE کرنے میں کامیاب ہوگئی ہوں گی۔ پلیز مجھے بتانا ضرور۔ آپ کی تنقید مجھے اچھی لگی کہ پہلی تنقید کسی اپنے کی جانب سے آئی ہے۔ مسز عظمیٰ خورشید! آپ کا فرمان سر آنکھوں پر کہ میں صرف مختصر افسانے لکھا کروں۔ اک ادنیٰ سی وضاحت ہے کہ میں افسانہ مختصر ہی لکھتی ہوں جو مجھے پہلے سے پڑھتے ہیں وہ یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ شارٹ افسانہ میری پہچان ہے۔ اسی لیے بارہ سال کے طویل عرصے میں گزشتہ سال پاکیزہ میں شائع ہونے والا میرا ناولٹ پاکیزہ کے لیے پہلا ناولٹ تھا۔ انجم آپا تصدیق کردیجیے پلیز..... تعریف ہو کہ تنقید مصنف کے لیے اسپرٹ کا کام دیتی ہے۔ افسانہ شائع ہونے پر جہاں تعریفی کالز اور خطوط موصول ہوتے ہیں وہیں تنقید کسی بھی قاری کے مصنف سے رابطہ بڑھانے کا موجب بنتی ہے۔ میرے افسانے کو جنہوں نے کالز پر سراہا ان سے میں نے کرچیاں کی بابت وہیں عرض کردیا تھا کہ یہ مکمل افسانہ نہیں ہے خصوصاً معاذ کو پیش آنے والا حادثہ ایسی سچائی پر مبنی ہے۔ جس نے مجھے جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ آپ سب قاری و مصنفین بہنیں مجھے دل سے عزیز ہیں خصوصاً شگفتہ شفیق کا تو میں شکریہ ادا کر ہی نہیں سکتی جو میرا ہر افسانہ بطور خاص پڑھ کر مجھے کال کر کے تبصرہ یا دوسرے لفظوں میں کہیے کہ پیٹھ ضرور ٹھونکتی ہیں۔ انجم آپا! نہ نہ کرتے کرتے بھی خط طویل ہوگیا۔ اس لیے اجازت مگر خط دیر سے سہی پرنٹ ضرور کردیجیے گا۔ میرے بارہ سالہ قلمی کیریئر کی عزت کا سوال ہے۔ اپنا خیال رکھیے گا۔" (نوازش)

فصیحہ آصف خان ملتان سے۔"آپ کا کیا کہنا، میں تو ہر وقت خود کام میں جتی رہتی ہوں اور بہت انجوائے کرتی ہوں۔ خالی ذہن شیطان کا گھر بن جاتا ہے لہٰذا وقت کو صحیح استعمال کرنا آج کے دور میں از حد ضروری ہے جو کہ تیزی بلکہ بہت تیزی سے گزر رہا ہے اور ہمیں گزار رہا ہے اللہ تعالیٰ کے پاک کلام اور نبی کریمؐ کے انمول ارشادات کے بعد سیدھا خوشبو کے سفر کی طرف بھاگے۔ عالیہ جی اب اسے جلدی سمیٹ دیں۔ سمیعہ کی حرکات کو واضح کردیں سب پر..... تاکہ اس سے ہر کوئی نفرت ہی کرسکے۔ ہارون کو اس کے چنگل سے بچا کر روما کو بھی اندھے کنوئیں میں دھکا دینے سے بچائیں۔ عذرا جی کی باتوں پر مبنی رضوانہ پرنس نے ان سے مزید اگلوایا۔ تصاویر بھی بے مثال رہیں۔ ان کی یادگار باتوں کی طرح۔ عطیہ عمر نے کبھی کبھی لکھ کر بہت سوں کی آنکھیں کھول دیں۔" (شکریہ)

اگست کا شمارہ رمضان، ساون اور یومِ آزادی کے حوالے سے ہوگا۔ ستمبر کا پاکیزہ عید نمبر ہوگا۔ ان دونوں شماروں کے لیے آپ اپنی تحریریں جلد از جلد ارسال کردیں۔

اور اب اجازت دیجیے اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ارضی و سماوی آفات، تمام پریشانیوں اور شیطانوں کے شر سے بچا کر رکھے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ اور عافیت کے ساتھ صرف اپنا محتاج رکھے آمین، ثم آمین۔

دعا گو

آپ کی اپنی باجی

انجم انصار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں بنی دلہن

☆فوزیہ نعیم.....راولپنڈی
پشواز ہر دور کی دلہن پر خوب صورت لگتی ہے

☆شاہین ناز.....کراچی
شرارا دھیا.....دلہن کو مزید خوب صورت بنا دیتی ہے

☆روزی مہر حیدری.....میر پور خاص
ماتھا پٹی ان دنوں فیشن میں ہے اور
دلہن پر اچھی لگتی ہے

☆آصفہ عتیق.....لاہور
جھومر اور ٹیکا.....ماتھے پر اونچا لگا لیں یا نیچا
.....دونوں صورتوں میں دلکش لگا کرتا ہے

☆شفق عامر زیدی
کہنی تک سجی مہندی دلہن کے حسن
میں چار چاند لگا دیتی ہے

☆صائمہ ندیم بیگ.....کورنگی، کراچی
دلہن کے چہرے کی خوب صورتی میں
نتھ.....اضافہ کیا کرتی ہے

☆سیدہ غزالہ عالم.....کراچی
گوٹے اور کرن لگے دوپٹوں کا
رواج اب دوبارہ آرہا ہے

☆عالیہ.....کراچی
دلہن کے سنگھار میں کانچ کی چوڑیاں
علیحدہ ہی بہار دکھاتی ہیں

☆ارم زاہد.....کراچی
دلہن کا سنگھار.....زیورات
کے بغیر ادھورا ہے

☆اصفا فیصل.....کراچی
شادی کسی بھی موسم میں ہو، پھولوں کی
لڑیاں بالوں میں سبھی اچھی لگتی ہیں

☆عقیلہ حق.....کراچی
سیٹ کے ساتھ کا جھومر اور ٹیکا.....
دلہن کو مزید دلکشی عطا کرتا ہے

☆سطوت ثروت.....کراچی
شرمائی، لجائی دلہن.....اب
بہت کم نظر آتی ہیں۔

☆ڈاکٹر انیلا.....واہ کینٹ
گردن اگر لمبی ہو.....تو گلے میں دو سے
زائد سیٹ بھی پہنے جا سکتے ہیں

☆درشہوار مقبول.....کراچی
ولیمے کی دلہن.....اپنا جھومر اور ٹیکا میچنگ کلرز
میں لگائے تو مزید خوب صورت نظر آتی ہے

☆ناجیہ کاشف.....کراچی
کم عمری کا حسن علیحدہ ہی نظر آتا ہے

☆فروا شاہد.....اسلام آباد
حسن کو چاند اور دلہن کو فروا کہتے ہیں

☆صائمہ پرویز.....کراچی ☆دلہن کے ڈبل کمپنیشن
سوٹ پہلے بھی فیشن میں تھے اور آج بھی ہیں

Scan & UL
FIAZ ALFAG
Freedom Kornerr.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دلہن بنتی ہیں نصیبوں والیاں

عظمیٰ آفاق سعید

پیاری بہنو! سب کو عظمیٰ آفاق سعید کا سلام کیا حال ہیں.....؟ کیا کہا ٹھیک ہیں، ویری گڈ سب کو ٹھیک ہی ہونا چاہیے اور اگر کسی کی طبیعت ٹھیک نہیں تو وہ آج ہمارا یہ مزے دار، چٹخارے دار سروے پڑھ کر ٹھیک نہیں بلکہ ٹھاک ہو جائے گی۔ زمانہ آگے جا رہا ہے۔ ہر چیز میں جدت آ رہی ہے۔ رویّے بدل رہے ہیں، برداشت ختم ہوتی جا رہی ہے، صبر کا مادہ لوگوں میں اختتامی مراحل میں ہے۔ خدمت، محنت، عظمت کا نعرہ اب زیادہ تر پرانا ہوتا جا رہا ہے جس کو آج کل کی لڑکیاں کم ہی ہضم کر رہی ہیں۔ سو اسی صورتِ حال پر آج میں نے زیادہ تر پرانی تجربہ کار دلہنوں کو اس سروے میں شامل کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ اپنے تجربے سے ان نئی لڑکیوں کو کچھ بتائیں، مذاق مذاق میں کچھ سکھائیں اور یہ ازبر کروادیں کہ شادی مذاق نہیں، گڑیوں کے کھیل کی طرح زندگی نہیں گزرتی بلکہ

ایک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے۔

اس سروے کی تیاری کے دوران میں کافی مزے دار تجربات ہوئے۔ کافی ساری دلہنیں اس میں شامل ہونا چاہ رہی تھیں۔ کسی نے کہا کہ ہماری شادی کو دو سال ہوئے ہیں کیا ہم بھی جواب دیں۔ میں نے ان سے کہا کہ بہن! ابھی تو آپ نے کچھ دیکھا ہی نہیں..... جیسے بلی کے بچے کی آنکھیں سات دن میں کھلتی ہیں ایسے ہی کسی دلہن کو بھی سات سے دس سال چاہئیں سسرالی ماحول کو سمجھنے کے لیے۔ اسی لیے اس سروے میں جن دلہنوں کی شادی کو دس سال یا اس سے زیادہ کا عرصہ ہوا ہے وہ شریک ہیں۔ کچھ لوگ سوالات سن کر ڈر گئے کچھ لڑ گئے اور کچھ اڑ گئے پھر بھی میں نے ہمت نہ ہاری اور سروے کو مکمل کر کے ہی دم لیا۔ میں شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں دلہنوں کا جنہوں نے بروقت جوابات ارسال کیے جس کی وجہ سے یہ ممکن ہو سکا۔ دلہنوں نے ان مسائل کی طرف بھی نشان دہی کی ہے جس سے آج کے دور کی لڑکی یا تو نبرد آزما ہے یا ہو چکی ہے اور پھر اس کو حل بھی بتا دیا ہے۔ تو آئیں ان سوالوں کے جوابات جانتے ہیں جو ہر ایک دلہن کے دل کی آواز ہے۔

(۱) شوہر کو قابو میں کرنے کا کوئی طریقہ بتائیں؟

(۲) سسرال میں کس طرح اپنی واہ واہ کروائی جا سکتی ہے؟

(۳) نندیں اپنی سہیلیاں اور دیورانیاں، جیٹھانیاں اپنی سکھیاں کیسے بن سکتی ہیں؟

(۴) سسرال والے ہر بات میں کیڑے نکالیں تو ان حالات میں کیا کیا جائے؟

(۵)۔ اپنے تجربات کی بنیاد پر نئی دلہنوں کو پیغام، رائے یا نصیحت؟

ایڈووکیٹ سعدیہ ہما شیخ ..... سرگودھا

(۱) حقیقت تو یہ ہے کہ شوہر ایسا بے لگام گھوڑا ہے جس کو نکیل ڈالنا ناممکن ہے۔ وقتی طور پر حسن کی نکیل ضرور پڑتی ہے مگر ٹھہراؤ شوہر حضرات کی نیچر

سعدیہ ہما شیخ

میں نہیں۔ حسن، ذہانت، وفا، خدمت سب کا صلہ منٹوں میں ندارد۔

(۲) عظمیٰ جی آج تو بڑے اوکھے اوکھے سوال کر رہی ہیں۔ اچھی سسرال قسمت سے ملتی ہے، دنیا میں سب لوگ بُرے نہیں۔ اچھائی برائی کا سنگم تو رہے گا۔ واہ واہ تو آپ کی بھی ہوگی جب آپ اپنی ذات کی نفی کر کے سسرال کی زندگی جینا شروع کر دیں۔ ان کی تمام فرمائشیں خوشدلی سے پوری کریں۔ ویسے بھی ایک اندھی، گونگی اور بہری بہو بن کر دیکھیں واہ واہ کے ڈونگرے نہ برسیں تو ہمیں کہیے گا۔

(۳) دوستی ایک ایسا جذبہ ہے جو کسی بھی رشتے میں ڈیولپ ہو سکتا ہے مگر اس کے لیے خلوص اور صاف نیت کا ہونا ضروری ہے۔ نند اور جیٹھانی کے رشتے میں سے حسد اور رقابت نکال دی جائے تو اچھی سکھیاں بن کر رہا جا سکتا ہے۔ مختصراً یہ کہ کینہ اور بغض کی عینک اتار کر دیکھیں گے تو سب اچھا لگے گا۔

(۴) دل تو چاہتا ہے ایسی سسرال کو توپوں کے آگے کر دوں اور اپنے کرائے کے تمام داؤ پیچ ان پر استعمال کروں مگر ہائے رے حسرت ہم ایسا کر نہیں سکتے پھر میاں جی کے وار کون سہے گا۔ بہرحال اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آپ بے زبان گائے کی طرح زندگی گزار دیں۔ قربانی بھی ایک حد تک دینی چاہیے، نہ چاہتے ہوئے بھی اپنا گھر بچانے کے لیے عورت کو حالات برداشت کرنے پڑتے ہیں مگر ضروری ہے آپ اپنا پوائنٹ آف ویو رکھیں، اپنی ذات کی ہرگز نفی نہ کریں اس کا اثر آپ کے بچوں کی شخصیت پر بھی پڑے گا۔

(۵) میرا تجربہ تو یہی کہتا ہے کہ شوہر کو قابو میں کرنے کے گر آزمانے کے بجائے اسے space دیں۔ جو چیز آپ کی ہے وہ کوئی نہیں لے سکتا اور جو آپ کا نہیں وہ کسی حربے سے آپ کا نہیں ہو سکتا۔ ہاں راہِ راست پر آنے کی دعا ضرور کی جا سکتی ہے۔ شوہر کی جاسوسی بھی نہ کریں اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

نازیہ منور (خاتونِ خانہ)

(۱) شوہر نہ تو شیر ہوتا ہے اور نہ خرگوش جسے مخصوص طریقے سے قابو کیا جاتا ہے اور اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

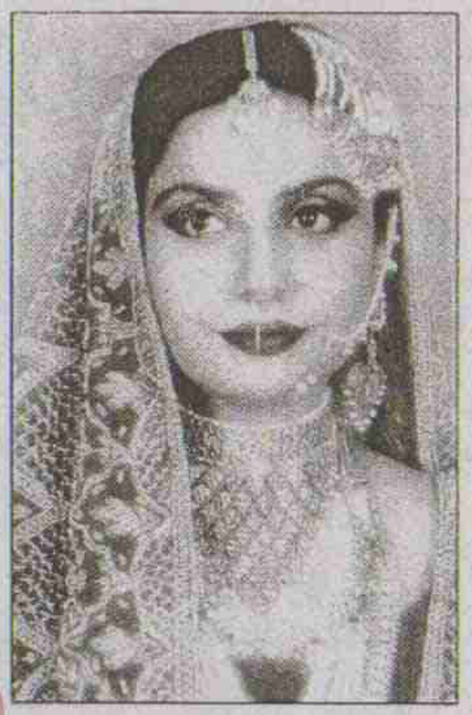

نازیہ منور

لیے کوئی فارمولا بھی نہیں ہے۔ مجازی خدا پر ایسے حربے آزمانے بھی نہیں چاہئیں، یہ عورت کی زندگی کا سب سے مضبوط اور دلبرداشتہ ہوتا ہے۔ میرے خیال میں یہ آپ کی اپنے شوہر سے ذہنی ہم آہنگی اور مثبت رویے پر مبنی ہے کہ اگر آپ اپنے شوہر کے مزاج اور شخصیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے درست موقع پر بات کریں گی تو یقیناوہ آپ کی کوئی بات نہیں ٹالیں گے۔

(۲) سسرال میں ہونے والی تنقید بزرگ رشتے داروں کی طرف سے اصلاح ہوتی ہے۔ یہ بہو کو معتبر اور محترم بنانے کے لیے ہوتی ہے اس پر کھلے دل سے عمل کرنا چاہیے۔

(۳) رشتوں کا احترام ہی ان کی پہچان بناتا ہے۔ شوہر، ساس، سسر کے علاوہ دیگر سسرالی رشتے بھی احترام اور رکھ رکھاؤ مانگتے ہیں۔ نند، بھابی، دیورانی، جیٹھانی اسی صورت میں ایک دوسرے کی بہتر رفیق بن سکتی ہیں اگر وہ ایک دوسرے کی عمر اور مرتبے کے مطابق اخلاق اور تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے ایک دوسرے سے پیش آئیں۔ اسی طرح خاندان کو یکجا کرنے والا ماحول بن جاتا ہے۔

(۴) ایک دلہن اپنے سسرال میں ہمیشہ اکیلے آتی ہے، اس کو چند دن کی واہ واہ نہیں چاہیے نہ ہی یہ نمائشی رشتہ ہوتا ہے۔ مزاج میں استحکام، سمجھ میں تحمل، برداشت سے وقتی واہ واہ نہیں ہوگی بلکہ یہ واہ واہ اس کے اپنے بچے بھی بڑے ہونے تک کریں گے۔

(۵) صبر اور برداشت کا فارمولا اپنائیں یہ ایک ایسا پل صراط ہے جس کا راستہ ہے تو دشوار مگر ایک دفعہ سر ہو گیا تو جنت آپ کی ہے۔

سعدیہ رئیس (افسانہ نگار)

(۱) شوہر کو قابو میں کرنے کا کوئی خاص طریقہ مجھے نہیں آتا ماسوائے اس کے کہ شوہر کی عزت کی جائے۔ اسے اہمیت دی جائے اور اس کی ہر جائز بات مانی جائے پھر اپنی منوانے کے لیے کوئی خاص محنت نہیں کرنی پڑتی۔ ضد بحث سے معاملہ ہمیشہ گمبھیر ہوتا ہے اس لیے تحمل اور نرمی کا برتاؤ رکھنا چاہیے اور اہم بات یہ ہے اچھی لڑکیاں شوہر کو قابو میں کرنے کے بارے میں نہیں بلکہ اس کے دل میں گھر کرنے کے بارے میں کوشش کرتی ہیں اور دل میں گھر کرنے کے لیے محبت، صبر اور سمجھوتا بے حد ضروری ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ میاں بیوی گاڑی کے دو پہیے ہوتے ہیں، دونوں کا ساتھ رواں ہونا ضروری ہوتا ہے۔ خدانخواستہ شادی شدہ زندگی کوئی میدانِ جنگ تو نہیں کہ ایک دوسرے کو

قابو کرنے اور حاوی ہونے میں گزاری جائے اور وہ بیویاں جو شوہر کو قابو کر کے رکھنا چاہتی ہیں ان سے معذرت کے ساتھ عرض کروں گی کہ وہ اپنے شوہر کو سرکس کا شیر یا پھر مداری کا بندر سمجھتی ہیں کہ جیسے چاہا اپنے اشارے پر چلا دیا۔

(۲) اگر آپ کی لمبی چوڑی سسرال ہے تو پھر واہ واہ بہت مشکل ہے کیونکہ دس افراد کا دس قسم کا مزاج ہوتا ہے۔ توقعات الگ الگ ہوتی ہیں، اس لیے سب کو خوش رکھنا کافی مشکل ہے اور میں تو اس بات کی قائل ہوں کہ اپنی ذمے داری اور کام صلے سے بے پروا ہو کر کرنا چاہیے۔ کسی بھی کام کا اچھا صلہ بڑی مشکل سے ملتا ہے پھر یہ بات بھی ہے کہ جتنی زیادہ توقعات وابستہ کی جاتی ہیں پھر اتنا ہی زیادہ دکھ بھی سہنا پڑتا ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اپنے اردگرد کے لوگوں کی باتوں، طعنوں اور تیوریوں پر توجہ ہی نہ دیں اور اپنے کام سے کام رکھیں۔ اگر پڑھی لکھی، سمجھدار سسرال ہوگی تو آپ کی خدمتوں اور کوششوں کو یقینا سراہا جائے گا اور اگر وہی روایتی سسرال ہوگی جہاں اوچھے حربے اور ہتھکنڈے آزمائے جاتے ہوں تو فوراً سمجھ لینا چاہیے کہ ان تلوں میں تیل نہیں۔ وہاں خواہ کتنی ہی جان مار لو دال نہیں گلتی اس لیے واہ واہ کی تمنا بے سود ہے۔

(۳) اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ اگر سسرال مہذب، سلجھی ہوئی اور باوقار ہے تو اچھے اخلاق، باہمی ربط اور محبت و اپنائیت سے نندیں اور دیورانیاں، جیٹھانیاں بھی سہیلیاں بن جاتی ہیں لیکن اگر سسرال والے کم ظرف اور پست ذہنیت کے ہیں تو وہاں جھوٹ، چغلیوں اور جھوٹی الزام تراشیوں سے ماحول کے ساتھ سب کے دل بھی خراب ہوتے ہیں اور آپس کے تعلقات میں کشیدگی آجاتی ہے۔ ایک دوسرے کی عزت اور احترام سے دوستانہ ماحول قائم ہوسکتا ہے۔

(۴) اس کا سب سے بہترین حل صبر اور ضبط ہے ساتھ میں یہ کوشش بھی کرنی چاہیے کہ جو تنقید ہم پر ہو رہی ہے اس کی اصلاح کر لی جائے اگر وہ تنقید بے جا ہے تو پھر ایسی صورت میں معاملے کو حکمتِ عملی سے سلجھانے کی کوشش کرنی چاہیے پھر بھی بات نہ بنے تو ایسی صورت میں ایک چپ سو سکھ والے مقولے پر عمل کرنا چاہیے۔ لڑ جھگڑ کر کوئی بھی معاملہ حل نہیں ہوتا بلکہ ٹیڑھا ہی ہو جاتا ہے۔ خوشگوار ازدواجی زندگی کے لیے ضروری ہے کہ ایسی باتوں کی بالکل پروا نہ کریں۔ اپنے شوہر کے اعتماد کو مضبوط رکھیں پھر کوئی آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔

(۵) نئی دلہنوں کو میری یہ رائے ہے کہ شوہر کے مان اور محبت کو ہمیشہ برقرار رکھیں۔ شوہر کو چراغ کا جن سمجھ کر قابو کرنے کے بجائے پیار محبت سے اسے اپنا بنائیں۔ شوہر سے وابستہ رشتوں کا احترام کریں۔ جلد بازی اور بے صبری سے کام نہ لیں۔ شادی کرنا آسان مگر نبھانا بہت مشکل ہے۔ دل میں گھر کرنے کے لیے ایک طویل عرصہ اور ریاضت درکار ہوتی ہے مگر دل سے اترنے میں ایک لمحہ ہی لگتا ہے اس لیے بہت سے مواقع پر اپنی خواہشات اور خوابوں سے بھی دستبردار ہونا پڑتا ہے اور اپنے بچوں اور اپنا گھر بسانے کے لیے سمجھوتا بھی کرنا پڑتا ہے۔

شگفتہ شفیق (ممتاز شاعرہ)

(۱) شوہر کو قابو میں کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ آپ خود شوہر کے قابو میں چلی جائیں تو بس آپ کا شوہر آپ کا ہی رہے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شگفتہ شفیق

نہیں ہوتیں تو دل ٹوٹ جاتے ہیں اور ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ زندگی گزارنا زیادہ مشکل کام ہے۔ اپنے اور دوسروں سب کے لیے ہمیشہ خدا سے نیک ہدایت طلب کریں۔ انشاءاللہ زندگی اچھی گزرے گی۔

فریدہ خانم (قاری) یو اے ای

(۱) کیا پوچھ لیا عظمیٰ، یقین کرو تمہارے سوالات بھی انجم باجی کے جلترنگ سے کم نہیں ہیں۔ بھئی سیدھی سی بات ہے کہ گھر کا پلا ہوا شوہر قابو میں نہیں آتا باہر کا پلا ہوا قابو میں پھر بھی آجاتا ہے۔

(۲) امید پہ دنیا قائم ہوتی ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کی صرف امید ہی کی جاسکتی ہے شیخ چلی کی طرح۔ میرے خیال سے قسمت والی ہوتی ہیں وہ لڑکیاں جن کے سسرال والے انہیں سراہتے ہیں۔

(۳) ایک دوسرے کو space دیں۔ سوار ہونے کی کوشش نہ کریں۔ یہ تو سب نے سنا ہے نا کہ قدر کھو دیتا ہے روز روز کا آنا جانا..... سو اپنے کام سے کام رکھیں اور خوش رہیں۔

(۴) دیکھیں یہ کیڑے برساتی مچھر ہیں۔ کوئی ڈائناسور نہیں جن سے گھبرایا جائے۔ وقت کے ساتھ یہ مچھر ختم ہوجائیں گے اور ماحول پھر خوشگوار ہوجائے گا۔

(۵) سب سے اچھے دل سے ملیں۔ سسرال اور آپ کوئی انڈیا پاکستان نہیں۔ جو ہر وقت لڑ ہی سکتے ہیں۔ یہ دوست بھی بن سکتے ہیں جو آپ بن کر دکھائیں۔ آپ ایک مثال قائم بھی کررہی ہیں اپنے بچوں کے لیے کیونکہ یہ یاد رکھیں جو بھی آپ آج کررہی ہیں وہ کل آپ کے ساتھ بھی ہوگا۔ ایسی لیے ہر ایک کے لیے اچھا سوچیں۔ چاہے بدلے

میں اچھا ملے یا نہیں۔ اس کا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیں۔

عائشہ دانش

(بیگم ڈائریکٹر اینٹی کرپشن کراچی)

(۱) شوہر، شوہر پر بات ہوتی ہے۔ جن کو شروع سے لگامیں لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ تو سیدھے ہوسکتے ہیں، باقی نہیں، ہم اس تجربے میں بالکل کورے ہیں۔

(۲) پہلے ان لوگوں کے نام بتائے جائیں

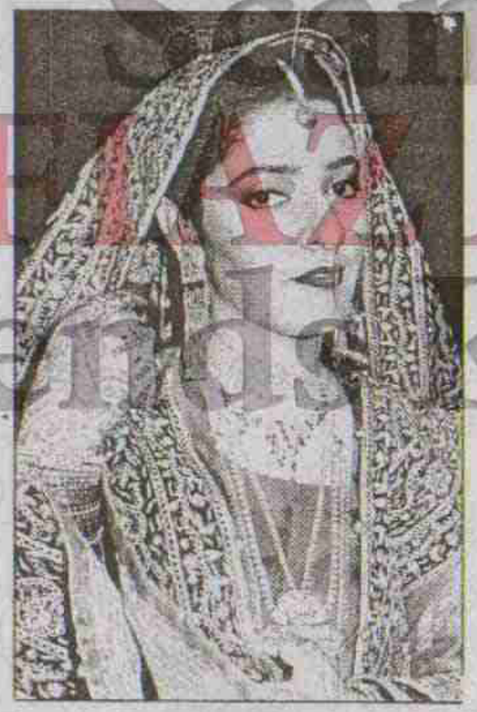

عائشہ دانش

جن کی واہ واہ ہوئی ہو۔ ان کو ہار پہنائے جائیں اور انہی سے پوچھا جائے۔

(۳) ایک دوسرے کی کاٹ میں نہ رہیں۔ پیٹھ پیچھے برائیاں نہ کریں۔ لوگوں کے بھڑکانے میں نہ آئیں۔ ہمیشہ اچھا دماغ استعمال کریں۔ عقل سے کام لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ نندیں وغیرہ آپ کی دوستیں نہ بنیں۔

(۴) صبر سے کام لیں اور اچھے وقت کا انتظار کریں۔ آپ کا وقت بھی آئے گا اور آپ کا نمبر بھی آئے گا۔

(۵) بس زبان بند رکھیں اور آنکھیں اور کان کھلے رکھیں۔

عنبرین ندیم

(روحِ رواں عنبرین بیوٹی سیلون طارق روڈ)

(۱) تھوڑا عرصہ جو شوہر کہے وہ مانتی رہیں ویسے قابو میں آنے کے لیے انتظار کم سے کم دس سال کا ہے۔

(۲) ویسے تو یہ کام مشکل کافی ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ اچھی سسرالیں نہیں ہوتیں مگر عام طور پر تعریفیں کرتی ہوئی سسرالیں شاذونادر ہی پائی جاتی ہیں۔ اپنا کام ایمان داری سے کرتی رہیں اور نتیجے کی پروا چھوڑ دیں۔

عنبرین ندیم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

(۳) نندوں کا تو مجھے تجربہ نہیں کیونکہ میری کوئی نند نہیں ہے۔ ہاں جیٹھانیوں کے بارے میں بتا سکتی ہوں۔ عزت دیں اور عزت پائیں۔ بڑوں کو بڑا بنا کر رکھیں اس سے وہ خوش بھی ہوتے ہیں اور دوست اور مہربان بن جاتے ہیں۔

(۴) یہ ایسے کیڑے ہیں جو کسی بھی دوا سے نہیں مرتے ان کیڑوں کا علاج حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔ سو انہیں بڑھنے پلنے دیں تاکہ بعد میں یہ انہی کو کاٹ لیں۔

(۵) بہنو! برداشت..... برداشت اور صرف برداشت قول سنا ہے نازباں شیریں ملک گیری۔ چکنا گڑھا بن کر رہیں۔ زبان بند رکھیں، کان اور آنکھیں کھلی رکھیں۔ صبح صبح چاروں قل اور آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر پھونک مار لیا کریں۔

امبر مسرت

امبر مسرت (ماہرِ کک)

(۱) اپنی ساس کو قابو میں کریں، بیٹا خود بہ خود قابو میں آجائے گا۔ ساس کو قابو کرنا بہت آسان ہے کہ ان کی خدمت کریں۔ جنت بھی کمائیں اور دنیا بھی آسان بنائیں۔

(۲) کام، کام اور صرف کام۔ قائداعظم کے قول پر عمل کریں۔ کامیابی ایک نہ ایک دن شاید قدم چومے گی۔

(۳) عزت سے عزت ملتی ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ آپ تو کہیں ہنس کے دوسرے کو لگے کس کے۔ معاملات تبھی خوشگوار چلتے ہیں جب دونوں طرف ہنسی ہو، پیار ہو، اپنائیت ہو۔

(۴) صبر سے کام لیں کیونکہ ساس بھی کبھی بہو تھی سو آپ کا بھی دن آئے گا۔

(۵) اپنے میاں کی ہاں میں ہاں ملائیں۔ وہ کچھ بھی کہے اس کے ساتھ ہمیشہ قدم سے قدم ملا کر چلیں۔ دلوں کی رنجشیں، کدورتیں اور نفرتیں سمت پالیں۔

اقلیم فاطمہ (معلّمہ ماما پارسی اسکول) کراچی

(۱) میرے حساب سے تو ذہن میں یہ سوچ ہونی ہی نہیں چاہیے کہ شوہر کو قابو کیا جائے۔ ہاں البتہ شوہر کی نظروں میں اپنی اہمیت بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی کسی بات کو کبھی رد نہ کریں اور اس سے وابستہ ہر چیز سے محبت کریں۔ وہ خود بہ خود آپ کے قابو میں آجائے گا۔

(۲) ہر بات کو مثبت انداز میں سوچیں اور سسرال والوں کی عزت کریں انہیں کسی طرح کم تر نہ سمجھیں تو سسرال میں آپ کی واہ واہ ہوگی۔

(۳) اگر تو نندیں چھوٹی ہیں تو انہیں سہیلیاں بنانا مسئلے کا حل ہے اور اگر بڑی ہیں تو ان سے اچھے

اقلیم فاطمہ

طریقے سے پیش آئیں۔ ان کا خیال رکھیں، وقتاً فوقتاً تحفے تحائف کا سلسلہ جاری رکھیں۔ یہی کچھ دیورانی، جیٹھانی کے ساتھ بھی کریں۔

(۴) انہیں نظر انداز کریں اور منفی کے بجائے مثبت سوچ رکھیں۔

(۵) نئی دلہنیں ایک نئی زندگی شروع کرنے جارہی ہیں۔ ذہن میں ایسا کوئی خیال نہ آنے دیں کہ میں شادی کے بعد کچھ دن کے لیے سسرال جارہی ہوں اور پھر ایک الگ گھر ہوگا میں، میرا شوہر اور میرے بچے..... نہیں بلکہ یہ سوچ کر جائیں کہ وہاں میں مستقل قیام کروں گی اور زندگی کو آسان سے آسان تر بناؤں گی۔ وہاں سب لوگ آپس میں ماں، بیٹا، بہن، بھائی کا رشتہ رکھتے ہیں وہ لوگ غیر، اجنبی یا دشمن نہیں۔

ہما بیگ (مصنفہ) کراچی

(۱) سب سے پہلے تو بیویاں اپنے میاں کی پسند و ناپسند کو جانیں۔ اس کے..... بعد اپنے آپ کو اسی حساب میں ڈھال لیں۔ دیکھیں میاں کوئی مداری کا بندر تو ہے نہیں کہ آپ اسے اپنے قابو میں کرلیں گی۔ وہ میاں ہے سو قابو میں مشکل سے ہی آتا ہے۔ برداشت کا مادہ زیادہ رکھیں۔

(۲) سسرال میں قدم جمانے کے لیے ایک عرصہ درکار ہوتا ہے۔ وہ مثل یاد رکھیں کہ آدمی گڑ نہ دے گڑ جیسی بات کرے سو اس مثل پر عمل کرتے ہوئے بہترین اخلاق کا مظاہرہ کریں۔

ہما بیگ

(۳) ان کی دوست بنیں اور ان کو یہ تاثر دیں کہ آپ سے اچھی ہمدرد ان کی پہلے کبھی نہیں تھی۔ ایک دوسرے کے خلاف محاذ نہ بنائیں۔ ان کے راز حاصل کریں اور پھر اچھے رازدار بنیں۔

(۴) ان کیڑوں کو مارنے کی کوئی ترکیب

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کریں۔ حوصلہ کبھی بھی نہ ہاریں۔ جذباتی مت ہوں۔ وقتی چیزیں وقت گزرنے کے ساتھ ٹھیک ہوجاتی ہیں یا تو ہم ان کے عادی ہوجاتے ہیں یا پھر سامنے والا ہماری عادت ڈال لیتا ہے۔

(۵) یہ اچھا سوال ہے۔ دیکھیں شادی ایک ایسی سمجھوتا ایکسپریس کا نام ہے جس کو ہر دم چلتے رہنا چاہیے۔ جہاں یہ ہلکی ہونے لگے وہیں اس میں خدمت اور محبت کا ایندھن ڈال دیں۔ یہ پھر سے رواں دواں ہوجائے گی۔ یہ تو تھیں سمجھانے کی باتیں اب کچھ کرنے والی باتیں ہوجائیں۔ میاں کو تیار بیوی اچھی لگتی ہے یعنی شام کو آپ ماڈل گرل والی لک دیں۔ اسے اچھا کھانا بھی چاہیے تو ایک شیف کا لک بھی ضروری ہے۔ اسے خدمت گزار بیوی بھی چاہیے یعنی آپ ایک خادمہ سی بھی نظر آئیں۔

شائستہ عزیز

چپ سو سکھ کے مصداق صرف اور صرف صبر کریں کہ آپ کی خاموشی اک دن آپ کی فتح بن جائے گی۔

(۵) زندگی اور سسرال کو اپنی آنکھ اور دل سے دیکھنے اور جانچنے کی کوشش نہ کریں ورنہ یہ دونوں آپ کو نچا کر، گھما کر رکھ دیں گی خود کو زندگی اور اس سے وابستہ رشتوں میں ڈھالیں کہ زندگی اور سسرال دونوں ہی بڑی ظالم شے ہیں، غلطیاں معاف نہیں کرتے۔ شوہر کے دل پر جب ہی راج کریں گی جب اس کے گھر والوں کے دل کو اپنی مٹھی میں کرسکیں یہ ستر سالہ تجربہ کار سنیاسی باوا کا مشورہ ہے آگے آپ کا نصیب۔

شبانہ وحید (تبصرہ نگار) پنجاب

(۱) شوہر ویسے تو بے قابو ٹائپ کی چیز ہوتی ہے لیکن چند باتیں ایسی ہیں جس سے اس چیز

شائستہ عزیز (افسانہ نگار)

(۱) شوہر کے دل اور جیب پر کڑی نظر رکھیں محبوب آپ کے قدموں میں۔

(۲) حسن اخلاق، صبر، برداشت اور درگزر وہ ہتھیار ہیں جو کبھی کند نہیں ہوتے۔ زنگ آلود نہیں ہوتے ان ہتھیاروں سے سسرال کی ہر لڑائی جیتی جاسکتی ہے۔

(۳) بہت ہشیار ہوں اپنی لڑائی آپ کرتا ہوں میں دل کی بات مگر دیوار پر لکھا نہیں کرتا۔

سوائے دل کی باتوں کے ہر بات ان سے شیئر کریں۔ دوستوں کے واسطے بھی دلربا ہوجاؤ گے۔

(۴) اگر پڑ جائے عادت آپ اپنے ساتھ رہنے کی

یہ ساتھ ایسا ہے کہ انسان کو تنہا نہیں کرتا۔ ایک

(شوہر) کو قابو کیا جاسکتا ہے۔ اپنے شوہر کی خوب تعریف کریں۔ وہ وہ خوبیاں اس میں ٹانکیں جو اس میں کیا اس کی سات نسلوں میں دور دور تک نہ پائی جاتی ہوں۔ میاں کے سامنے اس چیز کا برملا اظہار کریں کہ میں دنیا کی خوش قسمت ترین عورت ہوں جس کو آپ جیسے آدمی کا ساتھ میسر آیا۔ آپ کے سر میں درد ہو رہا ہے کیا..... کیا بات ہے بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہیں، سر میں تیل لگادوں۔ اتنا تھوڑا سا کھاتے ہیں آپ جیسا چڑیا (حالانکہ گینڈے کی طرح کھاتے ہوں) ٹائپ کے جملے ہر وقت میاں کے سامنے بولتی رہیں۔ اپنی محبت کا کبھی کبھی عملی اظہار بھی کریں جیسے گلے میں بانہیں ڈال کر، جوتے موزے اتار کر، پیر دبا کر وغیرہ (اب ہر وقت نہیں جیسے سر سامنے بیٹھے ہوں تو گلے میں بانہیں ڈال دیں) یہ کام کمرے میں کرنے کے ہیں، ان سب کاموں کے بعد یہ چیز قابو میں نہ آئے تو کہنا۔

(۲) سسرال میں ہر ایک سے بڑھ کر ملیں۔ گھر آنے والے قریبی سسرالی رشتے داروں کو اپنی طرف سے کھانے تک رکنے کا اصرار کریں۔ اپنی ساس کی خدمت کریں۔ جیسے ان کے کپڑے استری کردیے۔ ان کے بستر کی چادر بدل دی ان کے کپڑے تہ کردیے وغیرہ۔ خدمت میں ہی عظمت ہے۔

(۳) سازشوں، چالاکیوں، مکاریوں اور بدگمانیوں سے بچیں کیونکہ یہ سب چیزیں کسی بھی رشتے کی دھجیاں بکھیر سکتی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ بالکل بھی چالاکی نہ کریں آج کل جو چالاک نہیں ہے پاگل ہے۔ سو چالاکیاں کریں مگر چوبیس گھنٹے والی نہیں۔ (اسٹار پلس والی نہیں) اچھی بات یہ ہے کہ اپنے کام سے کام رکھیں، فالتو جھگڑوں اور باتوں میں ٹائم ضائع نہ کریں، نندیں بھاوجیں ایک دوسرے کو تحفے دیں، اس سے بھی محبت بڑھتی ہے۔

(۴) کبھی بھی سسرال والوں سے منہ ماری نہ کریں۔ پڑھے لکھے اور باشعور گھرانے کی لڑکیاں کبھی بھی کسی بھی جگہ اپنے میکے والوں کو رسوا نہیں کرتیں کہ لڑکیوں کی کسی بھی حرکت سے ان کے گھر والوں کو باتیں سننی پڑیں۔ اگر کوئی کچھ کہتا ہے تو کسی سے کچھ نہ کہیں۔ اگر شکایت کرنی ہے تو کمرے میں اپنے میاں سے کریں، وہ جاکر معاملہ سلجھائے خود کبھی بھی جواب نہ دیں بلکہ ایسی بن جائیں جیسے آپ نے کچھ سنا ہی نہیں، مسکرا کر بات ختم کردیں۔

(۵) دیکھیں، ایک نئی مرغی بھی اگر بھرے دڑبے میں ڈال دی جائے تو پرانی مرغیاں شروع میں اسے خوب ٹھونگیں مارتی ہیں اکثر تو اسے لہولہان کردیتی ہیں لیکن تھوڑے دنوں بعد سب ایک ساتھ دانہ چگ رہی ہوتی ہیں۔ سو سسرال آنے والی نئی دلہن اور نئی مرغی میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ شروع کے چند سال ہر لڑکی کے لیے ذرا سخت ہوتے ہیں کیونکہ اپنے گھر سے نکل کر دوسرے ماحول میں ایڈجسٹ کرنا آسان نہیں ہوتا لیکن بہادر اور سمجھ دار لڑکیاں وہ ہوتی ہیں جو ہر ماحول میں ایڈجسٹ ہوجاتی ہیں۔ کسی بھی مشکل میں ہار ماننا تو بہت آسان ہے مزہ تو تب ہے جب آپ پریشانی میں جیت کر دکھائیں۔ ختم کرنا بہت آسان ہے مگر جوڑے رکھنا کافی مشکل ہے۔ بس میری دعا ہے کہ اللہ ہر لڑکی کو اپنے گھر میں آباد اور جوڑے رکھے، آمین۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میری شادی کا احوال

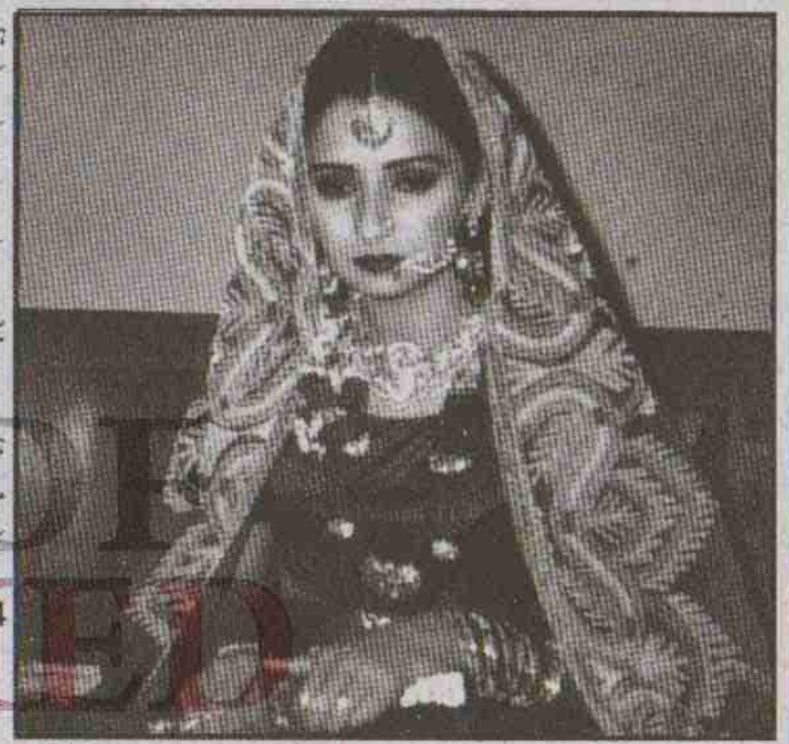

ہماری شادی نومبر 1999 کو ہوئی۔ 20 ستمبر کو شادی کی ڈیٹ فکس ہوئی۔ ہمارے ہاں ڈیٹ فکس کرنے کے لیے بھی پوری برادری جمع ہوتی ہے۔ محترم طاہر صاحب ہمارے سیکنڈ کزن اور میری بڑی باجی کے دیور بھی ہوتے ہیں۔

4 نومبر کو ابٹن کی رسم تھی عصر کے بعد یہ رسم ادا کی گئی۔ اس کے بعد جناب

تھوڑی سی پریشانی شروع ہوگئی کیونکہ دولھا محترم کی جاب اسلام آباد میں تھی اور وہ ابھی تک تشریف نہیں لائے تھے تب موبائل عام نہیں تھے اور دیہات ہونے کی وجہ سے پی ٹی سی ایل فون بھی نہیں تھا..... خیر جناب کچھ دیر بعد خبر ملی کہ جناب طاہر صاحب تشریف لا چکے ہیں تو سب کے چہروں پر رونق لوٹ آئی اب شام کو روزانہ ڈھولکی ہوتی۔ میری بہنیں نایاب رفعت اور چندا بھی شریک ہونے جاتیں۔ میری پیاری بھابی جو کہ میری نند بھی ہوتی ہیں، ثانیہ جی خوب خوب حال سناتیں۔ 6 نومبر کو تمام مہمان آگئے چونکہ سب رشتے دار قریب ہی رہتے ہیں اس لیے مہندی کے دن آئے۔

میری بہت پیاری دوست جو کہ اب ایک قابل ڈاکٹر اور میری بھابی ہیں، فرزانہ بہت پُرجوش اور ہر وقت میرے ساتھ تھیں مہندی کی رسم میں یہاں دولھا کو سونے کا بھاری ہار اور سرخ دوپٹہ کچھ دیر کے لیے پہنایا جاتا ہے جو کہ میری بہنوں کو اچھا نہیں لگا۔ رات گئے فنکشن ختم ہوا۔ اگلے دن صبح ہی کو میری بیسٹ فرینڈ سمیہ آگئی تو بس پھر تو مجھے کوئی اور نظر نہ آیا، میں گھر پر تیار ہوئی گولڈن میرون لہنگا تھا۔ 4 بجے برات آئی۔ 4:30 نکاح ہوا اور جناب نایاب نے دودھ پلائی کی رسم کی، چندا نے ساتھ دیا اور نیگ لیا۔ میرے ابو اور امی ابھی سے اداس ہونا شروع ہو چکے تھے اور ماحول اتنا اداس ہو گیا کہ طاہر صاحب سمجھے کہ شاید آج بغیر دلہن کے جانا پڑے گا۔ بس جناب پھر مغرب کے وقت رخصتی ہوئی۔

تحریر: نایاب عروج۔ علی پور اضلع مظفر گڑھ

کون کیا کر رہا ہے

مہتاب خان

اداکارہ آسن

بھارتی اداکارہ آسن کا کہنا ہے کہ میں نے خانز سے بہت کچھ سیکھا۔ انہوں نے ایک انٹرویو

میں کہا کہ میں خود کو خوش قسمت سمجھتی ہوں کہ مجھے خانز کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ میں نے خانز کے ساتھ کام کر کے بہت کچھ سیکھا۔ میں نے عامر خان کے ساتھ فلم 'گجنی' سلمان کے ساتھ 'لندن ڈریمز'، 'ریڈی' اور اب شاہ رخ خان کے ساتھ کام کر رہی ہوں۔ میرے ان سب سے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ مجھے انڈسٹری میں سلمان نے بہت سپورٹ کیا ہے، ہم دونوں نے فلم ریڈی کی شوٹنگ کے دوران بہت انجوائے کیا ہے۔ انہوں نے عامر خان کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا کہ وہ دورانِ شوٹنگ بہت زیادہ سنجیدہ ہوتے ہیں۔

کرینہ کپور

کرینہ کپور، ایشوریا رائے بچن کے بعد دوسری بالی وڈ اداکارہ ہیں جن کا مومی مجسمہ لندن کے مادام تساؤ میوزیم کی زینت بنے گا۔ مادام تساؤ کی انتظامیہ کے مطابق کرینہ کے پرستاروں کی ایک بڑی تعداد نے ای میلز اور خطوط کے ذریعے درخواست کی کہ ان کا مومی مجسمہ میوزیم کی زینت بنایا جائے اور یہی وجہ ہے کہ اب بالی وڈ گیلری میں امیتابھ بچن، شاہ رخ خان، رہتک روشن اور ایشوریا رائے کے بعد اب کرینہ کپور کا مجسمہ بھی نظر آئے گا۔ کرینہ کپور جو آج کل عامر خان کے ساتھ ایک فلم کی شوٹنگ میں مصروف ہیں تاہم وہ جلد ہی لندن روانہ ہو رہی ہیں جہاں وہ تساؤ میوزیم کی انتظامیہ سے ملاقات میں اپنے مجسمے کی تیاری کے معاملات پر بات کریں گی۔

سلمان خان

سپر اسٹار سلمان نے شادی کی خواہش کا اظہار کر دیا ہے۔ انہوں نے اپنی شریکِ حیات کے لیے سادہ فطرت اور گھر کو سنبھالنے والی لڑکی کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اس سلسلے میں سلمان کا کہنا ہے کہ کوئی بھی انسان صرف اس وقت ہی کامیاب ہو سکتا ہے اگر اس کے پاس اچھی خاندانی اقدار ہوں۔ انہوں نے کہا کہ وہ کامیابی کے لیے خاندانی اقدار کو کسی دوسری چیز سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ شادی کے لیے آئیڈیل لڑکی کے بارے میں انہوں نے کہا کہ وہ ایسی شریکِ حیات کے خواہش مند ہیں جو اچھی، سادہ

Scan & PDF FIAZ AHMED
Friends Kolachi.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فطرت اور گھر کو سنبھالنے والی ہو۔

شاہ رخ خان

شاہ رخ خان کا کہنا ہے کہ ماضی کی دو بھارتی فلمی ہیروئن ان کی ابتدائی محبت تھیں اور وہ دل و جان سے ان پر مرا کرتے تھے۔ شاہ رخ خان نے

بتایا کہ وہ اداکارہ ممتاز اور سائرہ بانو پر بچپن ہی سے فدا تھے اور ان پر فلمائے ہوئے گانوں پر ڈانس کرنا ان کا معمول تھا۔ اس سوال پر کہ موجودہ اداکاراؤں میں وہ کس پر فدا ہیں تو شاہ رخ خان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ اب وقت بدل گیا ہے اب اداکارائیں ان پر فدا ہوتی ہیں۔

کرشمہ کپور

کافی عرصہ فلمی سرگرمیوں سے دور رہنے کے بعد کرشمہ کپور نے ایک بار پھر شوبز کی چکا چوند میں واپس آنے کا فیصلہ کرلیا۔ اداکارہ کرشمہ شادی کے بعد اداکاری سے دور اور گھریلو مصروفیات سے قریب ہوگئی تھیں تاہم وقت ملتے ہی اب وہ ایک بار پھر فلمی دنیا میں قدم رکھنے کا ارادہ کر چکی ہیں۔ اس سلسلے میں وہ کافی پُرجوش ہیں۔ مختلف فلم پروڈیوسرز سے ان کی ملاقاتیں جاری ہیں اور شیڈول طے کیا جارہا ہے ان کے مقابل اکشے کمار، سلمان خان ہیرو کا کردار ادا کریں گے۔

فلم تھور

دنیا بھر کے فلمی شائقین سُپر ہیروز کے کردار کے دیوانے ہیں چاہے وہ سپر مین ہو، بیٹ مین ہو یا اسپائیڈر مین یہ سپر ہیروز کامک بکس میں بھی نظر آتے ہیں کارٹونز میں بھی اور ہالی وڈ فلموں میں بھی۔ اسی پسند کو مدِنظر رکھتے ہوئے امریکی ہدایت کار کینتھ نے ایک اور کامک بک سپر ہیرو پر شاندار فلم تیار کی ہے جو اس وقت دنیا بھر میں سپر ہٹ ہو رہی ہے۔ فلم تھری ڈی ٹیکنالوجی میں ریلیز ہونے کے باعث تھور کے ایکشن مناظر دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں اور فلم بین ایسا محسوس کرتے ہیں کہ جیسے وہ فلم میں موجود ہوں۔ تھور کی خوب صورتی اس کی شاندار منظر کشی، لاجواب اداکاری اور بہترین ہدایت کاری میں پوشیدہ ہے جس کی وجہ سے یہ ایک متاثر کن آرٹ پیس بن کر سامنے آئی ہے۔ تھری ڈی ایفیکٹس کی وجہ سے ایکشن مناظر نہایت جاندار ہیں جو دیکھنے والوں کو لاجواب تفریح فراہم کرتے ہیں۔ تھور کا کردار ادا کرنے والے اداکار کرس ورتھ کی پرفارمنس لاجواب ہے۔

ارباز خان اور ملائیکہ اروڑا خان

اداکار و پروڈیوسر ارباز خان نے ان خبروں کی تردید کی ہے جن میں کہا جارہا تھا کہ ان کے اور

ملائیکہ اروڑا کے درمیان کچھ کھٹ پٹ ہوگئی ہے۔ ارباز کا کہنا ہے کہ وہ اور ملائیکہ ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اور بہت خوش ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ تمام باتیں جو ان کے اور ان کی بیگم کے بارے

میں علیحدگی کے حوالے سے کی جارہی ہیں، ان میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان کو اپنے ازدواجی تعلقات کے بارے میں میڈیا کو صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

قاضی واجد

ٹی وی کے سینئر اداکار قاضی واجد نے کہا ہے

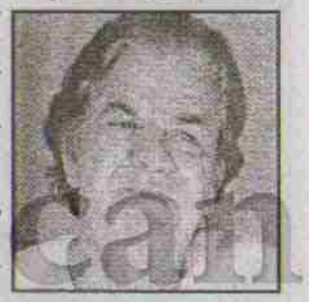

کہ آج ایکٹر کو بڑا بنا دیا گیا ہے جبکہ ڈائریکٹر کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہی۔ ڈائریکٹر کپتان کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں اپنے سے جونیئر ہدایتکاروں کے ساتھ بھی کام کرتا ہوں اور وہ جس طرح کا کام چاہتے ہیں کرتا ہوں۔ قاضی واجد نے کہا کہ جب میں شوبز میں آیا تو میرے گھر والوں کو شدید تشویش لاحق ہوئی کہ میں کس شعبے میں چلا گیا ہوں لیکن اللہ نے مجھے اس شعبے میں جتنی عزت دی میں اس کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ریڈیو پر طویل عرصہ کام کیا ہے اور مجھے معاوضے کا جو پہلا چیک ملا تھا وہ اسی روپے کا تھا۔

رنگیلا

پاکستانی فلم انڈسٹری کے معروف کامیڈین رنگیلا کی چھٹی برسی چوبیس مئی کو منائی گئی اس سلسلے میں ملک بھر کے فلمی حلقوں میں تعزیتی سیمینار اور تقریبات کا اہتمام کیا۔ سعید خان المعروف رنگیلا کا تعلق پختون فیملی سے تھا، وہ انیس سو سینتیس کو افغانستان میں پیدا ہوئے اور بعد میں افغانستان سے ہجرت کر کے پشاور اور پھر لاہور میں مقیم ہوگئے رنگیلا پاکستان کے ایک نمایاں اداکار، صدا کار اور

ڈائریکٹر رہے ہیں۔ انہوں نے ساڑھے چار سو سے زائد فلموں میں کام کیا اور مزاحیہ اداکاری کے اَن مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ رنگیلا نے اپنے فلمی کیریئر کا آغاز انیس سو اٹھاون کو فلم جٹی سے کیا۔ انہوں نے متعدد فلموں میں گلوکاری بھی کی۔ رنگیلا کی منور ظریف کے ساتھ جوڑی فلم کی کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی تھی بعد میں انہوں نے فلم اسٹار ننھا کے ساتھ بھی جوڑی بنائی۔ رنگیلا کی معروف ترین فلموں میں 'میں منجھی کتھے ڈاہواں، ہتھ جوڑی، جگری یار، سنگدل، پگڑی سنبھال جٹا، دوستی، ٹھاہ اور دیگر فلمیں شامل ہیں۔ رنگیلا نے فلم عورت راج اور دور رنگیلے میں بطور پلے بیک سنگر کام کیا۔ انہیں نگار ایوارڈ سمیت متعدد ایوارڈز سے بھی نوازا گیا۔ رنگیلا نے تین شادیاں کیں ان کی آٹھ بیٹیاں اور چھ بیٹے ہیں۔ رنگیلا چوبیس مئی دو ہزار پانچ کو انتقال کر گئے۔

سلمان خان

سلمان خان نے اپنے ہی بھائی سہیل خان کی مخالفت میں ٹورنٹو فلم فیئر ایوارڈ میں شرکت سے انکار کر دیا۔ ان کی دیکھا دیکھی کترینہ کیف اور کرینہ کپور نے بھی جانے سے منع کر دیا۔ سلمان تو جب اپنی کرنے پر آئیں تو اپنے آپ کی بھی نہیں سنتے۔ اب کی بار بھی ایسا ہی ہوا اور سلمان کی ہوگئی اپنے بھائی سہیل خان کے منیجر سے اَن بن جس کے بعد سلمان نے سہیل خان کو انکار کر دیا کہ وہ فلم فیئر ایوارڈ میں پرفارم نہیں کریں گے۔ سلمان کے انکار کے بعد ان

Scan & PDF FIAZ AHMED
FriendsKorner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی دیرینہ دوست کترینہ کیف نے بھی یہ کہہ کر جانے سے انکار کر دیا کہ ان کی فلم کی تاریخ سے ایوارڈ کی ڈیٹ کلیش ہو رہی ہے۔ ساتھ ساتھ کرینہ کپور نے بھی وقت کی کمی کا بہانہ بنا کر جانے سے منع کر دیا۔ کترینہ کا انکار تو سمجھ میں آتا ہے مگر کرینہ نے کیوں منع کیا سمجھ میں نہیں آتا۔

عامر خان

مسٹر پرفیکٹ کہتے ہیں کہ اپنی ہوم پروڈیکشن دہلی بیلی میں آئٹم سونگ کے لیے موزوں لڑکی نہیں ملی تو وہ خود اس میں پرفارم کریں گے۔ عامر کی فلم دہلی بیلی ریلیز ہونے والی ہے مگر اب تک فلم میں آئٹم سانگ کے لیے کسی نئے چہرے کا انتخاب نہیں کیا جا سکا۔ عامر سے جب یہ پوچھا گیا کہ اگر کوئی موزوں لڑکی گانے کے لیے نہیں ملی تو وہ کیا کریں گے تو عامر نے کہا کہ پھر وہ خود اس آئٹم سانگ پر پرفارم کریں گے۔ عامر نے امید ظاہر کی کہ یہ آئٹم سانگ منی اور شیلا سے بھی ہٹ ثابت ہو گا۔ مسٹر پرفیکٹ ذرا خیال رکھیے گا آئٹم سانگ بچوں کا کھیل نہیں اور اس پر پرفارمنس کے لیے ایکسٹریم پرفیکشن کی ضرورت ہوتی ہے۔

امیتابھ بچن

اداکار امیتابھ بچن لندن میں وائس بلاگ لانچ کریں گے۔ اس بارے میں امیتابھ کا کہنا ہے کہ وہ لندن میں وائس بلاگ لانچ کریں گے انہوں نے اس سے قبل انڈیا میں اپنا وائس بلاگ بول بچن

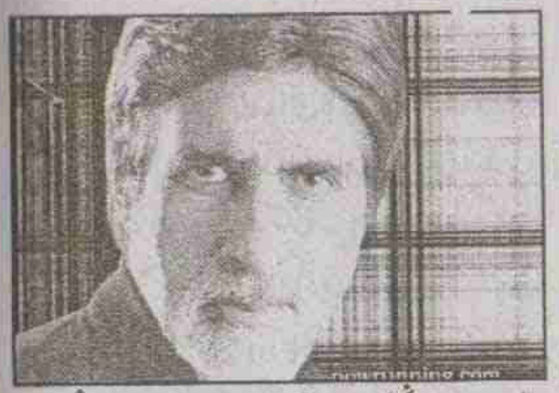

بول..... لانچ کیا تھا جس کا بہت اچھا رسپانس ملا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ انہیں لندن میں اپنے پرستاروں سے رابطہ کر کے بہت خوشی ہو گی۔ انہیں یہاں کے پرستاروں نے بہت اچھا رسپانس دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے یہ مقام بہت محنت سے حاصل کیا ہے اور ہمیشہ اپنے پرستاروں کی رائے کو مقدم رکھا ہے انہیں پرستاروں کی خواہش کے مطابق کام کرنا بہت اچھا لگتا ہے انہیں بلاگ کے ذریعے اپنے پرستاروں سے ان کے مسائل پر بات کرنا بہت اچھا لگتا ہے اور ان کے مسائل حل کر کے انہیں خوشی ہوتی ہے۔

جان ابراہام

جان ابراہام کا رول ماڈل کوئی اور نہیں بلکہ فلموں میں ہر روپ اور ہر عمر کے کرداروں میں حقیقت کا رنگ بھرنے والے مسٹر پرفیکٹ عامر خان ہیں۔ جان ابراہام کا کہنا ہے کہ وہ عامر خان کی فلمی حکمت عملی، تشہیری مہم کے انداز اور اپنے کیریئر کو کامیابی سے آگے بڑھانے کے طریقے سے بے حد متاثر ہیں۔ جان کا مزید کہنا ہے کہ انہوں نے اپنے آئیڈیل کے نقشِ قدم پر چلنے کا فیصلہ کر لیا ہے اب وہ بھی عامر خان کی طرح بھارت اور بیرونِ ملک ایوارڈ شو میں شرکت کرنے سے گریز کریں گے۔

▼▲▼

اے آر وائی ڈیجیٹل

کے خوبصورت پروگراموں کی ناظرین کے دلوں پر حکمرانی

م۔ شاخ

اے آر وائی نیٹ ورک اپنے پروگراموں کے حوالے سے دیگر چینلز کی دوڑ میں اب کافی عرصے سے نمبر ون کی پوزیشن برقرار رکھے ہوئے ہے۔ جب ہماری نگاہ ڈیجیٹل کے پروگراموں پر جاتی ہے تو وہ اپنی مثال آپ ہوتے ہیں۔ گھریلو سطح پر اے آر وائی کے پروگرام اب کافی عرصے سے ناظرین کے دلوں پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ اس کے خوب صورت ڈراموں نے اسٹار پلس کے وجود کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اے آر وائی کے صبح کے کامیاب ترین پروگرام ''گڈ مارننگ پاکستان'' نے دوسرے چینلز کی دوڑیں لگوادی ہیں اور اب ہر چینلز صبح کے پروگرام ترتیب دے رہا ہے۔ یہ اعزاز اے آر وائی کو ہے کہ اس نے مقابلے کی فضا قائم کی ہے۔ آج اے آر وائی کی محفل میں ڈیجیٹل ذوق، میوزک اور کیوٹی وی کے پروگرام شامل ہیں ڈراما سیریل ''روگ'' ایسے خاندان کی کہانی ہے جو ہمیشہ دکھوں کا سامنا کرتا ہے۔ اس سیریل کو تحریر کیا ہے فائزہ افتخار نے جب کہ ہدایت بابر جاوید کی ہیں۔ ڈرامے کے فنکاروں میں آصف رضا میر، شگفتہ اعجاز، فیصل قریشی، محب مرزا، سنبل اقبال، سارہ عمیر یامینہ پیرزادہ، قیصر نقوی، سیمی پاشا، لبنیٰ اسلم، صنم خان، اور امبر شامل ہیں۔ سیریل ''روگ'' ہر ہفتے کی رات آٹھ بجے اے آر وائی سے دکھائی جائے گی۔ دوسری خوب صورت سیریل ''قربت''

FIAZ AHMED
Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ہدایت کار فاروق رند جبکہ اسے تحریر کیا ہے فزا جعفری نے سیریل ''قربت'' ہر منگل کی رات آٹھ بجے دکھائی جائے گی۔ اس کے فنکاروں میں قاضی واجد، بدر خلیل، سکینہ سموں، ریحان شیخ، ناہید بشیر، بنیش چوہان، اسفر رحمان، حسن احمد، نیلم، احسن بلاج، اور نوشابہ شامل ہیں۔ ہماری لاجواب سیریل ام کلثوم جسے ثروت نذیر نے لکھا ہے اور ہدایت کار بابر جاوید ہیں جن کے خاص فنکاروں میں آمنہ شیخ، فیصل قریشی، سیمی خان، نیلم، ایمان طارق، حسن

احمد، سلیم معراج، عصمت زیدی شامل ہیں، یہ سیریل ہر اتوار کی رات آٹھ بجے دکھائی جائے گی۔ پروگرام ''کم خرچ، بالا نشین'' ذوق کے بہترین پروگراموں میں شامل کیا جارہا ہے، اسے طاہرہ متین لکھ رہی ہیں یہ پروگرام تین بجے سے لے کر چار بجے تک بروز منگل سے جمعہ تک روزانہ لائیو دکھایا جاتا ہے۔ طاہرہ متین کا پروگرام ''مینگو فیسٹول بہت کامیاب پروگرام تھا۔ پروگرام ''ویک اینڈ و ناہید انصاری'' ناہید انصاری ہفتہ اور اتوار شام پانچ بجے لائیو پیش کرتی ہیں۔ پروگرام ہوم کوکنگ کو معاہدہ پیر سے لے کر جمعرات تک روزانہ چھ بجے ذوق سے لائیو پیش کررہی ہیں۔ میوزک کے حوالے سے دی میوزک خوب صورت پروگرام آن ایئر کیے جارہے ہیں۔ پروگرام ''ٹاپ ٹن'' کو ہر اتوار کی رات نو بجے کنزہ پیش کررہی ہیں، صبح کے مارننگ شوز میں اے آر وائی نے گڈ مارننگ پاکستان کے حوالے سے بازی جیت لی ہے گزشتہ دنوں (ویڈنگ ویک) شادی ویک کے حوالے سے ندا پاشا نے ایک خوب صورت پروگرام لائیو کیا جسے پورے پاکستان میں بھرپور سراہا گیا اس میں شوبز کی شخصیات نے خصوصی شرکت کی جن میں لاہور

سے سنگیتا اور مدیحہ شاہ نے خصوصی شرکت کی۔ گڈ مارننگ پاکستان ''صبح نو بجے سے لے کر ساڑھے گیارہ بجے تک ندا پاشا لائیو پیش کرتی ہیں جو پیر سے جمعہ تک روزانہ آن ایئر ہوتا ہے پروگرام ''ذوق اے زندگی'' کو پیر سے لے کر جمعرات تک لائیو محبوب خان اور سمیعہ ملک

روزانہ ذوق سے پیش کرتے ہیں۔ کیو ٹی وی سے پروگرام، قرآن'' سنئے اور سنایئے'' کو قاری محمد حسین آرائیں تین بج کر تیس سے لے کر چار تیس تک پیر سے جمعرات تک لائیو پیش کرتے ہیں۔ پروگرام ''حوا کی بیٹی'' رات نو بجے سے لے کر دس بجے تک لائیو پیش کیا جاتا

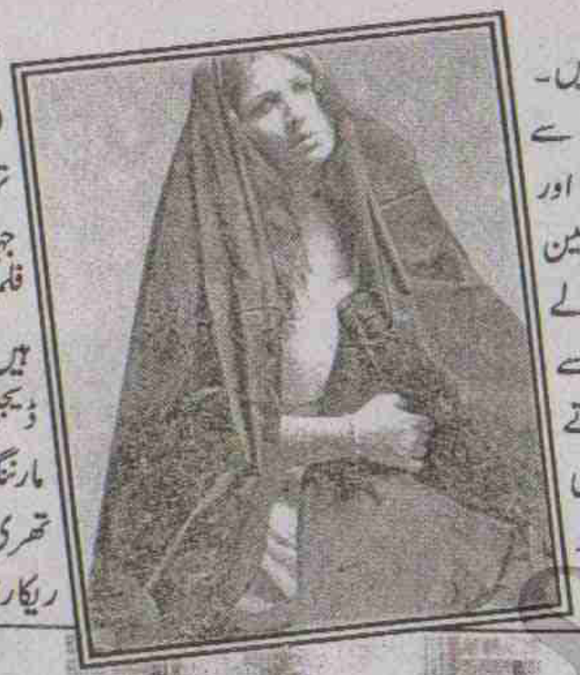

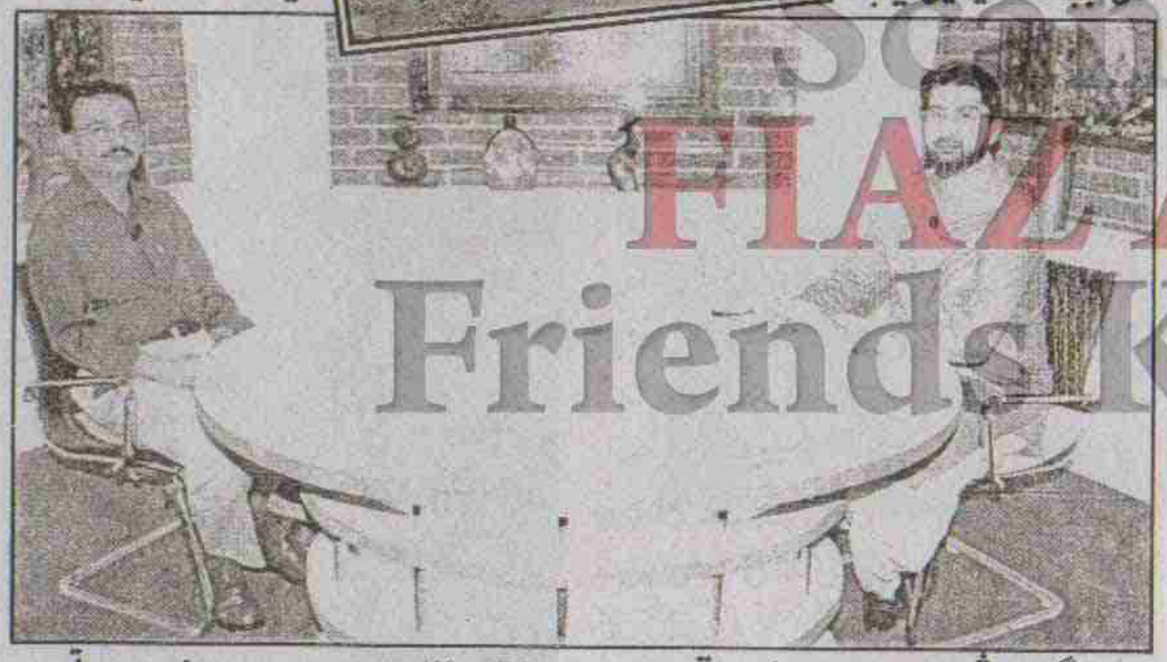

ہے پروگرام روشنی پیر سے جمعرات تک نو تیس سے لے کر گیارہ تیس تک صبح کے اوقات میں سحرش لائیو پیش کرتی ہیں۔ HBo کے رائٹس پاکستان بھر میں اے آر وائی کے پاس ہیں یہاں سے بالکل نئی معیاری انگریزی فلمیں آن ایئر ہوتی ہیں جن میں سینسر کا خاص خیال رکھا گیا ہے اور ان انگریزی موویز کو فیملی میں بہت پسند کیا جاتا ہے بچوں کا چینل Nick Elodeon (1 Nick)۔ 30 سے لے کر 7-30 تک پروگرام پیش کرتا ہے۔ یہ بچوں کا پسندیدہ چینلز ہیں۔ HBO بڑوں کا مقبول ترین چینل بن گیا ہے جہاں سے لوگ اچھی فلمیں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ اے آر وائی ڈیجیٹل کے پروگرام گڈ مارننگ پاکستان اور نچ لے تھری نے مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیے ہیں ''نچ لے تھری'' کامران خان بہت ہی خوب صورتی سے کررہے ہیں جبکہ گڈ مارننگ پاکستان نے صبح کے تمام ہونے والے شوز کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے اور اپنی مقبولیت کو قائم رکھتے ہوئے ''گڈ مارننگ پاکستان'' ناظرین کا من پسند پروگرام ہوگیا ہے جسے خالد ملک سنوار نے اور سجانے میں لگے ہوئے ہیں ندا پاشا نے گڈ مارننگ پاکستان کی مقبولیت کے لیے اپنی پوری صلاحیتیں صرف کی ہیں اور پھر بات ہوگی تو یہی ہوگی کہ اے آر وائی کا نام ہی کافی ہے۔

SCAN & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شادی کا ایک ایک پل

انجم انصار

اپنے بچوں ، بھائی بہنوں کے بچوں .....نندوں ، دیوروں کے بچوں میں کبھی کوئی فرق نہیں ہوا کرتا۔ سب کی خوشیاں سانجھی ہوا کرتی ہیں اور میرا تو میکا بھی بہت ہی مختصر سا ہے مگر اللہ کا شکر اور اس کا احسان ہے کہ محبتیں قائم ہیں۔ بھائیوں کے ساتھ ساتھ ان کے بچے بھی مجھ سے بے حد محبت کرتے ہیں.....ان کی خوشی کا کوئی بھی موقع ہو وہ سب سے پہلے مجھے یاد کرتے ہیں۔ ندا میری پہلی بھتیجی ہے، جب وہ پیدا ہوئی تھی تو ہمارے خاندان میں ایسی خوشی منائی گئی تھی کہ گویا کسی کے ہاں لڑکا ہونے پر منائی جاتی ہو اور اب اس کی شادی میں جانا مجھے ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی ہی نہ ہو..... ہمیشہ کی طرح میرے ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔ آفس کا کام عروج پر چل رہا تھا جس دن ندا کی شادی تھی' اس دن مجھے کراچی میں ایک کتاب کی تقریب میں جا کر مضمون بھی پڑھنا تھا۔ اس کے اگلے دن ریڈیو کے لیے جلترنگ کے خاکے ریکارڈ کروانے تھے۔ ان مسائل سے کیسے نمٹا گیا' یہ نہیں جانتی ہوائی جہاز کا ریٹرن ٹکٹ انٹرنیٹ سے لیا گیا۔ میں اور میرے شوہر 3 مارچ کو اسلام آباد میں تھے۔ اسی شام مہندی کی تقریب تھی جس کا اہتمام ایک خوب صورت سے ہال میں کیا گیا تھا۔ جس کے نگران میرے دوسرے بھائی ڈاکٹر سہیل انصار تھے اور اس تقریب میں دلہن کی قریبی سہیلیوں کے ساتھ صرف گھر گھر کے لوگ موجود

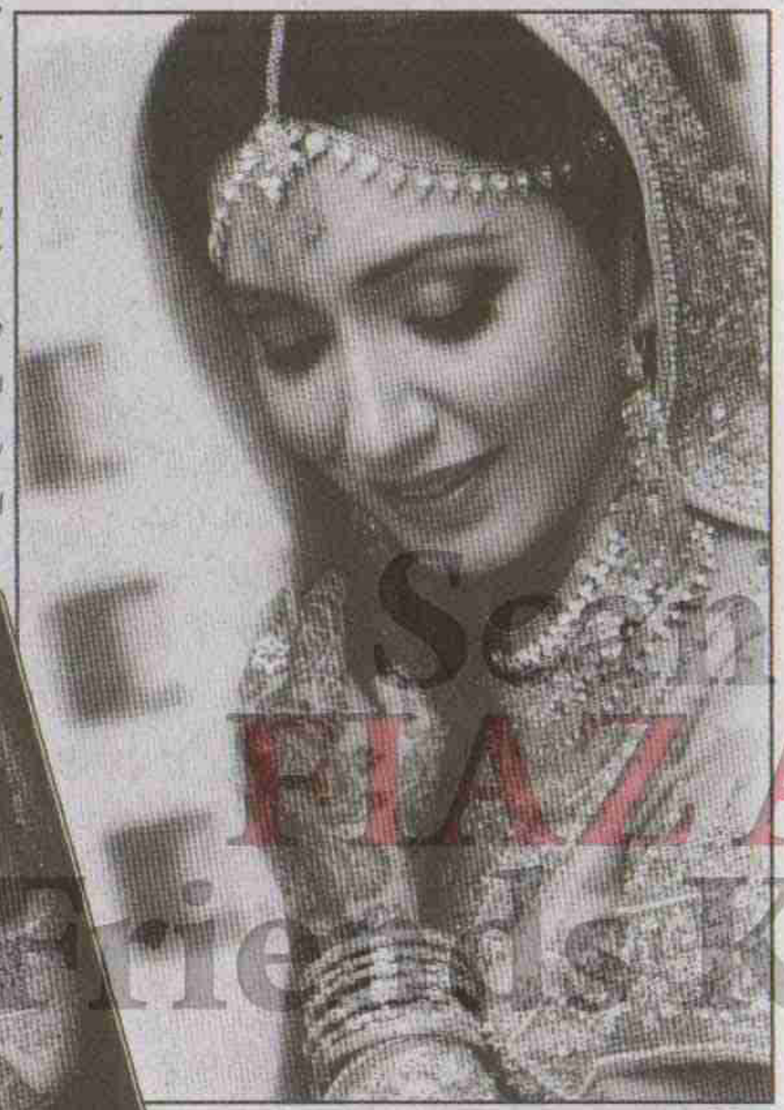

تھے۔ جن کی تعداد مختصر ہونے کے باوجود سو سے تجاوز کر گئی تھی۔ ڈاکٹر ندا ڈینٹل سرجن ہیں اور دلہن کی چھوٹی بہن ڈاکٹر بینش ایم بی بی ایس۔ اس لیے سہیلیاں بھی سب ڈاکٹر ہی تھیں مگر سب نے ڈھول ایسا ہی بجایا جیسے پاکستان کی دیسی لڑکیاں بجایا کرتی ہیں۔ ٹپے بھی گائے گئے اور لڈی بھی ڈالی گئی۔ آج دلہن سبز لباس میں تھی میرے دو بھائی نعیم اور سلیم اس شادی میں شرکت کرنے کے لیے نہیں آسکے تھے۔ اس لیے ان کی کمی کو سب نے ہی محسوس کیا۔ دلہن کی نانی اور ہماری خالہ عابدہ خالہ ان دنوں بیمار تھیں مگر وہ اپنی اسٹک اور بیٹوں، بہوؤں کے سہارے مہندی کی تقریب میں موجود تھیں۔ ہماری یہ عابدہ خالہ بے حد محبت کی ہیں۔ ہم سے گلے ملیں تو خوب دیر تک روتی رہیں، اللہ ان کو صحت دے۔ آج کی اس تقریب میں ہماری دیر تک باتیں اپنے کزن کلیم اختر اور ان کی بیگم نسرین سے بھی ہوتی رہیں۔ ان کی تینوں بیٹیاں ماشاءاللہ اپنے کالجز میں نمایاں ہیں اور بڑی بیٹی تو قائداعظم یونیورسٹی میں پڑھ رہی ہے۔ مہندی کی اس تقریب میں میری بھتیجی عائشہ اورنج ڈریس میں اپنے لمبے بالوں کے ساتھ بڑی نمایاں نظر آرہی تھی۔ میری اس پیاری سی بھتیجی کی عنقریب رخصتی ہونے والی ہے اور یہ اسلام آباد سے امریکا چلی جائے گی۔ ہماری ایک ہی خالہ ہیں وہ اس شادی میں شرکت کے لیے اپنے دو بیٹوں کمال اور فرمان اور تین پوتیوں کے ساتھ آئی تھیں۔ ماریہ، ثانیہ اور ہانیہ نے بھی اپنے گیتوں اور لڈی سے تقریب کو بہت ہی خوب صورت بنا دیا تھا۔ دلہن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا پیارا سا بھائی اور میرا لاڈلا بھتیجا عدنان اپنے کزن سیفی کے ساتھ اپنے اچھل کود والے ڈانس کرتا رہا اور سب کی داد سمیٹتا رہا۔ اس مہندی کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ اس میں ندا کی سسرال سے کوئی نہیں آیا تھا۔ وہ لوگ دولھا کی مہندی اپنے گھر میں کررہے تھے یوں ایک بے تکلفی کی فضا تھی۔ جس کے مہمان خود ہی میزبان تھے۔ ہماری پیاری امی مستقلاً اپنی لاڈلی پوتی ندا کے ساتھ تھیں اور مسلسل اس پر پڑھ کر دعائیں دم کررہی تھیں۔ اس شب اسلام آباد کا موسم بھی سرد تھا اور بارش بھی جاری تھی اور بند ہال میں جگہ جگہ ہیٹر جل رہے تھے۔ کراچی کی گرمی سے آکر یہاں اسلام آباد کا خوشگوار موسم بہت ہی اچھا لگ رہا تھا۔ گرما گرم کھانا اور چائے پی کر سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹے کہ اگلا دن شادی کا تھا۔

شادی کے دن صبح سے ہی سب کی تیاریاں جاری تھیں۔ دلہن تین بجے کے بعد ایک معروف پارلر جاچکی تھی۔ مغرب کے بعد ہمیں دلہن کو لیتے ہوئے ہال پہنچنا تھا اور جب میں نے ندا کو دیکھا تو یکدم حیران رہ گئی..... ماشاء اللہ وہ بے حد خوب صورت دکھائی دے رہی تھی۔ دلہن بن کر اس پر واقعی نکھار آیا تھا۔ اس کا میک اپ بے حد لائٹ کیا گیا تھا مگر اس پر بہت جچ رہا تھا۔ پارلر سے ہوٹل کا راستہ بہ مشکل بیس منٹ کا ہوگا مگر ان بیس منٹ میں پانچ فون ندا کے موبائل پر ان کے مریضوں کے آرہے تھے۔ ڈاکٹر صاحبہ آج کلینک نہیں آئی ہیں..... میں اپنا چیک اپ کس سے کراؤں اور ندا انہیں مشورہ دے رہی تھیں۔ تب میں نے کہا ندا تم بتادو کہ آج تمہاری شادی ہے۔ تم اس وقت بات نہیں کرسکتی ہو مگر ندا کو اپنے تمام مریضوں کا بے حد خیال رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ نئی ڈاکٹر ہونے کے باوجود مقبول بھی ہے اور محبوب بھی کہ ڈاکٹر تو مسیحا ہوتا ہے۔ مریض کی آدھی بیماری تو ڈاکٹر کے اچھے اخلاق سے دور ہوجاتی ہے۔ بہرحال جب ہم ہال پہنچے تو مہمانوں کی آمد ہوچکی تھی۔ 4 مارچ کو بھی اسلام آباد کا سرد ترین موسم تھا مگر ہوٹل گرم تھا۔ کراچی سے آئے ہوئے مہمان بغیر سوئٹرز کے تھے اور اسلام آباد اور پنڈی سے آنے والے مہمان بیس فی صد سوئٹرز میں تھے۔ کراچی میں تاحال براتیں خاصی تاخیر سے آتی ہیں مگر پنجاب میں جلدی آنے کا رواج ہے۔ ندا کی برات جب آئی تو طویل وسیع ہال بھر چکا تھا۔ ماشاء اللہ برات بھی خوب بڑی آئی تھی۔ دولھا نوید شیروانی کٹ سوٹ میں بہت وجیہہ لگ رہے تھے۔ دولھا کی امی، بہنیں اور بھابی بے حد خوب صورت لباس میں تھیں۔ برات میں آنے والی کئی مہمان خواتین پاکیزہ پڑھنے والی تھیں جو ہمارے پاس لپک کر آئیں اور ایسے گلے ملیں جیسے وہ ہمیں برسوں سے جانتی ہوں اور یہ حقیقت بھی ہے پاکیزہ کے قارئین کے ساتھ رشتہ استوار ہوئے بائیس سال ہوچکے ہیں اور آپ کے ساتھ ناتا عزیزوں سے کم نہیں ہے۔ اس شادی میں بہت سی بہنوں کے ساتھ ملاقات ہوئی معذرت خواہ ہوں کہ اس وقت ان بہنوں کے نام میرے ذہن میں نہیں آرہے۔

شادی دو خاندانوں کا ملاپ کہلاتی ہے مگر یہ شادی دو زبانوں کا ملاپ بھی تھی کہ ہم لوگ اردو اسپیکنگ ہیں اور لڑکے والے پنجابی ہیں مگر ہمارے خاندان کی یہ پہلی شادی نہیں تھی۔ اس سے قبل بھی ہماری فیملی میں ایسی شادیاں ہوتی رہی ہیں۔ میری نند آمنہ کے ماشاء اللہ پانچ بچے ہیں تین بیٹیاں اور

دلہن ڈاکٹر ندا اور دولھا نوید سیٹھی... اپنے والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ

دو بیٹے اور پانچوں بچوں کی شادیاں پنجابی فیملیز میں ہوئی ہیں۔ تعلیم کی روشنی اور آگاہی نے سب ہی کے ذہنوں کو وسعت دی ہے۔ نوید سیٹھی کا خاندان ماشاء اللہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد دین دار بھی ہے۔ مجھے اس فیملی کی جو بات سب سے زیادہ اچھی لگی جو میری اپنی فیملی میں بھی نہیں تھی (مگر اب ضرور ہوگی) کہ برات جب آئی تو ہوٹل میں آنے سے پہلے ان لوگوں نے دعا پڑھی اور اندر داخل ہوئے اندر آکر بیٹھے تو دعا پڑھی نکاح کے بعد دعا پڑھی گئی۔ رخصتی کے وقت دعائے خیر ہوئی، دلہن کو گاڑی میں بٹھانے سے پہلے دعائے خیر ہوئی اپنے گھر میں دلہن کے داخل ہونے سے پہلے دعائے خیر ہوئی۔ سبحان اللہ، یہ ہے مسلمانوں کا خوشی منانے کا طریقہ کہ ہر پل اپنے اللہ کو یاد رکھا جائے اور اس کو اپنی خوشیوں کا نگہبان بنایا جائے۔ گیت گانے، لڈی اچھے لگتے ہیں مگر دعا مانگنے سے ایک گہری طمانیت کا احساس ہوتا ہے کہ اب سب کچھ ہم نے اپنے رب سے کہہ دیا جو سارے جہان کا پالنے والا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور وہی ہے جو ہم سب کو خوشیاں عطا کرنے والا ہے اور ہماری خوشیوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔ ہم کہیں نئی جگہ جائیں یا نئے لوگوں میں سیکھنے کا عمل ساری زندگی جاری رہتا ہے اور ہم سب کو اچھی باتیں ایک دوسرے سے سیکھنی چاہیے۔

7 مارچ کی صبح میں کراچی میں تھی مگر اپنی پیاری ندا کی شادی کا ایک ایک پل مجھے بار بار یاد آتا ہے اور میں دعا کرتی ہوں میرا بھائی احمد ندیم میری بھابی ڈاکٹر ناہید ندیم اپنے بچوں کی ہر خوشی اسی طرح دیکھیں اور پیارے بیٹے نوید سیٹھی کے لیے بھی بے حد دعائیں کہ ندا کے ساتھ تم زندگی کا یہ سفر محبت، چاہت اور کامرانی کے ساتھ طے کرو، آمین..... ثم آمین۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاکیزہ ڈائری

عظمیٰ آفاق سعید

حمدِ باری تعالیٰ

تیرے رحم و کرم کا آسرا ہے
ہتھیلی پر دیا جلتا ہوا ہے
گناہوں سے مرا دامن بھرا ہے
بجز اشکوں کے میرے پاس کیا ہے
تری ہی روشنی ہے ساتھ ہر دم
وگرنہ پاس میرے کیا دھرا ہے
میں تیرا نام جب لیتی ہوں دل سے
مقدر پاؤں میرے چومتا ہے
ہے تجھ سے میرا یہ کیسا تعلق
مجھے معلوم ہے تو جانتا ہے

شاعرہ: حمیرا راحت
مرسلہ: صدف بخاری، کراچی

نعتِ رسول مقبول ﷺ

آپ کی مدح کی توفیق جو ارزانی ہو
لفظ قرطاس پہ آجائے تو نورانی ہو
اس کو دنیا سے غرض کیا ہے ملے یا نہ ملے
جس کو محشر میں شفاعت تری مل جانی ہو
میرے کپڑوں پر مرے سر پہ مرے چہرے پہ
خاکِ طیبہ، ترے انوار کی تابانی ہو
قدر و قیمت میں ستاروں سے بھی آگے ٹھہرے
ان کے در پر تری آنکھوں میں اگر پانی ہو
ان کے اوصافِ حمیدہ کے بیاں کی خاطر
مجھ کو وہ طرزِ میسر ہو جو لاثانی ہو
ایسا لمحہ کبھی اوقات کی ترتیب میں ہو
نورِ احمدؐ سے چمکتی مری پیشانی ہو
بارشِ نور میں ڈوبا ہو مدینے کا نگر
نعت کا لہجہ مرا روشنِ خاقانی ہو

شاعرہ: نورین طلعت عروبہ
مرسلہ: امینہ عندلیب، سلانوالی

پیارے نبی ﷺ کے پیارے اقوال

☆ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتے ایک میل دور ہٹ جاتا ہے۔
(ترمذی شریف)

☆ جو شخص کاہن اور نجومی کے پاس جا کر کچھ دریافت کرے اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی۔
(مسلم شریف)

☆ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے ناموں میں بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں۔
(مسلم شریف)

☆ وہ مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا سوئے۔
(مشکوٰۃ شریف بیہقی)

☆ جو عورت اس حال میں انتقال کرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو تو وہ عورت جنتی ہے۔
(ترمذی شریف)

مرسلہ: ریحانہ شہزاد، کراچی

رزق

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا۔ ''اگر کسی کو ایک مکان میں بند کر دیا جائے اور تمام دروازے بند کر دیے جائیں تو اس کا رزق کیسے پہنچے گا؟''
آپؓ نے فرمایا۔ ''جہاں سے اس کی موت آئے گی۔''

مرسلہ: عنبرین اقبال، گاؤں بدر مرجان

شہد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے شہد کی چسکی تین روز سویرے سویرے ہر مہینے لینے کا طریقہ اختیار کیا اسے کوئی بڑی بیماری نہ ہو سکے گی۔ آپ کا بار بار شہد استعمال کرنا ایک نادر طریقہ علاج تھا۔ شہد غیر معمولی منافع کا حامل ہے۔ ان گندگیوں کو جو معدہ یا آنت میں پیدا ہو جائیں صاف کر دیتا ہے، رطوبت کے مخلل ہے۔ جنہیں بلغم کی پیداوار ہو یا سرد مزاج ہو اس میں غذائیت بھرپور ہے۔ طاقت بہم پہنچاتا ہے۔ جگر، سینے کو صاف کرتا ہے۔ پیشاب آور ہے۔ بلغمی کھانسی کو دور کرتا ہے۔ صاف شہد کو پانی میں ملا کر ہلائیں تو باؤلے کتے کے کاٹے کو نفع دیتا ہے۔ اگر جوئیں بالوں میں پڑ گئی ہوں تو وہ مر جاتی ہیں۔ بالوں کو بڑھاتا ہے۔ سرمے کے طور پر لگایا جائے تو آنکھوں کی دھند صاف ہو جاتی ہے۔ دانتوں میں پیسٹ کریں تو چمک اور سفیدی لاتا ہے۔ مسوڑھے مضبوط کرتا ہے۔ رگوں کا منہ کھولتا ہے، ایام کا خون اچھی طرح بہتا ہے۔ نہار منہ چاٹنے سے بلغم ختم ہو جاتا ہے۔ اگر روغنِ گل کے ساتھ استعمال کریں تو کیڑے مکوڑے کے ڈنک کا زہر ختم کر دیتا ہے۔ قبض ختم کر دیتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نہار منہ پانی ملا کر شہد پیا کرتے تھے۔ آپ کا طریقہ علاج نادر تھا۔

''تم دو شفا دواؤں سے شفا حاصل کرو، شہد اور قرآن سے۔'' یہ ایسا جگر دار نسخہ ہے جو صحت کے لیے کیمیا کا کام دیتا ہے۔

مرسلہ: عروج ذکی، کراچی

کام کی باتیں

۱- کردار کو اتنا اعلیٰ بناؤ کہ پتھر بھی موم ہو جائے۔
۲- خاموشی انسان کے وقار کو بڑھاتی ہے۔
۳- غیر کے لیے کوئی صدقہ نہیں جب قریبی رشتے دار محتاج ہیں۔
۴- سخی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے اور آگ سے دور ہے۔
۵- بدترین شخص وہ ہے جس کے ڈر سے لوگ اس کی عزت کریں۔

مرسلہ: جبیں ہاشمی، بھیرہ

مجھے دلہن بناؤ

کہ ابٹن ملو مجھ کو مہندی لگاؤ
مجھے پھولوں کلیوں سے ایسے سجاؤ
میں خوشبو سے مہکوں میں بس جاؤں اس میں
بہاروں مرے دل میں یوں مسکراؤ
سنوں میں کھنک کی صدائیں گھڑی پل
مری بانہوں میں چوڑیاں تم سجاؤ
ہوں ہر اک کنواری کے بے دار سپنے
اے سکھیو! یوں ڈھولک ذرا تم بجاؤ
مری بہنوں تم اپنے ارماں نکالو
مجھے اپنے ہاتھوں سے دلہن بناؤ
یہ دنیا کہ حیران رہ جائے ساری

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner .com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے اس قدر تم مثالی بناؤ
مرے دل کا آنگن کہ پھر جھوم اٹھے
ذرا میرے ساجن کو جا کے بلاؤ
گلاب اور تم موتیے لے کے آؤ
مری سیج کو خوشبوؤں سے سجاؤ
یقیں ہے محبت کا مجھ کو اے سجنا
مرے کانوں میں آؤ رس گھول جاؤ
خدا ساتھ خانم کا دے لمحہ لمحہ
اسے اس کے دل کے پیاسے ملاؤ

شاعرہ: فریدہ خانم، لاہور

مانسہرہ شہر کی سیر

میرا نام مریم زارا خان سواتی ہے اور میں ہزارہ ڈویژن کے پیارے سے شہر مانسہرہ میں صفدر روڈ ڈب نمبر ایک میں رہائش پذیر ہوں۔ آج میں اپنے پیارے شہر مانسہرہ کی سیر اپنے پیارے قارئین کو کرواؤں گی کیونکہ مانسہرہ شہر کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں..... تو قارئین تفریحی لحاظ سے مانسہرہ شہر بہت اہمیت کا حامل ہے اس کے شمال میں شہر یفہ جنوب میں ایبٹ آباد، مشرق میں مظفر آباد اور گڑھی حبیب اللہ اور مغرب میں منگلور واقع ہے۔ یہاں کے تاریخی مقامات میں سکھوں کا قدیم گردوارہ جواب لائبریری میں تبدیل ہو چکا ہے اور مشہور زمانہ ''اشوکا'' پتھر جواب ''اشوکا واک پارک'' میں تبدیل ہو چکا ہے شامل ہیں۔ تعلیمی لحاظ سے ہمارا شہر مانسہرہ آگے ہے۔ یہاں تعلیمی رجحان بہت زیادہ پایا جاتا ہے، اسی لیے یہاں بے شمار سرکاری اور پرائیوٹ کالج و اسکول واقع ہیں۔ ایک یونیورسٹی بھی ہے جو ہزارہ یونیورسٹی کہلاتی ہے جس میں دور دراز علاقوں سے طلبا و طلبات تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔ یہاں کی مشہور پیداواروں میں تمباکو، گندم، مکئی اور سبزیاں وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں کی قدیم مساجد میں ناڑی والی مسجد اور جامع مسجد، چڑنئی شامل ہیں۔ شوگراں ناران، کاغان مشہور زمانہ جھیل سیف الملوک، ماؤنٹین ریلا ٹورسٹ ریزارٹ، نثار باغ، دارا اور بڑیری یہ سب یہاں کے مشہور سیاحتی مقامات ہیں۔ یہاں کے مشہور بازاروں میں کشمیری بازار اور کھلہ بازار شامل ہیں۔ مانسہرہ میں بے شمار سرکاری اور پرائیوٹ اسپتال بھی واقع ہیں جن میں فوجی فاؤنڈیشن، کنگ عبداللہ اسپتال اور کے، بی، ڈی، او شامل ہیں۔

مرسلہ: مریم زارا، مانسہرہ

اچھی بیوی بننے کے رموز

☆اپنی ذاتی وجاہت پر پوری توجہ دیں۔ اچھا لباس پہنیں۔
☆ہر ہفتے کوئی نہ کوئی نئی ڈش بنائیں یا کوئی خاص کھانا پکائیں۔
☆آپ اپنے اطوار سے یہ ظاہر کریں کہ آپ کو اپنے شوہر سے محبت ہے۔
☆اپنے گھر کو صاف ستھرا اور پُرکشش رکھیں۔
☆اپنے شوہر کے لیے کچھ وقت مختص کریں۔ اس دوران کوئی اور کام مت کریں۔
☆اسے احساس دلائیں کہ آپ اس کی محنتوں کی قدر کرتی ہیں۔
☆اس سے زیادہ مطالبے مت کریں۔
☆اسے تھوڑی بہت آزادی دے رکھیں۔
☆آپ اس کے دوستوں اور عزیزوں کے

ساتھ اچھا رویہ رکھیں۔

مرسہ: شبانہ حیات، لاہور

سہرا

حسیں غنچوں کا ہے انتخاب پھولوں میں
عروس و نوشہ ہیں رشک گلاب پھولوں میں
ہر ایک پھول کی رعنائی محو حیرت ہے
چمک رہے ہیں جو دو ماہتاب پھولوں میں
بنی عزیزہ عروسہ برادر ہے نوشہ
سمٹ کے آئی ہے کیا آب و تاب پھولوں میں
خدا کا شکر ادا کریں مادر و پدر دونوں
مسرت ان کی ہوئی ہم رکاب پھولوں میں
لبوں پہ شکر خدائے بزرگ و برتر ہے
دلی مراد ہوئی کامیاب پھولوں میں
الٰہی ان کو عطا کرنا نیک بخت اولاد
شباب انِ کا رہے کامیاب پھولوں میں
زبانِ فرح یہ کہتی ہے ہو کے اب سرشار
عیاں ہے لطفِ رسالت مآب پھولوں میں

شاعرہ: فریدہ لاکھانی فرح
مرسلہ: سعدیہ سلیم، سڈنی

ساس کو خوش رکھنے کے سات طریقے

☆جب وہ کوئی کام انجام دیں ان کا شکریہ ادا کریں۔ (انہیں ملازمہ مت سمجھیں)
☆ان کے مشوروں کو مان لیں (خواہ اس پر عمل نہ کریں) وہ بہرحال آپ کے بھلے کے لیے ہی کہتی ہیں۔
☆انہیں بھرپور تعظیم دیں۔
☆ان کے پاس وقت نکال کر بیٹھیں اور ادھر اُدھر کی باتیں کریں۔
☆کبھی کبھی انہیں گھمانے لے جائیں۔
☆کبھی کبھی ان کے لیے تحائف لاتے رہیں۔
☆اگر وہ کہیں اور رہتی ہوں تو اکثر ملنے جائیں۔

مرسلہ: ثروت شیخ، حافظ آباد

عورت، رومانس اور شادی

☆محبت ایک قسم کی ذہنی بیماری ہے جو حقیقت کو چھپا دیتی ہے۔ یہی اس کی سب سے بڑی خوبی ہے۔
☆زندگی میں چھوٹی چھوٹی حماقتوں کا اختتام شادی کے موقع پر ہو جاتا ہے کیونکہ یہ فیصلہ کُن احمقانہ اقدام ہوتا ہے۔
☆شادی کوئی گارنٹی فراہم نہیں کرتی اگر گارنٹی چاہیے تو بہتر ہے کہ کار کی بیٹری خرید لی جائے۔
☆عورتیں اس امید پر شادی کرتی ہیں کہ مرد شادی کے بعد بدل جائیں گے جبکہ مرد یہ سوچتے ہیں کہ عورتیں شادی کے بعد نہیں بدلیں گی تاہم دونوں کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
☆عورتوں کے ساتھ یہ مسئلہ ہے کہ وہ بغیر کسی وجہ کے بھی شادی کر لیتی ہیں۔
☆شادی ایک ایسا رومانس جس کے پہلے باب میں ہیروئن مر جاتی ہے۔

مرسلہ: مسز شمع حسین، ٹورنٹو

رفاقت اِک لمحے کی

ملے اِک بوند شبنم کی
کنول دل کا کھلانے کو
ستارہ شام کا چمکا
شبِ ہجراں ہے چھانے کو

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اندھیری شب جدا تم سے
کٹھن گھڑیاں ہیں آنے کو
سیلاب اشکوں کا آنکھوں میں
مجھے شب بھر رُلانے کو
میری محفل خیال اس کا
نہ آنا دل جلانے کو
میں سنگ میل نہیں منزل
رکو گے! چھوڑ جانے کو
رفاقت ایک لمحے کی
جدا پھر اک زمانے کو
خیالوں میں قریب رکھنا
دوبارہ لوٹ آنے کو
ذرا رک گردشِ دوراں
دو بچھڑوں کو، ملانے کو

شاعرہ: خالدہ نسیم، یوکے

اعتراض

شادی کے موقع پر ایک خاتون اپنی پڑوسن سے چارپائی مانگنے گئیں۔ پڑوسن نے کہا۔ ”ہمارے پاس صرف دو چارپائیاں ہیں ایک پر میں اور میری ساس اور دوسری پر میرے سسر اور شوہر سوتے ہیں۔“

پڑوسن جل کر بولی۔ ”چارپائی نہیں، دینی تو نہ دو مگر سویا تو ڈھنگ سے کرو۔“

مرسلہ: میمونہ گل، سکھر

بارش اور شادی

ایسی بارش ہم نے صرف مسوری میں اپنی شادی کے دن دیکھی تھی کہ پلاؤ کی دیگوں میں بیٹھ کر دلہن والے آجا رہے تھے۔ خود ہمیں ایک کفیگر پر بٹھا کر قاضی کے سامنے پیش کیا گیا پھر نہ ہم نے ایسی حرکت کی نہ بادل ایسا ٹوٹ کر برسا۔ عجیب سماں تھا جدھر دیکھو پانی ہی پانی۔ اس دن دلہن کی آنکھ کے کوئی چیز خشک نظر نہ آئی۔ ہم نے ٹھوکا دیا کہ رخصتی کے وقت دلہن کا رونا رسومات میں داخل ہے۔ انہوں نے بہت آنکھیں پٹ پٹائیں مگر ایک آنسو نہ نکلا پھر کار میں سوار کراتے وقت ہم نے سہرا اپنے چہرے سے ہٹایا خوب پھوٹ پھوٹ کر روئیں۔

مشتاق احمد یوسفی کی کتاب زرگزشت سے اقتباس

مرسلہ: صبا نور، لیہ

زندگی

جانے کیوں یاد آتا ہے مجھے
تم سنگ گزرا ہوا
ہر اک لمحہ
شاید اس لیے کہ
وہی تو زندگی ہے
اور
زندگی کو
کون بھول سکتا ہے

شاعرہ: صائمہ مشتاق، سرگودھا

اصل وجہ

استاد (شاگرد سے)۔ ”بجلی کہاں سے آتی ہے؟“

شاگرد۔ ”میرے ماموں کے گھر سے۔“

استاد نے حیرانی سے پوچھا۔ ”وہ کیسے.....؟“

”شاگرد۔“ ”کیونکہ جب بھی بجلی جاتی ہے تو میرے ابو کہتے ہیں سالوں نے پھر بجلی بند کردی۔“

جلترنگ

انجم انصار

کیسے کہوں

”سب مجھے بہت تیز سمجھتے ہیں حالانکہ میری شکل بھی اتنی بری نہیں ہے، کام کرنے والی ماسیاں زیادہ دن میرے گھر ٹک نہیں پاتیں۔ کوئی بھی مجھ سے پہلی دفعہ ملتا ہے، مجھے بہت زیادہ ہوشیار عورت سمجھتا ہے۔

شاید میں ایک پڑھی لکھی عورت ہوں، مجھے باتیں کرنا آتی ہیں میرے پاس معلومات کا کافی ذخیرہ ہے۔ میرے گھر صبح تین اور شام کو چار اخبارات آتے ہیں۔ مسائل وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔ ہر موضوع پر میں آرام سے بات کرلیتی ہوں۔ شاید یہ میری تیزی ہے۔“ فرزانہ نے ایک سانس میں مجھے بتایا۔

ہاں میرے سسرال والے اخبار تو کیا، بچوں کے اسکول کی ڈائریاں تک نہیں پڑھتے کہ ٹیچر جو لگایا ہوا ہے ٹیوشن کے لیے..... ہم نے پڑھنی ہو تو اسے کیوں پیسے بھریں۔

ایک دفعہ چھٹی کے دن بڑی جیٹھانی کے گھر جانا ہوا کہ جیٹھ آفس کے کام سے ملتان گئے ہوئے تھے۔

”بھابی یہ اخبارات بند کیوں رکھے ہوئے ہیں؟“ اخبارات کو ربڑ بینڈ چڑھا دیکھ کر حیرت سے میں نے پوچھا۔

”ارے عرفان تو ملتان گئے ہوئے ہیں اب کون اخبار پڑھے بھئی طبیعت خراب ہوتی ہے اخبارات پڑھ کر۔“ انہوں نے بے دلی سے بتایا۔

”معلومات بھی تو رہتی ہیں کہ کیا ہو رہا ہے دنیا میں۔“ میں نے حیرانی سے پوچھا۔

”ارے کیا کرنا۔“ انہوں نے ناگواری سے جواب دیا۔ ”ہمیں اپنے شوہر کے پیسوں کا بڑا درد ہے بھئی پتا نہیں کون بیویاں ہوتیں ہیں جو اپنے شوہر کے پیسوں کو فضول فضول شوق میں آگ لگاتی ہیں۔“ انہوں نے مجھے چٹکی دی اور ہم اپنے آپ کو سہلاتے ہوئے گھر آگئے۔ ہماری معلومات کی دھوم مچتے مچتے ہماری چھوٹی نند تک بھی پہنچی۔ ایک دن بغیر بتائے ہمارے گھر آن پہنچیں اور سیاست پر باتیں شروع ہوگئیں۔ شاید ان کو پتا چل گیا تھا کہ مجھے سیاست سے کتنی دلچسپی ہے۔

”ارے وہ محمود کہہ رہے تھے کہ پرویز اشرف اب نہیں آئے گا۔“

”کون.....؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”یہ پرویز مشرف سے اشرف کب سے ہوگئے؟“

”ارے وہی سابق صدر پرویز اشرف۔ انہیں گھر میں اشرف ہی کہتے ہیں۔“

”ہاں ہاں، اسے تو آنا بھی نہیں چاہیے۔“ میں نے تائید میں سر ہلایا مگر وہ اپنی کھسیاہٹ کو بھی اپنی مکاری تلے دبا کر ہنس رہی تھیں۔ میں اگر کسی سے بات کروں تو سمجھداری سے ہر بات کرتی

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوں۔ غیر ضروری گفتگو کو طول نہیں دیتی۔ اب اگر میں بشریٰ بھابی سے بات کروں تو پہلی دفعہ میں تو ان کو بات ہی سمجھ میں نہیں آتی۔ عجیب سی شکل بنا کر اور بھویں اچکا کر پوچھیں گی کہ کیا کہہ رہی ہو؟ ہم سے باتیں کرتے کرتے وہ چھوٹی کو دلیہ اور بڑی کو دال چاول بھی کھلا دیں گی۔ ماسی سے بھی بات کرلیں گی۔ بال پین بالوں سے نکال کر دانت سے چھالیا نکالنے کے بعد کان صاف کر کے واپس بالوں میں لگالیں گی۔ اگر کسی چیز میں ان سے رائے مانگو تو کہیں گی کہ "دوبارہ پوچھو میں تو بھول گئی، کیا پوچھا ہے۔"

مجھے ان سب باتوں سے بہت الجھن ہوتی ہے کیونکہ میں ایسی نہیں ہوں۔ سب مجھے تیز سمجھتے ہیں تو ٹھیک ہے میں تیز ہوں، میں سیدھی نہیں ہوسکتی اور میں اسی میں خوش ہوں۔ بتایئے نا باجی، میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں؟" فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

"جی..... جی۔" میں نے سر ہلا کر ان کی بات کا جواب دیا اور کانوں سے لگے موبائل سے باتیں کرنے لگی کہ میری بڑی بہن سسرال میں میری کارگزاریوں پر میری رپورٹ لے رہی تھیں۔

تلاش

"امی ہم بھائی کے لیے لڑکی کب دیکھنے جائیں گے؟" اسما پوچھ رہی تھی۔

"ارے میں نے شبو سے کہا ہے کہ آٹھ دس لڑکیاں نکال کر ڈھونڈو پھر ہمیں بتانا تاکہ ہر دن شام کو دیکھنے نکلا کریں۔" امی نے بتایا۔

"امی لوگ ناشتے میں کیا کرائیں گے؟" اسما للچائے ہوئے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"ارے آج کل لوگ بہت تیز ہوگئے ہیں صرف کولڈ ڈرنک پلاتے ہیں۔" بھیا افسردگی سے بتا رہے تھے۔

اور پھر ایک اتوار یہ لوگ رشتہ دیکھنے ایک گھر جا پہنچے۔ یہ ایک فلیٹ تھا جس میں ڈرائنگ روم خوب صورتی سے سجایا ہوا تھا۔ لڑکی کی دادی بہت اخلاق والی تھیں۔ تھوڑی ہی دیر میں لڑکی کھانے سے بھری ٹرالی کھینچتے ہوئے کمرے میں آگئی۔ لڑکی کو دیکھنے سے زیادہ سب اس بھری ٹرالی میں زیادہ دلچسپی لے رہے تھے۔

"امی، آج دوپہر آپ نے ویسے ہی دال چاول پکائے تھے چلیں پیٹ پوجا کا اچھا انتظام ہوگیا۔" بھیا خوشی سے بولے۔ گلاب جامن، کیلے، سینڈوچ، بروسٹ وغیرہ سے ٹرالی بھری ہوئی تھی۔ جیسے ہی ٹرالی لا کر لڑکی کھڑی ہوئی اُن کی دادی نے حکم صادر فرمایا۔

"مٹھائی چلا مٹھائی چلا۔" لڑکی فوراً سب کی پلیٹ میں مٹھائی ڈالنے لگی۔

"کیلا چلا کیلا چلا۔" وہ فوراً سب کو کیلے دینے لگی۔ نقاہت کے مارے بھیا چار کیلے فوراً ہی کھا گئے کہ انہیں شروع ہی سے دال چاول زہر لگتے ہیں۔

"بیٹا دو ہی بچے ہیں وہ بھی کھالو۔" دادی نے پلیٹ کا انسپکشن کرتے ہوئے کہا۔ ڈرائنگ روم کے ایک کونے میں ائرلائن کی یونی فارم میں ایک خوبرو لڑکے کی تصویر دیکھ کر اسما شرماتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"آنٹی یہ کون ہیں؟" جیسے اس بات کا جواب آنٹی نہیں بلکہ تصویر خود دے گی کہ میں ہوں تمہارے خوابوں کا شہزادہ۔

"یہ ہمارا بیٹا ہے۔" دادی نے بڑے فخر سے

جواب دیا۔

"بڑے خوب صورت ہیں برخوردار۔" امی کی بھی رال ٹپکی۔

"ہم لوگ سوچ رہے ہیں کہ شہریار کی شادی بھی شہلا کی شادی کے بعد فوراً کردیں۔" دادی اطلاعات دے رہی تھیں۔

"اچھا، اچھا..... ہاں، ہاں۔" سب لوگ بلاوجہ ہنس رہے تھے۔ چھوٹا سا فلیٹ تھوڑی دیر پہلے انتہائی چھوٹا لگ رہا تھا اب اتنا بڑا اور کشادہ لگنے لگا تھا جیسے ہر ایک گز پر بنا ہوا ہو۔

"آپ کی بیٹی بہت پیاری ہے۔" اب دادی الٹا تیر پھینک رہی تھیں۔

"کرتے کیا ہیں برخوردار؟" امی بھی فری ہو رہی تھیں۔

"ماشاء اللہ سے جہاز میں ائر ہوسٹس ہے میرا بیٹا۔"

"کیا.....؟" امی کی چیخیں نکل گئیں۔

"چلو بیٹا، بہت دیر ہوگئی ہے پھر انشاء اللہ ملاقات ہوگی۔ ہم استخارہ کر کے بتائیں گے۔" امی، بھیا اور اسما اب گھر کی طرف روانہ ہوگئے تھے کہ رکنے کا جواز تو اس ائر ہوسٹس نے ختم کردیا تھا۔

قابل

"بہت بڑی رائٹر ہے میرے دوست کی بیوی۔ ذرا دیکھ کر باتیں کرنا۔" میاں جی اپنے دوست کے گھر لے جاتے ہوئے گاڑی میں مجھے سمجھاتے ہوئے بولے۔

"ہاں، ہاں میں نے بھی کل سے تین اردو شاعری کی کتابیں پڑھنے کی کوشش کی ہے۔" میں بھی قابل بنتے ہوئے بولی۔

"بیس کتابیں لکھی ہیں انہوں نے مختلف

کون کہتا ہے کہ؟
اولاد نہیں ہوسکتی
آج بھی لاکھوں گھرانے اولاد کی نعمت سے محروم سخت پریشان ہیں۔ مایوسی گناہ ہے۔ اِنشاء اللہ اولاد ہوگی۔ خاتون میں کوئی اندرونی پرابلم ہو یا مردانہ جراثیم کا مسئلہ۔ ہم نے دیسی طبی یونانی قدرتی جڑی بوٹیوں سے ایک خاص قسم کا بے اولادی کورس تیار کیا ہے۔ جو آپ کے آنگن میں بھی خوشیوں کے پھول کھلا سکتا ہے۔ آپکے گھر میں بھی خوبصورت بیٹا پیدا ہوسکتا ہے۔ آج ہی گھر بیٹھے فون پر تمام حالات سے آگاہ کر کے بذریعہ ڈاک وی پی VP بے اولادی کورس منگوائیں۔
المُسلم دارالحکمت رجسٹرڈ (دواخانہ)
ضلع وشہر حافظ آباد۔ پاکستان
0300-6526061
0547-521787
فون اوقات
صبح 9 بجے سے رات 11 بجے تک
آپ ہمیں صرف فون کریں
دوائی آپ تک ہم پہنچائیں گے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موضوعات پر جس میں ادب، فلسفہ، تاریخ اور جغرافیہ شامل ہے۔'' میاں جی ان کی دھاک بٹھاتے ہوئے بتا رہے تھے۔

''اب ڈرائیں تو نہیں۔'' میں نے ہولتے ہوئے کہا۔ بچوں کو امی کے ہاں چھوڑ کر اوقات سے زیادہ تیار ہو کر ہم ان کے گھر پہنچ ہی گئے۔

''چلیں بھابی میرے کمرے میں چلیں۔'' مسز سلیم نے اخلاق سے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''جی چلیں۔'' میں مسکرائی۔

''لکھنے کے علاوہ آپ کے کیا شوق ہیں؟'' میں نے کمرے کا جائزہ لینے کے بعد کہا جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔

''جب سورج کی پہلی کرن اپنی پوری تاب کے ساتھ نمودار ہوتی ہے، ہوائیں گنگناتی ہیں، فضائیں جھومتی جھامتی میری جھولی میں امید کا گلدستہ نایاب سجاتی ہیں تو میں سمجھ جاتی ہوں کہ آج مجھے یقیناً، حقیقتاً ایک ایسا روحانی وسیلہ ملے گا جس کا اشارہ مجھے پہلے ہی مل چکا ہے۔'' مسز سلیم آنکھیں بند کیے کہے جا رہی تھیں۔

''اچھا اچھا۔'' میں ایسے سر ہلا رہی تھی جیسے ساری باتیں مجھے بہت اچھی طرح سمجھ میں آ رہی ہیں۔

''بچے کتنے ہیں آپ کے؟'' میں نے پھر سوال کرنے کی کوشش کی۔

''بچے اللہ کی دین ہوتے ہیں قدرت کا انعام اکرام، ایسی خوشی جس کا کوئی مول نہیں تول نہیں۔ اللہ کا کرم خاص انہی لوگوں پر ہوتا ہے جو اللہ تبارک تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں شمار ہوں۔ یہ ایسی دولت ہوتی ہے جو روپے پیسے سے نہ تو خریدی جا سکتی ہے نہ ہی پائی جا سکتی ہے۔ اللہ کے انعام و اکرام کی بدولت اللہ نے مجھے ماں بننے کی سعادت دی جس کی بدولت اس رب العزت پاک پروردگار جو دونوں جہانوں کا مالک ہے، مجھے دو فرزند عطا فرمائے ہیں اور بیٹی نہیں ہے۔''

''اچھا، اچھا۔'' میں سر کھجاتے ہوئے بولی۔ ''آپ بھی ہمارے گھر آیئے گا۔'' آخری بار جسارت کرتے ہوئے میں نے سوال کیا۔

''آج صبح ہی جب میں اٹھی تو مرغا اذان دے رہا تھا۔ سورج اپنی پوری تمازت کے ساتھ جلوہ گر تھا اور رات کا اندھیرا چھٹ چکا تھا تو میں نے تبھی کہہ دیا تھا کہ آج ہمارے گھر ضرور کوئی نہ کوئی ایک خاص شخصیت ضرور قدم رنجا فرمائے گی جس کو پا کر مجھے لگے گا کہ میں نے دنیا کی کوئی ایسی چیز پا لی ہے جس کا کوئی مول نہیں۔ وہ نایاب ہے اور یقیناً حقیقتاً میں بھی آپ کے دولت خانے میں ضرور تشریف لاؤں گی۔ بس اس ساعت، اس گھڑی کا مجھے بھی بے صبری سے انتظار رہے گا۔''

''کیسی لگی میری دوست کی بیگم، مزہ آیا نا ان سے مل کے۔ قابل لوگوں سے مل کر خوشی کتنی ہوتی ہے۔'' میاں جی واپسی پر مجھ سے کہتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

''پاگل ہے آپ کے دوست کی بیوی۔ ایب نارمل ہے، ایسی باتیں کرتا ہے کوئی۔ کتابی باتیں، رسالوں کے وہ صفحے سنا رہی تھی کہ جن کو نہ پڑھنے سے بھی افسانے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اب مجھے ایسے پاگلوں کے گھر لے کر گئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' میں ناراض ہو کر کہہ رہی تھی اور وہ مجھے تاسف بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے میں کتنی بڑی جاہل ہوں۔

میں اکثر گنگناتی ہوں

صغریٰ زیدی

☆سلمیٰ خزینہ..... جھنگ

ہونا تو وہی ہے جو مقدر میں لکھا ہے
لیکن وہ میرے خواب، میرے خواب، میرے خواب

☆انیقہ صدف..... حیدرآباد

سوزشِ قلب ہی کیا کم تھی جلانے کے لیے
وہ بھی آ پہنچا دہکتے ہوئے رخسار کے ساتھ

☆نسرین یاسین..... حیدرآباد

کبھی تو روئے گا وہ بھی کسی کی بانہوں میں
کبھی تو اس کی ہنسی کو زوال ہونا ہے
ملیں گی ہم کو بھی اپنے نصیب کی خوشیاں
بس انتظار ہے کب یہ کمال ہونا ہے

☆مس امینہ عندلیب..... سلانوالی

تیری سوچ پر ہو حاوی میری یاد اس طرح
کہ تو اپنی زندگی کا یہ نصاب بھول جائے

☆لبنیٰ عبید..... کراچی

مجھے یقیں ہے کہ وہ بھی تڑپ رہا ہوگا
جسے یہ ضد تھی کہ ہر حال میں جدا ہوگا
ملیں گے ہم مگر اس دم سلگتی آنکھوں میں
نہ جانے کتنی صدیوں کا رتجگا ہوگا

☆نزہت جبیں ضیا..... کراچی

ماحول کی تپش کا تقاضا ہے بس یہی
سائے کو دیکھ یوں نہ تناور شجر کو دیکھ
ہاں یہ ضروری شرط ہے منزل کے واسطے
راہِ سفر نہ دیکھ، شریکِ سفر کو دیکھ

☆زہرہ بیگم..... خانیوال

بچھڑ کے تجھ سے تیری یاد اس طرح آئی
کہ جیسے دور کہیں بج رہی ہو شہنائی

☆ثناتین..... لاہور

دل سمندر بھی ہو اگر امجد
پیاس غم کی بجھا نہیں سکتا

☆نغمہ اختر..... خانیوال

پاگل پن تو دیکھو جس دن ڈولی اٹھنے والی تھی
اپنے ہاتھوں توڑ دیا اِک دلہن نے شہنائی کو

☆بشریٰ آصف..... لاہور

جہیز لائیں کہاں سے غریب گھر والے
خدا خموش ہے لوگوں کو بیٹیاں دے کر

☆مسز اسماعیل..... کراچی

میں استعاروں کی سرزمیں پہ اتر کے دیکھوں تو بھید پاؤں
بشر مسافر، حیات صحرا، یقین ساحل، گماں سمندر

☆حلیمہ سعدیہ..... ٹوبہ ٹیک سنگھ

میری طرح سے شجر بھی ہیں باغیانہ مزاج
جہاں سے کاٹے گئے تھے وہیں سے اگ آئے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

☆فرزانہ سہیل.....میاں چنوں

مجھ کو ملنا ہے عروسِ زیست کے رخ پر گلال
نشترِ حالات ! دل پر زخم پھر تازہ کوئی
عمر بھر چن کر بھی خود کو جمع کر پایا نہ میں
منتشر یوں کر گیا ہے میرا شیرازہ کوئی

☆شبنم میر.....سیالکوٹ

سب مرحلے وفا کے جفا کے سپرد ہیں
وہ دیپ کیا جلیں جو ہوا کے سپرد ہیں
اس نے بھی اپنی ضد نہیں چھوڑی کسی طرح
ہم کیا کریں کہ ہم بھی انا کے سپرد ہیں

☆ندا رحمان.....راول پنڈی

محبت میں کوئی صدمہ اٹھانا چاہیے تھا
بھلایا تھا جسے وہ یاد آنا چاہیے تھا
میری اپنی اور اس کی آرزو میں فرق یہ تھا
مجھے بس وہ اسے سارا زمانہ چاہیے تھا

☆نگینہ ضیا بنگش.....کراچی

اِک لمحے کا تعلق بھی بہت ہوتا ہے
عشق کو سود و زیاں میں نہیں رکھا جاتا

☆روبینہ حیات مغل.....کراچی

اس سے ملنا ہی نہیں دل میں تہیہ کرلیں
وہ خود آئے تو بہت سرد رویہ کرلیں
ایک ہی بار ہو گھر راکھ جان تو چھوٹے
آگ کم ہے تو ہوا اور مہیا کرلیں

☆نگہت ریاض.....لاہور

ہم جان سے جائیں گے تبھی بات بنے گی
تم سے تو کوئی راہ نکالی نہیں جاتی

☆زاہدہ ضیا.....جہلم

اب آپ کس لیے اتنے ملول ہوتے ہیں
دیا تھا رنج تو کچھ سوچ کر دیا ہوتا

☆عائشہ.....حیدر آباد

پہلے شکوہ تھا یہاں رونقِ بازار نہیں
اب جو بازار کھلے ہیں تو خریدار نہیں
سب کے ہاتھوں میں یہاں زہر پیالہ ہے مگر
کوئی سچ بولنے کے واسطے تیار نہیں

☆عائشہ احمد.....امریکا

آنکھوں نے کیسے خواب تراشے ہیں ان دنوں
دل پر عجب رنگ اترے ہیں ان دنوں
اس عشق نے ہمیں ہی معتدل نہیں کیا
اس کی بھی خوش مزاجی کے چرچے ہیں ان دنوں

☆ندا اعلی.....لاہور

گھاؤ گنتے نہ کبھی زخم شماری کرتے
عشق میں ہم بھی اگر وقت گزاری کرتے
وقت آیا ہے جدائی کا تو پھر سوچتے ہیں
تجھ کو اعصاب پر اتنا بھی نہ طاری کرتے

☆زینب زرین.....کراچی

کہیں آغاز ہے الفت، کہیں آغاز شناسائی
کہیں زندگی محبت، کہیں زندگی رسوائی

☆ریحانہ احمد.....چکوال

خامیوں سے جو تیری آگاہ کرتے ہیں تجھے
درحقیقت وہ ترے دشمن نہیں ہمدرد ہیں

☆شمیم.....میر پور خاص

خواب تو خواب ہے خوابوں میں الجھنا کیسا
آنکھ کھلتے ہی چلے جائیں گے جانے والے

☆مہرین.....کراچی

ہزار طرح کے پھول سے بھر لیا دامن
کسی بھی پھول سے بوئے وفا نہیں آئی
ہزار بار کی کوشش بھی رائگاں ہی گئی
جفا مزاج میں خوئے وفا نہیں آئی

☆☆☆☆

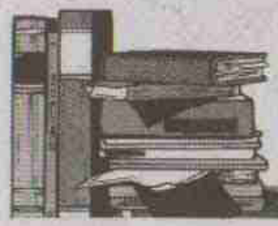

میرا انتخاب

آمنہ حماد

میر اجی کی کلاسیکل شاعری جب بھی پڑھی جائے اس کا لطف ہر دفعہ جدا ہوتا ہے..... ان کی شاعری فراق و ہجر کے صدموں سے چور نظر آتی ہے۔ حیدر آباد سے حمیرا اقبال نے اس نظم کو منتخب کیا ہے۔

میں ڈرتا ہوں مسرت سے

میں ڈرتا ہوں مسرت سے
کہیں یہ میری ہستی کو
پریشاں، کائناتی نغمۂ مبہم میں الجھا دے
کہیں یہ میری ہستی کو بنا دے خواب کی صورت
مری ہستی ہے اک ذرہ
کہیں یہ میری ہستی کو چکھا دے مہرِ عالم تاب کا نشہ
ستاروں کا علمبردار کردے گی، مسرت میری ہستی کو
اگر پھر سے اسی پہلی بلندی سے ملا دے گی
تو میں ڈرتا ہوں..... ڈرتا ہوں
کہیں یہ میری ہستی کو بنا دے خواب کی صورت
میں ڈرتا ہوں مسرت سے
کہیں یہ میری ہستی کو
بُھلا کر تلخیاں ساری
بنا دے دیوتاؤں سا
تو پھر میں خواب ہی بن کر گزاروں گا
زمانہ اپنی ہستی کا

کچھ خواب اس قدر پُرفریب ہوتے ہیں کہ انسان ساری زندگی اس کے طلسم میں مبتلا رہنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس طلسم کدہ میں جدائی..... دوری..... ہجر..... فراق نہیں ہوتا..... بس وصال ہی وصال۔ امجد اسلام امجد کے مخصوص رنگ و آہنگ سے مزین اس غزل کو سعدیہ علوی نے کراچی سے منتخب کیا ہے۔

غزل

عکس تھا یا حجاب تھا، کیا تھا
دل میں اِک اضطراب تھا، کیا تھا
بھول جاتا ہوں یاد کرتے ہوئے
آخرِ شب کا خواب تھا، کیا تھا
میرے بستر میں ہے وہی خوشبو
وہ یہاں محوِ خواب تھا، کیا تھا
چاندنی گھل رہی ہے سانسوں میں
آنکھ میں ماہتاب تھا، کیا تھا
اُڑ رہے تھے وہاں پرندے بھی
آب تھا یا سراب تھا، کیا تھا
کس کو مڑ مڑ کے دیکھتا تھا حُسن
عشق خانہ خراب تھا، کیا تھا
دل سے باہر نہ کیوں نکل پایا
دوستوں کا حساب تھا، کیا تھا
کس نے کی تھی یہ بارشوں کی دعا
شہر جو زیرِ آب تھا، کیا تھا
جس کے پڑھنے میں تھک گئی آنکھیں
اِک ورق تھا، کتاب تھا، کیا تھا
خواہشِ وصل بھی، جدائی بھی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اِک مسلسل عذاب تھا، کیا تھا
ڈھونڈتی تھیں دعائیں سائل کو
لمحۂ مستجاب تھا، کیا تھا
دل میں جو ٹوٹتے ارادوں کا
رات دن پیچ و تاب تھا، کیا تھا
جس کو ہم زندگی سمجھتے تھے
واہمہ تھا، حباب تھا، کیا تھا
ان پہاڑوں کے دوسری جانب
پھر وہی آفتاب تھا، کیا تھا
جس کے آگے نہ تھی کوئی منزل
وہ بھی پا بہ رکاب تھا، کیا تھا
ایسے امجد نہ تھے مرے اعمال
نیتوں کا ثواب تھا، کیا تھا

حقیقتیں اور تجربات زندگی کو تلخ و ترش بنا دیتے ہیں..... اسی نخیِ دوراں کو یاسمین کنول نے اپنی غزل میں محسوس کیا ہے..... اس غزل کو بی سے کشمالا نے منتخب کیا ہے۔

غزل

سوال کو شکست ابھی ہوئی نہیں
زمین دل کی سخت ابھی ہوئی نہیں
محبتوں کے پہلے موسموں کی فصل
ہوا کا ساز و رخت ابھی ہوئی نہیں
اس آب کی تلاش میں ہے کون کون
جو آئینے کا بخت ابھی ہوئی نہیں
زوال اس کا مسئلہ نہیں رہا
یہ شاخِ نو درخت ابھی ہوئی نہیں
مرا کمال ہے کہ اس کا بخت ہے
زباں مری کرخت ابھی ہوئی نہیں

کہتے ہیں کہ ہر شے کا بروقت حصول ہی زندگی میں خوب صورتی کا باعث بنتا ہے..... بسا اوقات زندگی میں ماہ و سال کے دوران اتنی دوریاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ پھر ملن کی گھڑیاں نزدیک بھی آجائیں..... بچھڑ جانے کی خلش کو عبور نہیں کر پاتیں۔ ساحرہ خان نے اسلام آباد سے طارق نعیم کی اس غزل کو منتخب کیا ہے۔

غزل

یہ ہجر کے صدمے تو کبھی کم نہیں ہوں گے
تم لوٹ کے آؤ گے تو پھر ہم نہیں ہوں گے
چاہت کے چراغوں میں یہی بات عجب ہے
بجھ جائیں گے لیکن کبھی مدھم نہیں ہوں گے
وہ حسن جو خوشبو ہے اُسے دیکھ رہا ہوں
ایسے تو کہیں خواب کے عالم نہیں ہوں گے
اک عمر ہمیں ملنے بچھڑنے میں لگے گی
ہوں گے بھی تو یہ سانحے یکدم نہیں ہوں گے
وہ زخم محبت ہو کہ ہو زخمِ جدائی
یہ زخم کبھی قابلِ مرہم نہیں ہوں گے

ہر موسم خوب صورت و جاوداں ہے..... اگر اس موسم میں دل کی کلی کھلی ہو..... سعد اللہ شاہ بھی اپنی اس نظم میں کچھ اسی طرح کی خوب صورتی کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اس نظم کو منتخب کیا ہے دریشم نے کراچی سے۔

کبھی

کوئی خوابوں بھرا موسم ملے ہم کو
کہ جس میں روشنی ہو مہرِ تاباں کی
کہ جس میں چاندنی ہو چودھویں کے چاند کی رقصاں

جہاں پُر کیف لمحوں کے لیے اترے
معطر شبنمی خوشبو
جہاں سایہ فگن ہوں تتلیوں کے پُر
اور اس رنگوں کی جھلمل میں
نکل آئے کہیں سے تُو
کہیں ہم سیر کو نکلیں تو رستے میں
گلابوں کو کھلاتی، جھومتی تازہ ہوا بھی ہو
ردائے نیلگوں تک پھیلتی کھلتی فضا بھی ہو
پرندے کی تو ابھی ہو
ہمارے خامشی کے بیچ
ہر دو دل دھڑکنے کی صدا بھی ہو

ملن اور جدائی زندگی کے دو لازم و ملزوم عناصر ہیں..... ہجر کے بعد وصال اور جدائی کے بعد ملنے والے ملاپ میں جو سرخوشی ہے..... سچ دھج ہے..... احمد فراز بھی اس میں پوری طرح ڈوبے نظر آتے ہیں..... اس غزل کا انتخاب کیا ہے آزاد کشمیر سے اسما وارث علی نے۔

غزل

یوں تو پہلے بھی ہوئے اس سے کئی بار جدا
لیکن اب کے نظر آتے ہیں کچھ آثار جدا
گر غمِ سود و زیاں ہے تو ٹھہر جا اے جاں
کہ اسی موڑ پہ یاروں سے ہوئے یار جدا
دو گھڑی اس سے رہو دور تو یوں لگتا ہے
جس طرح سایۂ دیوار سے دیوار جدا
یہ جدائی کی گھڑی ہے کہ جھڑی ساون کی
میں جدا گریہ کناں، ابر جدا، یار جدا
بگلا ہوں سے کہے کون کہ اے بے خبرو
طوقِ گردن سے نہیں طرۂ دستار جدا
اس قدر روپ ہیں یاروں کے کہ خوف آتا ہے
سر میخانہ جدا اور سر دربار جدا
کوئے جاناں میں بھی خاصا تھا طرحدار فراز
لیکن اس شخص کی سج دھج تھی سردار جدا

حقیقت کی دنیا سے دور خوابوں کا کنجِ عافیت تلاش کرنے والی سحر علی کی نظم مونا عزیز نے کراچی سے منتخب کی ہے۔

کنجِ عافیت

کنجِ عافیت کا خواب
مفلسی کی آنکھوں میں
جب کبھی پنپتا ہے
نیند جاگ جاتی ہے
اور پھر رگِ جاں میں
درد یوں اُترتا ہے
جیسے زرد موسم کا
چاند میلا میلا سا
آسماں کے آنچل پر
اس زمیں کی حالت پر
بیٹھا کڑھتا رہتا ہے
دل کے ٹوٹے آنگن میں
درد کی امر بیلیں
میری بند آنکھوں کو
دم بہ دم دکھاتی ہیں
کنجِ عافیت کا خواب
جس میں ایک اندیشہ ڈوبتا ابھرتا ہے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سندیسے

پاکیزہ بہنیں

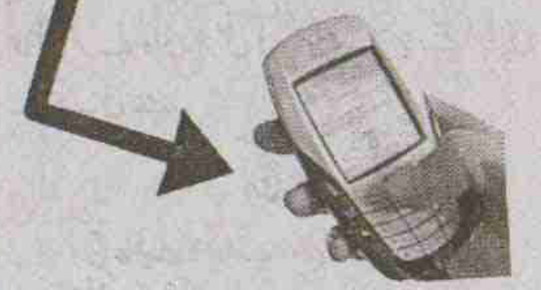

رقیب

محبت کیا کرلی سارا زمانہ رقیب ہوگیا۔ یہاں تک کہ Nokia بھی کہتا ہے نوسگنل، بیٹری لو۔

مرسلہ: خالدہ نسیم..... یوکے

اگر کرکٹ کے طریقے امتحانات پر لاگو ہوں تو کیا ہوگا.....؟

☆ ہر بیس منٹ کے بعد مشورے کے لیے بریک ہونی چاہیے۔

☆ ایک فری ہٹ ہو جس پر طلبا اپنی مرضی کے ایک سوال پر اپنی مرضی کا جواب دیں۔

☆ پہلے بیس منٹ کا پاور پلے جس میں ایگزامنر امتحان کے کمرے سے باہر رہے۔

☆ اگر کسی سوال کا جواب غلط لگ رہا ہو تو طلبا ری ویو کے لیے کتاب سے کنفرم کرلیں۔

مرسلہ: ماہین ناصر..... کراچی

نالائق محبوبہ کے جذبات

غمِ زندگی سناؤں ، میرے پیپر آرہے ہیں
میں خوشی کہاں سے لاؤں، میرے پیپر آرہے ہیں
تمہیں یہ گلہ ہے جاناں کہ مزاج کیوں ہیں برہم
کہو کیسے مسکراؤں ، میرے پیپر آرہے ہیں
تمہیں عشق کی پڑی ہے مجھے معلوم ہے لیکن
میں یہ کیسے بھول جاؤں، میرے پیپر آرہے ہیں

مرسلہ: صبا نور..... لیہ

وہ

وہ آج بھی
تمہیں دیکھ کر مسکراتی ہے
یہ تو بچے ہیں
بڑے نخریلے ہیں
جو
ماموں، ماموں کہتے ہیں

مرسلہ: سیما ممتاز عباسی..... لاڑکانہ

ڈر

بھیگ جاتی ہیں جو پلکیں کبھی تنہائی میں
کانپ اٹھتی ہوں مرا درد کوئی جان نہ لے
یہ بھی ڈرتی ہوں کہ ایسے میں اچانک کوئی
میری آنکھوں میں تجھے دیکھ کے پہچان نہ لے

مرسلہ: بشریٰ نوید باجوہ..... اوکاڑہ

رشتے

کب کون کسی کا ہوتا ہے
سب جھوٹے رشتے ناتے ہیں
سب دل رکھنے کی باتیں ہیں
سب اصلی روپ دکھاتے ہیں
اخلاص سے خالی لوگ یہاں
لفظوں کے تیر چلاتے ہیں
اک بار نگاہیں مل جائیں تو
پھر ساری عمر رلاتے ہیں
چلو آؤ جس نے بھی دکھ دیا فراز
آج اس کو بھول جاتے ہیں

مرسلہ: سلمیٰ ایوب..... کراچی

قسمت

بیماری نے دولت سے کہا۔ ''تم کتنی خوش نصیب ہو کہ ہر لوئی تمہاری تمنا کرتا ہے اور میں کتنی بدنصیب ہوں کہ ہر کوئی مجھ سے دور بھاگتا ہے۔''

دولت بولی۔ ''خوش نصیب تو تم ہو کہ جب تم آتی ہو تو لوگ اللہ سبحان تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور میری بدنصیبی دیکھو مجھے پا کر لوگ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔''

سبق

چیونٹی کے بارے میں مشہور ہے کہ جب اس کا بچہ جنم لیتا ہے تو وہ دو چیزیں بڑی محبت سے اس کے ذہن میں بٹھاتی ہے۔ ایک اتفاق دوسرے سمت کی پہچان۔ اس کا بچہ جہاں بھی چلا جائے وہ گھر نہیں بھولتا۔ چاہے آندھی ہو یا طوفان۔ دنیا کی کوئی بھی شے اسے گھر جانے سے نہیں روک سکتی اور اب ہم ہیں کہ اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے بھی یہ باتیں بچوں کو نہیں سکھاتے۔

مرسلہ: عروج ذکی آفندی..... کراچی

سرگزشت
ماہنامہ

شمارہ جولائی 2011ء کی جھلک

فخرِ اندلس
اسلامی دنیا کی ایک قابلِ فخر و قابلِ تقلید شخصیت کا زندگی نامہ

اٹک ریلوئے برج
اپنا وطن لازوال اس کا ہر گوشہ
بے مثال، معلومات بھری تحریر

جل پری
سمندر کی انسان نما مخلوق کی روداد

میں کون ہوں
ایک دل دکھا دینے والی سچ بیانی

اور کئی عدد
بھی بہت ساری سچ بیانیاں،
سچے واقعات اور دلچسپ تحریریں
وہ سب کچھ جو آپ پڑھنا چاہتے ہیں

بس ایک بار سرگزشت پڑھ کر دیکھیں،
آپ یقیناً گرویدہ ہو جائیں گے،

خاص شمارہ..... ہر شمارہ، خاص شمارہ..... ہر شمارہ، خاص شمارہ

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں ملا دیجیے پھر اس کی ٹکیاں بنا کر انہیں ڈبل روٹی کا چورا لگا کر انڈوں کا لیپ کر کے تل لیں۔

فارحہ اظہر..... چکوال

دم مرغ

اشیا} چکن، آٹھ سو گرام۔ ادرک، ایک دو انچ کا ٹکڑا۔ لہسن، چھ سے آٹھ پوتھی۔ ہری مرچ، تین سے چار عدد۔ بادام، پندرہ سے بیس عدد۔ پیاز، دو عدد (درمیانے سائز کی)۔ گھی، چار چائے کے چمچ۔ دہی، ڈیڑھ کپ۔ نمک حسب ذائقہ۔ تیز پات کے پتے، دو عدد۔ پسا ہوا دھنیا، ایک کھانے کا چمچ۔ پسا ہوا زیرہ، ایک چائے کا چمچ۔ پسی ہوئی جاوتری، ایک چوتھائی چائے کا چمچ۔ پسی ہوئی چھوٹی الائچی، ایک چوتھائی چائے کا چمچ۔ پسی ہوئی بڑی الائچی، نصف چائے کا چمچ۔ پسی ہوئی دار چینی، ایک چوتھائی چائے کا چمچ۔ بالائی، نصف کپ۔

ترکیب} چکن کو دھو کر صاف کر لیں ادرک اور لہسن چھیل کر دھو لیں۔ ادرک، لہسن اور ہری مرچوں کو پیس لیں۔ بادام کو گرم پانی میں پندرہ سے بیس منٹ تک بھگو دیں پھر چھیل کر پیس لیں اور عمدہ پیسٹ بنا لیں۔ پیاز کاٹ کر اسے گھی میں ڈیپ فرائی کریں یہاں تک کہ رنگ سنہری ہو جائے اور عمدہ پیسٹ بنا لیں۔ چکن کے ٹکڑوں کو دہی، ادرک، لہسن، ہری مرچوں کے پیسٹ اور نمک میں دو گھنٹے تک ڈبو دیں پھر گھی گرم کر کے تیز پات کے پتے ڈالیں اور بھگوئے ہوئے چکن کے ٹکڑے ڈالیں اور پکائیں یہاں تک کہ گاڑھا شوربا ابلنا شروع ہو جائے۔ دھنیا، زیرہ، پسی ہوئی پیاز اور نصف کپ پانی میں پسے ہوئے بادام ڈالیں پھر ہلائیں۔ دیگچی کو ڈھکنے سے اچھی طرح ڈھانپ دیں اس طرح کہ بھاپ نکلنے نہ پائے۔ پندرہ منٹ تک آہستہ آہستہ پکائیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ دیگچی کو ڈھانپ دیں اور گوندھے ہوئے

خوش ذائقہ

پاکیزہ بہنیں

کشمش شامی کباب

اشیا} قیمہ، ایک کلو۔ پیاز، دو عدد۔ دال چنا، دو چھٹانک۔ لہسن، چار جوے۔ دار چینی، ایک ٹکڑا۔ الائچی، دو عدد۔ لونگ، چار عدد۔ ادرک، ایک گانٹھ۔ کچے انڈے، تین عدد۔ ابلا ہوا انڈا، ایک عدد۔ زیرہ سیاہ، ایک چھوٹا چمچ۔ کشمش، ایک بڑا چمچ۔ نمک، حسبِ ذائقہ۔ گھی، حسبِ ضرورت۔

ترکیب} پسا ہوا قیمہ، کترا ہوا لہسن، سرخ مرچ، پیاز ایک عدد، ادرک، دار چینی، الائچی، لونگ، دو سبز مرچ، زیرہ اور دال کو ملا کر اس میں دو گلاس پانی ڈال کر ابال لیں۔ جب پانی خشک ہو جائے تو نمک چھڑک کر اتار لیں۔ اسے ٹھنڈا کر کے باریک پیس کر انڈوں میں ملا دیں اور دوسری پیاز، ابلا ہوا انڈا سب باریک کاٹ کر کشمش

آٹے سے بند کر دیں۔ کم آنچ پر پکائیں یہاں تک کہ خوشبو آنے لگے پھر دیگچی کھول دیں اور جاوتری، چھوٹی الائچی، بڑی الائچی اور دار چینی چھڑک دیں اور تازہ بالائی ملا کر گرم گرم پیش کریں۔

صائمہ امین..... لاہور

سوکھی مونگ کی دال

اشیا} مونگ کی دال (دھلی ہوئی)، سوا کپ۔ نمک، حسبِ ذائقہ۔ ادرک، دو (ایک انچ کے ٹکڑے)۔ ہری مرچ، ایک عدد۔ کٹے ہوئے دھنیے کے پتے، ایک کھانے کا چمچ۔ لیموں کا رس، دو چائے کے چمچ۔ تیل، تین کھانے کے چمچ۔ زیرہ، نصف چائے کا چمچ۔ ہینگ، ایک چٹکی۔ پسی ہوئی سرخ مرچ، ایک چائے کا چمچ۔ پسی ہوئی ہلدی، نصف چائے کا چمچ۔

ترکیب} مونگ کی دال دھو کر آدھے گھنٹے تک پانی میں بھگو دیں۔ نمک اور ہلدی ڈال کر دال ابال لیں یہاں تک کہ وہ پک جائے لیکن گلے نہیں۔ زائد پانی اگر رہ جائے تو نکال دیں۔ ادرک اور ہری مرچ کو کاٹ لیں۔ ایک کڑاہی میں تیل گرم کر کے زیرہ اور ہینگ ڈالیں۔ جب زیرے کا رنگ بدلنے لگے تو کٹی ہوئی ادرک اور ہری مرچ ڈال دیں اور آدھے منٹ تک فرائی کریں۔ لال مرچ، پکی ہوئی دال ڈال کر لیموں کا رس اور نمک ڈالیں۔ ہلکا سا ملائیں۔ یہ خیال رکھیں کہ پکی ہوئی دال گھل نہ جائے اور خشک ہونے تک پکائیں۔ کٹے ہوئے دھنیے کے پتوں کے ساتھ سجا کر گرم گرم پیش کریں۔

شائستہ وہاب..... اسلام آباد

بھنڈی گوشت

اشیا} بھنڈی، آدھا کلو۔ نمک، حسبِ ذائقہ۔ پسی ہوئی سرخ مرچ، حسبِ ضرورت۔ گوشت، آدھا کلو۔ پسا ہوا دھنیا، کھانے کا ڈھائی چمچ۔ دہی، ایک پاؤ۔ پیاز، تین عدد۔ تیل، حسبِ ضرورت۔ لہسن، کھانے کا ایک چمچ۔

ترکیب} بھنڈی دھو کر درمیان سے تین ٹکڑے کر لیں۔ پیاز باریک کاٹ کر تل لیں۔ ایک پلیٹ میں پیاز نکال کر..... پیاز کے تیل میں نمک، سرخ مرچ، دھنیا، لہسن ڈال کر بھونیں۔ مسالا بھن جائے تو معمولی سا پانی ڈال کر مزید بھونیں۔ تلی ہوئی پیاز ہاتھ سے مسل کر دہی میں شامل کریں اور دہی اچھی طرح پھینٹیں۔ دہی اور پیاز کا آمیزہ گوشت میں ڈال کر اس وقت تک بھونیں جب تک دہی کا پانی خشک نہ ہو جائے اور گوشت گل نہ جائے۔ اگر گوشت نہ گلے تو مزید پانی ڈالیں۔ گوشت میں بھنڈیاں ڈالیں۔ ساتھ ہی ایک پیالی پانی ڈال کر دھیمی آنچ پر پکائیں۔ دو تین ابال آ جائیں تو سالن دم پر رکھیں۔ دس منٹ بعد چولہا بند کر دیں۔

حنا عزیز..... کراچی

لوکی کا رائتہ

اشیا} لوکی، ڈھائی سو گرام۔ نمک، حسبِ ذائقہ۔ دہی، تین کپ۔ زیرہ، ایک چائے کا چمچ۔ پسی ہوئی لال مرچ، نصف چائے کا چمچ۔

ترکیب} لوکی کو چھیل کر کش کر لیں پھر کش کی ہوئی لوکی میں تھوڑا سا نمک ڈال کر پانچ منٹ تک ابالیں۔ زائد پانی نکال کر کش کی ہوئی لوکی کو ٹھنڈا کر لیں پھر دہی کو پھینٹ کر اس میں نمک، لال مرچ اور پکی ہوئی لوکی ڈالیں۔ اچھی طرح ملائیں۔ زیرے کو توے پر بھونیں اور اسے موٹا پیس کر رائتے میں ڈال کر پیش کریں۔

عائشہ نعیم..... کراچی

❖❖❖

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روحانی مشورے

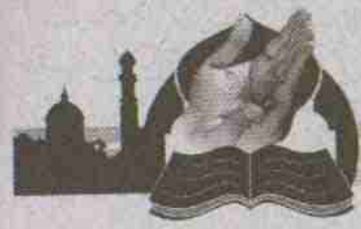

ادارہ

رات کو سوتے وقت

''رات کو سوتے وقت ایک دفعہ چہارم کلمہ پڑھنے سے دن بھر کے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور 33 مرتبہ سبحان اللہ۔ 33 مرتبہ الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر کہو (ابن ماجہ عن علی) یہ سب تمہارے خادم سے بہتر ہیں' دن بھر کی تھکن اتر جاتی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نے بستر پر اپنا پہلو رکھا اور سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھ لی تو موت کے علاوہ ہر چیز سے امن میں ہو گیا۔'' (بزاز عن انس)

بندہ جب بستر پر آتا ہے تو فرشتہ اور شیطان فوراً اس کے پاس آتے ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے اپنے بیداری والے وقت کو بھلائی اور اللہ کے ذکر پر ختم کر اور شیطان کہتا ہے اسے برائی پر ختم کر۔ پھر اگر وہ اللہ کا ذکر کر کے سویا تو فرشتہ رات بھر اس کی حفاظت کرتا ہے۔'' (سنائی عن جابر)

جو سوتے وقت آیت الکرسی پڑھتا ہے وہ اللہ کی رحمت کی چوکھٹ پر سوتا ہے۔ صبح تک رحمت کے دروازے اس پر کھلے رہیں گے اور اس کے بدن پر جتنے بال ہوں گے، ہر بال کے عوض اس کو نور کا ایک شہر ملے گا، اگر اسی شب کو اس کا انتقال ہو جائے تو شہید مرے گا اور چالیس حج کا ثواب لکھا جائے گا، سوتے وقت پڑھنے سے اللہ اس کو اور اس کے پڑوسی کو اور اس کے پڑوسی کے پڑوسی کو اور تمام مکانوں کو جو اس کے اردگرد ہیں، امن میں رکھے گا۔

شیخ بونی حضرت سلمان فارسیؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے سے اللہ اس پر سکرات موت آسان کرتے ہیں اور فرشتوں کا گزر جب کبھی ایسے مکان پر ہوتا ہے جس میں آیت الکرسی (پڑھی جا رہی) ہو تو وہ تالی بجاتے ہیں اور جب ایسے مکان میں فرشتوں کا گزر ہوتا ہے جس میں قل ھو اللہ (پڑھی جا رہی) ہو تو سجدہ کرتے ہیں اور جب کبھی ایسے مکان پر ان کا گزر ہوتا ہے جس میں سورۂ حشر کی آخری آیتیں پڑھی جا رہی ہوں تو گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا۔'' جو ایک بار آیت الکرسی پڑھتا ہے، اللہ اسے دنیا میں ہزار مکروہات سے دور کرتا ہے جس میں ادنیٰ درجہ فقر ہے اور آخرت میں ہزار مکروہات دور کرتا ہے جس میں ادنیٰ درجہ عذابِ قبر ہے۔ آیت الکرسی پڑھنے سے ایمان و یقین مضبوط ہوتا ہے۔''

کینسر، طاعون اور پھوڑے پھنسی سے بچنے کے لیے

آپ مذکورہ بیماریوں سے بچنے کے لیے صبح شام صرف گیارہ مرتبہ یا مالک، یا قدوس، یا سلام پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کریں۔ آپ محفوظ رہیں گے۔ انشاء اللہ۔

دنیا اور آخرت میں نعمتوں کو حاصل کرنے کا شاندار نسخہ

اگر کوئی شخص چاہتا ہو کہ وہ دنیا میں بھی ہر نعمت سے نوازا جائے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ اس کو نعمتوں سے محروم نہ کریں تو وہ سورۂ محمد کی آیت نمبر 15 صبح شام تین، تین مرتبہ پڑھے۔ انشاء اللہ وہ دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال رہے گا۔

استخارہ کرنے کا آسان طریقہ

عشا کی نماز کے بعد دو نفل استخارے کی نیت سے پڑھیں۔ یہ نفل اسی طرح پڑھے جائیں گے جیسے آپ عموماً نفل پڑھتے ہیں۔ نفل پڑھنے کے بعد سورہ ملک کی آیت نمبر 13 اور 14 کو (101) بار پڑھ کر بات کیے بغیر سو جائیں۔ انشاء اللہ خواب میں درست سمت کی جانب اشارہ ہو جائے گا۔ کم از کم تین دن کریں۔

نامعلوم اور لاعلاج بیماری سے بچنے کے لیے

اگر آپ ایسی بیماری میں مبتلا ہیں جو سمجھ میں آنے والی نہیں یا لاعلاج ہے تو مریض بذاتِ خود سورۂ انبیا کی آیت نمبر 83 کا کثرت سے ورد رکھے۔ اپنے کمرے میں سورہ رحمٰن کا کیسٹ ہر وقت چلائے۔ صبح و شام خود بھی سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرے، انشاء اللہ صحت و زندگی ہوگی۔

ہر جائز مراد کے لیے

گیارہ دفعہ درود شریف (درودِ ابراہیمی) پڑھ کر سورہ یٰسین شروع کریں' پہلے مبین پر رک کر سات دفعہ پوری بسم اللہ سمیت سات دفعہ سورہ فاتحہ پڑھیں' ہر دفعہ سورہ ختم کر کے آمین، آمین، آمین (تین دفعہ کہیں) ہر دفعہ بسم اللہ ضرور پڑھیں۔ اسی طرح سات مبین ہیں وہ پورے کریں۔ ایک مبین پر پڑھ کر آگے چل پڑیں پھر آخر میں گیارہ دفعہ درود شریف پڑھ کر دعا مانگیں۔

کوئی چیز کھو جانے کی صورت میں

1- کوئی چیز گم ہو جائے تو انگلی سے کسی دیوار پر یا جامع لکھ دیں۔ فوراً انشاء اللہ چیز مل جائے گی۔

2- دو رکعت نمازِ حاجت پڑھ کر حاجت کی دعا پڑھیں اور پھر اول و آخر گیارہ گیارہ دفعہ درود شریف پڑھنا ہے درمیان میں 313 دفعہ نصر من اللہ و فتح قریب پڑھیں اور دعا مانگیں' انشاء اللہ ہر جائز مراد پوری ہوگی۔

نظرِ بد کے اثر کو زائل کرنے کے لیے

ہمارے پاس ہر ماہ بے شمار خطوط آتے ہیں جن میں ہمارے قارئین اس بات سے پریشان رہتے ہیں کہ ان کے بچوں کو نظرِ بد لگ جانے سے وہ بیمار ہو گئے ہیں۔ اس ضمن میں یہ کہنا چاہوں گی کہ جب مائیں اپنے نومولود بچے کو دودھ پلائیں۔ بوتل پر ہمیشہ غلاف رکھیں۔ کسی کے سامنے اسے فیڈ کرانے سے احتراز کریں اور بچے کو دودھ پلاتے وقت اس پر درود شریف پڑھ کر دم کرتی رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ نظرِ بد کے اثر کو زائل کرنے کے لیے سورہ الغدیٰت (پارہ 30) بہت مفید ہے۔ اس سورہ کو تین روز تک ۴۱ مرتبہ پڑھ کر پانی دم کر کے نظر شدہ بچے کو پلائیں، انشاء اللہ بدنظری کا اثر فوراً ختم ہو جائے گا۔

☆☆☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شوابے ہومیو کلینک

from Nature for Health

اس بات کی ضرورت کافی عرصے سے محسوس کی جارہی تھی کہ کسی مستند ادارے کے تحت ماہر تجربہ کار ہومیو پیتھک ڈاکٹروں کا بورڈ ہو جو لوگوں کی صحت کے مسائل کو اپنی ماہرانہ رائے اور تجربے کی روشنی میں نہ صرف حل کرے بلکہ ان کی رہنمائی بھی کرے۔ اس لیے ہماری کوشش ہوگی کہ ہم آپ کو مختلف امراض کے متعلق آگاہی بھی فراہم کریں اور آپ کے جو صحت کے مسائل ہوں اس کو بورڈ کے ماہر وتجربہ کار ڈاکٹروں کے ذریعے حل کرائیں تاکہ آپ کا معیارِ صحت بلند ہو لہٰذا آپ کے جو بھی صحت کے مسائل ہیں وہ ہمیں اس پتے پر لکھ بھیجیں۔ انچارج شوابے ہومیو کلینک پوسٹ بکس نمبر 3579 کراچی۔ ہم ماہنامہ پاکیزہ کے ذریعے آپ کی بیماری کے متعلق آپ کی رہنمائی کریں گے۔ لیکن اس کے لیے اپنا مکمل نام، عمر، پتا اور جو.... کام کرتے ہیں اس کے متعلق، ازدواجی حیثیت، بیماری کے متعلق، کب سے ہوئی، کیا علاج کیا؟ کسی قسم کی کوئی رپورٹس ہوں تو اس کی فوٹو کاپی اور صاف صاف لکھ کر ساتھ بھیجیں تاکہ صحیح تشخیص کی جاسکے اور دوا بھی صحیح تجویز ہو۔

قارئین السلام وعلیکم!

اس دفعہ ہمیں بہت سے خطوط موصول ہوئے ہیں جن میں مٹاپے سے متعلق مختلف سوالات کئے گئے ہیں اور اس کے علاج کے بارے میں بھی پوچھا گیا ہے۔ اشتہارات میں شائع ہونے والی ادویات کے مؤثر ہونے کے متعلق بھی پوچھا گیا ہے کہ یہ کتنی مؤثر ومفید ہیں۔ کچھ نے اپنے مختلف تجربات کا ذکر کیا ہے۔ ان ادویات سے متعلق اور مختلف ٹونے ٹوٹکوں کے متعلق جن سے کچھ فائدہ ہوا لیکن رک گیا یا پھر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

آپ سب لوگوں کے ان سوالات کو پڑھ کر ہمارے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اس بار آپ کو مٹاپے کے متعلق مکمل معلومات کیوں نہ پہنچائی جائیں - تاکہ جب آپ اس مسئلے سے متعلق معلومات حاصل کرلیں گی تو پھر اس سے بآسانی

ٹوکن

برائے شوابے ہومیو کلینک

اگست 2011

اپنا مسئلہ اس ٹوکن کے ساتھ روانہ کریں۔ ٹوکن کے بغیر آئے ہوئے مسئلوں پر توجہ نہیں دی جائے گی۔ اپنا مسئلہ جس مہینے بھیجیں اسی مہینے کا ٹوکن استعمال کریں۔

نام: _____

پتا: _____

_____

نبرد آزما ہوسکیں گی اس لیے اب جو مضمون میں شروع کررہا ہوں اس کو ذرا غور سے پڑھیں۔ اس میں آپ کے بہت سارے سوالوں کے جواب ملیں گے۔ پھر بھی اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو ہم حاضر ہیں۔

مٹاپا OBESITY

وزن کی زیادتی کیسے ہوتی ہے؟

خوبصورت اور اسمارٹ نظر آنا ہر فرد کا بالخصوص خواتین کا بنیادی حق ہے۔ اور اس میں کوئی بری بات بھی نہیں کہ وہ سلم اور اسمارٹ نظر آئیں۔ یہی وہ وجہ ہے کہ اکثر خواتین اس کے لیے ڈائٹنگ کرتی ہیں۔ یعنی کم کھاتی ہیں، لیکن پھر بھی کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو باوجود بہت کچھ کرنے کے موٹے کے موٹے ہی رہتے ہیں، وہ کون سی چکی کا آٹا کھاتے ہیں یا وہ بہت خوش رہتے ہیں؟ کیونکہ سنا ہے کہ بے فکری انسان کو پھلا دیتی ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے آیئے اس پر ذرا غور کریں۔

وزن کیا ہے؟

آپ کا مکمل جسمانی وزن جس میں آپ کی ہڈیاں، گوشت اور چربی شامل ہے اسی وجہ سے اگر آپ کے خاندان میں پتلی ہڈیاں یا چھوٹا قد ہے تو آپ کا وزن کم ہوگا جب کہ چوڑی ہڈیوں اور دراز قد کا وزن زیادہ ہوتا ہے۔

نارمل جسمانی وزن کیا ہوتا ہے؟

طبّی ماہرین نے بدن کی ساخت اور قد کی مناسبت سے جسم کے 3 فریم بنائے ہیں چھوٹا، درمیانہ اور بڑا۔ ان کے حساب سے ان کے وزن مقرر کئے ہیں جسے ہم نارمل وزن کہتے ہیں۔ یہ چارٹ جس کے مطابق وزن کو چیک کیا جاتا ہے آپ کو کلینک یا ہسپتال یا وزن کرنے کی مشین کے ساتھ مل سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے کئی فارمولے ہیں جس کی بنیاد پر نارمل وزن کو معلوم کرتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی جس کا قد 5ft ہے اس کا نارمل وزن 106 پونڈ ہے اب جتنا انچ زیادہ ہوگا اس میں 6 پونڈ فی انچ کے حساب سے اضافہ کرتے جائیں، خواتین کے لیے 5 پونڈ فی انچ کا اضافہ کریں گے۔

جسم میں چربی کی اہمیت

قدرت نے ہڈیوں پر گوشت اور اس پر چربی اور پھر اس کو مستقل شکل اور خوبصورتی دینے کے لیے کھال کو چڑھایا۔ چربی کی ایک خاص مقدار توانائی کو اسٹور کرنے، حرارت کو خارج ہونے سے روکنے، صدمے کو برداشت کرنے اور جسم کے دوسرے کاموں کے لیے کام آتی ہے۔ جن عورتوں کے بدن پر بالکل چربی نہیں ہوتی یا بہت کم ہوتی ہے ان کو بچہ پیدا کرنے میں دشواری ہوتی ہے اور اسقاط کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔

پھر یہ مٹاپا کیا ہے؟

ہم جو غذا کھاتے ہیں وہ ہضم ہوکر گلوکوز میں تبدیل ہوتی ہے اور جسم میں تکسیدی عمل کے ذریعے یہ توانائی میں تبدیل ہوتی ہے جو ہمیں کام کرنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں مدد دیتی ہے لیکن اس کا انحصار ہمارے کام کرنے پر ہے بصورت دیگر یہ گلوکوز چربی کی صورت میں جمع ہوکر ہمارے جسم کے مختلف حصوں آنتوں، کولہوں، پیٹ، بازو وغیرہ پہ جمع ہوجاتی ہے، جتنا کم کام کریں گے اور کھانا زیادہ لیں گے وزن اسی حساب سے زیادہ بڑھے گا اور یوں آپ اپنے قد اور ساخت کی مناسبت سے مقرر کئے ہوئے وزن کے چارٹ سے زیادہ وزن والے ہوجائیں گے یہی ''مٹاپا'' ہے۔

مٹاپا کیوں ہوجاتا ہے؟

مٹاپے کی کئی وجوہات ہیں لیکن ان کو ہم دو قسموں میں تقسیم کریں گے۔ایک عام دوسری خاص۔

ا۔عام وجوہات

(ا) موروثی رجحان: وزن کی زیادتی ایک جینیاتی مرض بھی ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کے ان لوگوں میں مٹاپے کا امکان زیادہ ہوتا ہے جن کے والدین میں کوئی ایک یا دونوں مٹاپے کا شکار ہوں؛ اس کا امکان جڑواں بچوں میں اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ یہ جینیاتی فیکٹر 25 سے 70 فیصد مٹاپے کے شکار لوگوں میں پایا جاتا ہے۔

(ب) ہڈیوں کی ساخت: چوڑی یا لمبی ہڈیوں والوں کا وزن زیادہ جبکہ پتلی یا چھوٹی ہڈیوں والوں کا وزن کم ہوگا۔

(ج) قد: قد کے بڑھنے کے ساتھ وزن بھی زیادہ ہوگا جب کہ چھوٹے قد والوں میں کم۔

(د) عمر: 1 ماہ سے 16 سال تک کے بچوں کا عمر کے ساتھ قد اور قد کے بڑھنے کے ساتھ وزن کا بڑھنا معیاری چارٹ کے مطابق۔

(ذ) آپ کا طرزِ زندگی: یعنی کے غذائی عادات، بسیار خوری یعنی بار بار کھانا، مرغن، چربیلی بھنی ہوئی، تلی ہوئی، اشیا نمکو یا برگر، پیزا کا استعمال، میٹھی چیزوں یعنی بیکری، مٹھائی، چائے، کافی، کولڈ رنک، مشروبات کا استعمال۔

(ر) آرام طلب زندگی: زیادہ بیٹھے یا لیٹے رہنا اور ہر کام نوکروں سے کروانا، ورزش کا فقدان۔

خاص وجوہات

ا۔ہارمونز

خواتین میں عمر کے ساتھ وزن بڑھنے کا عمل جاری رہتا ہے اس کی وجہ ان کے جسم میں مختلف ہارمونز کی مقدار میں تبدیلیاں ہیں جو بلوغت، جوانی، دورانِ حمل اور سن یاس (ماہواری بند ہونے) کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔

۲۔ادویات

ہارمونز والی ادویات جیسے کے مانع حمل کی گولیاں، ٹیکے وغیرہ، انسولین لینے والے افراد (ذیابیطس کے مریض) کارٹی زون اور اسٹرائیڈ ادویات جو عموماً سانس کے امراض اور جلدی امراض یا مریض کو فوری ٹھیک کرنے کے خبط میں استعمال کی جاتی ہیں۔

۳۔نفسیاتی امراض

ذہنی تناؤ، پریشانی، ڈپریشن اور مختلف جذباتی کیفیات والے مریض (ان میں نوجوان لڑکیاں بھی شامل ہیں) زیادہ کھانا شروع کردیتے ہیں یا ان کے علاج کے سلسلے میں جو ادویات

استعمال کرائی جاتی ہیں ان کا بھی بالواسطہ یا بلا واسطہ اثر وزن کی زیادتی پر منتج ہوتا ہے۔

۴۔جسمانی بیماریاں

پچوٹری یا تھائیرائیڈ غدود کی خرابی یا ان میں کسی خرابی سے بھی ایسا ہوسکتا ہے۔

Hypothyroidism, Hypopituitarism, Cushing Syndrome, Hypogonadism۔

مٹاپے کے نقصانات

WHO (عالمی ادارہ صحت) نے مٹاپے کو ایک عالمی مسئلۂ صحت قرار دیا ہے اور اس کو صحت کے لیے لاحق دس بڑے خطرات میں شمار کیا ہے۔ مٹاپے کی بین الاقوامی ٹاسک فورس کے مطابق اس وقت 300 ملین افراد مٹاپے کا شکار ہیں، جس میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے۔ آیئے اب ان مسائل پر ایک نظر ڈالیں۔

جسمانی خوبصورتی متاثر ہوتی ہے۔ اپنی عمر سے بڑا نظر آنا، جسمانی و چہرے کے خدوخال کا دب جانا، لباس کے نت نئے فیشن کے ساتھ چلنے سے معذوری، لوگوں کے مذاق کا نشانہ، اس کا سمیٹک پرابلم کے ساتھ چلنے پھرنے کام کرنے میں کاہلی سستی کا اظہار، بھاگ نہ سکنا یا تیزی کے ساتھ حرکت نہ کرسکنا۔ اٹھنے بیٹھنے، نماز پڑھنے میں تکلیف، سانس پھولنا یا دقت سے آنا، جلدی تھک جانا۔ سوتے میں خراٹے لینے کی شکایت، شادی اور نوکری میں رکاوٹ۔

مٹاپے کی وجہ سے ہونے والی بیماریاں

(ا) ہائی بلڈ پریشر، (۲) ذیابیطس بالخصوص

SCHWABE

ٹائپ 11 (۳) خون میں چربی کی زیادتی (کولسٹرول) (۴) شریانوں کی سختی (۵) دماغ میں انجماد خون (۶) دماغ کی شریانوں کا پھٹ جانا، فالج انجائنا (۷) کمر کا درد (۸) دل کا دورہ (۹) جوڑوں کا درد اور ورم (کولہے گھٹنے، ٹانگوں اور پیر) (۱۰) برونکائٹس (۱۱) نفسیاتی بیماریاں (۱۲) موٹے لوگوں میں جگر اور آنتوں پر چربی کا جمع ہونا (۱۳) پتے کی پتھری کارجحان (۱۴) آنتوں اور جگر کا کینسر (۱۵) مردوں میں پر وسٹیٹ غدود کا کینسر، عورتوں میں چھاتی، رحم اور بیضہ دانی کے کینسر کا خطرہ بڑھ جانا (۱۶) نظام ہضم میں رکاوٹ، بدہضمی کی شکایت (۱۷) گردوں کے عوارضات پیشاب کا رکنا (۱۸) موٹی خواتین کو حمل اور زچگی کے وقت مشکلات (۱۹) ماہواری کا وقت سے پہلے بند ہوجانا (۲۰) جلد کی بیماریاں اور اس کی رنگت میں تبدیلی (۲۱) جسم کے مختلف عذود کا صحیح طور پر کام نہ کرنا (۲۲) ہرنیا (۲۳) ویری کوز ونیز۔ اس طرح مٹاپے کی وجہ سے اموات کی شرح 70 فیصد سے زائد بڑھ جاتی ہے کیونکہ انسان بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور وہ اپنی زندگی سے تنگ نظر آتا ہے۔

مٹاپے کو جانچنے کا طریقہ

اس کو جانچنے کے 3 طریقے ہیں۔

1) معیاری وزن کا چارٹ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Courtesy www.pdfbooksfree.pk

2) کمر کی پیمائش خواتین میں 80 سینٹی میٹر سے زائد اور مردوں میں 90 سینٹی میٹر سے زائد ہوتو وہ مٹاپے کا شکار ہیں۔

3) BMI یعنی Body Mass Index جو آج کل زیادہ مستعمل ہے۔ یہ ایک حسابی طریقہ ہے اس میں پہلے وزن کیا جاتا ہے اور پھر قد کو ناپا جاتا ہے میٹر میں پھر وزن جو کلو گرام میں ہے اس کو قد جو میٹر میں ہے اس کے مربع سے تقسیم کر دیا جاتا ہے جو جواب آتا ہے وہ BMI ہے مثلاً

Classification	BMI Kg / m2
Normal Range نارمل	18.5-24.9
Grade I over	25.0-29.9
Weight معمولی	
Grade II a over	30.0-34.9
weight درمیانہ	
Grabe II b over	35.0-39.9
weight درمیانہ شدید	
Grade III over	40 and above
weight شدید ترین	

ان تمام چیزوں سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ خود کتنے موٹے یا اوور ویٹ ہیں۔

مٹاپے سے کیسے محفوظ رہا جا سکتا ہے

مٹاپے سے اپنے آپ کو محفوظ [illegible] علاج سے بہت آسان ہے

1) سب سے پہلے اپنے [illegible] کے حساب سے اپنا

کریں۔

2) پھر آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کو روزانہ کے کاموں کے لیے کتنی توانائی (غذائی حراروں) کی ضرورت ہے تا کہ آپ اسی حساب سے اپنی غذائی ضروریات کا حساب لگا کر غذا کا انتخاب کریں۔

3) بار بار کھانا نہ کھائیں۔ سبزیوں، پھلوں اور دالوں، چاول کا استعمال کریں۔ مرغن غذاؤں فاسٹ فوڈ جنک فوڈز.... وغیرہ کا استعمال نہ ہونے کے برابر کریں۔ چکنی، نمکین اور میٹھی چیزوں کا استعمال بھی کم کریں۔

4) ورزش کو اپنا معمول بنائیں، کم از کم ایک گھنٹا پیدل چلنے کی عادت کو اپنائیں۔

5) ایسی ادویات سے بچنے کی حتی الوسع کوشش کریں جو وزن کی زیادتی کا سبب بن سکتی ہیں (ہارمونز کارٹی زون، اسٹرائیڈز وغیرہ)

6) صبر شکر قناعت کو اپنا شعار بنائیں، غم غصہ فکر، غیبت حسد کینہ لالچ جیسے جذبات سے دور رہیں۔ یہ آپ کو نفسیاتی امراض سے بھی محفوظ رکھیں گے اور مٹاپے سے بھی۔ اس طرح دنیا و آخرت دونوں بہتر ہوں گے۔

7) پانی کا استعمال زیادہ سے زیادہ کریں بالخصوص ہر کھانے سے پہلے (اسے 2 گلاس) کم

[illegible] استعمال بھی مفید ہے۔

{باقی آئندہ شمارے میں}

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

Dr. Willmar Schwabe , Germany.
Available at All Leading Medical & Homoeopathic Stores

Courtesy www.pdfbooksfree.pk